

# فتاویٰ حمیدانیہ



دارالافتاء

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
و دین گہم فیتیان کرام دارالعلوم حقانیہ

بمکملی و مستم

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
مہتمم جامعہ حقانیہ

ترتیب

مفتی محمد مختار اللہ حقانی

ناشر

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کورہ محکمہ



وَلَوْ كُنَّا إِلَّا لِلشَّيْءِ نَزَّلْنَا إِلَى الْوَالِدَيْنِ الْعَظِيمِ الَّذِينَ كَانَتْ تَوْنِيذًا (الانبیاء)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ لاہور کے نصف صدی کے فناءوی کا مجموعہ

# فناوی حقانیہ

جلد دوم

نگرالی و اہتمام

مولانا سمیع الحق مہتمم و استاذ حدیث  
جامعہ دارالعلوم حقانیہ

تفادلس

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ودیگر مفتیان کرام  
جامعہ دارالعلوم حقانیہ

ترتیب مفتی مختار اللہ حقانی

سابقہ کردہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ لاہور کے فناءوی کا مجموعہ

(جملہ حقوق و اشاعت و طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب ..... فتاویٰ حقانیہ (جلد دوم)

افادات ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ و دیگر مفتیان کرام جامعہ ہذا

نگرانی و اہتمام ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ ہذا

ترتیب ..... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی استاذ شعبہ التخصّص فی الفقہ والافتاء

ضخامت ..... ۶۳۰ صفحات

طابع ..... مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

Mob:0300-4572899

ناشر ..... جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

# فہرست مضامین جلد دوم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۲	مذہبِ اربعہ کی مخالفت کا حکم	۲۵	<b>کتاب الاجتہاد والتقليد</b>
۳۳	مذہبِ اربعہ کے علاوہ مذاہب کی تقلید کرنا۔		
۳۳	اجتہاد کا دروازہ کھلا ہونے کا حکم	۲۵	تقلید کی شرعی حیثیت
۳۴	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تقلید کا مسئلہ	۲۵	مجتہد اور مقلد کے دلائل میں فرق
۳۵	مجتہد کو غلطی پر بھی اجر ملتا ہے۔	۲۶	مذہبِ اربعہ کو حق جانتے ہوئے قرآن و حدیث پر عمل کرنا۔
۳۵	مجتہدین کے اقوال پر فتویٰ دینے کا حکم	۲۷	دو مذاہب پر عمل کرنے کا حکم
۳۶	تقلید مذاہبِ اربعہ کا احادیث سے ثبوت	۲۷	موضع ضرورت میں دوسرے مذاہب پر عمل کرنا
۳۷	شاہ اسماعیل شہید مقلد تھے	۲۸	اہل الظاہر کے فتویٰ پر عمل کرنا
۳۷	اجماع و قیاس کی شرعی حیثیت	۲۸	امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں
۳۷	مقلدین کو مشرک کہنے والے کے ایمان کا حکم	۲۸	امام ابو حنیفہؒ کی مرویات کی تعداد
۳۷	مذہبِ اربعہ قرآن و سنت کے موافق ہیں	۲۹	صحاح ستہ میں امام ابو حنیفہؒ کی روایات
۴۱	<b>کتاب البدعة والرسوم</b>	۳۰	میزان الاعتدال کی عبارت کی تحقیق
۴۱	بدعت کی تعریف	۳۱	پاکستان میں دوسرے مذاہب کی تقلید کا حکم
۴۱	بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تحقیق	۳۱	شاہ ولی اللہ مقلد تھے۔
۴۲	بدعت للہین کے جواز کا حکم	۳۱	مذہبِ حنفی موافق سنت ہے۔
۴۳	قبر پر اذان کا حکم		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۷۱	مساجد میں تعزیر لائے کا حکم	۳۳	میت کو غسل دینے سے پہلے تعزیر کرنے کا حکم
۷۲	ختم کی دعوت بدعت نہیں	۳۴	تین دن کے بعد تعزیر کرنا
۷۲	درود شریف کیلئے قیام کرنا	۳۴	روٹی کو چھری سے کاٹنے کی رسم کا حکم
۷۳	مصائب میں بخاری شریف کے ختم کا حکم	۳۵	تعزیر کیلئے مناسب جگہ بیٹھنا چاہیے
۷۳	بڑے لوگوں کی برسیاں منانا	۳۶	قل خوانی اور رسم چہلم کا شرعی حکم
۷۴	شادی کے موقع پر سہرا باندھنا	۳۶	صفر المظفر میں چوری کی رسم کی شرعی حیثیت
۷۴	سالگرہ کی شرعی حیثیت	۳۷	بزرگوں کے ہاتھوں کو جو مناد بدعت نہیں
۷۵	عیسوی سال شروع ہونے پر خوشیاں منانا	۳۷	تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنے کا حکم
۷۵	نیا کام شروع کرنے پر قرآن خوانی کا اہتمام کرنا	۳۸	عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے پر دوام کا حکم
۷۶	جمعہ کی نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم	۳۹	میت کے گھر سے پہلے تین دن کھانا کھانے کا حکم
۷۶	کھانے پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگنا	۵۰	روٹی جو مناد بدعت نہیں
۷۷	اولیاء اللہ کی قبروں کا طواف کرنا	۵۱	بوقت ضرورت چھری کے ساتھ روٹی کا ٹٹا
۷۷	قبروں پر پھولوں کی چادریں چڑھانا	۵۱	جنازہ اٹھاتے وقت ذکر یا بجز کرنا مکروہ ہے
۷۸	والدین کی قبروں کو بوسہ دینے کے بارے میں شرعی حکم	۵۲	میت پر قرآنی کلمات سے منقش چادر ڈالنے کا حکم
۷۹	بغیر نماز کے شبینہ کا حکم	۵۳	اپنے لئے پہلے سے قبر تیار کرنا بدعت نہیں
۷۹	تیجے (رسم قل) وغیرہ میں ختم قرآن کا حکم	۵۳	جمعہ وعیدین کی نماز کے بعد مروجہ مصافحے کا حکم
۸۰	نماز کے بعد التضرع ان اللہ و ملئکتہ الہ پڑھنا	۵۴	بغیر عذر کے تابوت میں دفن کرنے کا حکم
۸۰	عرفہ کے دن فجاج سے مشابہت کے لئے	۵۵	دعا بعد الجنازہ کا حکم
۸۰	شہر سے باہر نکلنا	۵۷	مروجہ قضاء عمری بدعت ہے
۸۱	چندے کی رقم سے شیری تقسیم	۶۰	حلیہ اسقاط کی شرعی حیثیت
۸۱	کرنے کی شرعی حیثیت	۶۱	دعا بعد السنۃ بھویۃ اجتماعیہ کا حکم
۸۲	ختم القرآن کی تقریب میں مساجد کو روشن کرنا	۶۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی شرعی حیثیت
۸۲	تعزیر کے طور پر براق کی صورت بنانے کا حکم	۷۰	فرض نمازوں کے بعد باواز بند کلمہ طیبہ کا ورد کرنا
۸۳	تعزیر کے جلوس میں شرکت حرام ہے	۷۰	ایک دوسرے کو عید مبارک کہنے کا شرعی



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۲۰	{ مال حرام کو صدقہ کرنا موجب ثواب ہے یا نہیں؟ تعارض کا حل۔	۸۳	{ صفر المظفر کے آخری بدھ کو خوشی منانے کی شرعی حیثیت
۱۲۱	فیض الباری کی ایک عبارت پر اشکال کا ازالہ	۸۵	رمضان المبارک تیسویں رات کی مٹھائی تقسیم کرنا
۱۲۶	استبراء رحم کیلئے عدہ نہ ہونے پر اشکال کا ازالہ	۸۶	فرض نماز کے بعد بلند آواز سے دعا کرنا بدعت نہیں
۱۲۶	لفظ قیل کی وضاحت	۹۱	خطبہ جمعہ وعیدین میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا
۱۲۶	متعدد شوہروں والی عورت جنت میں کس کے پاس ہوگی	۹۲	عید میلاد النبیؐ کی تاریخی اور شرعی حیثیت
۱۲۷	حضرت علیؑ کو کرم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ	۹۵	نماز کے بعد مصافحہ کا حکم
۱۲۷	ذبیح اللہ کون تھے؟	۹۶	محرم الحرام میں شادی کرنے کا حکم
۱۳۱	<b>کتاب التفسیر</b>	۹۶	مسجد میں ذکر یا بکھر کا حکم
۱۳۱	قرآن مجید کا رسم الخط تو قیغی ہے	۱۰۳	خواتین کا زیارت قبور کے لیے جانا
۱۳۱	تعداد حروف قرآن کریم	۱۰۵	ایصال ثواب اور تخصیص ایام کے بارے چند سوالات
۱۳۲	تعداد آیات قرآن کریم	۱۰۹	اپریل فون منانے کا حکم
۱۳۳	مکی اور مدنی سورتوں میں فرق	۱۱۱	بستنت کا تہوار منانے کا حکم
۱۳۴	مکی اور مدنی کی پہچان	۱۱۵	<b>کتاب العلم</b>
۱۳۴	تعوذ کا حکم	۱۱۵	لاؤڈ سپیکر پر درس قرآن دینے کا حکم
۱۳۵	تعوذ کی جزئیات کا حکم	۱۱۵	قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کی حفاظت کا طریقہ
۱۳۵	تسمیہ کی جزئیات کا حکم	۱۱۶	کسب معاش کے لیے تدریس کو چھوڑنا
۱۳۶	تعداد آیات سورہ فاتحہ	۱۱۶	لڑکیوں کے لئے عصری تعلیم کا حکم
۱۳۶	فاتحہ الکتاب کا جزء قرآن ہونا	۱۱۷	تعلیم و تہذیب سکھانے کیلئے کسٹن بچے کو سزا دینا
۱۳۷	اسمائے سورہ فاتحہ	۱۱۸	استاد کا شاگرد کو سزا دینا
۱۳۷	کسی آیت کا ترجمہ شائع کرنے کا حکم	۱۱۸	دینی علوم کے طالب علم کے نفقہ کا حکم
۱۳۸	شیطان کی ابتدائی ذمہ داریاں	۱۱۹	علماء دین کی توہین کرنا
۱۳۹	حضرت عیسیٰؑ کا مثل آدم ہونا	۲۰	ہر سال بلا وجہ مدرسہ تبدیل کرنا۔



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۵۹	ختم قرآن کے وقت سوراخوں میں من مرتبہ پڑھنا	۱۴۰	قائل کی توبہ کا قبول ہونا
۱۶۰	قرأت سبعہ میں قرآن کریم پڑھنا	۱۴۰	آدم کے بیٹوں میں نزاع کا سبب
۱۶۰	قرأت عشرہ کا ثبوت	۱۴۲	غیر ذوی العقول کیلئے ذوی العقول کے لفظ کا استعمال
۱۶۱	مقام محمود سے کیا مراد ہے	۱۴۲	مالی مخلوق میں ما کا معنی و مراد
۱۶۲	دوان تلاوت حضور کا نام آنے پر دو پڑھنے کا حکم	۱۴۲	لفظ عباد کی تفسیر
۱۶۳	اذان کے دوان قرآن کریم کی تلاوت کرنا	۱۴۳	فرعون کی لاش کی تحقیق
۱۶۳	قرآن کریم کی تلاوت کرنا افضل یہاں پر پڑھنا	۱۴۴	لفظ لاجرم کی تحقیق
۱۶۴	قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا جائز نہیں	۱۴۴	حضرت یوسف اور زلیخا کے نکاح کی تحقیق
۱۶۵	نیکر پہننے والوں کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا بے ادبی ہے	۱۴۵	حضرت یوسف کے جیلے کی حقیقت
۱۶۵	بوسیدہ قرآن مجید دفنانا جائز ہے	۱۴۶	مسئلہ روح
۱۶۶	جس کمرے میں قرآن مجید ہوا کسی چھت پر پڑھنا	۱۴۸	اصحاب کھف کے کتے کا جنت میں جانا
۱۶۶	قیامت کے دن کی تہار کے اختلاف میں تطبیق	۱۴۸	صاحب موسیٰ کا بشر ہونا
۱۶۷	ابلیس بھی حکم سجدہ کا مکلف تھا	۱۴۹	نبوت خضر علیہ السلام
۱۶۷	معیشتہ ضنکا کی تفسیر	۱۵۰	حیات خضر کی تحقیق
۱۶۸	ازانی لا ینکح الا زانیۃ کی تفسیر	۱۵۱	ذوالقرنین کون تھا؟
۱۶۹	اقیموا الصلاۃ سے مراد نماز ہے	۱۵۲	لا تبدل خلق اللہ کی تفسیر
۱۷۰	خارج نماز تلاوت قرآن سننا واجب نہیں	۱۵۳	حضرت ایوب کی بیماری کی تحقیق
۱۷۰	علی الدین طبعی و زندقہ کا حکم منسوخ ہے	۱۵۴	حضرت داؤد اور اسرائیلی روایات
۱۷۱	آیات قرآنی کا صرف ترجمہ شائع کرنے کی حیثیت	۱۵۵	تعداد ازواج حضرت داؤد
۱۷۲	سب سورتوں کا نام تو قیفی ہیں	۱۵۵	ام کنت من العالمین کی تفسیر
۱۷۳	قصہ طروت و ماروت کی تحقیق	۱۵۶	لفظ اعداء اللہ کی تفسیر
۱۷۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذبیحہ کا گوشت کس نے کھایا تھا؟	۱۵۸	منافقین کی لکڑی سے تشبیہ
۱۷۴		۱۵۸	ورفعنا لک ذکرک کا عموم پر حمل کرنا
		۱۵۹	قرآن کریم کو چومنا



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۹۲	امام ابو حنیفہؒ تابعی تھے	۱۸۳	آیت کریمہ قالوا لو انک انزلنا من السماء ماء فتناسلنا به فیکون من الغارین
۱۹۳	شیعہ سے روایت کرنے کا حکم	۱۸۴	فتحا جہنم فیہا کی تحقیق و تشریح
۱۹۴	حضورؐ کا شعر سننے کا ثبوت	۱۸۵	قبل المسیح شیطان کافر شتر سے افضل ہونا
۱۹۵	علیکم بسنتی کا ثبوت	۱۸۶	واللہ انبتکم من الارض نباتا اور داروں کا نظریہ ارتقاء
۱۹۵	تلاوت قرآن کی فضیلت	۱۸۷	من الجنة والناس کی تفسیر اور مصداق
۱۹۶	تسبیح فاطمی کا حدیث سے ثبوت	۱۸۸	آیت کریمہ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ کی تحقیق
۱۹۷	سورۃ الحشر کی فضیلت کے بارے میں روایت	۱۸۹	لعمرك جملہ قسمیہ ہے
۱۹۸	فضائل سورۃ الملک	۱۹۰	تفسیر جواہر القرآن کا پڑھنا اور پڑھانا
۱۹۸	لاجعۃ ولا تشریق کی تحقیق	۱۹۱	سلیمانؑ کی انگوٹھی اور شیطان کی بادشاہت کا قصہ
۱۹۸	اختلاف امتی وجعۃ کی تحقیق	۱۹۲	پشتو زبان میں قرآن کریم کی معتبر تفاسیر
۱۹۹	حضورؐ کا خود کو گورنر کا مہتمم اور اس کی تحقیق	۱۹۳	حضرت یوسف علیہ السلام کی برادری میں
۲۰۰	حضرت علیؑ کی نماز اور طلوع آفتاب کا ثبوت	۱۹۴	شیرخوار بچے کا گواہی دینا
۲۰۱	ابو الشیخ کے حالات زندگی	۱۹۵	سورۃ الحج کا سجدہ ثانیہ عند کھنفسہ
۲۰۲	من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة کی تحقیق	۱۹۶	وقیل من راق کا پشتو ترجمہ
۲۰۳	حدیث لولک لما..... کی تحقیق	۱۹۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنے گھوڑوں
۲۰۴	مہاجرین و انصار میں عقد مواعظ اور	۱۹۸	کو قتل کرنے کے واقعہ کی تحقیق
۲۰۴	انصار کا مہاجرین کو بیوی کی پیشکش کرنا	۱۹۹	ان الساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا کی تفسیر
۲۰۴	اشعۃ اللغات کی ایک عبارت کی تشریح	۲۰۰	عوام الناس کیلئے تفہیم القرآن کا مطالعہ..... الخ
۲۰۵	بشر و لاتنفوا کی تحقیق	۲۰۱	کتاب ما یتعلق بالحديث
۲۰۶	رسول اللہؐ پر جھوٹ باندھنے کی سزا	۲۰۲	کتابت اور تدوین حدیث
۲۰۶	مرتد عن الاستاد کی حدیث کی تحقیق	۲۰۳	اقسام حدیث
۲۰۷	حضرت موسیٰؑ کا قبر میں نماز پڑھنا	۲۰۴	حدیث کی لکھنا یا اعتبار صفات
۲۰۷	نسبت الی الغیر پر وعیدیں اور اس کی توجیہ	۲۰۵	شاذ کی تعریف
۲۰۸	نماز میں اشارہ ممنوعہ کی حقیقت	۲۰۶	



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۲۲	انبیاء کرام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا	۲۵۹	فقیہہ اور عابد کے تقابلی موازنہ کی روایت
۲۲۲	لاصلوۃ لجاہل المسجد کا مطلب	۲۶۰	حضرت علیؓ اور قوت حافظہ والی روایت
۲۲۵	من صلی علی عند قبری کی تحقیق	۲۶۱	انچاس کروڑ گنا ثواب کی حدیث
۲۲۵	حدیث قال لا یبیع بعضکم کی وضاحت	۲۶۲	ولد الزنا لایدخل الجنة کی تحقیق
۲۲۶	{ حدیث قال جاء رسول الله بدینا وانا	۲۶۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجنبی سے غنا کی روایت
۲۲۶	{ صبی اور فقہی روایات میں تطبیق	۲۶۲	گائے کے گوشت کی حلت و حرمت کی تحقیق
۲۲۷	احادیث وحی غیر مستلو ہیں	۲۶۳	منجیات و مہلکات کی تشریح
۲۲۷	کسی غیر کو باپ بننے اور حدیث فالجنة علیہ	۲۶۳	اطلبوا العلم ولو بالصین کی تحقیق
۲۲۷	{ حرام میں اسکی حرمت کی تحقیق	۲۶۳	امت محمدیہ کے بہتر فرقوں کا ثبوت
۲۲۸	{ حدیث بعثنی بالمحق لا یقبل الله صدقة	۲۶۵	تفرق کی تحقیق
۲۲۸	{ میں قبول کی تحقیق	۲۶۶	لا تعلمون الکتابہ کی تحقیق
۲۲۹	حدیث بر بضاعۃ کی تحقیق اور احکام کا جواب	۲۶۷	امام مہدی کے بار میں روایات کی تحقیق
۲۳۰	حدیث لا تشد والرجال کی تشریح	۲۶۷	اللہ طاق ہے اس روایت کی تحقیق
۲۳۱	{ حدیث المولد حق یبلغ الحنث ما یعد من	۲۶۸	شہرا عید لا ینقصان کی تحقیق
۲۳۱	{ حسنة اور فقہی روایت میں تطبیق	۲۶۸	انابنی و آدم بین الماء والطین کی تحقیق
۲۳۲	یتبع المیت ثلاثة اہل کی تشریح	۲۶۹	طلب العلم فریضۃ کی تحقیق
۲۳۲	مقدمہ مسلم میں ضما کر خطاب کا مرجع	۲۶۹	انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کی تحقیق
۲۳۳	مہربنوت میں نکھال کی تحقیق	۲۷۰	الوحیۃ سراج امتی کی تحقیق
۲۳۴	حدیث انہا تذهب حق تعالیٰ تحت العرش کی تشریح	۲۷۱	ما تقول فی هذا الرجل کا مطلب
۲۳۵	حدیث من تشبه بقوم کا مطلب	۲۷۱	علماء امتی کا نبیاد بنی اسرائیل کی تحقیق
۲۳۶	تطبیق بین الاحادیث	۲۷۲	رب کاسیۃ فی الدنیاء عاریۃ فی الاخرۃ کی تحقیق
۲۳۷	ثلاث مہلکات کی تحقیق و تشریح	۲۷۲	انا من نزلہ اللہ والمؤمنون منی کی تحقیق
	-----	۲۷۳	کھڑے ہو کر عیشا ب کرنے کا ثبوت
		۲۷۳	سبعان من زین الرجال باللہی کی تحقیق

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۵۵	کافروں میں اولیاء کا حکم	۲۴۳	کتاب السلوک
۲۵۶	اولیاء اللہ کا جمع ہونا	۲۴۳	شریعت اور طریقت کی حقیقت
۲۵۶	فوت شدہ اولیاء اللہ کی نسبت معلوم کرنا	۲۴۳	بیعت کی حقیقت
۲۵۷	ولایت کے لئے بیعت ہونے کا مسئلہ	۲۴۴	پابند شریعت شخص کی بیعت کا حکم
۲۵۷	ایک مرشد کی موجودگی میں دوسرے بیعت ہونا	۲۴۵	مرشد کے لئے شرائط کا تذکرہ
۲۵۸	پیر کامل بننے کی شرط	۲۴۵	عورت کے لئے بیعت کا حکم
۲۵۸	ایک پیر کے الفاظ کا حکم	۲۴۷	بدعتی پیر کی بیعت کرنے کا حکم
۲۵۹	غارِ روزہ کی معافی کا بے بنیاد دعویٰ	۲۴۷	بیعت توڑنے کا حکم
۲۵۹	مرشد کو کعبہ اور پیغمبر کہنا	۲۴۸	فائدہ نہ ہونے کی صورت میں بیعت توڑنا
۲۶۰	پیر کے بار میں مبالغہ آمیزی سے کام لینا	۲۴۸	بدعتی پیر کی بیعت توڑنے کا حکم
۲۶۰	پیر سے پردہ کرنا	۲۴۹	مرشد کی وفات کے بعد دوسرے مرشد کی بیعت کرنا
۲۶۱	تصوف کے چار سلسلوں کا ثبوت	۲۴۹	ذکرِ حداری کا طریقہ اور اس کی حقیقت
۲۶۱	تصوف سے وابستہ نہ ہونے کی تشریح	۲۵۰	صلوٰۃ معکوس کا حکم
۲۶۲	سلاسلِ اربعہ حق پر ہیں	۲۵۰	ذکر میں دل پر ضربیں لگانا
۲۶۳	تصوف کے مراقبات اور اذکار کا حکم	۲۵۰	ذاکرین پر وجہ طاری ہونے کا حکم
۲۶۳	ذکر سلطان الاذکار کا حکم	۲۵۱	ذکر میں اللہ تعالیٰ کے معانقہ کرنے کا حکم
۲۶۴	غوث و قطب کے وجود کا حکم	۲۵۲	دلائل الخیرات کے وظیفہ کا حکم
۲۶۵	متصرف کا حکم	۲۵۲	عملیات میں اجازتِ شیخ کا حکم
۲۶۶	اصحاب القبور کا تصرف	۲۵۳	مشائخ کا مریدین پر توجہ دینا
۲۶۶	بعد الوفا اولیاء اللہ کے تصرفات کا حکم	۲۵۳	مہمان کے لئے اوراد و وظائف چھوڑنے کا حکم
۲۶۷	کرامات اولیاء بعد الموت کا حکم	۲۵۴	مجلس ذکر میں مشائخ کی ارواح کا آنا
۲۶۸	اولیاء اللہ کا مریدین کی مدد کرنے کا حکم	۲۵۴	چالیس دن کے چلہ کا حکم
۲۶۸	کشف القبور کے علم کا حکم	۲۵۵	اولیاء اللہ کی پہچان
۲۶۹	دو نیک کے لئے فنا کا حکم		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۸۱	پس پشت تھاق بیان کرنا بھی غیبت ہے	۲۶۹	صفت جمالی و جلالی کا فرق
۲۸۱	ربط قلب با شیخ کی وضاحت	۲۷۰	کائنات سے اللہ تعالیٰ کی معیت کا حکم
۲۸۲	قلندر اور مجذوب کا مطلب	۲۷۰	وحدة الوجود اور وحدة الشہود کا مسئلہ
۲۸۳	الصوفی لامذہبہ کی وضاحت	۲۷۱	اصطلاح حقیقت المحمدی
۲۸۳	سیر الی وسیر فی اللہ کا مطلب	۲۷۱	استاد اور پیروں کے حقوق کا حکم
۲۸۴	استغفار کا محتاج الی استغفار کشیں کا مطلب	۲۷۲	خواب میں خلاف شریعت حکم دیکھنا
۲۸۴	دل کو روشن کرنے کا طریقہ	۲۷۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں قربانی کا حکم دینا
۲۸۴	ریا کاری کے خوف سے نوافل وغیرہ کو ترک کرنا	۲۷۳	کشف پر عمل کرنے کا حکم
۲۸۵	صرف سلام کو دینے سے بلا عذر شرعی کسی سے بے چہیت نہ کرنے پر وارد و وعید ختم ہو جاتی ہے	۲۷۳	نصیر شیخ کا حکم
		۲۷۴	اولیاء اللہ کا اپنے مریدوں کی مدد کرنا
۲۸۹	کتاب السياسة	۲۷۴	شیخ کا مریدین کو بعض حلال چیزوں کے استعمال سے منع کرنا
۲۸۹	سیاست کی حقیقت اور اس کا حکم	۲۷۵	حلاوت ذکر کا مسئلہ
۲۹۰	مروجہ سیاست میں ابھنا	۲۷۵	ترقی نہ ہونے کی صورت میں شیخ کی تبدیلی کا مسئلہ
۲۹۲	امارت شرعی کے قیام کا حکم	۲۷۶	بجائز ہونے کیلئے بیعت شیخ ضروری نہیں
۲۹۳	اسلام میں انتخاب امیر کا طریقہ کار	۲۷۶	مسجد کی فضیلت خانقاہ پر
۲۹۶	عورت کی حکمرانی شرعاً ناجائز ہے	۲۷۷	کیا کسی شیخ سے بیعت ہونا ضروری ہے
۲۹۷	اولوالامر کی حقیقت	۲۷۷	کسی نیک آدمی سے دعا کی درخواست کرنا
۲۹۸	خلافت یا ملوکیت	۲۷۸	پیروں کے نام کا وظیفہ کرنا
۳۰۰	منصب خلافت کے انتخاب کا معیار	۲۷۸	اعمال صالحہ میں دل نہ لگنے کا علاج
۳۰۱	قومی یا علاقائی امیر کی شرعی حیثیت	۲۷۹	نصیر قناتی شیخ کی شرعی حیثیت
۳۰۲	ووٹ کی شرعی حیثیت	۲۷۹	آنکھیں بند کر کے ذکر کرنا
۳۰۳	ووٹ کا حق استعمال نہ کرنا	۲۸۰	رضا بالقضار اور دُعا کرنا
۳۰۴	دین کے لئے ووٹ کے استعمال میں والدین کی تائید یا نافی میں گناہ نہیں۔	۲۸۰	اشارۃ و کنایۃ غیبت کرنا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۲۷	جمہوری حکومت کے خلاف آواز بلند کرنا	۳۰۶	ووٹ دیتے وقت شخصیت یا پارٹی کو ترجیح دینا
۳۲۷	غیر اسلامی نظام کے خلاف تحریک چلانا	۳۰۶	بیوی کو ووٹ ڈالنے سے منع کرنا
۳۲۸	پچاسی کی سزا کا شرعی حکم	۳۰۷	رشتہ داری کی بنیاد پر ووٹ دینے کا حکم
۳۲۹	{ سرکاری اداروں میں افسران کو سلیوٹ کرنے کی شرعی حیثیت	۳۰۸	{ دیندار امیدار کے حق میں ووٹ دینے کی قسم توڑنا
۳۳۱	{ شرعی قوانین کے عدم نفاذ کی وجہ سے مجرم کی ذمہ داری	۳۰۸	{ مسلمانوں اور مرزائیوں کی مقررہ جماعت کو ووٹ دینے کی شرعی حیثیت
۳۳۱	{ انگریزی قانون میں بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کا شرعی حکم	۳۱۰	فاصلی و فاجر کے حق میں ووٹ استعمال کرنا
۳۳۲	کسی چیز پر پتہ دینا تک قبضہ مفید ملک نہیں	۳۱۱	ووٹ لینے کے غرض سے لوگوں میں تقسیم کرنا
۳۳۲	تغزیر بالمال کا شرعی حکم	۳۱۱	عورت کے لئے ووٹ کا حق استعمال کرنا
۳۳۳	اشیاء خورد و نوش کے نرخ مقرر کرنا	۳۱۳	مروجہ مغربی طرز پر چھوٹے انتخاب میں علماء کا حصہ لینا
۳۳۴	حکومت کی طرف سے لگائے گئے ٹیکس کی شرعی حیثیت	۳۱۴	{ انتخابی سہم میں مخالف امیدوار پر نازیبا الفاظ استعمال کرنا
۳۳۵	{ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کی عبادت کا طریقہ کار	۳۱۵	انتخابات میں خود امیدوار بننا
۳۳۸	{ حکومت کو زنا بالجبر اور رضا کی تقسیم کا کوئی اختیار نہیں	۳۱۶	انتخابی وعدوں کا شرعی حکم
۳۴۰	{ غربت کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان عدالتی کارروائی کا حکم	۳۱۷	کیا عورت پارلیمنٹ کی رکن بن سکتی ہے
۳۴۱	پاسپورٹ اور ویزہ کی شرعی حیثیت	۳۲۰	سیاہ و سفید رنگ کے جھنڈے کا ثبوت
۳۴۵	سی، آئی، ٹی کی شرعی حیثیت	۳۲۰	جنگ کے علاوہ جھنڈے کے استعمال کا حکم
۳۴۷	مخبری کرنیوالے پر ضمان کا حکم	۳۲۱	بے دین لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا
۳۴۸	{ قبائل میں سے ایک گروہ کا مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کو جہاد قرار دینا	۳۲۲	مرتد کا قتل کس کی ذمہ داری ہے
		۳۲۳	حد و اور قصاص میں حاکم وقت کا دائرہ اختیار
		۳۲۴	اصلاحی کمیٹی کا دائرہ اختیار
		۳۲۵	جمعہ و عیدین میں شرط سلطان کی وضاحت
		۳۲۵	حکومت کے غیر شرعی اقدامات کی تردید کرنا



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۹۰	تکبیر لگا کر کھانا پینا	۳۲۹	شریعت بل کا پس منظر
۳۹۰	تین انگلیوں سے کھانا	۳۵۱	اسلامی اور مغربی جمہوریت کا تقابلی جائزہ
۳۹۱	ایک سے زیادہ گلاس پانی پینے کا سنو طریقہ	۳۵۳	سوشلزم اور اسلام کا موازنہ
۳۹۱	سوخور کی دعوت قبول کرنا	۳۵۴	سوشلزم اور اسلام کا تقابلی جائزہ
۳۹۲	جس دعوت میں گانے بجانے اور {	۳۵۶	بائیکاٹ اور ہڑتال کی شرعی حیثیت
۳۹۲	لہو و لعبہ اہتمام ہوا میں شرکت کا حکم	۳۵۸	بھوک ہڑتال کی شرعی حیثیت
۳۹۳	چونا کھانے کا حکم	۳۵۸	عورتوں کا جلوس نکالنے کا حکم
۳۹۳	افیون کھانے کا حکم	۳۵۹	عائلی قوانین کی شرعی حیثیت
۳۹۴	پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں جانا	۳۶۱	حضرت حسنؓ کی خلافت خلافت راشدہ میں داخل ہے
۳۹۴	بھنگ کے استعمال کا حکم	۳۶۳	عورت کا سر براہ مملکت بننا
۳۹۵	بغیر اجازت کسی کے مال سے نفع لینا	۳۶۴	امامت کبریٰ کے مستحق کا حکم
۳۹۵	کافر کے ساتھ کھانے کا حکم	۳۶۴	آئین پاکستان میں گستاخ رسول ایک میں ترمیم کا حکم
۳۹۶	خلاف شریعت دعوت میں شرکت کا حکم	۳۶۶	سیاسی جلسوں میں نعرہ بازی کا حکم
۳۹۷	باب التداوی	۳۸۱	قومی اسمبلی اور آئین میں مسلمان کی تعریف
۳۹۷	انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا حکم		کتاب الکراہیۃ والاباحۃ
۳۹۷	انگریزی ادویات کے استعمال کا حکم		باب الاکل والشرب
۳۹۸	پوسٹ مارٹم کا حکم	۳۸۷	کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھوئے کسی کو مقدم کیا جائے
۳۹۹	خاندانی منصوبہ بندی اور مانع حمل دوا کا حکم	۳۸۷	کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا
۳۹۹	انجکشن کے ذریعے مادہ جانوروں کو حاملہ کرنے کا حکم	۳۸۷	دستر خوان پر روٹی رکھ کر سالن کا انتظار کرنا
۴۰۰	بیمار کو خون دینے کا حکم	۳۸۸	کھڑے ہو کر کھانا پینا مکروہ ہے
۴۰۰	تعویذ کی شرعی حکم	۳۸۹	کھانا کھاتے وقت خاموشی کا حکم
۴۰۱	مردہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکالنے کا حکم		
۴۰۲	شوہر کو رغبہ کرنے کیلئے تعویذات کا سہارا لینا		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۱۷	سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا	۴۰۲	تعویذات میں یا بدوح لکھنا
۴۱۷	عورتوں کیلئے لوبے کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں	۴۰۳	غیر شرعی الفاظ سے تعویذات لکھنا
۴۱۸	کپڑوں میں سونے کے بٹن استعمال کرنا	۴۰۳	بیماری کا علاج کرنا سنت ہے
۴۱۸	مرد کیلئے سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا	۴۰۴	خاندانی منصوبہ بندی کا شریعت مطہرہ
۴۱۹	چاندی کی انگوٹھی کا بلا ضرورت استعمال درست نہیں	۴۰۴	کی روشنی میں جائزہ
۴۱۹	شیل اور لوبہ وغیرہ کے زیورات کا استعمال کرنا	۴۰۷	جند بید ستر کو ادویات میں استعمال کرنا
۴۲۰	عورتوں کا مردوں جیسے بال بنانا	۴۰۸	<b>باب اللباس</b>
۴۲۰	بڑے بڑے ناخن رکھنا	۴۰۸	سونے چاندی کی گھڑی پہننا
۴۲۱	غیر ضروری بالوں کی صفائی کیلئے	۴۰۸	عورتوں کے لئے سفید کپڑے پہننے کا حکم
۴۲۱	بال صفا پاؤڈر استعمال کرنا	۴۰۹	خاتین کا باریک لباس پہننا
۴۲۲	مصنوعی بھنویں بنانے کا حکم	۴۰۹	مردوں کیلئے تیلہ کے استعمال کا حکم
۴۲۲	عورتوں کے چہرے پر سیاہ بال نکل آنے کا حکم	۴۱۰	دانت جوڑنے کیلئے سونا، چاندی استعمال کرنا
۴۲۳	وسمہ استعمال کرنے کا حکم	۴۱۰	لوبے کی انگوٹھی پہننے کا حکم
۴۲۵	پی ٹی میں نیکر پہننے کا حکم	۴۱۱	عورت کے لئے پازیب پہننے کا حکم
۴۲۷	مردوں کیلئے زرد رنگ کے لباس کا حکم	۴۱۲	بدن پر خال یا نام لکھوانا جائز نہیں
۴۲۸	<b>باب التصاویر</b>	۴۱۲	بالوں کو سیاہ خضاب لگانا
۴۲۸	خواتین کی تصاویر کو دیکھنا اور رکھنا حرام ہے	۴۱۳	بچوں کے کانوں میں سونے کی بالیاں ڈالنا
۴۲۸	کسی جاندار کی تصویر کا حکم	۴۱۳	پگڑی کے شملے کی مقدار کا تعین
۴۲۹	بٹود میں رکھی ہوئی تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا	۴۱۳	مسلمانوں کے لئے ٹائی باندھنا جائز نہیں
۴۲۹	کسی پیر یا بزرگ کی تصویر تیر کا لٹکانا	۴۱۵	دانتوں کے ارد گرد چاندی کا خول لگانا
۴۳۰	آرائش کیلئے گھر میں نصف فوٹو لگانا	۴۱۵	داڑھی پر مہندی لگانا
۴۳۱	شادی کی تقریبات کی تصاویر بنانا	۴۱۶	شلوار یا ٹیجا مرٹھنوں سے نیچے رکھنا
۴۳۱	خانہ کعبہ کی تصاویر میں چھوٹی چھوٹی انسانی تصاویر کا حکم		ریشمی لنگی استعمال کرنے کا حکم



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۳۲	باب المسائل المتفرقة	۲۳۲	جدید آلات کا حکم
۲۳۳		۲۳۳	تصویر وال گھڑی کے ساتھ نماز پڑھنا
۲۳۴	والدین کو گالی دینے والے کا حکم	۲۳۳	پھڑے کی کھال سے تصویر بنانا
۲۳۴	گالی گلوچ کرنے والے کا حکم	۲۳۴	باب الملاحی
۲۳۸	والدین میں سے کسی ایک کے حکم سے	۲۳۴	خوشی کی تقریبات میں ناچ گانے کا حکم
۲۳۸	دوسرے سے حسن سلوک نہ کرنا	۲۳۴	کیرم بورڈ کھیلنا
۲۳۸	بلکہ کسی شرعی عذر کے والدین کے حکم سے	۲۳۴	شطرنج کھیلنا
۲۳۸	بیوی کو طلاق دینا	۲۳۵	جوڈو کراٹے کھیلنا
۲۳۹	والدین کی نافرمانی بدترین جرم ہے	۲۳۵	کھیل کود میں رانوں کو کھلا رکھنے کا حکم
۲۵۰	علم دین کے حصول کیلئے والدین کی اجازت کا حکم	۲۳۶	ورزش کرنا
۲۵۱	کسی مسلمان کو برے القابات سے پکارنا	۲۳۷	تاش کھیلنے کا حکم
۲۵۱	مسلمان کی توہین اور استہزاء کرنا	۲۳۸	باب الامر بالمعروف والنہی
۲۵۲	استمناء بالید کا حکم	۲۳۸	عن المنکر
۲۵۳	ماتہ پاؤں چومنے کا حکم	۲۳۸	تبلیغ دین فرض کفایہ ہے
۲۵۳	کفار سے مصافحہ کرنے کا حکم	۲۳۸	مستورات کی تبلیغی جماعت کا حکم
۲۵۳	مرشد کے قدموں پر گرنے کا حکم	۲۳۹	سالانہ حیلہ لگانے کا حکم
۲۵۴	حشرات الارض کو جلانے کا حکم	۲۴۰	مروجہ طریقہ تبلیغ میں انچاس کروڑ کا ثواب
۲۵۴	مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا	۲۴۱	تبلیغی جماعت کو فرقہ جبریہ سے تعبیر کرنا درست نہیں
۲۵۵	مسجد میں سوال کرنے کا حکم	۲۴۱	تبلیغی چلے کی حقیقت
۲۵۶	مسجد میں سونے کا حکم	۲۴۲	تبلیغی جماعت کا طریقہ بدعت نہیں
۲۵۶	بار بار چھینک آنا		-----
۲۵۷	زانی کا سوشل بائیکاٹ کرنا اور نماز جنازہ پڑھنے کا حکم		
۲۵۸	کسی کو ظلم و ستم سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنے کا حکم		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۷۴	مساوات مرد و زن - تہذیب مغرب کا اہم نقطہ	۲۵۹	زیر لہ کے وقت گھروں سے باہر نکلنا
۲۷۵	بے حیائی کا عروج	۲۵۹	گانے، بجانے کو ذریعہ معاش بنانا
۲۷۵	وزیر اعظم بھٹو کی دعوت بے حجابی	۲۶۰	بغیر طہارت کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا
۲۷۶	اسلام میں عورت کی حیثیت اور حقوق	۲۶۰	قاری یا سامعین کو تلاوت پر سلام کرنا
۲۷۶	ظہور اسلام سے قبل عورت کا مقام	۲۶۱	غائب کو سلام پہنچانے کا حکم
۲۷۷	عورت اور جاہل اقوام کے نظریات	۲۶۲	سنگے سر نماز پڑھنا
۲۷۸	عورت پر اسلام کے احسانات	۲۶۲	مونچیں کاٹنے کا حکم
۲۷۸	دینی، دنیوی، انفرادی، اجتماعی	۲۶۳	عورتوں کا سر کے بال کٹوانا
۲۷۸	اور معاشرتی حقوق کا تحفظ	۲۶۳	مغربی فیشن کے مطابق سر کے بال کٹوانا
۲۷۹	عورت کی عصمت و آبرو کا احترام	۲۶۴	غیر ضروری بالوں کے صفائی کا حکم
۲۸۱	آزادی نسوان تہسرج جاہلیت کا دوسرا نام	۲۶۵	زیر ناف بالوں کی صفائی کی حد
۲۸۲	آزادی نہیں غلامی کی دعوت	۲۶۵	زیر ناف بالوں کی صفائی کا مستحب وقت
۲۸۲	اسلام کا نظام عفت و عصمت	۲۶۶	پیدائشی طور پر بختوں بچے کے ختنے کا حکم
۲۸۳	پردہ کے احکام	۲۶۶	بعد البلوغ ختنہ میں شرمگاہ پر نگاہ پڑنے کا حکم
۲۸۳	جلباب	۲۶۷	چہرے کے زائد بال دور کرنے کا حکم
۲۸۳	آیت حجاب	۲۶۷	داڑھی کی شرعی حد
۲۸۳	حامیان بے پردگی کی مغالطہ انگیزی	۲۶۸	مصافحہ کے بعد ہاتھوں کو چومنا
۲۸۵	ستر اور حجاب میں فرق	۲۶۸	بے دین خواتین سے پردہ کرنے کا حکم
۲۸۶	بات چیت میں احتیاطی تدبیر	۲۶۹	ٹیلیوژن کے برے اثرات اور مسلمانوں کی ذمہ داری
۲۸۶	خاص حالت میں باہر نکلنے کی اجازت	۲۷۰	ٹیلیوژن اور وی، سی، آر کا شرعی حکم
۲۸۷	خروج کے شرائط اور قیودات	۲۷۲	داڑھی کی مسنون مقدار
۲۸۹	صرف عملی، علمی نہیں، بلکہ خیالی اور تصوراتی تحدید		
۲۹۰	کیا پردہ حبس ہے یا ہے		
۲۹۱	مرد اور عورت کا دائرہ کار		

## رسالہ

عورتوں کے حقوق آزادی اور بے حجابی کا مسئلہ



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۰۵	وضو میں ہاتھ دھونے کی ابتدا،	۴۹۱	گھر میں بیٹھنا قید نہیں راحت و نعمت ہے
۵۰۶	انگلیوں کی طرف سے کرنا سنت ہے	۴۹۲	پردہ نہیں بے پردگی خرابی صحت کا باعث ہے
۵۰۶	وضو کرنے کا افضل طریقہ	۴۹۳	نظربازی، ذہنی انتشار اور فساد معاشرہ کا ذریعہ
۵۰۶	سردی کے موسم میں اعضا و عضو دھونے کا طریقہ	۴۹۳	تعلیم کیلئے بے پردگی
۵۰۷	وضو میں دوسرے سے مدد لینے کا حکم	۴۹۴	ماڈرن بننے کی شوقین
۵۰۷	بیماری کی وجہ سے وضو میں کلی نہ کرنے کا مسئلہ		
۵۰۸	بیمیں میں وضو کرنے کا حکم		
۵۰۸	وضو کے دوران باتیں کرنے کا حکم		
۵۰۹	برائیر کے مریض کے وضو کا حکم	۴۹۹	
۵۱۰	وضو میں واجبات نہیں		
۵۱۰	اخبارات اور دینی رسائل کو بلا وضو	۴۹۹	وضو کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم
۵۱۰	مسس کرنے کا حکم	۴۹۹	برش مسواک کی سنت کا متبادل نہیں
۵۱۰	کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم	۵۰۰	مسواک نہ ہونے کی صورت میں
۵۱۱	سرخ، پاؤں، کریم کی موجودگی میں وضو کا حکم	۵۰۰	کیا انگلی قائم مقام ہو سکتی ہے
۵۱۱	جماعت کے فوت ہونے کی ڈر سے	۵۰۰	مسواک چبانے کا حکم
۵۱۱	باوجود کامل وضو کرنا ضروری ہے	۵۰۱	ناخن پالش کی موجودگی میں وضو کا حکم
۵۱۲	آب زرم سے وضو و غسل کرنا	۵۰۱	وضو میں گردن کا مسح
۵۱۳	نشہ آور اشیاء کے استعمال سے وضو کا حکم	۵۰۲	سر پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ
۵۱۳	نشہ آور دوائیوں کے استعمال کی	۵۰۳	وضو کرتے وقت دائرہ ترک کرنے کا حکم
۵۱۳	صورت میں وضو کا حکم	۵۰۳	خضاب طالی دائرہ پر وضو کا حکم
۵۱۴	انگلش لگانے سے وضو کا حکم	۵۰۴	وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھنا
۵۱۴	فلم بینی سے وضو متاثر نہیں ہوتا	۵۰۴	عبادت کیلئے بغیر وضو علی الوضو کا حکم
۵۱۵	گرم پانی سے وضو کرنا جائز ہے	۵۰۵	وضو میں ایک ہاتھ سے منہ دھونے کا حکم
	کشف عورت ناقض وضو نہیں	۵۰۵	گلے کے مسح کا حکم

## کتاب الطہارۃ

### باب الوضوء

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۲۷	دوران غسل سر پر مسح کرنا کافی نہیں	۵۱۵	وضو کے بعد شک غیر مؤثر ہے
۵۲۸	غسل کے لئے کشف عورت کا حکم	۵۱۶	وضو کے بعد ہاتھ پاؤں پر صابن لگانے کا حکم
۵۲۸	کشف عورت کی صورت میں تیمم کی رخصت	۵۱۶	کیا سگریٹ اور نسوار سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
۵۲۹	شہوت کے باوجود منی بند کرنے سے غسل کا حکم	۵۱۷	جب تک اچیل سے قطرہ خارج نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا
۵۳۰	غسل کرتے وقت جہاں پانی { پہنچانا مشکل ہو تو اس کا حکم	۵۱۷	بدن سے خالص پانی نکلنے پر وضو کا حکم
۵۳۱	غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کا حکم	۵۱۸	خون پھیل جانے سے وضو کا حکم
۵۳۱	خواب سے بیداری کے بعد محض تری { کے احساس سے غسل کا حکم	۵۱۸	پاؤں کے شکاف میں دوائی لگانے کے بعد وضو کا حکم
۵۳۲	احتلام بھول جانے کی صورت { میں پڑھی گئی نمازوں کا حکم	۵۱۹	انجکشن کے ذریعہ خون نکالنا ناقض وضو ہے
۵۳۲	گنڈوم کے ساتھ ایلاج موجب غسل ہے	۵۱۹	صاحب عذر کے وضو اور کپڑوں کا حکم
۵۳۳	ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے وجوب غسل کا حکم	۵۲۰	پاخانہ کے مقام سے کیڑا نکلنے پر وضو کا حکم
۵۳۳	جانور سے وحلی کرنے کی صورت { میں غسل کا حکم	۵۲۱	
۵۳۴	التقاء ختانین کی صورت میں غسل کا حکم	۵۲۱	باب الغسل
۵۳۴	غسل کے بعد منی نکلنے پر غسل کا حکم	۵۲۲	غسل میں غرغره کا حکم
۵۳۵	سوئنگ پول میں غسل کرنے کا حکم	۵۲۲	غسل کرتے وقت ناک دھونے کا حکم
۵۳۶	جنابت کا غسل فوراً کرنا ضروری نہیں	۵۲۳	مصنوعی دانت کے باوجود غسل کا حکم
۵۳۶	مصنوعی بالوں کا وضو و غسل میں حکم	۵۲۳	دانتوں پر سونے کے خول چڑھانے سے غسل کا حکم
۵۳۷	صرف تری محسوس کرنا موجب غسل نہیں	۵۲۳	دانت بھروانے سے غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا
۵۳۷	متعدہ بار جماع کے لئے ایک غسل کافی ہے	۵۲۴	جنابت کے غسل میں عورت کو { مینڈھیاں کھونا ضروری نہیں
۵۳۸	جنابت کی حالت میں بوقت { ضرورت مسجد میں جانا	۵۲۵	جنابت کی حالت میں کھانے پینے کا حکم
		۵۲۵	حالت جنابت میں ناخن اور بال کاٹنے کا حکم
		۵۲۵	دوران غسل باتیں کرنے کا حکم
		۵۲۶	غسل کرتے وقت بغیر لباس وضو کا حکم
		۵۲۶	کھڑے ہو کر غسل کرنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۴۹	<b>باب التیمم</b>	۵۴۸	{ جنابت کی صورت میں پورے بدن کے غسل کا فلسفہ
۵۴۹	تیمم کی نیت	۵۴۰	<b>باب البیر</b>
۵۵۰	مسجد کی مٹی پر تیمم کا حکم	۵۴۰	مینڈک مرنے کی صورت میں پانی کا حکم
۵۵۰	تیمم میں تحلیل بحسبہ کا حکم	۵۴۰	انسان گرنے سے کنوئیں کے پانی کا حکم
۵۵۱	خارجہ جنازہ کے لئے حکم	۵۴۱	پانی کے کنوئیں اور بیت الخلاء کے درمیان فاصلہ
۵۵۱	تلاوت قرآن کیلئے تیمم جائز ہے	۵۴۲	{ کنوئیں میں گندہا چیز مثلاً
۵۵۲	{ صاحب عذر کیلئے خادم نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم	۵۴۲	چپل یا لکڑی گر جانے کا حکم
۵۵۲	{ جنابت کے تیمم پر وضو ٹوٹ جانے کا کوئی اثر نہیں پڑتا	۵۴۲	{ اس کنوئیں کا حکم جس سے مرا ہوا حیوان نکالنا مشکل ہو
۵۵۳	<b>باب المسح علی الخفین</b>	۵۴۳	کتا گرنے سے پانی کا حکم
۵۵۳	ٹخنوں تک موزوں پر مسح کر نیکا حکم	۵۴۳	ناپاک پانی پکھی ہوئی چیز کے کھانے اور وضو کی صورت میں اس سے ارشاد نماز کا حکم
۵۵۳	{ جرابوں کے ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کرنے کا حکم	۵۴۵	<b>باب الحوض</b>
۵۵۴	جرابوں پر مسح کا حکم	۵۴۵	دہ دردہ سے کم تالاب کا حکم
۵۵۵	بوٹ پر مسح کرنے کا حکم	۵۴۶	گول حوض کا حکم
۵۵۵	{ انگلیوں میں ورم پیدا ہونے سے پاؤں پر مسح	۵۴۶	متفاوت کناروں والے حوض کا حکم
۵۵۶	<b>باب الحيض</b>	۵۴۷	بڑے حوض سے وضو کا حکم
۵۵۶	حالت حیض میں تسبیح پڑھنے کا حکم	۵۴۸	زیادہ پانی تغیر اوصاف کے بغیر پاک ہے
		۵۴۸	{ نہر میں گندگی ڈالنے کی صورت میں پانی کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۶۸	معذور کی شرعی تعریف	۵۵۷	حالت حیض میں جماع کرنے کا حکم
۵۶۸	ایسے معذور شخص کا حکم جس کا	۵۵۷	ناقص الخلقیت بچے کی ولادت پر نفاس کا حکم
۵۶۸	روٹی رکھنے سے پیشاب رک جائے	۵۵۸	ایام حیض میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا حکم
۵۶۹	<b>باب الانجاس</b>	۵۵۹	حیض کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی
۵۶۹	نیند کی حالت میں منہ سے نکلنے	۵۵۹	دوران حیض ہرگز کا پانی حیض ہے
۵۶۹	والے پانی کا حکم	۵۶۰	حائضہ عورتیں اوقات نماز میں ذکر
۵۶۹	غسل کتنے وقت پانی سے برتن میں	۵۶۰	واذکار معمول بنائیں۔
۵۶۹	چھینٹے پڑنے سے پانی کا حکم	۵۶۱	حیض کی حالت میں جماع کرنا
۵۷۰	پلا شک کے برتن پاک کرنے کا طریقہ	۵۶۱	حالت حیض میں تعلیم قرآن کا حکم
۵۷۰	جنب کے پسینے کا حکم	۵۶۱	حائضہ عورت کے لئے دینی کتابوں
۵۷۱	کپڑے کو منی سے پاک کرنے کا طریقہ	۵۶۲	کا مطالعہ جائز ہے۔
۵۷۲	منی، مندی، اورودی سے طہارت کا حکم	۵۶۲	حالت حیض میں آیہ انکرسی پڑھنا
۵۷۲	دجاجہ مخلات کا جھوٹا	۵۶۲	حائضہ عورت کے ہاتھ کے پچے ہوئے
۵۷۳	کتے کی کھال قابل دباغت ہے	۵۶۳	کھانے کا حکم
۵۷۳	کتے کے جھوٹے برتن میں کھانے	۵۶۳	آپریشن سے ولادت کے بعد
۵۷۴	اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ	۵۶۴	نکلنے والے خون کا حکم
۵۷۴	غیس کپڑا دھونے کے بعد نچوڑنے کا حکم	۵۶۴	ولادت سے قبل آنے والے خون کا حکم
۵۷۵	غیر ملکی کپڑوں سے نماز پڑھنا	۵۶۵	حائضہ عورت سے انتفاع جائز ہے
۵۷۶	موٹے کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ	۵۶۵	انجکشن سے حیض بند کرنے کا حکم
۵۷۶	ڈرائی کلینر سے کپڑے پاک ہونے کا حکم	۵۶۶	پندرہ دن طہر گزرنے سے قبل خون آنے کا حکم
۵۷۷	دودھ میں مینگنی یا گو برگر جانے	۵۶۶	حالت جنابت میں کمپیوٹر سے
۵۷۷	پر دودھ کا حکم	۵۶۶	قرآن لکھنے کا حکم
۵۷۸	ناپاک شربت کو پاک کرنے کا طریقہ	۵۶۷	حائضہ عورت پر دم کرنے کا حکم
		۵۶۷	استحاضہ کا حکم



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۸۶	نُعَابِ دہن سے قرآن مجید {	۵۷۹	انقلابِ حقیقت سے {
۵۸۶	کی ورق گردانی کرنا {	۵۷۹	حکم بدل جاتا ہے {
۵۸۶	جانور کو ناپاک چیز {	۵۷۹	نجس چیز سے بنے ہوئے {
۵۹۷	کھلانے کا حکم {	۵۸۰	صابن کا حکم {
۵۹۷	گتے کا مہ اگر کپڑے {	۵۸۰	حلال جانور کے پیشاب اور {
۵۸۷	کو لگ جائے تو؟ {	۵۸۰	بول و براز کا حکم {
۵۸۷	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم {	۵۸۱	گتے کے پیشاب کا حکم {
۵۸۸	کے فضلات کا حکم {	۵۸۱	پاک اور ناپاک کے {
۵۸۸	گوبر کے اُپلے استعمال کرنے {	۵۸۲	اختلاط کا حکم {
۵۸۸	اور نیچے کا حکم {	۵۸۲	واشنگ مشین سے دھلے {
۵۸۸	زندہ سانپ کے {	۵۸۳	ہوئے کپڑوں کا حکم {
۵۸۸	جائے کا حکم {	۵۸۳	شراب کی خالی بوتل کے {
۵۸۹	باب الاستنجاء {	۵۸۳	استعمال کا حکم {
۵۸۹	کشفِ عورت کی صورت {	۵۸۳	شیر خوار بچے کے پیشاب کا حکم {
۵۸۹	میں استنجاء کا حکم {	۵۸۳	چمکا دڑ کے پیشاب کا حکم {
۵۸۹	قدر درہم سے زیادہ {	۵۸۳	کنوئیں میں نہتے والے {
۵۸۹	نجاست معاف نہیں {	۵۸۳	مینڈک کے پیشاب کا حکم {
۵۹۰	ٹائیلٹ پیپر سے {	۵۸۵	نجس مٹی سے بنے ہوئے برتن {
۵۹۰	استنجاء کرنے کا حکم {	۵۸۵	کے استعمال کا حکم {
۵۹۰	استنجاء کے وقت سلام کا حکم {	۵۸۵	مردار جانور کی کھالی کا حکم {
			خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے {
			برش کے استعمال کا حکم {

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۰۱	بیت الخلاء میں قرآنی آیات یا {	۵۹۱	پانی سے استنجاء کا حکم
۴۰۲	احادیث کے اوراق سمیت جانا {	۵۹۲	دامیں ہاتھ سے استنجاء کا حکم
۴۰۲	قضا حاجت کے دوران برش یا مسواک کرنا	۵۹۳	استنجاء کیلئے پانی کی مقدار
۴۰۲	بیت الخلاء میں بغیر جوتوں کے جانے کا حکم	۵۹۳	مغربی طرز کے بیت الخلاء {
۴۰۳	استعمال شدہ ڈھیلوں کے {	۵۹۳	میں پیشاب کرنے کا حکم
۴۰۳	دوبارہ استعمال کا حکم {	۵۹۳	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم
۴۰۴	<b>مسائل شتی</b>	۵۹۴	استنجاء کرتے وقت شمال کی {
۴۰۴	غسل اور وضو کے لئے پانی کی مقدار	۵۹۴	طرف منہ کرنے کا حکم {
۴۰۴	گنجدے سروالے آدمی کے چہرے کی حد کا حکم	۵۹۵	گھاس وغیرہ سے استنجاء کرنے کا حکم
۴۰۵	نیند سے بیدار ہونے کے بعد {	۵۹۵	استنجاء کر کے ہاتھ دھونے کے {
۴۰۶	مسواک کرنے کا حکم {	۵۹۵	باوجود بدبو محسوس ہونے کا حکم {
۴۰۶	مریض کو تیمم کرانے کے لیے نیت کا حکم	۵۹۶	عورتوں کے لیے بھی ڈھیلے {
۴۰۶	غسل کے چھینٹوں سے پانی نجس نہیں ہوتا	۵۹۶	کا استعمال ضروری ہے {
۴۰۷	نجس شیا کے دھوئیں کا حکم	۵۹۷	صرف ڈھیلے سے استنجاء پر اکتفا کرنا
۴۰۷	شیر خوار بچے کی تہ کا حکم	۵۹۷	پیشاب کرتے وقت سورج یا چاند کی طرف منہ کرنا
۴۰۸	چھوٹے بچے کا پانی میں ہاتھ ڈالنا	۵۹۷	استنجاء سے عاجز شخص کیلئے استنجاء کا حکم
۴۰۸	وضو کرتے وقت اذان کا جواب {	۵۹۸	مرد اور عورت کے استنجاء میں فرق
۴۰۸	دینے کا حکم {	۵۹۸	بوجہ مجبوری دوسرے سے استنجاء کرانا
۴۰۹	تیمم کے جواز کیلئے مسافت کی تحدید	۵۹۸	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا مسئلہ
۴۰۹	کوئلہ سے تیمم کرنا	۵۹۹	پیشاب کرتے وقت بچے کو قبلہ رخ کر کے پکڑنا
۴۰۹	راکھ پر تیمم کرنے کا حکم	۵۹۹	بیت الخلاء میں داخل ہونے کا طریقہ
۴۱۰	گدایا شکبہ پر تیمم کا حکم	۶۰۰	دوران قضا حاجت اگر چھینک {
۴۱۱	ایک ہی جگہ پر متعدد بار تیمم کرنا	۶۰۰	آجائے تو اسکا کیا حکم ہے؟ {
		۶۰۰	قضا حاجت کو بیٹھنے کیلئے کس وقت کپڑا اٹھا



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۶۲۲	چشمہ دار کنوئیں کی پاکیزگی میں { امام محمدؑ کا قول مفتی ہے {	۶۱۲	تلاوت قرآن کے لئے کئے گئے تیمم { سے نماز پڑھنے کا حکم {
۶۲۳	فرج سے نکلی ہوئی ہونا ناقض الوضوء نہیں	۶۱۲	تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کو درست نہیں
۶۲۳	عادیہ پینے نفاس بند ہوجانے کی صورت میں جماع کا حکم	۶۱۲	جیل خانہ میں پانی نہ ملنے پر تیمم کا حکم
۶۲۴	پکی اینٹ پر تیمم کرنا	۶۱۳	زخمی تیمم کر سکتا ہے
۶۲۴	استنجا کرنے کے بعد ہوا خارج { ہو جانے پر استنجا کا حکم {	۶۱۳	سرد علاقوں میں تیمم کا حکم
۶۲۵	ہوا خارج ہونے کا شک جن پر وضو کا حکم	۶۱۴	نک پر تیمم کرنے کا حکم
۶۲۵	جگالی کے دوران جانور کے منہ { سے نکلنے والا مواد ناپاک ہے {	۶۱۵	ایک ہی ڈھیلے پر بار بار تیمم کرنے کا حکم
۶۲۵	پنچ سورہ وغیرہ کے ساتھ بیت الخلاء جانا	۶۱۵	ناٹھوں کی جرابوں پر مسح کرنے کا حکم
۶۲۶	نفاس والی عورت کے ہاتھوں کھانے پینے کا حکم	۶۱۷	مجلدین و متعلین جرابوں کا کیا حکم ہے
۶۲۷	پیشاب اور پاخانہ کے وقت { کن امور سے بچنا چاہیئے؟ {	۶۱۷	سوتلی جراب پہنے ہوئے بوٹ پر مسح کا حکم
۶۲۷	لو اسیر کی رطوبت سے وضو کا حکم	۶۱۸	عامہ یا ٹوپی وغیرہ پر مسح کرنے کا حکم
۶۲۸	معذور کا قبل از وقت وضو { کر کے اس سے نماز پڑھنا {	۶۱۸	پٹی پر مسح کرنے کا مسئلہ
۶۲۸	عورت کے دم سے نکلنے والی { سفید رطوبت سے وضو کا حکم {	۶۱۹	زخم پر مسح کرنے کا مسئلہ
		۶۲۰	پلتھر پر مسح کرنے کا مسئلہ
		۶۲۰	سانپ کنوئیں میں گر کر مر جائے تو اس کا حکم
		۶۲۱	کسی حیوان کا اندام اگر کنوئیں { میں گر جائے تو کیا حکم ہے {
		۶۲۱	پتھیلی گرنے سے پانی کا حکم
		۶۲۱	برندوں کی بیٹ گرنے سے { پانی نجس نہیں ہوتا {







Handwritten text in Arabic script, likely a religious or historical document, featuring large, stylized letters and a vertical line of text on the right side.

## کتاب الاجتهاد والتقليد (اجتہاد اور تقلید کے احکام و مسائل)

**تقلید کی شرعی حیثیت** | سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقلید کرنا شرک ہے، جو ائمہ اربعہ کی تقلید کرتا ہے وہ مشرک ہے، دریافت مسئلہ یہ ہے کہ تقلید ائمہ اربعہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا واقعی تقلید کرنے سے ایک مسلمان

مشرک ہو جاتا ہے؟  
الجواب :- تقلید کسی ماہر شریعت کی راہنمائی میں شریعت مقدسہ کی اتباع کا نام ہے قرآنی آیات، احادیث نبوی اور صحابہ کرامؓ کے حالات میں بھی عامی شخص کو کسی ماہر شریعت کی پیروی کا حکم ملتا ہے، اس لیے عامی آدمی کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجب ہے اس سے شرک لازم نہیں آتا۔

قال العلامة ابن نجيم: ان الاجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للأربعة لانضباط مذهبهم وانتشارها وكثرة اتباعهم۔

الاشباه والنظائر ج ۱ ص ۳۳۳ القاعدة الاولى: الاجتهاد لا ينفق بالاجتهاد (۱)

**مجتہد اور مقلد کے دلائل میں فرق** | سوال :- ادلۃ المجتہد اور ادلۃ المقلد میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب :- مجتہد کسی مسئلہ کے اثبات کے لیے ادلۃ اربعہ سے استدلال کرتا ہے اور مقلد اپنے مسئلہ کے لیے مجتہد کا قول پیش کرتا ہے، مقلد چونکہ کتاب و سنت سے ناواقف ہوتا ہے اس لیے وہ ثبوت مسئلہ کے لیے دلیل نہیں لا سکتا۔

لما قال العلامة صدر الشريعة: وقولنا يتوصل بها اليه انظروا ان هذا

۱۔ قال العلامة عبدالعزيز الفهردي: ثم من لم يكن مجتهداً وجب عليه اتباع المجتهد۔ (نبراس شرح شرح عقائد ص ۲۷ تقلید المجتہد)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۶ کتاب القضاء۔

يختص المجتهد فان المجتهد في هذا العلم قواعد يتوصل المجتهد بها الى الفقه  
ليس الا المجتهد فان الفقه هو العلم بالاحكام من الادلة التي ليس دليل المقلد  
منها فلهذا لم يذكر مباحث التقليد والاستفتاء في تبنا ولا يبعد ان يقال انه يعم  
المجتهد والمقلد فالادلة الاربعة انما يتوصل بها المجتهد لا المقلد فاما المقلد  
فالدليل عند قول المجتهد فالمقلد يقول هذا الحكم واقع عندي لانه ادى  
اليه رأى ابي حنيفة وكل ما ادى اليه رايه فهو واقع عندي -

(توضيح وتلويح ص ۵ مقدمة ۱۰)

**مذاهب اربعة كوحق جانتے ہوئے قرآن و حدیث پر عمل کرنا** | سوال :- ایک شخص

جانتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جو کچھ قرآن و حدیث میں ہے اسی پر عمل کرنا چاہیے، تو  
ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** ایسا شخص دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو مقلد ہوگا یا پھر مجتہد ہوگا،  
اب اگر وہ مقلد ہے تو مقلد پر تقلید واجب ہے، اور اگر مجتہد ہے تو وہ قرآن و سنت  
سے استدلال کر سکتا ہے، لیکن عصر حاضر میں چونکہ کسی میں بھی اجتہاد و مطلقہ کی صلاحیت  
موجود نہیں ہے اس لیے اس شخص کا خیال غلط ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وقد ذكر وان المجتهد المطلق قد فقد -

والدر المختار على هامش رد المختار ج ۱ ص ۵ مطلب في طبقات الفقهاء ۲۰

لما قال العلامة ابن عابدين: وظيفة العوام التمسك بقول الفقهاء واتباعهم في  
اقوالهم وافعالهم دون التمسك بالكتاب والسنة -

الفتاوى تنقيح الحامدية ج ۲ ص ۳۶ مسائل وفوائد شتى من الخطر والاباحة

ومثله في البصائر ج ۱ ص ۵ كتاب الطهارة -

لما قال العلامة الحصكفي: وقد ذكر وان المجتهد المطلق قد فقد - قال السيد احمد الطحاوي

رقوله فقد وهو جائز الوجود لان فضل الله تعالى لا يقيّد بزمن دون زمن -

حاشية الطحاوي على الدر المختار ج ۱ ص ۵ مقدمة ۱۰



**دو مذاہب پر عمل کرنے کا حکم** | سوال :- ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کا متقدم  
دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** خروج عن المذہب میں چونکہ اتباع صوری ہی ہوتا ہے اس لیے اگر کوئی  
شخص مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب پر عمل کر رہا ہو تو وہ اقل مذہب کے ہوتے  
ہوئے دوسرے مذہب پر عمل نہیں کر سکتا اس کو اصطلاح میں تلفیق کہتے ہیں اور یہ باطل  
ہے تاہم اشد ضرورت کے وقت اپنے مذہب میں رہتے ہوئے دوسرے مذہب پر  
اہل علم حضرات فتویٰ دے سکتے ہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: (تحت قول الحنفی: وان الحكم الملق باطل  
بالاجماع مثاله متوفی سال من بدنہ دم ولس امرأۃ ثم صلی قال صحۃ  
هذه الصلوة ملفقة من مذہب الشافعی والحنفی والتلفیق باطل فصحة  
(رد المحتار ج ۱ ص ۱۷۸ مطلب فی حکم التقليد والرجوع عنه) لہ

**موضع ضرورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنا** | سوال :- کیا موضع ضرورت  
میں دوسرے مذہب پر

عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** موضع ضرورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے مگر اس  
ضرورت کا تعین اکابر علماء کریں گے، جیسے زوجہ مفقودہ انجیر میں امام مالک کے مذہب پر  
فتویٰ عند الضرورت دینا جائز ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: وقد كان بعض اصحابنا يفتون بقول مالك في  
هذه الحالة للضرورة (رد المحتار ج ۳ ص ۱۹۵ مطلب فی کتاب المفقود، مطلب فی کتاب النکاح) ايضاً قال لوافق مفت بشي  
من هذه الافعال للضرورة طلباً للتيسير كان حسناً. (رد المحتار ج ۱ ص ۱۷۸ مطلب لا يجوز العمل بالضعيف الم)  
له قال العلامة الطحاوي: متوفى سال من بدنہ دم ولس امرأۃ ثم صلی الخ. (طحاوي على الدر المختار ج ۱  
(ومثله في خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق بين النابلسي ملك -

له لما قال العلامة عبد العزيز الفوهاري رحمه الله: اذا اشتدت الحاجة فيجوز  
الرجوع الى قاضي مذهب اخريقتي. بحاجته وهذه الفوائد مما  
تحفظ - (النبل اس ص ۱۷۸ تقليد المجتهد)

**اہل الظاہر کے فتویٰ پر عمل کرتا** | سوال :- کیا ایک حنفی کے لیے اہل الظاہر کے فتویٰ پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** ایک حنفی کا اہل حدیث کے فتویٰ پر عمل کرنا درست نہیں ، کیونکہ اہل الظاہر (اہل حدیث) اصحاب الفتویٰ میں سے نہیں ہیں ۔

لما قال العلامة الکیرانوی : قال ابوبکر الرازی الجصاص فی اصولہ لا یعد بخلاف من لا یعرف اصول الشریعة ولحریر تقص بطریق المقایس ووجوه اجہاد الرائی کذا ود الاصفہانی دامام اهل الظاهر والکراہیسی اضرابہما ۔

(مقدمہ اعلام السنن ج ۲ ص ۱۸۵ الفائدۃ الثانیۃ لا یعد بخلاف الظاہر) لہ

**امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں** | سوال :- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں یا تبع تابعی اور آپؒ نے کس صحابی کو دیکھا ہے ؟

**الجواب :-** امام ابو حنیفہؒ ششم میں پیدا ہوئے اس زمانہ میں کافی تعداد میں صحابہؓ حیات تھے اس لیے آپؒ نے کئی صحابہؓ کی زیارت کی ہے جن میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اس لیے آپؒ تابعی ہیں اور یہی جمہور علماء کی رائے ہے ۔

لما قال الملا علی القاری : قد ثبت رؤیتہ بعض الصبیانہ واختلف فی روایتہ عنہ والمعتمد بثوتہا..... فہو من التابعین الاعلام۔ (مقدمہ اعلام السنن ج ۲ ص ۱۸۵ الفصل الاول)

**امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مرویات کی تعداد** | سوال :- کیا یہ صحیح ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سترہ حدیثوں

لہ قال العلامة ابن عابدین : وقد استقر رأی الاصولیین علی ان المفتی هو المجتہد فاما غیر المجتہد فمن یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی والواجب علیہ اذا سئل ان یدکر قول المجتہد کالامام علی وجہہ الحکایۃ ۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۹ مطلب رسم المفتی )

وَمِثْلُهُ فِي الطَّحطاوی علی در المختار ج ۱ ص

لہ قال العلامة ابن الجوزی رحمہ اللہ : انما رأی انس بن مالک بعینہ

(العلل التناہیۃ ج ۱ ص ۱۲۸ باب الکفالة برزق التفقہ)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۱ ص ۶۹ مطلب فی اختلاف فیما من رواۃ الامام عن الصحابۃ ۔

سے زیادہ نہیں جانتے تھے، جیسا کہ ابن خلدونؒ نے ذکر کیا ہے؟  
**الجواب :-** جو کوئی بھی یہ کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سترہ حدیثوں سے زیادہ نہیں جانتے تھے وہ غلط کہتا ہے اور اس کا یہ کہنا مندرجہ ذیل وجوہات سے باطل ہے :-  
 (۱) امام ابو حنیفہؒ باتفاق اُمت مجتہد ہیں اور خود ابن خلدونؒ کا کہنا ہے کہ مجتہدین کا استنباط قرآن و سنت سے ہوتا ہے۔ تو اگر کوئی سترہ حدیثوں سے مجتہد بن سکتا تو آج ہر اہل حدیث مجتہد ہوتا۔

لما قال ابن خلدونؒ: ولا سبيل الى هذا لمتقدمي كبار الاسماء ملان الشريعة  
 انما تؤخذ من الكتاب والسنة۔ (مقدم ابن خلدون ج ۱ ص ۳۷۱)  
 (۲) ابن خلدونؒ نے یہ قول یقال سے ذکر کیا ہے جو صیغہ تریض ہے پھر خود ہی اس کا رد بھی کیلے ہے۔

(۳) صرف امام یوسفؒ نے ”کتاب الآثار“ میں امام ابو حنیفہؒ کی روایات کی تعداد ۱۰۶۷ ذکر کی ہے۔

(۴) امام ابو حنیفہؒ کی اپنی مسند موجود ہے جس میں ہزاروں روایات درج ہیں۔  
 (۵) امام ذہبیؒ نے آپؒ کو حفاظ میں ذکر کیا ہے اور حافظ وہ ہوتا ہے جو ایک لاکھ حدیثیں جانتا ہو۔

(۶) وقال محمد بن سماعۃؒ: ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا وسبعین الفا حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث۔

(مقدمت اعلیٰ السنن ج ۱ الفصل التاسع فی تراجم ائمتنا الثلاثة)  
 اس لیے امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ پر اس قسم کا بے جا اعتراض کرنا بغض و حسد کی علامت ہے۔

**صحاح ستہ میں امام ابو حنیفہؒ کی روایات** | سوال :- صحاح ستہ خاص کہ بخاری و مسلم میں امام ابو حنیفہؒ

سے روایات کیوں منقول نہیں ہیں؟

**الجواب :-** امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ کا کام روایات سے مسائل کا استنباط تھا، نہ کہ محض روایات بیان کرنا۔ فقہی استنباطات میں شبانہ روز مشغولیت کی وجہ سے آپؒ



روایات کثرت موجود نہیں، نیز یہ بھی واضح ہو کہ بخاری و مسلم نے جس طرح امام ابو حنیفہؒ کی روایات کا ذکر نہیں کیا ہے تو اس طرح امام شافعیؒ کی بھی کسی روایت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور امام الحدیث احمد بن حنبلؒ کی صرف دو روایات موجود ہیں وہ بھی ایک تعلیق اور دوسری نازل بواسطہ۔

لما قال العلامة الكوثري: ومهايلتقت ان شيخين لم يخرجيا في الصحيح شيئاً من حديث الامام ابى حنيفة مع انهما ادركا صغار اصحاب اصحابه واخذنا عنهم ويخرجان ايضاً من حديث الامام الشافعي مع انهما لقيابعض اصحابه ولا اخرج البخاري من حديث احمد الا حديثين احدهما تعليقاً والاخر بواسطه مع انه ذكره الاثمة - (التعليق على شروط الاثمة الستة ص ۸)

**”میزان الاعتدال“ کی عبارت کی تحقیق** | سوال :- علامہ ذہبیؒ نے اپنی مشہور کتاب ”میزان الاعتدال“ میں امام ابو حنیفہؒ کو ضعفاً

میں شمار کیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

**الجواب :-** جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ”میزان الاعتدال“ میں امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہا گیا ہے وہ غلطی پر ہیں، علماء احناف نے اس کے مندرجہ ذیل جوابات ذکر کیے ہیں :-  
(۱) اول تو یہ کہ یہ عبارت علامہ ذہبیؒ کی نہیں ہے بلکہ کتاب میں بعد میں داخل کر دی گئی ہے۔

لما قال العلامة ظفر احمد العثماني (بعد تحقیق) : فقد تصافت الادلة على تمس ترجحة ابى حنيفة في الميزان انها الحقت في بعض النسخ بغير قلم مؤلفه - (مقدمه اعلام السنن ج ۱ ص ۳۵) ثبوت العدالة بالاستفاضة

وان هذه العبارة ليست لها اثر في بعض النسخ المتبعة على ما رأيتها بعين نقلاً من الامام عبدالحی الکهنوی ما تمس اليه الحاجة - (مقدمه ابن ماجه)  
(۲) اور خود علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ اُمہ اربعہ اور امام ابو حنیفہؒ کو انکی جلالت شان کی وجہ سے میزان الاعتدال میں ذکر نہیں کیا ہے۔ کذا ذکر فی کتابی من الاثمة المتبعين في الفروع احداً بجلالته في الاسلام وعظمته في النفوس مثل ابى حنيفة و الشافعي - (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲)

(۳) یہ جرح مبہم ہے جو کہ قبول نہیں، لہذا الجرح فائز لا یقبل لامفسر ایتنا بسبب الجرح -  
(اعلام السنن ج ۱ ص ۳۵) تدبیر الراوی ج ۱

**پاکستان میں دوسرے مذاہب کی تقلید کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب ! کیا پاکستان میں علاوہ مذہب حنفی کے مذہب شافعی یا دوسرے مذاہب کی تقلید کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ جبکہ یہاں ان پر عمل کرنے سے فتنہ و فساد کا ہر وقت خطر رہتا ہے ارشادی یہاں ان مذاہب کو کوئی جاتا ہے ؟

الجواب :- مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی حقانیت پر پوری امت کا اجماع ہے مگر ان میں ہر مذہب رکن ہو اسی کی تقلید کی جائے گی دوسرے مذاہب کی تقلید نہیں کی جائے گی، نہ سراسر اس وقت جبکہ فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو دوسرے مذاہب کی تقلید کرنا جائز نہیں۔

ما قال الشيخ شاه ولي الله الدهلوي: فاذا كان جاهل في بلاد الهند وبلاد ماوراءالنهر وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب من كتب هذا المذاهب وجب عليه ان يقلد المذهب الذي حذيفة روي عنه عليه ان يخرج من مذهب لانه سيذنب بخلع من عنقه ساقطة الشريعة ويقتل بسدى مهملًا.

والانصاف منع كشاف رکن ہندوستان میں جہاں پر تنقید ابوظیفہ واجب ہے

**شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مقلد تھے** | سوال :- ہم نے بعض علماء سے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی مقلد ہیں تھے کیا واقعی حضرت شاہ صاحب مقلد نہیں تھے ؟

الجواب :- یہ بات درست نہیں کہ حضرت شاہ صاحب مقلد نہیں تھے، بلکہ شاہ صاحب رحمہ اللہ باوجود صلاحیت اجتہاد کے مقلد تھے بلکہ آپ کو تقلید سے خروج پر نعت کی گئی تھی، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں :-

والله تعالى... وتأنيه الوصاية بالانقليد بهذه المذاهب - وما كانت طبعي تميل اليه اثنى ميل فصار تهاذبا الاستفاد من براهين الحق تعالى... وتأنيه الوصاية بالانقليد بهذه المذاهب -

(فيوض الحرمين ص ۶۱۲، ۶۱۵)

**مذہب حنفی موافق السنۃ ہے** | سوال :- آج کل غیر مقلد حضرات عوام میں یہ پراپیگنڈ کر رہے ہیں کہ مذہب حنفی خلاف سنت ہے، کیونکہ





**مذہبِ اربعہ کے علاوہ مذاہب کی تقلید کرنا** | سوال :- جناب مفتی صاحب !  
عصرِ حاضر میں مذاہبِ اربعہ کے علاوہ

کسی نئے مذہب کی تقلید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- علماء کرام کی تصریحات کی روشنی میں زمانہ حال میں مذاہبِ اربعہ کے علاوہ دوسرے کسی مذہب پر عمل پیرا ہونا جائز نہیں، اس لیے کہ کوئی ایسا شرعی جزئیہ نہیں ہے جس کے بارے میں ان مذاہب نے تصریح نہ کی ہو۔

لما قال العلامة الشیخ احمد الطحطاویؒ: فعلیکم یا معشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرتهم في موافقتهم وخذلانهم وسخطهم ومقتهم في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الاربعة هم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن كان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة ذلك الزمان من اهل البدعة والتار۔ (الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۳ کتاب الذبائح) سلم

**اجتہاد کا دروازہ کھلا ہونے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب ! کیا اس دور میں بھی اجتہاد کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں

سے سنا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے، آجنا ب سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت سے جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب :- اجتہادِ مطلق کا سلسلہ ائمہ اربعہ پر ختم ہو چکا ہے، آج کل کسی میں بھی اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اجتہادِ مطلق کے درجے تک پہنچ سکے، البتہ اجتہاد فی المسائل کی اب بھی اجازت ہے مگر جو شخص نئے مسائل میں اجتہاد کرتا ہو اس میں

لما قال العلامة ابن الہمامؒ: وعلى هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع التقليد غير الاربعة لانضباط مذهبهم وتقييد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم يبق مثله في غيرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو صحيح۔ (التحریر فی اصول الفقه ص ۵۵ بحوالہ فتاویٰ رحیمیة ج ۱۰ ص ۸۹ کتاب العلم)

ومثله فی فتاویٰ رحیمیة ج ۱۰ ص ۹ کتاب العلم۔

اجتہاد کی صلاحیت کا موجود ہونا ضروری ہے بدون اس کے اجتہاد کی اجازت نہیں۔  
 قال العلامة النووي: اما الاجتهاد مطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتى  
 اوجبوا تقليد واحد من هؤلاء على امتہ ونقل امام الحرمين الاجماع عليه۔  
 روضة الطالبين بحواله فتاوى رحيمية ج ۲ ص ۱۴۶ کتاب العلم ص ۱۔

**صحابہ کرامؓ کے دور میں تقلید کا مسئلہ** | سوال :- جناب مفتی صاحب! جیسا کہ آجکل  
 مذاہب اربعہ کی تقلید کی جاتی ہے اسی طرح  
 صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بھی تقلید ہوا کرتی تھی یا یہ کہ سب صحابہؓ اپنے اپنے اجتہاد  
 سے کام لیتے تھے؟

الجواب :- صحابہ کرامؓ میں بھی دو قسم کے لوگ تھے، بعض مجتہد اور بعض مقلد،  
 تو جس طرح اس زمانہ میں اجتہاد رائج تھا اسی طرح مجتہد صحابہ کرامؓ کی تقلید بھی ہوا  
 کرتی تھی، غیر مجتہد صحابہ کرامؓ دوسرے مجتہد صحابہؓ کی تقلید کر کے ان کے فتویٰ پر عمل کرتے تھے۔  
 عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل يكون له الدين على

۱۔ قال العلامة قادي محمد طيب، باقى میں عرض کر چکا ہوں کہ اجتہاد کی وہ نوع جو استنباط  
 عل اور اجتہاد فی الدین سے تعلق رکھتی ہے آج اس لیے نہیں پائی جاتی کہ اس کی ضرورت  
 باقی نہیں ہے، ائمہ نے اس کو اس حد تک مکمل کر دیا ہے کہ آئندہ اس سے نفع اٹھانے  
 کی صورت تو باقی رہ جاتی ہے لیکن اس میں مزید تحقیق و تلاش کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔  
 ... ہاں اس خاص نوع کو چھوڑ کر جس نوع کے پردہ میں آج بھی جنس اجتہاد باقی ہے وہ  
 عام تحقیق و تلاش، کتاب و سنت میں تدبیر ان کے لطائف و حقائق کا استخراج ہر  
 زمانے کے نئی نئی حوادث سے شرعی مسائل کو تطبیق دے کر مناسب فتویٰ دینا، معاندین  
 اسلام کے نئے نئے شکوک و شبہات کی تردیدات، نصوص سے استنباط کرنا اصول  
 اسلام کے اثبات و تحقیق کے لیے کتاب و سنت سے مؤیدات پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ  
 ہے، اجتہاد کی یہ نوع کل بھی تھی اور آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

{ اجتہاد اور تقلید ص ۵۹ تا ص ۶۲ }  
 { اجتہاد کی ایک نوع ختم ہو چکی ہے }

الرجل الى اجل فيضج عنه صاحب الحق يعجله الآخر فكرة ذلك عبد الله بن عمر  
وفهمي عنه - (موطا امام مالك ص ۲۲۷ کتاب البیوع - باب ما جاء فی الربا فی الدین)

**سوال :-** اگر مجتہد کسی مسئلہ میں اجتہاد کر کے  
مجتہد کو خطا پر بھی اجر ملتا ہے اس میں خطا کر جائے تو کیا وہ عند اللہ ماخوذ ہو  
گایا مأجور؟

**الجواب :-** جب کوئی مجتہد کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے اور وہ مسئلہ صواب اور  
درست ہو جائے تو اس کو دو ہزار اجر ملے گا اور جب خطا کر جائے تو عند اللہ اسے ایک  
نیک ملے گی۔

لما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اذا حکم الحاكم فاجتهد فاصاب  
قله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله اجر واحد۔

(الصحيح البخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲ باب اجر الحاكم)

**سوال :-** جناب مفتی صاحب !  
مجتہدین کے اقوال پر فتویٰ دینے کا حکم جو عالم دین خود مجتہد نہ ہو یعنی  
قرآن و سنت سے بلا واسطہ استنباط نہ کر سکتا ہو تو فتویٰ دیتے وقت اس کو  
کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب :-** جو عالم دین مفتی تو ہو لیکن درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہو تو اس  
کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے امام کی روایت اور اس کے مذہب کو نقل کر کے  
فتویٰ دے۔

قال العلامة الحصکفیؒ : وان الخلاف خاص بالقاضی المجتهد واما المقلد

لما قال الشیخ الشاء ولی اللہ الدہلویؒ : لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة  
الى ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء  
من غیر نکیروا من احد یعتبر انکاره ولو کان ذلک باطلا لا نکروه۔

(عقد الجید مع سلف مروارید ص ۲۹ آخر باب دوم)

ومثله فی اجتہاد وتقلید ص ۵۴ صحابہ میں بھی تقلید رائج تھی۔



فلا ينفذ قضاءه بخلاف مذهبه أصلاً لما في القنية - (الدردار المختار على صدر رد المختار ج ۱ ص ۵۷) مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه) له

**سوال :- جناب مفتی صاحب !** تقلید مذاہب اربعہ کا احادیث سے ثبوت میرا ایک دوست بسلسلہ روزگار

کئی سالوں سے کراچی میں مقیم ہے، جب وہ گاؤں سے کراچی جا رہا تھا تو صحیح سنی مسلمان تھا اب کراچی میں رہتے ہوئے اس کے نظریات بدل چکے ہیں، اب وہ یہ کہتا ہے کہ مذاہب اربعہ کی تقلید کرنا شرک ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، آپ سے گزارش یہ ہے کہ کیا واقعی مذاہب اربعہ کی تقلید شرک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں؟

**الجواب :-** مذاہب اربعہ کی تقلید کو شرک کہنا لاعلمی اور جہل ہے، غیر متقلدین کے علاوہ کسی نے بھی اس کو شرک نہیں کہا ہے بلکہ اسی پر اٹا امت کا تعامل چلا آ رہا ہے قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبوی کی کثیر تعداد تقلید کے اثبات کی تائید کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **اتبعوا السواد الاعظم - (الحديث)** حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں: **ولما اندرست المذاهب الحق الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم -** (عقد الجید مع سلسلہ مروریہ ص ۳۳ باب سوم ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے کی) لہذا آپ کے دوست کا یہ کہنا غلط ہے کہ مذاہب اربعہ کی تقلید شرک ہے اور یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

لہ قال ابو حفص قال لی ابواسحاق لما جلست فی جامع المنصور للفتیاء ذکر هذه المسئلة رای مسئلة حفظ اربعائة حدیث للفتیاء فقال لی رجل ا فانت هوذا لا تحفظ هذا المقدار حتی تفتی للناس فقلت له عافاك الله ان كنت لا احفظ هذا المقدار فانی هوذا ا فتی الناس بقول من كان يحفظ هذا المقدار واكثر منه هذا يرشدك الى انه اذا المرکین الرجل من اهل الفتوى والاجتهاد فعليه ان يفتی بقول المجتهد۔

رمقدمة اعلام السنن ص ۹ شرائط الافتاء، قواعد الفقه

**شاہ اسماعیل شہید مقلد تھے** | سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید غیر مقلد تھے، ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی بھی انہوں

نے تقلید نہیں کی، تو کیا ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ بڑے بلند پایا عالم دین تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ وہ براہ راست قرآن و سنت سے مسئلہ حل کر سکتے تھے مگر جہاں آپ کو صریح نص نہ ملتی تھی وہاں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرتے تھے، جیسا کہ آپ کی تصانیف سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، اس لیے ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت شاہ صاحب ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مقلد تھے۔

لما قال الشيخ رشيد احمد گنگوہی: بندہ نے جو کچھ سنا ہے مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اس پر عمل کرتے اگر نہ ملتی تو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے تھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، تالیفات رشیدیہ ص ۲۰۹ تقلید و اجتہاد کے مسائل)

**اجماع و قیاس کی شرعی حیثیت** | سوال :- جناب مفتی صاحب! آجکل کے غیر مقلد حضرات اجماع امت اور قیاس کو حجت شرعی

نہیں مانتے اور نہ ان سے ثابت شدہ مسائل مانتے ہیں۔ تو کیا واقعی اجماع امت اور قیاس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں؟

**الجواب :-** اسلامی احکامات کا استنباط ادلہ اربعہ سے ہوتا ہے جن میں اجماع اور قیاس بھی شامل ہے، نصوص قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہی ثابت ہے، ان کو دلیل شرعی نہ ماننا جہل مرکب ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، تالیفات رشیدیہ ص ۲۰۵ تقلید و اجتہاد کے مسائل)

**مقلدین کو مشرک کہنے والے کے ایمان کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں میں جماعت المسلمین سے تعلق

رکھنے والا ایک شخص ہے جو سب مقلدین کو مشرک کہتا ہے، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جو شخص ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کا مقلد ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** مطلق تقلید قرآن و سنت سے ثابت ہے اور خیر القرون سے اس پر

تعالیٰ چلا آ رہا ہے جو شخص تقلید کو شرک کہتا ہے اور ائمہ اربعہ کے مقلدین کو مشرک اور دائرۃ اسلام سے خارج تصور کرتا ہے خود اس کے ایمان کی سلامتی مخدوش ہے اس کو ایسے الفاظ پر تلفظ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ما قال العلامة المفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ: جو شخص کہ تقلید کو شرک کہے وہ خود غاطی ہے اور اگر تمام مقلدین کو مشرک بتائے تو اس کے ایمان کی سلامتی مخدوش ہے اس کے پیچھے نماز بھی نہیں ہوتی، کیونکہ مطلق تقلید کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہؓ اور تعامل سلفؓ سے یقینی طور پر موجود ہے اور تقلید شخصی کا جواز بھی قرآن و حدیث و اقوال صحابہؓ و تعامل سلفؓ سے ثابت ہے، پس اس کو شرک کہنا جہالت ہے۔

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ کتاب العقائد، تقلید و اجتہاد)

**مذہب اربعہ قرآن و سنت کے موافق ہیں** | سوال:۔ آجکل جو چار مذاہب مسلمانوں میں رائج ہیں، بعض لوگ حنفی، بعض شافعی اور بعض حنبلی اور بعض

مالکی ہیں، ان میں سے کون سا مذہب قرآن و سنت کے موافق ہے؟ کیونکہ غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ مذاہب اربعہ قرآن و سنت کے موافق نہیں ہیں، ان کے اس قول کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب:۔ اصول اور مبادی دین میں سارے ائمہ اسلام متفق ہیں اصول عقائد میں ان کا کوئی اختلاف نہیں البتہ فروعی جزئیات میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر یہ اختلاف اصل اسلام میں نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں مختلف اعمال منقول ہوئے ہیں، ان کی مختلف مدارج کی ترتیب معلوم نہ ہونے یا تسلیم نہ کرنے یا مختلف مواقع اور مقاصد پر معمول کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی طرح بعض غیر منصوص مسائل کے حل میں دماغی تناسب اور رجحانات کے اختلاف کی وجہ سے بھی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ یا پھر عربی لغت کے تیرالمعانی لفظ کے تعین میں اختلاف کی بناء پر ائمہ اربعہ میں اختلاف پیدا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہیے کہ اس قسم کے اختلافات سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شرائع میں بھی اس قسم کا اختلاف تھا، صحابہ کرامؓ میں بھی فروعی مسائل میں اختلاف تھا، اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کے بارے میں فرمایا ہے کہ اختلاف الامتی رحمة کہ امت کے ائمہ کا اختلاف رحمت ہے۔ لہذا مذاہب اربعہ حق پر ہیں کوئی بھی باطل پر نہیں۔







# کتاب البدعة والرسوم

## (بدعت اور رسومات کے احکام و مسائل)

**بدعت کی تعریف** | سوال :- جناب مفتی صاحب! بدعت کی جامع و مانع تعریف کیا ہے، آجکل بعض لوگ ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں؟

**الجواب :-** بدعت کا لغوی معنی ہے الاحداث یعنی نئی چیز پیدا کرنا، شریعت کی اصطلاح میں اس کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں، ان تمام تعریفات میں جامع و مانع تعریف وہ ہے جو علامہ ابن رجبؒ اور دوسرے محققین نے بیان کی ہے کہ بدعت شرعاً وہ عمل ہے جس کی دین مقدس میں کوئی بنیاد نہ ہو، اس تعریف سے بہت سے وہ اعمال جن کو بعض حضرات بدعت کہتے ہیں خارج ہو جائیں گے۔

لما قال العلامة ابن رجب الحنبلي: والمراد بالبدعة ما أحدث مما لا اصل له في الشريعة يدل عليه وأما ما كان له أصل من الشرع يدل فليس ببدعة شرعاً وإن كان بدعة لغة - كتاب جامع العلوم والحكم ص ۲۳۳ الحديث الثامن والعشرون

**بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تحقیق** | سوال :- بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ میں فرق کی وضاحت فرمائیں، بعض لوگ بدعت

کی اس تقسیم (حسنہ و سیئہ) کو نہیں مانتے، جبکہ ہم نے اکثر علماء سے بدعت کی یہی تقسیم سنی ہے۔  
**الجواب :-** بدعت اصطلاحی و شرعی ہر صورت میں قبیح و مذموم ہے، البتہ بدعت لغوی اپنی بعض اقسام کے اعتبار سے بدعت حقیقی (شرعی) نہیں رہتی بلکہ بدعت صوری بن

لما قال العلامة القرطبي رحمه الله: كل بدعة صدرت من مخلوق فلا يخلو ان يكون لها اصل في الشرع اولا فان كان لها اصل كانت واقعة تحت ما ندب الله اليه وحقق رسوله اليه فهي في حيز الممدوح وان لم يكن مثاله الخ -

(احکام القرآن للقرطبي ج ۱ ص ۸۷ سورة البقرة)

وَمِثْلُهُ فِي صِفَةِ التَّفَاسِيْدِ ج ۱ ص ۹۲ سورة البقرة -

جاتی ہے، اور بدعت کی یہ صورت مشابہ سنت ہونے کی وجہ سے بدعت حسنہ کہلاتی ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جو امر کلیہ یا جزئیاً دین میں نہ ہو اس کو کسی شبہ سے جزو دین علماً و عملاً بنالینا بوجہ مزاحمت احکام شرعیہ کے بدعت ہے دلیل اس کی حدیث صحیح ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو منہ۔ کلمہ من اور فی اس مدعا پر صاف صاف دلالت کر رہے ہیں اور حقیقی بدعت ہمیشہ سیدہ ہی ہوگی اور بدعت حسنہ صوری بدعت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۸۵ کتاب البدع)۔

**بدعت للدين کے جواز کا حکم** | سوال :- بدعت فی الدین اور بدعت للدين میں کیا فرق ہے؟ نیز وہ کون سا اصول یا ضابطہ ہے کہ جس کے ذریعے ہر دو بدعت میں تفریق و تمیز ہو سکے؟

**الجواب :-** اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی سب ضروری باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتادی ہیں، اب دین میں کوئی نئی بات نکالنا جو دین متین میں داخل نہیں ہے اور لوگ اس کو دین سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہوں تو ایسی نئی بات کو بدعت فی الدین اور احداث فی الدین کہا جائے اور اسی کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے، اور اس کے برعکس وہ امر جس کی اصل دین متین میں موجود ہو تو وہ بدعت للدين کے زمرے میں آتا ہے اور اس کو فقہاء کرام نے بعض شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: بدعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اس کو دین سمجھ کر اختیار کرے، اگر معالجہ سمجھ کر اختیار کرے تو بدعت کیسے ہو سکتا ہے، پس ایک احداث للدين ہے اور ایک احداث فی الدین ہے، احداث للدين معنی سنت ہے اور احداث فی الدین بدعت ہے۔ (تحفۃ العلماء ج ۲ ص ۱۲۱ فقہ حنفی کے اصول و ضوابط، ابنا اساس) سنت کی تعریف

قال العلامة ابن حجر العسقلانی: والتحقیق انہا ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فہی حسنة وان کانت من ما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فہی مستقبحة ولا فہی من قسم المباح وقد تنقسم الی الاحکام الخمسة۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب صلوۃ التراويح: ومثله فی المنہاج الواضح بحوالہ راجع سنت ص ۹۸)

**قبر پر اذان دینے کا حکم** | سوال :- بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ میت کو وح میں رکھ کر اس پر پتھر رکھنے کے بعد اودھنی ڈالنے سے پہلے اذان دی جاتی ہے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** قبر پر اذان دینا اذان کے مواقع میں سے نہیں جبکہ اذان کے مواقع شرعاً معین ہیں، لہذا اس کا خلاف شریعت اور بدعت ہونا ظاہر ہے، اس لیے اس سے اجتناب کیا جائے۔

قال العلامة ابن عابدین: تحت (دفن الميت) لا یسن الاذان عند ادخال الميت فی قبره کما هو المعتاد الآن۔ وقد صرح ابن الحجر فی فتاویٰ بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنت قیاساً علی ندبہا للمولود الحاقاً لختامة الامر۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۵۸ باب الاذات) لہ

**میت کو غسل دینے سے پہلے تعزیت کرنے کا حکم** | سوال :- بعض علاقوں میں رواج ہے کہ میت کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین سے پہلے کچھ لوگ میت کے پسماندگان سے تعزیت کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

**الجواب :-** میت کے پسماندگان سے تعزیت کرنا اس وقت مستحسن ہے جب وہ تعزیت کے لیے بیٹھ جائیں، خواہ وہ میت کو دفن کرنے سے پہلے بیٹھ جائیں یا بعد میں، البتہ تعزیت کے لیے بیٹھنے سے قبل میت کی تدفین کا کام مکمل کیا جائے اور یہی بہتر ہے، تاہم اگر دفن کرنے سے پہلے یا بعد میں تعزیت کرنے سے میت کے پسماندگان پریشان ہونے ہوں تو پھر تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

وفی الہندیۃ: وحی بعد الدفن اولاً منها قبلہ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۷ کتاب الجنائز، یتصل بذلک المسائل)

قال العلامة ابن عابدین: وقال کثیر من متاخرین ائمتنا یکرہ الاجتماع

لعلما قال العلامة اشرق علی التھانوی: بہر حال بوجہ عدم ثبوت بالدلیل شرعی کے یہ عمل بدعت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۰۲ کتاب البدعات)



عند صاحب البيت ويكره له الجلوس في بيته حتى يأتي اليه من يعزي بل اذا فرغ  
ورجع من الدفن فليستفدوا وليشتغل الناس بما مورهم وصاحب البيت بأمره اهـ۔  
(رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۱۰۲ كتاب الجنائز) لے

**تین دن کے بعد تعزیت کرنا** | سوال :- عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی کے ہاں  
میت ہو جائے کے بعد تین دن حجرے یا مسجد میں  
تعزیت کے لیے بیٹھتے ہیں، کیا شرعاً تین دن تک تعزیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور تین  
دن کے بعد تعزیت کرنا کیسا ہے؟

الجواب :- مقیم لوگوں کے لیے تین دن تک میت کے پسماندگان سے تعزیت  
کرنا جائز ہے، البتہ غائب آدمی جس نے کسی قسم کی تعزیت نہ کی ہو واپسی کے وقت کر  
سکتا ہے اگرچہ کافی عرصہ کے بعد واپس آئے۔

لما في الهندية: وقتها حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها الا ان يكون  
المعزي او المعزى اليه غائبا فلا بأس بها۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۰۲ کتاب  
الجنائز، فصل في التعزية) لے

**روٹی کو چھری سے کاٹنے کی رسم کا حکم** | سوال :- آجکل یہ رسم عام ہے کہ شادی بیاہ  
اور دیگر تقریبات کے موقع پر لوگ روٹی اور گوشت  
وغیرہ کو چھری سے کاٹ کر کھاتے ہیں، اس رسم کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟  
الجواب :- مناسب اور بہتر یہ ہے کہ حتی الامکان روٹی یا گوشت وغیرہ چاقو یا چھری

لے قال العلامة وهبة الزحيلي: وهي بعد الدفن افضل منها قبله  
لان اهل الميت مشغولون بتجهيزه وحشهم بعد الدفن  
لفراقه أكثر۔ (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۵۴۳ المطلب

الثالث التعزية الخ)  
لے قال العلامة ابن عابدين: وفي الاحكام عن خزانة الفتاوى الجلوس في المصيبة  
ثلاثة ايام للرجال جاءت الرخصة فيه ولا تجلس النساء قطعاً۔  
(رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۱۰۲ کتاب الجنائز)

سے کاٹ کر نہ کھایا جائے، ایک مسلمان کے لیے روٹی کا ادب و احترام کرنا ضروری ہے، لیکن شادی بیاہ یا دیگر تقریبات کے مواقع پر ایسا کرنا یعنی چاقو، پھری سے روٹی وغیرہ کاٹ کر کھانا مخلص اور جائز ہے اور جو روایت منع کے بارے میں مشہور ہے وہ شرعاً صحیح ہے۔

لما قال العلامة ابن الجوزی رحمہ اللہ، قال فیہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقطع الخبز بالسکین وقال اکرموا قات اللہ عز وجل قد اکرمہ۔ قال ابن الجوزی قال دارقطنی تضرع بہ نوح وهو متروک وكذلك قال مسلم بن الحجاج و ابو حاتم الرازی هو متروک۔ وقال یحییٰ نوح لا یکتب حدیثہ لیس بشئ۔ وقال ابن حبان لا یجوز الاجتماع بہ۔ (الموضوعات ج ۲ باب فصل الخبز)

**تعزیت کیلئے مناسب جگہ بیٹھنا چاہیے** | سوال: بعض لوگ تعزیت کیلئے راستوں میں دریاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں اور کچھ لوگ حجروں اور مساجد کو استعمال کرتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ نیز تعزیت میں کیا الفاظ کہنے چاہئیں؟

**الجواب:** کسی مسلمان کی وفات پر اس کے پسماندگان سے تعزیت کرنا سنت ہے اس کے لیے جو جگہ مناسب ہو استعمال کی جاسکتی ہے یعنی ایسی جگہ ہو جہاں تعزیت میں بیٹھنے والوں اور آنے والوں کو تکلیف نہ ہو، البتہ راستوں اور دروازوں میں بیٹھنا بُری بات ہے اور اس کو لازم سمجھنا بدعت ہے۔

لما فی الہندیۃ، ولا بأس لاهل المصیبة ان یجلسوا فی البیت او فی مسجد ثلاثۃ ايام ولنا س یا توہم ویعزونہم ویکرة الجلوس علی باب الدار وما یضنع فی بلاد العجم من فرش البسط والقیام علی قوارع الطرق من اقمہم لقیامہم، کذا فی الظہریۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۴ کتاب الجنائز فصل فی التعزیت) تعزیت میں صبر کرنے، غم بھلانے اور حوصلہ سے کام لینے کے الفاظ استعمال کرنا مناسب ہے بہتر کلمات یہ ہیں: ان اللہ ما اخذ والہ ما اعطى وکل شیء عندہ باجل مسمی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۴ فصل فی التعزیت)

لما قال العلامة وہبۃ الزحلی: وقال الخنفیۃ لا بأس بالجلوس للتعزیتۃ فی غیر المسجد ثلاثۃ ايام واولہا افضلہا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۵۲۴ المطلب الثالث فی التعزیت)

**قل خوانی اور رسم چہلم کا شرعی حکم** | سوال :- آجکل میت کے ایصالِ ثواب کے لیے رسم ادا کی جاتی ہے اور ایسا نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع اور ملامت کی جاتی ہے، فیافیت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان رسومات کی شریعت مقدسہ میں کیا حیثیت ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

**الجواب :-** وارثانِ میت کا ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ کرنا ہر وقت جائز ہے مگر وقت کے تعین کی جو صورتیں عوام میں مروج ہیں، مثلاً شبِ جمعہ و جمعرات کے دن (تیمہ، دسواں، چہلم وغیرہ، اس تخصیص کی وجہ سے شرعاً ناجائز ہے، کیونکہ تخصیص اور التزام کی وجہ سے کبھی مباح اور جائز افعال بھی ناجائز ہو جاتے ہیں۔

قال العلامة النووي رحمہ اللہ، واطعام فی الايام المخصوصة كالثلث والخامس والتاسع والعشرين والاربعين والشهر السادس والسنة بدعة ممنوعة۔  
 (شرح منهاج بحوالہ راہِ سنت ص ۲۶۵) ۱۔

**صفر المنظر میں پُجوری کی رسم کی شرعی حیثیت** | سوال :- عوام میں مشہور ہے کہ صفر کے مہینے میں آسمان سے بلائیں نازل ہوتی ہیں، اور پھر اس ماہ کے آخری بدھ کو گھر وغیرہ صاف کر کے مٹھائی اور پُجوری وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے، کیا پُجوری کی یہ رسم شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** یہ سب خرافات اور جاہلیت کی باتیں ہیں، اس ماہ مبارک میں آسمان سے کوئی بلا نازل نہیں ہوتی، اور یہ مٹھائی و پُجوری وغیرہ کی تقسیم کا اہتمام و التزام کرنا بدعت ہے۔  
 عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول لا عدوی ولا صفر ولا غول۔ اعرجہ مسلم۔ وما ثبت بالسنة للشيخ عبدالحق محدّد دہلوی رحمہ اللہ (۲۶۶)

۱۔ قال العلامة ابن البزازی رحمہ اللہ، ویکرہ اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعده الا سیحوع والاعیاد۔

(الفتاویٰ البزازیة علی هامش الہندیة ج ۸)

ومشکئ فی رد المحتار ج ۶۳ مطلب فی کراہۃ الضیافت من اهل المیت۔

**بزرگوں کے ہاتھوں کو چومنا بدعت نہیں** | سوال :- علماء، مشائخ اور نیک لوگوں کے ہاتھوں کو جھک کر چومنا کیسا ہے؟ اور کیا اس کو بدعت کہنا صحیح ہے؟ جبکہ افغانستان اور بعض دیگر علاقوں میں اس کا عمومی رواج ہے؟

**الجواب :-** مشائخ کرام، علماء اور نیک لوگوں کے ہاتھوں کو چومنا جائز ہے البتہ اس موقع پر رکوع کی سی کیفیت اختیار کر کے جھک جانا جائز اور حرام ہے، اس لیے اگر بغیر جھکے چوما جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کو بدعت کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لما قال العلامة ملا علی قاری رحمہ اللہ، وقیل لا یکرہ التقبیل لزہد وعلم وکبر سن قال النووي تقبیل ید الغیر ان کان لعلمہ وصیانتہ وزہدہ ودیانہ ونحو ذلک من الامور الدینیة لم یکرہ بل یرتفع وان کان لغناء أو جاهہ فی دنیاہ کرا۔

رمز قاة ج ۹ ص ۷۷ باب المصافحة والمعانقة۔ الفصل الثانی)۔

**نشد میں انگلی سے اشارہ کرنے کا حکم** | سوال :- ہمارے گاؤں میں ایک مسئلہ کافی شدت اختیار کر چکا ہے کہ نماز میں

التحیات پڑھتے وقت اشہد ان لا الہ الا اللہ کے موقع پر انگلی سے اشارہ کرنے کو بعض لوگ بدعت کہتے ہیں حتیٰ کہ بعض اشخاص کی انگلیاں بھی توڑ دی گئی ہیں، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس کو بدعت کہنا کیسا ہے؟

**الجواب :-** التحیات میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتے وقت انگلی سے اشارہ کرنا احادیث نبویہ سے ثابت ہے جس کی مختلف ہیئتیں ہیں، مگر احناف کے نزدیک مختار طریقہ وہ ہے جو وائل ابن حجر کی روایت میں مذکور ہے کہ وسطیٰ واہمام سے حلقہ بنایا جائے اور خنصر و بنصر کو متھیلی سے ملا کر سبابہ سے اشارہ کیا جائے۔

کما فعل علیہ السلام: عن وائل ابن حجر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ولا بأس بتقبیل ید الرجل | المعالم والمتورع علی سبیل التبرک..... الخ۔ - (مراد المختار ج ۵ ص ۲۷ قبل فصل فی البیع، کتاب الخطر والا باحة)



قال ثم جلس فافتش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى ومد يده اليمنى على فخذه اليمنى وقبض ثنتين وحلق حلقة ثم رفع أصبعه فرأيت أنه يحركها يدعوبها۔ (مشکوٰۃ ص ۸۵ باب التشہد، الفصل الثاني)

ان جملہ طریقوں کو فقہاء کرام نے ذکر کیا ہے لہذا اس کو بدعت کہنا علم سے دوری کی دلیل ہے۔ علامہ ملا علی قاریؒ نے ان جملہ طریقوں کو نقل کر کے مذکورہ طریقے کو رائج قرار دیا اور فرمایا ہے، والاخیر هو المختار عندنا۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۲۸ باب التشہد۔ الفصل الثاني) لے

**عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے پر دوام کا حکم | سوال :- بعض حضرات عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کو سنت**

کہتے ہیں اور اسی پر دوام کر کے بغیر عمامہ کے نماز پڑھنے والوں پر لعن طعن کرتے ہیں، تو کیا عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- عمامہ باندھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، افضل یہ ہے کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے، یہی عمل مستحب ہے مگر اس پر اس طرح دوام کرنا کہ بغیر عمامہ کے نماز پڑھنے والے پر لعن طعن کیا جائے غلو فی الدین کے مترادف ہے، جو شرعاً ممنوع ہے لہذا بغیر عمامہ کے بھی نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے تاہم اگر کسی مستحب کو وجوب کا درجہ دیا جائے تو وہ واجب الترتیب ہے۔

ما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری، والمستحب ان یصلی الرجل

أحداً خرج الإمام أبو داود، عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی الصلوۃ جعل قدمہ الیسری تحت فخذہ الیمنی وساقہ وفرش قدمہ الیمنی ووضع یدہ الیسری علی راکبۃ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وأشار باصبعہ وانا عبد الواحد وأشار بالسبابة۔

رسن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۲۹ کتاب الصلوۃ۔ باب اللیاقۃ فی التشہد

وَمِثْلُهُ فی رد المحتار ج ۱ ص ۱۲۹ کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ۔

فی ثلاثة اثواب قمی و انار و عمامة - (خلاصة الفتاوى مع مجموعة الفتاوى ج ۱ ص ۳۱ الفصل السادس فی ستر العورة) له

**میت کے گھر سے پہلے تین دن کھانا کھانے کا حکم** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

میت والے گھر سے پہلے تین دن تک کھانا پینا جائز ہے یا نہیں ؟  
الجواب :- میت والے گھر سے پہلے تین روز کھانا کھانے کو فقہانے مکروہ کہا ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں : وقال ايضا يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة روى الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نعد الاحتماء الى اهل الميت ومنعهم الطعام من النياحة - (رد المحتار جلد ۱ ص ۲۰۳)

کتاب الجنائز، مطلب فی کراهة الضيافة من اهل الميت) - البتہ یہ حکم اس کھانے کا ہے جو میت کے گھر میں بطور ضیافت کے تیار کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض علما قول میں اس کا رواج ہے۔ اور اگر میت کے گھر والوں کو دوسرے لوگ کھانا کھلائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایک مستحب امر ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے : قال في الفقه وليستحب لجيران الميت واقربائه الا باعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم و ليلتهم لقوله عليه السلام اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاءهم ما يشغلهم حسنة الترمذی وصححه الحاكم ولانه بذو معروف ويلم عليهم في الاكل لان الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون - (رد المحتار ج ۱ ص ۲۰۳ باب صلوة الجنائز تحت مطلب فی کراهة الضيافة من اهل الميت) باقی رہی وہ صورت کہ جس میں

لہ قال العلامة ابراهيم الحلبي :- وفيه لوم في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسر وجود الزائد ولكن فيه ترك الاستحباب حينئذ - (كبیری شرح منية ص ۳۲۹ فصل فی ما يكره فعله فی الصلوة وما لا يكره)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۵۹ الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الاول فی الطهارة وستر العورة -

ورثاء راویا بدعت (میت کے گھر کھانا تیار کر کے پھر دوسروں کو ایصالِ ثواب کی نیت سے کھلائیے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس میں کسی خاص دن اور وقت کا تعین ضروری نہیں، تخصیصِ ایام کی وجہ سے علماء نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے۔

قال العلامة ابن البزائز: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للخطب الخ۔ والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الأكل يكره۔ اور معراج الدراية میں ہے: وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيتحرز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالى۔ (الفتاوى البزازیة علی هامش الہندیة ج ۴ ص ۸ کتاب الجنائز) اور ایصالِ ثواب کے لیے میت کے گھر کھانا پکا کر خیرات کرنا تب جائز ہوگا جب اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:-

(۱) خیرات کرنے میں رسم و رواج پورا کرنے کی نیت بالکل نہ ہو۔

(۲) ریاء اور نمود و نمائش کے لیے بھی نہ ہو۔

(۳) ترکہ کی تقسیم کے بعد ہو، اور اگر قبل از تقسیم ہو تو تمام مستحق ورثاء بالغ و عاقل ہوں اور سب کی طرف سے بطیب خاطر اس کی اجازت بھی ہو، ورنہ ناجائز ہے۔ ایسی صورت میں اگر کسی بٹے وارث نے دوسروں کی اجازت کے بغیر خرچ کر لیا تو اس کی ذمہ داری دوسرے ورثاء پر عائد نہ ہوگی بلکہ خرچ کرنے والا خود اس کا ذمہ دار ہوگا۔

(۴) مالِ حلال سے ہو، سود وغیرہ حرام طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال نہ ہو ورنہ پھر بھی ناجائز ہوگی۔

(۵) اسی طرح وقت کی تخصیص و تعین بھی اس میں نہ ہو ورنہ بدعت شمار ہوگی۔

**سوال:-** ایک آدمی سے روٹی غلطی سے گر گئی، روٹی کو چومنا بدعت نہیں دیکھنے والے آدمی نے اُسے کہا کہ اس کو اٹھا کر چومو

اور ادب و احترام کرنا کیونکہ ایسا نہ کرنے سے یہ بدعت عادی ہے، اس پر پہلے آدمی نے کہا کہ نہیں تو ہم پرستی اور بدعت ہے، تو کیا ایسا کرنا واقعی توہم پرستی اور بدعت ہے؟  
**الجواب:-** گری ہوئی روٹی اٹھالینا اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا واقعی

رزق کا ادب ہے اور اسراف سے بچنا ہے، تاہم گرمی ہوئی روٹی کو چومنا اور نہ چومنے والے کو گنہگار سمجھنا اور اس نہ چومنے کو بد فالی اور بدعت کہنا درست نہیں، چونکہ رزق اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اور اس انعام الہی کی قدر کرتے ہوئے چوم لینا بھی مباح اور جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفی: واما تقبیل الخبز فحرمہ الشافعیۃ أنه بدعة مباحة وقيل حسنة..... الخ وقواعدنا لا تأباه۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۵ ص ۲۴۲)  
 كتاب الخطر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیره، قبیل فصل فی البیع

**بوقت ضرورت چھری کے ساتھ روٹی کاٹنا** | سوال :- آجکل دوکاندار بیکری والے (ڈبل روٹی کو لفافے میں ڈالنے کے لیے آسانی کی خاطر تیز چھری کے ساتھ اس کے ٹکڑے کرتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا روٹی کی بے ادبی اور ایک بُری رسم تو نہیں؟  
**الجواب :-** ضرورت کے وقت روٹی یا دوسری اشیاء خوردنی کو چھری کے ساتھ کاٹنا جائز ہے اور یہ کوئی گناہ کامل یا بُری رسم نہیں ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ: وفي المجتبی لا یکرہ قطع الخبز والحم بالتکین۔ (رد المختار علی الدر المختار ج ۵ ص ۲۴۲) كتاب الخطر والاباحۃ، باب الاستبراء، قبیل فصل فی البیع۔

**جنازہ اٹھاتے وقت ذکر بالجہر کرنا مکروہ ہے** | سوال :- آجکل اکثر جگہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جنازہ کو قبرستان یا جنازہ گاہ لے جاتے ہوئے اسے کندھا دینے والا ہر نیا آدمی بلند آواز سے کہتا ہے ”کلمہ شہادت“۔ شریعت مقدسہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ جبکہ کچھ لوگ اسے بدعت کہتے ہیں؟

**الجواب :-** جنازہ میں شریک لوگ اگر ذکر کرنا چاہیں تو اپنے دل میں ذکر الہی کریں، آواز بلند کرنے اور نعرے لگانے کو علماء نے مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ عبرت و فکر کا مقام ہوتا ہے ایسے وقت خاموش رہنا بہتر ہے۔

قال العلامة عبدالحی الکنہوی رحمہ: یکرہ رفع الصوت بالذكر والقراۃ لامل الجنۃ



ومن معهم تعريماً وقيل تنزيهاً وينبغي ان يطيلوا الصمت ولو ارادوا الذكر ذكروا  
في انفسهم - كذا في فتح القدير وفي الجواهر النفيسة شرح الدرّة المنيفة : لا يرفع  
صوته بالذكر اي يكره رفع الصوت بالذكر والقراءة والتكبير خلف الجنائزة -  
رساحة الفكر في الجهر بالذكر ۵۵ الباب الثاني في ذكر مواضع الجهر ۵۶

**میت پر قرآنی کلمات سے منقش چادر ڈالنے کا حکم** | سوال :- اکثر علاقوں میں غسل اور کفن کے بعد دفنانے

کے لیے لے جاتے وقت میت پر قرآنی آیات والی چادر ڈالی جاتی ہے، کچھ لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں، شریعت مقدسہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ کے مطابق میت پر قرآنی کلمات سے مکتوب چادر ڈالنا اگرچہ فی نفسہ جائز ہے مگر توہین اور بے ادبی کے در کی وجہ سے ڈالنا جائز نہیں۔  
قال العلامة المصنف رحمہ اللہ : بساط او غیرہ کتب علیہ الملك لله يكره بسطه واستعماله لا تعلقه للزينة اه ثم قال بعد اسطر قلت وظاهرة انتفاء الكراهة بمجرد تعظيمه وحفظه - رد المحتار على هامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۲۱

باب المياہ، کتاب الطہارۃ ( ۵۷

۱۷ قال العلامة وهبة الزحيلي : اللفظ اي رفع الصوت بذكر او قراءة والصياح  
خلف الجنائزة كقول استغفروا لها ونحو لما روى البيهقي ان الصحابة  
كروا ورفع الصوت عند الجنائز وعند القتال وعند الذكر ..... والصواب  
ما كان عليه السلف من السكوت في حال السير مع الجنائزة والاشتغال بالتفكير  
في الموت وما يتعلق به - (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲ ص ۵۵ مکروہات الجنائزہ)

۱۸ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : اقول في فتح القدير وتكره كتابة  
القرات واسماء الله تعالى على الدراهم والمعاريب والجريدات وما  
يفرش اہـ وقال ما ذاك إلا لاحترامه وخشيته وطئه ونحوه  
مما فيه اهانة - رد المحتار ج ۱ ص ۶۰ قبیل باب الشہید،

کتاب الصلوٰۃ (

اپنے لیے پہلے سے قبر تیار کرنا بدعت نہیں | سوال :- ہمارے گاؤں میں ایک آدمی نے اپنے لیے پہلے سے قبر

تیار کر رکھی ہے جس میں کبھی کبھی وہ سو جاتا ہے، بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بھائی یہ تو بہت بڑی دعوت ہے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- موت کو یاد رکھنا، آخرت کے مناظر کا تصور و یقین دل میں بٹھانا اور ہر وقت سامنے رکھنا کثیر آیات قرآنیہ، احادیث اور حضرات صحابہ کرامؓ و مشائخ عظامؒ کے مسلسل واقعات سے قطعی طور پر ثابت ہے جس کی بناء پر اعمال صالحہ میں انہماک نہایت ہی ضروری ہے، تاہم حتمی طور پر قبر کے لیے جگہ خرید کر مخصوص کرنا بھی ایک اعتبار سے موت کیلئے تیاری ہے، اور موت کو یاد رکھنے کی مذکورہ صورت اور طریقہ دعوت حضرات مبلغین کے ہاں رائج ہے لہٰذا نہ تھا، البتہ اگر کوئی انفرادی طور پر موت کو یاد رکھنے کی نیت سے پہلے سے قبر تیار کر لے تو یہ خلاف شرع نہیں بلکہ ایسا کرنے والا اجر کا مستحق ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله (ويعفر قبرا لنفسه) ای ولا بأس به۔ والتاريخانية لا بأس به ويؤجر عليه هكذا عمل عمر بن عبدالعزيز والربيع بن حيثم وغيرهما۔ رر المختار ج ۱ ص ۶۶ کتاب الجنائز، قبل الصفحة الواحدة من باب الشهيد)۔

جمعہ وعیدین کی نماز کے بعد مروجہ مصافحے کا حکم | سوال :- آج کل نماز جمعہ وعیدین کے بعد مساجد کے

اند جو مصافحہ مروج ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟  
الجواب :- عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے میں علماء کرام کا اختلاف ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور دیگر محققین علماء کرام نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے، اور بعض دیگر حضرات نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، لہٰذا اگر مصافحہ کرنے میں التزام مالا یلزم ہو تو ممنوع ہے ورنہ نہیں تاہم نہ کرنا بہتر ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: ونقل في تبیین المحام عن الملتقط انه تکرر المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لان الصفاة رضى الله عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولا نهان من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية

انہ بدعتہ مکروہۃ لا اصل لہا فی الشرع و انہ فاعلہا اولاً و یعذر ثانیاً ثم قال ابن الحاج من المالیۃ فی المدخل انہا من البدع و موضع المصاحفۃ فی الشرع انما ہو عند لقاء المسلم لایہ لای اذ بار الصلوۃ فہیث وضعہا الشرع یضعہا فینہی عن ذلک و یرجی رفاعلہ لما اتی بہ خلاف السنۃ۔ (رد المحتار ج ۵) و ایضاً فی النسخۃ الاخری۔ (رد المحتار ج ۵) کتاب الخطر والاحۃ۔ ۱۷

**بغیر عذر کے تابوت میں دفن کرنے کا حکم** | سوال :- ہمارے بار بعض سجادہ نشین

حضرات اپنے مرنے والے کو بڑے اعزاز کے تابوتوں میں دفن کرتے ہیں، بعض لوگ اس کو بدعت اور بعض جائز کہتے ہیں، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز لوہے کا تابوت استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب :- بغیر کسی شدید عذر کے مرد میت کو تابوت میں دفن کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر میت عورت ہو تو پھر تابوت میں دفن کرنا افضل ہے بشرطیکہ تابوت لکڑی کا ہو، لوہے کا تابوت استعمال کرنا صحیح نہیں۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: (و کا یأس باتخاذ تابوت و لو من حجر و حديد له عند الحاجة كرخاوة الارض) قوله لا یأس باتخاذ تابوت ای یرخص ذلک عند الحاجة والا کراه قد منّا آنفا۔ قال فی المحلیۃ نقل من غیر واحد عن الامام ابن الفضلؒ انه یجوزہ فی اراضیم لرتہا۔ وقال لکن ینبغی ان یفرش فیہ التراب..... والسنۃ ان یقرش فی القبر التراب ثم لم یتعقبوا الرخصة فی اتخاذہ من حديد بشیء ولا شک فی کراہتہ کما هو ظاہر الوجہ۔ (رقولہ لہ) ومفہومہ انه لا یأس بہ للمرأة مطلقاً وہ صرح فی شرح المنیۃ فقال وقی المحيط واستحسن مشائختنا اتخاذ التابوت للنساء یعنی ولو لم تکن الارض الرحوة فانه اقرب الستر والتحرر عن مسہا عند الوضع فی القبر۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۹ کتاب الجنائز)

۱۷ قال العلامة الحصکفیؒ: ..... ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انها بعد الفجر والعصر لیس بشیء۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۷ کتاب الخطر والاباحۃ)

وَمُثْلُهُ فِي مَائَةِ مَسَائِلِ ص ۶۸ سوال چہل و پنجم۔

**دُعا بعد الجنائزہ کا حکم** [سوال :- نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مشروع ہے یا ممنوع، اگر مشروع ہو تو اس کا اذان عید سے کون سا فرق ہے کہ وہ ممنوع

ہے اور یہ نہیں؟

**الجواب :-** نماز جنازہ کے بعد اسی حالت میں دعا کا التزام تو بدعت ہے لیکن اگر کسر الصلوات کے بعد ہو اور بلا التزام ہو تو ممنوع نہیں البتہ دعا قبل السلام پر کتفاء کرنا افضل اور قول منصوص ہے۔ **دلیل :-** کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس دعا کے کرنے اور نہ کرنے کے متعلق کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ کما لا یغنی علی من راجع الی کتب الحدیث اور علامہ ابن الہمام وغیرہ محققین نے تصریح کی ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، ویؤیدہم ما رواہ ابو داؤد ان ما سکت عنہ فهو عفو۔ لہذا دعا بعد الجنائزہ جو کہ بذات خود بڑی عبادت ہے مباح اور جائز ہوگی بخلاف اذان عید کے، کیونکہ اس کے متعلق نہ کرنے کی روایت ثابت ہے۔ وہو ما رواہ ابو داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی، لعید بلا اذان ولا اقامة وایا بکر و عمر۔ (ابو داؤد مج ۱ باب ترک الاذان فی العید) یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے نماز عید کو بغیر اذان اور اقامت کے پڑھا، پس عدم الروایت اور روایت العدم اور عدم ذکر اور ذکر عدم میں فرق نہ کرنا عبادت یا جہالت ہے۔

**ایک سوال اور اسے کا جواب :-** اگر کوئی یہ کہے کہ دعا بعد الجنائزہ کے متعلق حدیث وارد ہے

گو ہو ما رواہ ابو داؤد اذا صلیتم علی المیت فاخلفوا له الدعاء مج ۲ باب الدعاء علی المیت الجنائزہ۔ جب میت پر جنازہ پڑھتے ہو تو اس کے لیے دعائیں اخلاص کیا کرو نیز امام کا سانی رحمہ اللہ نے بدائع الصنائع جلد ۳ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ نماز جنازہ فوت ہوئی آپ نے دوبارہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الصلوٰۃ علی الجنائزہ لا تُعَادُ وَلَکِن اَدْعُ لِمِیَّتٍ وَاسْتَغْفِرْ لَہُ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ کتاب الجنائزہ) یعنی نماز جنازہ دوبارہ نہ پڑھی جائے گی لیکن اس میت کے لیے دعا اور استغفار کرو۔ وروی عن ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فاتشہما صلوٰۃ علی جنازۃ فلما حضرا ماذا دعا علی الاستغفار لہ۔ وروی عن عبد اللہ بن سلام انہ فاتتہ الصلوٰۃ علی جنازۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلما جہز قال ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ۔ انتہی (بدائع الصنائع ج ۳ فصل الکلام فی صلوٰۃ الجنائزہ) ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک میت پر نماز جنازہ فوت



ہو گئی تو انہوں نے حاضری کے وقت اس میت کے لیے صرف استغفار پر اکتفاء کیا، اور عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز جنازہ ادا کرنا فوت ہوا تو لوگوں سے فرمایا کہ اگر آپ مجھ پر نماز جنازہ میں سبقت لے گئے تو مجھ پر دعا کرنے میں سبقت نہیں لے سکتے، یعنی مجھ سے دعا تو فوت نہیں کر سکتے۔ تو اس کے جواب میں کہا جلتے گا کہ حدیث مرفوعہ میں دعا سے مراد دعا قبل السلام ہے، محدثین اور فقہاء نے یہی معنی مراد لیا ہے۔ اور جن روایات کو صاحب بدائع الصنائع نے ذکر کیا ہے تو ان میں اس شخص کے دعا کرنے کا ذکر ہے جس سے نماز جنازہ فوت ہوا ہے اور یہ محل نزاع نہیں ہے۔

سلفیہ کسے دلیل کا جائزہ: اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں کی ورنہ منقول اور مروی ہوتا، اور بظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے، تو اس سے اس دعا کا بدعت اور مکروہ ہونا لازم نہیں آتا ورنہ فرائض کے بعد ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا اور قرآن مجید کا پشت و اوردو وغیرہ میں ترجمہ کرنا بھی بدعات ہوں گے حالانکہ یہ امور بدعات نہیں ہیں، پس اسی طرح دعا بعد الجنازہ بھی بدعت اور مکروہ نہ ہوگا۔ ہمارے جن مشائخ، فقہاء اور مفتیین نے اس دعا کو مکروہ کہا ہے تو کسی نے بھی اس کراہت کو اس سلفی دلیل پر بنا نہیں کیا ہے انہوں نے دیگر دلائل سے اس مدعی کو مبرا بنایا ہے۔ ایک تو ہم کا ازالہ: بعض وہ لوگ جو کہ دیوبندیت اور خفیت کے لباس میں نجدیت اور سلفیت کی اشاعت کرتے ہیں صاحب ہدایت اور ملا علی قاریؒ کی بعض مختصر عبارات سے تمسک کرتے ہیں کہ جو کام پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا ہو تو وہ بدعت ہوگا، یہ ان لوگوں کی خود غرضی و مطلب پرستی ہے، کیونکہ حدیث صرف فعل رسولؐ کا نام نہیں ہے، حدیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول، فعل، تقریر، یمنوں کو کہا جاتا ہے، آپ کی عبارات، اشارات، دلالت، اقتضاء، اعتبار کوئی بھی بدعت نہ ہو۔ مزید تفصیل کے لیے التعلیق المجدد (ص ۱۴۴ باب قنوت الفجر) کو مراجعت کیا جائے۔ فقہاء کرام کسے آراء: اکثر فقہاء کرام کی عبارات سے دعا بعد الجنازہ کا ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے البتہ امام فضلی بخاریؒ سے جواز مروی ہے۔ کافی البحر (ج ۲ ص ۱۸۳ کتاب الجنائز) وعن الفضل لا بأس بہ۔ انتہی

نیز واضح رہے کہ ان مشائخ و مانعین میں سے بعض نے دلیل کا تذکرہ نہیں کیا ہے، اور بعض نے ملا علی قاری رحمہ اللہ زیادت علی الجنائزہ کو مبنی قرار دیا ہے، حیث فی المرقاة (ج ۳ ص ۳۴۰ کتاب الجنائزہ)۔

لَا تَهْ تُشْبِهُ الزِّيَادَةَ فِي صَلَوةِ الْجَنَازَةِ۔ اور بعض نے صاحب ہدایہ نے تکرار جنازہ کے معنی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیٹ قال لا تَهْ دَعَاءُ مَرَّةً لَانْ اَكْثَرُهَا دَعَاءُ۔ (البزازیة علی ہامش الہندیة ج ۲ ص ۹) کتاب الجنائز یعنی نماز جنازہ میں مقصود دعا ہوتی ہے، تو گویا نماز جنازہ دعا سے عبارت ہے، پس دعا کرنے سے تکرار جنازہ کا تو ہم لازم ہوگا۔ اور اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سلام سے قبل دعا کرنے کے باوجود اگر دعا بعد السلام کی جائے تو تکرار دعا لازم ہوگا کیونکہ تکرار دعا بذات خود ممنوع نہیں ہے ورنہ اوقات خمسہ میں سلام سے قبل دعا کرنے کی وجہ سے دعا بعد السلام کا ممنوع ہونا لازم ہوگا۔

پس بناءً بر تحقیق یہ کراہت تشبیہ پر مبنی ہوگی کہ اس دعا سے نماز جنازہ پر زیادت اور توہم تکرار لازم آتے ہیں، جیسا کہ فرائض کے بعد متصل اسی مکان میں سنت پڑھتا بھی اسی وجہ سے مکروہ ہے۔

اور یہ تشبیہ اس وقت لازم ہوتی ہے جب صفوف میں کھڑے ہو کر دعا کی جائے اور چونکہ کسر الصفوف کے بعد یہ تشبیہ موجود نہیں رہتی لہذا کراہت بھی نہ ہوگی۔ ویشیر الیہ تعبیر ہم یلا یقوم بالدعاء مع کون التعبد یلا یدْعُوْا خَصَر۔

التزام بدعت ہے؛ چونکہ یہ دعا نہ لازم اور واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ یا زائد ہے لہذا اس کا واجب اور سنت ماننا یا اس کے تارک پر انکار کرنا بدعت ہوگا جیسا کہ اس کے مطلق فاعل کو مبتدع قرار دینا منکر ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض ملاقوں میں لوگ ایک خاص طریقہ سے

مرجہ قضاء عمری بدعت ہے

رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں نماز باجماعت اس عقیدے کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ اس سے ساری عمر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔ عرف عام میں اس کو قضاء عمری کہا جاتا ہے اور اس کے اثبات میں لیلۃ التعریس اور خندق والی احادیث پیش کرتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب۔ قضاء عمری جو بعض علاقوں میں متعارف طریقہ سے ادا کی جاتی ہے نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ نماز پڑھی ہے اور نہ اس کی ترغیب فرمائی ہے، اسی طرح یہ نماز آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے قول یا فعل سے بھی ثابت نہیں، ائمہ اربعہ کے مذہب کی معتبر کتابوں میں بھی اس کا کوئی ذکر اور نام و نشان نہیں۔ اس بناء پر یہ نماز یقینی طور بدعت ہے اور اس کا فاعل از روئے شریعت مبتدع ہے۔ کتب حنفیہ کی طرف اس کے جواز و طریقہ کو منسوب کرنا کذب بیانی اور ائمہ دین پر افتراء ہے، فقہ حنفی کی کتابوں میں قضاء نماز کے پڑھنے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ اور ہے اور مرقہ قضاء عمری اور چیز ہے، اس میں تو صرف پانچ نمازوں کو رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھ کر پوری عمر یا ستر، اسی سال کی قضاء شدہ نمازوں کا قائم مقام اور ان کے لیے جبرہ و کفارہ سمجھا جاتا ہے، اور کتب فقہ حنفی میں پوری عمر کی تمام نمازوں کو قضاء کے طور پر پڑھنے کا طریقہ مذکور ہے، یعنی اگر پوری عمر کی قضاء نمازوں کی تعداد ہزار ہو تو ہزار نمازیں پڑھی جائیں گی اور اگر لاکھ ہوں تو لاکھ، اور ان دونوں طریقوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ رہی وہ حدیث جس پر مرقہ قضاء عمری کی بناء ہے تو ائمہ جرح و تعدیل اور محدثین نے اس کو موضوع یعنی خود ساختہ قرار دیا ہے جس سے استدلال جائز نہیں۔

(۱) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، حدیث من قضی صلوٰۃ من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان کان جابراً لكل صلوٰۃ فائتة فی عمرہ الی سبعین سنة باطل قطعاً لانه مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لا یقوم مقام فائتة سنوات ۱۰۔  
الموضوعات الکبیر ص ۲۴۲ رقم حدیث ۹۵۳ حرف المیم )

(۲) علامہ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں، حدیث من صلی فی آخر جمعة من رمضان خمس صلوٰۃ من الفرائض فی الیوم واللیلة قضت عنه ما أخل به من صلوٰۃ سنتہ ۱۰۔ ہذا موضوع لاشک فیہ ولم اجد فی شیء من الکتب الی جمع مصنوها فیہا الاحادیث الموضوعة ولكنہ اشہر عند جماعة من المتفقهة بمدینة صنعاء فی عصرنا ہذا و صار کثیر منهم یفعلون ذلک ولا ادری من وضعہ لم فقیر اللہ الکذابین۔ انتہی (الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة ص ۱۱۰ النوع الثامن صلوٰۃ المفیدة بايام الشهور و بیالیال منها)

(۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں، الخامس ان یکون الحدیث متخالفاً لمقتضى العقل والنقل وتکذب به القواعد الشرعیة مثل حدیث

قضاء العمری ونحوہ انتہی (العجالة النافعة منّا فی بیان قرائن وضع الحدیث)  
(۴) علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں: واقعہ من ذلك ما اعتيد في بعض البلاد من  
الصلوة الخمس في آخر جمعة من رمضان عقب صلواتها زاعمين انها تكفر صلوة  
العام او العمر المتروكة وذلك حرام بوجوه لا تغني - انتہی

(تحقق منها ج النوری ص

کیا ان مذکورہ تصریحات سے اس حدیث کا موضوعی ہونا اظہر من الشمس ثابت نہیں ہوا؟  
اب اس کے باوجود بھی جو لوگ حدیث مذکور کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر  
قضاء عمری کے اثبات کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں اُن کا معاملہ خدا کے سپرد ہے  
کیونکہ معاند کا علاج ممکن نہیں۔

نیز یہ متعارف قضاء عمری چند مفاسد پر مشتمل ہے جن سے بچنا حد درجہ ضروری ہے  
وہ یہ کہ اس نماز کے متعلق عوام اور بعض کم علم خواص بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس سے عمر بھر  
یا ستر سال یا کم از کم ایک سال کی فوت شدہ نمازیں قضاء ہو کر ان سے ذمہ فارغ ہو  
جاتا ہے جیسا کہ اس نماز کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس نماز  
کے لیے جس قدر اہتمام کرتے ہیں دوسرے فرائض و واجبات کے لیے اتنا اہتمام نہیں کرتے  
بلکہ ان سے نہایت بیباکانہ طریقہ سے ناغہ کر کے یہ خیال اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ قضاء عمری  
کی ایک نماز سے یہ سب کی سب ادا ہو جائیں گی، حالانکہ یہ اعتقاد بتصریح فقہاء اسلام  
موجب کفر ہے۔ فتاویٰ الہندیہ میں ہے: "دَجَلٌ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ لَا غَيْرَ وَيَقُولُ  
اِيْنَ خُودِ بَسِيْرَ اسْتِ اُو يَقُولُ زِيَارَتِ مِيْ اَيِدْ لَانْ كُلَّ صَلَوةٍ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ  
سَبْعِينَ صَلَوةً يَكْفُرُ - انتہی۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۹۸ باب التاسع في  
احكام المرتدين ومنها ما يتعلق بالصلوة والقوم والزكاة) لہ

نیز فقہاء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ قضاء نماز اس طرح پڑھنا کہ دیکھنے والے کو یوں  
معلوم ہو کہ یہ قضاء نماز پڑھی جا رہی ہے مکروہ تحریمی ہے خواہ مبی میں ہو یا مسجد سے باہر ہو۔  
قال العلامة الحسكفي: ويكره قضاءها في المسجد لان التأخير معصية فلا



یظہرہا۔ وفي رد المحتار، ویظہر من تعلیہا ان المکروہ قضاءہا مع الاطلاع علیہا ولو فی غیر المسجد۔ اجم رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ قیل باب السجود، باب قضاء الفوائت (علامہ حنفیؒ مزید فرماتے ہیں: وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضاءہ لا تاخیر معصیۃ۔ اور علامہ ابن عابدینؒ اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں: قلت والظاهر ینبغی ہما للوجوب وان الکراہۃ تعویضیۃ لان اظہار المعصیۃ معصیۃ لحديث الصحیحین کما متی معافی الا الجاہرین وان من الجہار ان یعمل الرجل عملاً ثم یصیر وقد سترہ اللہ علیہ فیقول عملت البارحۃ کذا وکذا وقد بات بسترہ رقبۃ ویصیر یکشف ستر اللہ عنہ۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ قیل باب السجود، باب قضاء الفوائت) چونکہ قضاء عمری کی اس مروجہ نماز میں بھی دوسروں کو اطلاع اور اعلان پایا جاتا ہے لہذا یہ بھی مکروہ تحریمی ہوگی۔

باقی غزوہ خندق اور لیلۃ التعریس کی احادیث سے بھی اس کا اثبات کرنا صحیح نہیں کیونکہ ان میں صرف یہی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسہ نوم یا جنگ میں مشغولیت کی وجہ سے ایک یا چند نمازیں قضاء ہوئی تھیں اور نیند سے اٹھنے اور جنگ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً وہ تمام نمازیں پڑھ لی گئی تھیں۔ ان میں نہ تو رمضان کا ذکر ہے اور نہ آخری جمعے کا اور نہ یہ کہ وہ تمام عمر کی قضا نمازوں کے لیے کافی سمجھی گئی تھیں۔

بہر حال شریعت مقدسہ قضاء نمازوں کے متعلق اپنا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ جب کسی نمازیں قضاء ہوئی ہوں ان سب کا پورا پورا پڑھنا فرض ہے اس کے بغیر ان سے زمرہ فارغ نہیں ہوتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من نام عن صلوة او نسیہا فلیصہا اذا ذکرها لا کفارۃ لہا الا ذلک۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۴ باب من نسی صلوة فلیصل اذا ذکرها لا یعد الا تلك الصلوة (

فقہاء کرام، ائمہ جرح و تعدیل، محدثین کرام کی ان تصریحات کی روشنی میں مروجہ قضاء عمری کو ہم بدعت قبیحہ اور مداخلت فی الدین سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

**سوال :-** آج کل اکثر علاقوں میں یہ رواج ہے کہ میت جیلۃ اسقاط کی شرعی حیثیت کے ساتھ قرآن مجید قبرستان لے جاتے ہیں اور قرآن مجید پر کچھ نقد رقم رکھ کر چند آدمی آپس میں اس کو بھراتے ہیں اور اس طریقے کو اسقاط کہا جاتا ہے

اور اس کے جواز میں قرآن کریم کی آیت **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** (الآیۃ) پیش کی جاتی ہے،  
ازراہ کرم اس مسئلہ کے جواز یا عدم جواز کے متعلق پوری وضاحت فرمائیں؟

**الجواب :-** واضح رہے کہ جس مکلف (عاقل، بالغ، مسلمان) سے نماز روزہ عید یا غیر عیداً فوت ہوئے ہوں تو اس پر فرض ہے کہ ان کی باقاعدہ قضاء کرے اور قضاء نہ کرنے کی صورت میں یہ شخص مجرم ہوگا اور زندگی سے مایوسی کے وقت اس پر وصیت کرنا ضروری ہوگا، یعنی وہ وصیت کرے گا کہ اس کی منقولہ وغیرہ منقولہ جائیداد کے ایک تہائی (۱/۳) سے ہر نماز اور روزہ کے بدلے میں دو دوسیر (انگریزی) گندم یا اس کی قیمت مسا کین کو ادا کی جائے اور ایسی وصیت نہ کرنے کی صورت میں شخص مجرم اور گنہگار مرے گا، البتہ اگر اس شخص کا مال نہ ہو یا مال کا ایک تہائی (۱/۳) فراغت ذمہ کے لیے ناکافی ہو یا اس نے جہل، فسق یا سستی کی وجہ سے فدیوں کے بارہ میں وصیت نہ کی ہو تو وارث وغیرہ اس میت کی طرف سے باقاعدہ جیلہ اسقاط کر سکتے ہیں۔

(۳۹) **باب صلوة الجنائن، مطلب فی اسقاط الصلوة عن المیت**  
**جیلہ کی تشریح |** جیلہ یا مخرج اس مباح کام اور گفتار کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے کسی مقصود کی طرف پوشیدہ طریقہ سے رہائی حاصل ہو۔ کافی المفردات (ج ۱۳) **الْجِلَّةُ مَا يَتَوَقَّلُ بِهِ إِلَى حَالَةٍ مَا خَفِيَ عَنْهَا**۔ وفی فتح الباری (ج ۱۲ ص ۲۷۷) **هی ما يتوقل به الخ مقصود طریق خفی۔ انتہی**

**جیلہ کی اقسام |** جیلہ کی بہت سی اقسام ہیں ان میں سے بعض یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔  
الف) وہ جیلہ ہے جو کہ تحلیل حرام کے لیے ہو اور ابطال شریعت کے لیے ہو، جیسا کہ اصحاب البیت نے تحلیل صید کے لیے کیا تھا اور بعض یہود نے تحلیل شحم (چربی) کے لیے کیا تھا (رواہ البخاری) یہ جیلہ بلا شک و شبہ حرام اور ناجائز ہے۔

ب) وہ جیلہ ہے جو کہ حرام سے بچنے اور فراغت ذمہ اور اسقاط واجب کے لیے ہو، جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا تھا، اور جیسا کہ بغیر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض غیر شادی شدہ کے لیے کیا تھا۔ (رواہ ابوداؤد ص ۱۷۱) **قَالَ لَوْ مَا زَعَيْنَا بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مِنَ الْفِتْرِ مِثْلَ الَّذِي هُوَ بِهِ لَوْحَلْنَا إِلَيْكَ لَتَفْتَحَتْ عِظَامُهُ مَا هُوَ إِلَّا جِلْدٌ عَلَى عَظْمٍ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْخُذَ وَالَهُ مِائَةَ شِمْدٍ أَخْفَضَ فِيهِ رُجَّةً بِهَا ضَرْبَةٌ وَاحِدَةٌ**۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۸) کتاب الحدود باب فی إقامة الحد علی المریض

خلاصہ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص جس سے ناسا اور ہوا تھا اور وہ غیر شادی شدہ تھا، کے متعلق بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ اس جیسا کہ تکلیف میں بتلاہم نے کسی اور کو نہیں دیکھا ہے، اگر ہم اس کو یہاں لائیں تو اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، اس کی ہڈیوں پر صرف چھڑا رہ گیا ہے۔ پس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کو خمر کے ایک گچھا سے جس کی سوشا خیں ہوں، ایک دفعہ مار جائے اور یہ جیلہ جائز ہے، نہ منسوخ ہے اور مخصوص ہے۔ اور یہی مروی ہے عطاء اور امام شیعہ، اور اس کو احناف، شوافع اور حنابلہ نے مختار کہا ہے بخلاف مالکیہ اور سلفیہ کے جن کے نزدیک یہ جیلہ مشروع نہیں ہے۔ فلیراجع الی تفسیر القرطبی ج ۱<sup>۲۱۳</sup> و شرح الاشیاء للمموی ص ۱۸۱ و فتح الباری ج ۱۲ کتاب الحیل) فقہاء کرام کی آراء جیلہ استقاط جس طرح باصلہا ثابت ہے تو اسی طرح فقہاء کرام خصوصاً وہ فقہاء جن سے اکابر دیوبند فتاویٰ نقل کرتے ہیں نے اس کی مشروعیت پر تصریح کی ہے۔ فلیراجع الی رد المحتار ج ۱ ص ۶۸۴ والطحاوی ص ۲۶۳ والشرح الکبیر و خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۵۳ والبیہر ج ۲ ص ۹۱ والاشیاء والتظاہر ص ۱۸۱ وھکذا فی غیر واحد من الفتاویٰ) لہذا اس جیلہ کی مشروعیت میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔

شرائط البتہ اس جیلہ کی مشروعیت کیلئے کچھ شرائط بھی ہیں جن کی رعایت نہایت ضروری ہے۔

(الف) یہ کہ عدم وصیت کی صورت میں ورثاء میں غائب اور نابالغ نہ ہوں کیونکہ ان کے اموال سے تبرع ناجائز ہے۔

(ب) یہ کہ دائرہ میں صرف مسکین بیٹھے ہوں، غنی کو دینے سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوتی ہے۔

(ج) یہ کہ مسکین کو واقعی تملیک کیا جائے نہ کہ فرضی اور لسانی، ورنہ اس جیلہ سے مقصود حاصل نہ ہوگا۔ رکما فی منۃ الجلیل ج ۱ ص ۲۲۵ و یجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع للفقر الھزل والخیلۃ ان یدفعہا حقیقۃ لا تمیلًا ملاحظًا ان الفقیر اذا ابی عن الھبۃ الی الوصی کان لہ ذلک ولا یجبر علی الھبۃ۔ انتہی۔)

خلاصہ یہ کہ وصی وغیرہ پر ضروری ہے کہ مسکین کو حقیقی وغیرہ دینے کے وقت حزل یا جیلہ کا ارادہ نہ کرے گا بلکہ اس قبیل وغیرہ کا مسکین کو واقعی اور حقیقی تملیک کرے گا۔ (حتیٰ کہ اگر یہ مال کافی

مقدار میں ہو اور حیلہ کرنے کے وقت حج کے لیے داخلہ کا اعلان ہوا ہو تو اس مسکین پر حج فرض ہو گا، دوسرے شخص کو ہبہ کرنے سے یہ فریضہ ساقط نہ ہوگا اور یہ ملحوظ رکھے گا کہ اگر مسکین نے واپس دینے سے منع کیا تو یہ اس کے لیے درست ہوگا اور اس کو مجبور نہ کیا جائے گا۔

فقہاء کرام کے حیلہ اسقاط اور مروجہ اسقاط میں فرق (۱) فقہاء اپنے اسقاط کو حیلہ اسقاط سے تعبیر کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ اسقاط نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت نہ مستحب، کیونکہ حیلہ کی شرعی حیثیت اس طرح نہیں ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کی حیثیت اباحت کی ہو سکتی ہے، وہ بھی تب جبکہ اس میں محرمات شرعیہ کا ارتکاب نہ ہو، جبکہ مروجہ اسقاط کی حیثیت عوام الناس میں فرض و واجب سے بھی بڑھ کر ہے بلکہ اس کو پورا کرنے میں قطعی فرائض چھوڑ دینے کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

ونص علیہ فی تبیین المحارم فقال لا یجب علی الولی فعل الدور وان اوصی  
بہ المیت لانہا وصیۃ بالتبرع والواجب علی المیت ان یوصی بما یغنی بما علیہ ان لہ  
لم یضق الثلث - الم - (رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۲) باب الفوائت تحت مطلب فی بطلان الوصیۃ  
بالختبات والتہلیل

(۲) فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ فعل دور کا یہ حیلہ اسقاط صرف ان اموات کے لیے ہے جو فقیر اور غریب ہوں یعنی ان کے ترکہ میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ اس میں شرعی طریقہ سے فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ فی نماز اور فی روزہ شرعی نصف صاع گندم یا پورا صاع جو پورا ہو سکے، امراء اور اغنیاء کے لیے یہ حیلہ اسقاط ایجاد نہیں کیا گیا ہے، لیکن عوام میں اس حیلہ کا استعمال صرف فقراء اور غریب اموات کے لیے نہیں بلکہ امراء، اغنیاء اور سلاطین تک کے لیے یکساں طریقہ پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جن اموات کے ترکہ میں سے پورا فدیہ ادا کیا جاسکتا ہو ان کے ترکہ سے فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا پورا فدیہ نکالنا ضروری ہے بشرطیکہ میت نے اس کی وصیت بھی کی ہو اور ثلث ترکہ میں وہ پورا ہو سکتا ہو، نہ کہ ان کے لیے بھی مروجہ حیلہ اسقاط پر عمل درآمد کیا جائے۔

(۳) یہ بھی فقہاء کی کتابوں میں بھراحت مذکور ہے کہ اگر میت مالدار ہو اور اس نے وصیت بھی نہ کی ہو تو میت کے ادیاء پر یہ حیلہ اسقاط لازم نہیں ہے، نہ ان میں سے ایک وارث دیگر تمام ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکہ میں سے کچھ بھی اس طرح کے حیلوں پر خرچ کر سکتا ہے کیونکہ وہ شرعاً ایسا



کرنے کا مجاز نہیں ہے، اور اگر کسی وارث نے دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر ایسا کیا تو شرعاً دوسرے وارثوں کو یہ ضامن ہوگا، فتاویٰ بزازیہ میں اس کی تصریح موجود ہے، جبکہ مفسر اسقاط میں اس کا خیال اصلاً نہیں کیا جاتا بلکہ ہر حالت میں اس کو لازم اور ضروری خیال کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر ورثاء میں کوئی نابالغ یا غیر حاضر ورثاء بھی موجود ہوں یا حاضر ورثاء ناراض ہوں تو اس وقت بھی ان میں سے جو بڑا وارث ہو وہ لازماً یہ اسقاط کر کے تمام ورثاء کا بے جا حق تلف کرے گا اور خرچ کیا ہوا مال تمام ورثاء کے ذمہ مشترکہ طور پر ڈالا جائے گا، حالانکہ یہ شریعت مقدسہ کے سراسر خلاف ہے۔

(۴) فقہانے مال اسقاط کا مصرف فقراء اور مساکین کو قرار دیا ہے، کوئی خاص طبقہ اس کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا ہے نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر کیا گیا ہے، مگر عوام کے اسقاط میں ایک طرف مخصوص طبقہ اس کے لیے مقرر ہے کہ اگر اس طبقہ کے علاوہ اسقاط کا مال شہر کے دوسرے فقراء و مساکین یا یتیموں اور بیواؤں وغیرہ پر تقسیم کیا جائے تو یہ اسقاط ان کے نزدیک جائز ہی نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف اس کے لیے جنازہ کا خاص وقت مقرر کیا گیا ہے ہوا اس سے آگے پیچھے کیا ہی نہیں جاسکتا، نہ آگے پیچھے کرنے کو وہ جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت میں اس طرح کی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔

(۵) فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ فعل دور سے قبل میت کی فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا حساب کیا جائے گا، پھر جتنا مال برائے فدیہ یعنی اسقاط مقرر کیا گیا ہو اس کا اندازہ لگایا جائے گا کہ وہ کتنی نمازوں کے لیے فدیہ ہو سکتا ہے، تو اس حساب سے نمازوں کے لیے وہ فدیہ بن سکتا ہے فعل دور اس اندازے کے مطابق اُس وقت تک جاری رکھا جائے گا کہ پوری عمر کی فوت شدہ نمازوں کے لیے کفارہ ہو سکے یعنی فعل دور پوری نمازوں کے اندازے اور تعداد کے مطابق کیا جائے گا نہ کہ اس سے کم۔ جبکہ عوام کے اسقاط میں فعل دور صرف تین دفعہ کیا جاتا ہے اگرچہ یہ تین دفعہ کا دور پوری نمازوں کے لیے کافی نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو، نیز میت کی نمازوں کا حساب بھی نہیں کیا جاتا اور نہ ہی فدیہ کا اندازہ معلوم کیا جاتا ہے۔

(۶) فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس حلقہ میں مال اسقاط کا دور کیا جانا ہو اس میں غنی اور مالدار آدمی ہرگز نہ ہو، کیونکہ غنی اور مالدار کے لیے واجب فدیہ کا مال لینا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، لہذا دور کے حلقہ میں کوئی غنی اور مالدار ہرگز نہ ہوگا، لیکن عوام کے اسقاط میں جو لوگ دور میں شریک

ہوتے ہیں وہ اکثر مالدار اور غنی ہوتے ہیں جن کے لیے صدقات واجبہ کا مال لینا قطعی طور پر حرام ہوتا ہے، لہذا یہ مروجہ اسقاط فقہاء کا اسقاط ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۷) عوام کے اسقاط میں قرآن مجید کو جزو فدیہ بنایا جاتا ہے اور قرآن مجید کے بغیر کوئی اسقاط کیا ہی نہیں جاتا حالانکہ معتبر کتب فقہ میں جہاں اسقاط کا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے وہاں قرآن مجید کے متعلق اس بات کا نام و نشان نہیں ملتا کہ اس کو بھی مال اسقاط کا جزو بنا کر پھرایا جائے۔ اس موقع پر بعض ائمہ مساجد قرآن کریم کے ساتھ بیع کا ایک معاملہ کرتے ہیں جو نہایت غلط بھی ہے اور پر فریب بھی۔ چنانچہ میت کے وارث کا اگر اپنا کوئی قرآن نہ ہو تو یہ ائمہ محضرات اس پر دوسرے شخص کا قرآن ہزار دو ہزار روپیہ پر ہنزل فروخت کرتے ہیں، اس میں ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جب ہزار دو ہزار روپیہ پر قرآن مجید فروخت کر کے پھر اس کو مال فدیہ کے ساتھ جزو بنا دیا جائے تو فدیہ کی تعداد زیادہ ہو جائے گی کیونکہ فدیہ کے ساتھ دو ہزار روپیہ کا قرآن بھی شامل کر دیا گیا۔ حالانکہ یہ بیع اولاً تو بیع ہی نہیں کیونکہ یہ بیع ہنزل ہے جدا نہیں ہے، اور ثانیاً علمائے فقہ و اصول کہتے ہیں کہ ہنزل لا بیع شرعی بیع نہیں ہے نہ اس سے بیع کسی کی ملکیت میں آتی ہے، تا وقتیکہ ہنزل سے اعراض کر کے ثانیاً بطور جدا بیع نہ کی جائے۔ ثانیاً بالفرض اگر یہ بیع منعقد ہو بھی جائے تو فدیہ کے ساتھ قرآن مجید رکھنے سے فدیہ کی تعداد ہزار دو ہزار روپیہ تک کیسے بڑھ سکتی ہے جبکہ ہزار دو ہزار اس کی قیمت نہیں بلکہ من بذمہ مشتری مقرر کیا گیا ہے، اور فدیہ میں اگر شامل ہو سکتی ہے تو صرف قرآن مجید کی اصلی قیمت اور مالیت شامل ہو سکتی ہے جو ظاہر ہے کہ ہزار دو ہزار نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ دس بار روپے تک پہنچ سکتی ہے۔ فقہاء کرام کے اسقاط میں اس قسم کی پُر فریب چالوں کا اصلاً ذکر نہیں ہے یہ صرف مروجہ عوامی اسقاط ہی میں پائی جاتی ہیں۔

(۸) فقہاء کرام کے نزدیک اسقاط صرف اس دور کو کہتے ہیں جو حلقہ کے اندر کیا جائے اس سے ان کے نزدیک اسقاط پورا ہو جاتا ہے، اس کے بعد مال کی تقسیم و زائد کے ذمہ پر فرض یا واجب نہیں ہے نہ اس پر کسی درجہ میں اسقاط کا توقف ہے اور اپنی مرضی سے اگر صدقہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں مگر اس میں بھی یہ ضروری نہیں کہ کل مال تصدق کریں یا انہیں لوگوں پر تصدق کریں جو میت کی چار پائی کے ارد گرد حلقہ بنا لے ہوئے بیٹھے ہوں بلکہ اگر اس میں سے حقوڑا سا بھی خرچ کر دیا جائے اور حلقہ والوں کے علاوہ دوسرے فقراء و مساکین

کو دیا جائے تب بھی ثواب ملے گا اور اسقاط میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔ اس کے برعکس مروجہ دور اسقاط کے بعد مال کی تقسیم بھی ضروری ہے اس کے بغیر اسقاط ہو ہی نہیں سکتا، یا کم سے کم مکمل نہیں ہو سکتا اور تقسیم بھی ان لوگوں پر ضروری ہے جنہوں نے محنت کر کے دور کا ٹل کیا ہے ان کے علاوہ دوسرے فقراء و مساکین پر اگر یہ مال تقسیم کیا جائے تو پھر اپنے اسقاط کا تماشا دیکھ لیں کہ اس کی کیا گت بنتی ہے۔

(۹) ان تمام چیزوں کے علاوہ نانوائے فیصد لوگ اس اسقاط کو ایک رسم اور رواج سمجھ کر ریا اور نمائش کے لیے کرتے ہیں یا اس لیے کرتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی بدنامی نہ ہو اور لوگ ان کا مذاق نہ اڑائیں، ایسے لوگوں کی نیت اصلاً ثواب کی نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر ریا و نمود و نمائش یا بدنامی سے بچنے کے لیے خواہ لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کر دیا جائے اس کا ذرہ برابر بھی ثواب نہیں ملتا۔ لہذا ایسے اسقاطوں میں میت کو بھی کوئی ثواب یا نفع نہیں پہنچتا ہے، البتہ اسقاط کرنے والوں کی لوگوں میں نیک نامی ضرور ہوتی ہے اور ان لوگوں کو بھی دنیوی منفعت مل جاتی ہے جن کے ہاتھ اسقاط میں چند روپے آجاتے ہیں، میت بے چاری کو اس طرح کے اسقاطوں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(۱۰) اس کے علاوہ عوام کے اسقاط میں مال کی تقسیم بھی بڑے غلط طریقے سے کی جاتی ہے، یعنی جو لوگ سنت دار اور ذی وجاہت ہوتے ہیں اور کسی بڑی مسجد کے پیش امام ہوتے ہیں ان کو تو دو دو تین تین بلکہ اس سے بھی زیادہ روپے دیتے ہیں اور غریب محتاج طاہر<sup>۱</sup> یا دیگر فقراء و مساکین کو کسی مسجد کے پیش امام نہیں ہوتے ہیں ان کو ایک یا دو آنے دیئے جاتے ہیں۔ اب انصاف سے کہیے کہ یہ تمام چیزیں عوام کے مروجہ اسقاط میں پائی جاتی ہیں یا نہیں اگر پائی جاتی ہیں اور یقیناً پائی جاتی ہیں تو براہ کرم یہ بھی بتائیے کہ مروجہ اسقاط کو فقہاء کے اسقاط کے ساتھ کوئی مماثلت ہے یا نہیں؟ پھر کس طرح یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ فقہاء نے اپنی کتابوں میں اسقاط کا ذکر کیا ہے اس لیے عوام اناس میں جو اسقاط رائج ہے یہ بھی جائز ہو گا کیونکہ اس کا نام بھی اسقاط ہے۔ حاشا وکلا۔

اس بناء پر اسقاط کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ اگر کہیں یہ اسقاط فقہاء کو

کے تعلیم کردہ استقاط کے موافق کیا جاتا ہو اور اس میں مندرجہ بالا مفاسد میں سے ایک بھی موجود نہ ہو تو وہ جائز اور کارِ ثواب ہوگا بشرطیکہ اس کو فرض یا واجب جان کر نہ کیا جائے اور اگر مندرجہ بالا مفاسد میں سے بعض مفاسد اس میں پائے جاتے ہوں تو وہ استقاط ان مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا نہ کہ کارِ ثواب۔ ایسے حضرات کو چاہیے کہ پہلے قانونِ وراثت کی رو سے میت کے ترکہ میں سے پہلے اس کا فرض ادا کریں اس کے بعد وراثہ کے مابین شرعی قانون کے مطابق باقیماندہ ترکہ تقسیم کر کے ہر ایک وارث کو اپنا اپنا حصہ دیدیوں، اس کے بعد وراثہ میں سے کوئی اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے جتنا مال چاہے خرچ کرے یہی صحیح اور شرعی طریقہ ہے جو کہ سلف صالحین سے منقول ہوتا چلا آیا ہے اور قرآن و حدیث کے احکامات کے ساتھ مطابقت بھی رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم)

### دُعَا بَعْدَ السُّنَّةِ بِهَيْئَةِ اجْتِمَاعِيَةٍ کی شرعی حیثیت | سوال :- محرم المقام جناب مفتی صاحب

ایک مسئلہ ہمارے ہاں بڑے نزاع کا باعث بنا ہوا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دُعَا بَعْدَ السُّنَّةِ بِهَيْئَةِ اجْتِمَاعِيَةٍ عَلَى الْاَصْلَاقِ اور بعض کا کہنا ہے دُعَا بَعْدَ السُّنَّةِ بِهَيْئَةِ اجْتِمَاعِيَةٍ ضرور کرنی چاہیے۔ براہِ کرم صحیح مسئلہ کی طرف رہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ

الجواب :- دُعَا بَعْدَ السُّنَّةِ بِهَيْئَةِ اجْتِمَاعِيَةٍ ایک مسئلہ ہے جس کا بعض لوگ اسی دعا کے ترک کرنے میں انتہا کر جاتے ہیں اور اتنا غلو کر جاتے ہیں کہ اس عمل کو مطابقتِ بدعت قرار دیتے ہیں اور بعض غلو سے کام لے کر بالائزام دُعَا بَعْدَ السُّنَّةِ کے مرتکب ہوتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں گروہ راہِ امتثال سے ہٹ کر مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ شریعت مقدسہ نے دعا کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا ہے۔ رسول اللہ اور صحابہ کرام رحمہ اللہ دُعَا بَعْدَ السُّنَّةِ بِهَيْئَةِ اجْتِمَاعِيَةٍ اور افرادِ دونوں طرح ثابت ہے۔ نیز احادیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دُبرِ الصلوٰۃ دعا مانگنے کی ترغیب بھی وارد ہوئی ہے جبکہ دُبرِ کا اطلاق جس طرح ہو سکتا ہے۔ تسلیم کرتے ہوئے یہ اسی طرح منفصل وقت یعنی سنتوں کے بعد پر بھی ہوتا ہے لہذا اگر دُعَا بَعْدَ السُّنَّةِ بِهَيْئَةِ اجْتِمَاعِيَةٍ بِالْاِزَامِ مانگی جائے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں مگر یاد رہے کہ اس مسئلہ کو فتنہ و فساد کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

لَبَّيْكَ يَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ  
مُسْتَجِيبُ عَقْبِ كُلِّ صَلَاةٍ مَرَّاحِلًا وَيَقُولُ وَيَسْتَجِيبُ أَنْ يَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَيَدْعُو

معارف السنن ۳/۱۲۳



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی شرعی حیثیت | سوال: جناب مفتی صاحب! افغانستان اور مقبوضہ کشمیر

میں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ربال موجود ہیں، لوگ ان کی زیارت کے لیے ثواب کی نیت سے جاتے ہیں اور وہاں تدراسے وغیرہ پیش کرتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی کسی جگہ ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک موجود ہیں اور ان کی زیارت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب:- روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ربال موجود تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر احرام سے نکلنے کے لیے صلق فرمایا تو ان موئے مبارک کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمایا جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کرامؓ نے اپنی جانوں سے پیارا سمجھ کر ان کی حفاظت فرمائی۔

لما رواه الامام ابو عيسى الترمذى رحمه الله : عن انس بن مالك قال : لما رمى رسول الله صلى الله عليه وسلم الجمره نحر نسكه ثم ناول الحائق شقه الايمن فحلقة فاعطاه ابا طلحة ثم ناوله شقه الايسر فحلقة فقال : اقسامه بين الناس

{ الجامع الترمذى على صدك معارف السنن ج ۲۷۵ }  
{ باب ما جاء بأى جانب الرأس يبدأ فى الحلق كتاب الحج }

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے جن کو وہ اپنے خود (حفاظتی ٹوپی) میں رکھا کرتے تھے خصوصاً جنگ کے موقع پر انہیں اپنے خود میں ضرور رکھتے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عطا فرماتا۔

قال العلامة العيني رحمه الله : وذكر غير واحد ان خالد ابن الوليد كان فى قفلسوته شعرات من شعرة

صلی اللہ علیہ وسلم فلذلک کان لا یقدم علی وجهہ الا  
فتح لہ ویؤیدہ ما ذکرہ الملافی السیرۃ ان خالد سأل  
ابا طلحۃ حین فرق شعرہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الناس  
ان یعطیہ شعرۃ ناصیتہ فاعطاہ ایاہ فکان مقدم  
ناصیتہ مناسباً لفتح کل ما اقدم علیہ۔

{ عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۳ کتاب الحج }  
{ باب الحلق والتقصیر عند الاحلال }

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور  
ان کے اہل و عیال کی وساطت سے دوسروں تک بھی پہنچے جو ان کے ہاں دنیا و مافیہا  
سے زیادہ محبوب تھے۔ چونکہ صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے  
پردہ فرمانے کے بعد پوری دنیا میں پھیل گئے تھے، اس لیے ممکن ہے کہ آپ کے موئے مبارک  
صحابہ کرامؓ کے واسطے سے کشمیر اور افغانستان کے علاقوں میں کسی کے پاس ہوں۔

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے صحیح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے: عن ابن سیرین  
قال: قلت لعبدۃ! عندنا من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصبناہ  
من قبل انس او من اهل انس فقال لأن تكون عندی شعرۃ منہ  
احب الی من الدنیا وما فیہا۔ (معارف السنن ج ۶ ص ۲۷۸، ۲۷۹ کتاب الحج)

تو ان روایات اور اس قسم کی دوسری روایات سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا  
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک لوگوں کے ہاں محفوظ چلے آئے ہیں،  
اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دنیا کے کسی مقام پر حضور نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک موجود ہوں اور لوگ ان کی زیارت کے  
لئے سفر کریں، تاہم اگر اس بارے میں کہیں شک پیدا ہو جائے تو خاموشی  
اختیار کرتے ہیں، ہی بہتری ہے۔ خواہ مخواہ نزاع کی صورت اختیار کرنے سے  
اجتناب کیا جائے۔

**فرض نمازوں کے بعد باواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد کرنا** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء اہل اسلام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے

بارے میں بعض مساجد میں فرض نمازوں کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے تین مرتبہ بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھ کر درود شریف اور اللھم انت السلام الخ کو بھی باواز بلند پڑھتے ہیں حالانکہ نماز میں مسبوقین بھی موجود ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ خاص کر جب اس کے تارک پر لعن طعن کی جاتی ہو۔

**الجواب :-** کلمہ طیبہ اور درود شریف کا جہر سے پڑھنا اجتماعاً و انفراداً دونوں طرح جائز ہے بشرطیکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، اگر ایسا کرنے سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل پڑتا ہو تو پھر یہ عمل درست نہیں۔

**ایک دوسرے کو "عید مبارک" کہنے کی شرعی حیثیت** | سوال :- آج کل عیدین کے موقع پر اکثر لوگ ایک دوسرے کو "عید مبارک"

کے الفاظ کہتے ہیں جبکہ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** عیدین کے موقع پر اسلام میں کئی افعال اور اعمال سنت ہیں جو ہر مسلمان کے لیے خوشی کے مواقع (عیدین وغیرہ) پر جائز قرار دیئے گئے ہیں جیسا کہ احادیث و آثار سلف صالحین میں وارد ہے البتہ رسومات قبیمہ اور بدعات مرقومہ سے بچنا بھی نہایت ہی ضروری ہے۔ صورت مشورہ کے مطابق عیدین کی خوشی پر اگر ایک مؤمن دوسرے مؤمن سے یہ کہہ دے کہ عید مبارک ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے روزے، نمازیں اور تراویح قبول فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کی قربانی قبول فرمائے، تو یہ ایک عبادت کے کرنے پر شاباش و ترغیب ہے اور اعمال صالح کی عند اللہ قبولیت کے لیے دعا ہے۔ ایسا کہنے میں بظاہر کوئی حرج نہیں، البتہ اس طرح کے الفاظ کہنے کو لازم سمجھنا اور نہ کہنے والے سے ناراض ہونا یا اس کا اتنا اہتمام کرنا اور عید کی مبارکباد دینے کے لیے گلی گلی اور گھر گھر پھرنا یقیناً ایک مکروہ عمل ہے اور ثواب کی نیت و ارادہ سے کرنا احداث فی الدین ہے۔

الدر المختار میں ہے: والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا تنکر بخ اور المختار میں ہے کہ: قوله والتهنئة وانما قال ذلك لانه لم يحفظ فيها شیء عن ابي حنيفة واصحابہ وذكر في القنية انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة وعن مالك انه كرهها وعن اوزاعي

أنها بدعة وقال امحقق ابن اميرالحاج بل الأشبه انها جائزة مستحبة في الجملة  
ثم ساق آثاراً باسانيد صحيحة عن الصحابة في فعل ذلك ثم ذلك والمتعامل  
في البلاد الشامية والمصرية عيد مبارك عليك ونحوه وقال يمكن ان يلحق  
بذلك في المشروعية والاستحياب ما بينها من التلازم فان قبلت طاعته  
في زمان كان ذلك الزمان عليه مباركاً على انه قد ورد الدعاء بالبركة  
بها هنا أيضاً اهـ (رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۵۵۷)

**مساجد میں تعزیر لانے کا حکم** | سوال :- ہمارے محلے میں بریوی حضرات کی ایک مسجد ہے  
محرم الحرام میں یہ لوگ تعزیر بنا کر مسجد میں لاتے ہیں اور وہاں  
حضرت امام حسینؑ کی یاد میں مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور وعظ و نصیحت کی مجالس منعقد کرتے ہیں  
اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں تعزیر لانا اور مرثیہ خوانی وغیرہ کی مجالس قائم کرنا شرعاً  
جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اولاً تو اسلام میں کسی میت کا تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام اور  
ناجائز ہے، احادیث میں اس پر کافی وعیدیں آئی ہیں، البتہ عورت اپنے خاوند کی وفات پر  
چار ماہ دس دن تک سوگ کر سکتی ہے۔ ثانیاً اسلام میں تعزیر سازی کا کوئی وجود نہیں  
پہ جائیکہ اسے مسجد میں لایا جائے، بلکہ ایسا کرنا خلاف شرع اور بدعت ہے۔

لما قال العلامة مفتی عزیز الرحمن: تعزیر داری اور مجالس مرثیہ خوانی وغیرہ ہر جگہ اور  
ہر وقت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور بالخصوص مساجد میں یہ کام سخت ظلم اور معصیت اور موجب

لما قال ابن الحاج في المدخل: قد اختلف علماء تار حجة الله عليهم في قول الرجل لا خيه  
يوم العيد تقبل الله منا ومنك وغفر لنا ولك على اربعة اقوال جائز لانه قول  
حسن، مكروه لانه من فعل اليهود مندوب اليه لانه دعاء دعاة المؤمنين لا خيه مستحب  
البراع لا يبتدئ به فان قال له احدث عليه مثله واذا كان اختلا فمهم في هذا الدعاء الحسن مع  
تقدم حدوته فما بالك بقول القائل عيد مبارك مجرداً عن تلك الالفاظ مع انه متأخر الحدوث  
فمن باب أولى ان يكرهوه وهو مثل قولهم يوم مبارك وليلة مباركة وصلى الله بالخير  
ومسالك بالخير۔ (المدخل لابن الحاج المالكي ج ۲ ص ۲۸۲ فصل في سلام العيد)



عتاب الہی ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکات سے توبہ کرنا چاہیے، یہ امور حرام اور گناہ کبیرہ ہیں کفر نہیں ہیں، اصرار کرنے والا ان امور پر فاسق ہے اور تعزیر کا مستحق ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۱ کتاب السنۃ والبدعۃ)

**سوال :-** بچے کے نختے کی خوشی میں لوگوں کو شرکت کی نختہ کی دعوت بدعت نہیں | دعوت دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں؟

**الجواب :-** شادی بیاہ، نختے اور دیگر خوشیوں کے مواقع پر کھانا تیار کر کے لوگوں کو شرکت کی دعوت دینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، البتہ اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھا جائے۔

قال العلامة عبد الحق الدہلوی، در مجمع البحار گفتہ کہ ضیافت برہشت نوع است ولیمہ برائے عرس و خرس بضم خای معجمہ برائے ولادت و اغدام برائے ختان و دگیرہ برائے بنا و نقیعہ برائے قدم مسافر... الخ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۱۳۹ باب الولیمۃ) لہ

**سوال :-** بعض لوگ جلسوں اور وعظ و نصیحت کی مجالس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنتے ہی کھڑے ہو کر یا وارِ بلند صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، شرعاً ایسے قیام کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اگرچہ موجب ثواب ہے مگر درود شریف پڑھنے کے لیے قیام کرنا سلف و خلف میں کسی سے ثابت نہیں، اس کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے لیے قیام کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھنے کے لیے کھڑے ہونا اور پھر اس پر التزام کرنا خلاف شرع ہے۔

لہ قال العلامة قطب الدین، (عرس اونحوہ) اس سے نختہ اور عقیقہ وغیرہ کی دعوت مراد ہے۔ (مظاہر حق جلد ۳ ص ۲۵۸ باب الولیمۃ) وَمِثْلُهَا حَاشِيَةُ صِيحِمُ بَخَّارِي ج ۲ ص ۷۷۷ باب الولیمۃ حق۔

لما ورد في الحديث: عن النبي قال لم يكن شخص أحب إليهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانوا إذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك - رواه الترمذي - وقال حديث حسن صحيح -

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۳ باب القیام)

**مصابیح میں بخاری شریف کے ختم کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! بعض دینی مدارس میں مصیبت کے وقت

بخاری شریف کا ختم کرایا جاتا ہے، شرعاً ایسے ختم کا کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** مصیبت میں بخاری شریف کا ختم کرنا قرون بالآخر میں نہیں تھا مگر متاخرین علماء نے اس کو جائز کہا ہے۔

لما قال العلامة رشيد احمد گنگوہی: قرون ثلاثہ میں بخاری شریف تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اس کا اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ (تالیفات رشیدیہ ص ۱۵۲ کتاب البدع)

**سوال :-** آج کل عوام میں یہ ایک عام رواج بن چکا ہے کہ ہر سال قوم کے مقتدا اور بڑے لوگوں کی برسیاں منانا  
کی برسیاں منائی جاتی ہیں، جیسے کہ یوم صدیق اکبر، یوم فاروق اعظم، یوم اقبال اور یوم قائد اعظم وغیرہ، شرعاً ان برسیوں کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** اسلام ایک کامل اور مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے جو کہ خدا پرستی کا داعی ہے اور شخصیت پرستی سے منع کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خیر القرون میں اس قسم کے اعمال (برسی وغیرہ) کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت کے دنیا سے جلتے کے بعد خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعد میں آنے والے تابعین و تبع تابعین حتیٰ کہ کسی بھی امام یا محدث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برسی نہیں منائی اور نہ آپ کی یاد میں کوئی چھٹی کی، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: لا یحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تتحد علی میت فوق ثلثة أيام الا علی زوجہا اربعة اشهر وعشراً۔ (المہدایۃ ص ۲۶۷ باب العدة۔ فصل فی الحداد) البتہ اگر اس کو ایصالِ ثواب کے لیے منایا جاتا ہو اور اس دن اموات کے ایصالِ ثواب

کے لیے ختمات القرآن وغیرہ ہوتے ہوں تو اس تخصیص ایام کی وجہ سے بھی یہ خلافت شرع ہے اسلئے کہ شریعت مقدسہ نے ایصالِ ثواب کے لیے کوئی خاص دن مقرر نہیں کیا بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ اس کی گنجائش ہے، اپنی طرف سے کوئی خاص دن مقرر کرنا دین میں زیادتی ہے جو اسلام کے کامل اور مکمل ہونے کی صفت کے خلاف ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان خرافات اور بیہودہ رسومات سے پرہیز کریں اور یہود و ہنود کا طریقہ ترک کر دیں۔

**شادی کے موقع پر سہرا باندھنا** | سوال :- جناب مفتی صاحب! آجکل شادی بیاہ کے موقع پر دو لہا کو سہرا باندھا جاتا ہے اور اس کو شادی کا لازمی حصہ تصور کیا جاتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- سہرا باندھنا ہندوؤں کی رسم ہے جو کہ عرصہ دراز تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں رواداری اور باہمی میل جول کی وجہ سے مسلمانوں میں سرایت کر چکی ہے، اس لیے یہ واجب الترتیب ہے اور اس پر التزام و اصرار کرنا موجب گناہ ہے۔

لما قال العلامة مفتی محمد کفایت اللہ: نکاح یا کسی اور تقریب کے موقع پر بایہ وغیرہ: بھوانا، سہرا باندھنا، ناچ رنگ کرنا نا جائز ہے۔ رکفایت المفتی جلد ۵ صفحہ ۱۴ چھٹا باب، مہر، چڑھاوا، جہیز وغیرہ

**سالگرہ کی شرعی حیثیت** | سوال :- آجکل خوشی منانے کی ایک عجیب رسم کا رواج ہے وہ یہ کہ جب کسی کی پیدائش کی تاریخ یاد آجاتی ہے تو عزیزو اقارب کو کھانے کی دعوت دی جاتی ہے اور پھر بڑی دھوم دھام سے موم بتیاں جلا کر مخصوص قسم کا کیک کاٹا جاتا ہے، معاشرے میں اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے، لوگ اس خوشی میں ایک دوسرے کو گرامتہ تحفے تحائف دیتے ہیں، اور اس سب کچھ کو سالگرہ کہا جاتا ہے۔ تو کیا شرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے، اور اس قسم کی دعوت میں شرکت کرنا، تحفہ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام میں اس قسم کے رسم و رواج کا کوئی ثبوت نہیں ہے، غیر القرون میں کسی صحابی، تابعی، تابعین یا ائمہ اربعہ میں سے کسی سے مروجہ طریقہ پر سالگرہ منانا ثابت نہیں، یہ رسم بدائع و بدعات کی ایجاد کردہ ہے ان کی دیکھا دیکھی کچھ مسلمانوں میں بھی یہ رسم سرایت کر چکی ہے۔ اس لیے اس رسم کو ضروری سمجھنا، ایسی دعوت میں شرکت کرنا

اور تحفے تحائف دینا فضول ہے، شریعت مقدسہ میں اس کی قطعاً اجازت نہیں۔

**سوال :- جناب مفتی صاحب!** عیسوی سال شروع ہونے پر خوشیاں منانا دنیا کے دیگر ممالک کی طرح

ملک عزیز پاکستان میں بھی یہ رواج ہے کہ جب نیا عیسوی سال شروع ہوتا ہے تو لوگ ایک دوسرے کو (نیو ایر نائٹ کے عنوان سے) مبارکباد دیتے ہیں، ملک بھر میں خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ تو کیا عیسوی سال کے شروع میں اس طریقہ پر خوشیاں منانے کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مسلمانوں کے لیے ہجری سال مقرر ہے اور اسی سے ہمارے اسلامی شخص کا اظہار ہوتا ہے، عیسوی سال عیسائیوں کا ہے اور وہی اس کی آمد پر خوشیاں مناتے ہیں۔ بعض مسلمان جہالت اور نا سمجھی سے یہ خوشیاں مناتے ہیں، لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنا اسلامی شخص برقرار رکھنے کے لیے، ہجری سال اپنائیں اور اپنے حساب و کتاب کا سارا دار و مدار اسی کے مطابق رکھیں، اس لیے کہ اسلامی عبادات کا تعلق قمری سال سے ہے نہ کہ عیسوی سال سے۔

**سوال :- جناب مفتی صاحب! آجکل** نیا کام شروع کرنے پر قرآن خوانی کا اہتمام کرنا

یہ ایک عام رواج بن چکا ہے کہ جب کوئی نیا کام شروع کرتے ہیں یا مکان وغیرہ بناتے ہیں تو اس میں خیر و برکت کی غرض سے چند لوگوں کو بلا کر ان سے قرآن مجید کا ختم کرایا جاتا ہے اور یہاں تک اس کا اہتمام ہوتا ہے کہ اس وقت تک کوئی کام شروع ہی نہیں کرتے جب تک قرآن مجید کا ختم نہ کرائیں۔ شرعاً ایسے ختم قرآن کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** قرآن کریم کی تلاوت فی نفسہ خیر و برکت کا ذریعہ ہے اس کے پڑھنے یا پڑھوانے سے کار و بار، گھر اور دوکان وغیرہ میں برکت ہوتی ہے مگر اس کو دین کا جز نہیں سمجھنا چاہیے، بغیر ختم قرآن کے بھی اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت کی دعا مانگی جاسکتی ہے اور مانگنی چاہیے۔ البتہ ختم قرآن کو ایک رسم کی شکل دے کر ضروری سمجھنا اور اس کا خوب اہتمام کرنا دین میں زیادتی کے مترادف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔





**جمعہ کی نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کچھ عرصہ سے بعض مساجد میں نماز جمعہ کے بعد اجتماع

طور پر کھڑے ہو کر لاؤڈ سپیکر پر بآواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا رواج ہے اور ایسا نہ کرنے والوں پر لعن طعن کی جاتی ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا اعظم القربات میں سے ہے لیکن شریعت مقدسہ نے اس کے لیے کوئی خاص دن اور وقت مقرر نہیں کیا ہے بلکہ ایک مسلمان جب بھی اور جس وقت بھی چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھ سکتا ہے اور یہ عمل باعث خیر و برکت اور موجب اجر و ثواب ہے، مگر اس کے لیے از خود وقت اور دن متعین کرنا خلاف شرع اور بدعت ہے، بریلوی حضرات کے اس نولہ بجاد عمل کا خیر القرون میں کوئی ثبوت نہیں ملتا، یہ ان حضرات کا ذاتی اور خود ساختہ عمل ہے جو کہ شرعاً واجب الترمک ہے۔

**کھانے پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگنا** | سوال :- بعض علاقوں میں یہ ایک عام رواج ہے کہ وہاں خواتین کھانا اور پانی کا گلاس سامنے رکھ کر اس پر ہاتھ رکھتی ہیں اور پھر فاتحہ پڑھتی ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** ایصالِ ثواب کے لیے کھانا وغیرہ فقراء و مسکین میں تقسیم کرنا جائز ہے مگر اس پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگنا بے اصل اور خلاف شرع ہے۔

لما قال المفتی کفایت اللہ: کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کی رسم بے اصل ہے، کھانا اللہ کے واسطے کسی مسکین کو دیدیا جائے بس یہی کافی ہے اور جو کچھ کہ ثواب پہنچانا ہے وہ بغیر کھانا سامنے پڑھ کر ثواب پہنچا دیا جائے، آدھا کھانا دریا یا ندی میں ڈالنا ناجائز ہے اور اس کو ثواب سمجھنا غلط ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۱ ص ۲۱۹ کتاب العقائد) ۱۷

۱۷ لما قال العلامة مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ: سوال: کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، امام حسنؓ و حسینؓ، حضرات تابعینؓ، حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت غوث پاکؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے کھانے کو سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھ کر کسی کو بخشا تھا؟  
**جواب:** ۱۔ یہ اکابر توفیق شریعت اور پابند سنت تھے، یہ بے دلیل اور غلط طریقہ کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۰۷، ۲۰۸ باب البدع والرسوم)

**اولیاء اللہ کی قبروں کا طواف کرنا** | سوال :- آجکل کچھ لوگ خصوصاً خواتین اولیاء اللہ کے مزارات کے ارد گرد خانہ کعبہ کے طواف کی طرح چکر لگاتی ہیں اور اس کو کارِ ثواب سمجھتی ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اولیاء اللہ کے مزارات یا دیگر قبروں کا طواف کرنا ناجائز و حرام ہے اور اس کو کارِ خیر سمجھ کر کرنا موجب کفر ہے اس لیے اس گندے اور مشرکانہ طرزِ عمل سے اجتناب ضروری ہے۔

لما قال العلامة ملا علی قاری: ولا يطوف ائیی حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرام حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا اعتبار بما یفعله العامة الجہلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والاولیاء۔

(ارشاد الساری ص ۳۴۲ فصل وبلغتم ایام مقامہ)

**قبروں پر پھولوں کی چادریں چڑھانا** | سوال :- بعض لوگ اولیاء اللہ کی قبروں پر پھول وغیرہ ڈالتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- تازہ پھول اور سبز پتے یا شاخ وغیرہ اس نیت کے ساتھ قبروں پر رکھنا کہ اس سے عذابِ قبر میں تخفیف ہو اور اس کی حمد و ثناء سے میت کو نفع ہوگا اگرچہ شرعاً جائز ہے، مگر شر و فساد اور فتنوں کے اس دور میں چونکہ نیتوں میں اکثر فتور پیدا ہو چکا ہے اس لیے علماء کرام نے اولیاء اللہ کی قبروں پر پھول یا پھولوں کی چادریں ڈالنے کو خلافِ شرع قرار دیا ہے۔

لما قال العلامة اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ: کیا عوام الناس کی یہ نیت ہوتی ہے، اگر یہ نیت ہوتی تو فساق و عصاة کی قبور پر پھول چڑھاتے اولیاء کی قبور پر نہ چڑھاتے، اور اگر کسی کی نیت ہو بھی تب بھی اس کا فعل عوام کے لیے موجب فساد

لما قال العلامة شاہ محمد اسحاق دہلوی: طواف کردن قبرسہ بار باشد یا غیرسہ بار شرعاً غیر جائز و حرام است و مرتکب حرام کہ امر بران و فاسق میشود و اگر جائز و مستحب دانستہ طواف نمودہ باشد موجب کفر است۔ (مائتہ مسائل ص ۵۹ سوال سی و چہارم)

و مثلاً فی تالیفات رشیدیہ ص ۱۳۵ کتاب البدعات۔

ہوتا ہے اس لیے اس کے لیے بھی منہی عمدہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۴ کتاب البدعات) لے  
**والدین کی قبروں کو بوسہ دینے کے بارے میں شرعی حکم** | سوال: جناب مفتی صاحب! ایک مولوی صاحب

سے دوران وعظ یہ بات سننے میں آئی ہے کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے جبکہ ہم علماء کرام سے یہ سنتے چلے آ رہے ہیں کہ قبروں کو بوسہ دینا حرام اور قبر پرستی ہے، تو کیا والدین کی قبریں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور کیا یہ قبر پرستی نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں؟

**الجواب:** قبر پرستی والدین کی ہو یا کسی اور کی، ناجائز و حرام ہے اسلام میں اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے، مولوی صاحب نے جو بات وعظ میں کہی ہے کسی نادر الوقوع کتاب کے مصنف نے لکھی ہے مگر یہ قابل فتویٰ فتویٰ نہیں کیونکہ نادر الوقوع کتابوں پر فتویٰ دینا قواعد افتاء کے خلاف ہے اس لیے صحیح اور قابل فتویٰ قول یہ ہے کہ والدین کی قبروں کو بھی بوسہ دینا حرام و ناجائز ہے۔

لما قال العلامة عبدالحی: بوسہ دادن قبر والدین جائز است یا نہ؟ الجواب: حرام است کذا صرح علی القاری وغیرہ۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۷ مایعلق بالقبور، کتاب الجنائز)

لے قال العلامة محمد یوسف البنوری: فترى الدامة يلقون الزهو على القبور وبالخص على قبور الصلياء والا ولياء والجهلة منهم ازجاد واصهاراً رأوا على ذلك وتغافوا فيه واوصحت ذلك منشأ في الجهلة لعقائد فاسدة تأبها الشريعة النقية وظنوا ذلك سبباً للشواب والاجر الجليل والمصلحة العامة في الشريعة تقتضي منع ذلك بتاتاً استصلاً لشافة البدع وحسباً للمادة المنكرات المحدثه وبالجملة هذا بدع مشرقية منكورة۔ (معارف السنن ج ۱ ص ۲۶۵ باب التشديد في البول)  
 ۲ لے قال العلامة عبدالحق الدهلوی: این تعظیم قبر در شرع آمدہ کہ بران جلوس نکنند و پا نہنہند و فعل بران نہ دارند و از عائلہ و بول بران احتراز سازد و تعظیم قبر بوسہ دادن و دست مالیدن و سجدہ و طواف و تقبیل نمودن و منہی شدن در دینجا کہ مالیدن درست نیست چنانچہ روایات این امور در جوابات سابقہ گذشتہ و از ان جملہ در کتاب کشف الغطاء شیخ الاسلام مذکور است دست نہنہند بر قبر و مسح کنند بوسہ نہند و منہی نشود و دینجا کہ این مآثر لغائی است و مشائخ در منع ان تشدید بسیار دارند و آنچه عوام مردان ان کنند از بدعتہائے منکرست شرعاً و بالجملة شک نیست۔ (مائتہ مسائل ص ۶۷ سوال چہل و چہارم)

**بغیر نماز کے شبینہ کا حکم** | سوال :- بعض علاقوں میں میت کے ایصالِ ثواب یا تقرب الہی کے لیے چند حفاظ کرام شبینہ کا اہتمام کرتے ہیں اور اس کی کیفیت

یہ ہوتی ہے کہ ہر حافظ قرآن اپنی باری پر قرآن سامنے رکھ کر بغیر نماز کے لاؤڈ سپیکر پر تلاوت کرتا ہے، اسی طرح یہ سلسلہ ساری رات جاری رہتا ہے، اس سے لوگوں کی نیندیں بھی خراب ہوتی ہیں، بیماروں کو تکلیف ہوتی ہے جبکہ بعض خاص حالات میں قرآن سننا ویسے ہی بے ادبی ہے، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس طریقہ پر قرآن مجید پڑھنے کی شریعت میں گنجائش ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قرآن کریم کی تلاوت اگرچہ اعظم القربات (تقرب الہی کے ذرائع میں سے ایک بڑا ذریعہ) ہے مگر اس کے لیے وہ کیفیت و طریقہ اختیار کیا جائے جس کے آثار قرونِ ثلاثہ میں پلٹے جلتے ہوں، اپنی طرف سے کوئی ایسا طریقہ تلاوت قرآن کے لیے اختیار کرنا جو غیر القرون میں نہ ہو اور پھر اس تو ایجا و طریقہ سے لوگوں کو تکلیف بھی ہوتی ہو با عثِ گناہ و عذاب ہے اس لیے صورتِ مسئلہ کا شبینہ درست ہی نہیں بلکہ واجب الترمک ہے۔

**نتیجہ رسمِ قل وغیرہ میں ختم قرآن کا حکم** | سوال :- برصغیر پاک و ہند کے اکثر علاقوں میں یہ رسم عام ہے کہ میت کے تیسرے دن محلہ کے

امام مسجد اور حفاظ وغیرہ کو جمع کر کے میت کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن مجید کا ختم کرایا جاتا ہے اور اس رسم پر بڑی سختی سے عمل کیا جاتا ہے اور ایسا نہ کرنے والوں پر انتہائی گھٹیا قسم کے الزامات لگائے جاتے ہیں، شرعاً اس طریقہ ایصالِ ثواب کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** میت کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن کریم کی تلاوت، نفل نمازیں اور دیگر نیک اعمال کرنا شرعاً مخصص ہے اور اس سے میت کو فائدہ بھی ہوتا ہے اور اس کے لیے وقت اور ایام کی تخصیص شرع میں ثابت نہیں، اس لیے مذکورہ بالا طریقہ ایصالِ ثواب کو فقہاء کرام نے بدعت شمار کیا ہے۔

لما قال العلامة رشید احمد گنگوہی: مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واور ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحساب آں را مکروہ نوشتہ رسم وراہ تخصیص بگذارند ہر روز یکہ خواہند بر روح میت رسانند و میت قریب مرگ خود زیادہ تر محتاج مدد میشود ہر قدر کہ ایصالِ ثواب بہر روز یکہ شود موجب خیر است۔

(تالیقات رشیدیہ ص ۱۲۲ کتاب البدعات)



نماز کے بعد التزاماً اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ اِلَیْہِ التَّرَآطُیْفُ | سوال :- بعض ائمہ مساجد

بالا التزام باواز بلند آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ اِلَیْہِ التَّرَآطُیْفُ پڑھ کر درود شریف پڑھتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں پر وہابیت اور منکر درود کا فتویٰ لگاتے ہیں، تو کیا فرض نمازوں کے بعد درود شریف بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب :- درود شریف بلند آواز سے ہو یا آہستہ سے، دونوں طرح بلا التزام درست اور اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن صورتِ مشولہ میں درج طریقہ قرون بالخیر میں اور نہ ہی ائمہ اربعہ میں کسی سے ثابت ہے، اس لیے یہ طریقہ چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی دونوں طرح خلاف شرع اور بدعت ہے۔

لما قال العلامة ابن امیر الحاج المالکی: الصلوة والتسليم على النبي صلى الله عليه وسلم لا يشك مسلم انها من اكبر العبادات واجلها وان كان ذكر الله تعالى والصلوة والسلم على النبي حسنا سراً وعلاً نياً لكن ليس لنا ان نفع العبادات الا في مواضعها التي وضعها التي وضعها الشارع فيها ومضى عليه سلف الامة الاترى الى قول عبد الله بن عمر ان الله قد بعث الينا محمداً صلى الله عليه وسلم ولا نعلم شيئاً وانما تفعل كما رأينا كما يفعل ..... والصلوة والتسليم على النبي صلى الله عليه وسلم احد ثوابها في اربعة مواضع لم تكن تفعل فيها في عهد من مضى والخير كله في الاتباع لهم۔ (المدخل ج ۲ ص ۲۵، ۲۶)۔

عرفہ کے دن حجاج سے مشابہت کیلئے شہر سے باہر نکلنا | سوال :- جناب مفتی صاحب

عرفہ کا دن بہت مبارک دن ہے، اس دن حاجی صاحبان عرفات کے میدان میں جمع ہو کر وہاں ظہر اور عصر کی نمازیں

۱۔ لما قال العلامة مفتی کفایت اللہ الدہلوی: سوال :- سنتوں کے بعد نماز باجماعت کا فتویٰ اور درود بھیجنا کا رِثواب ہے یا بدعت؟

الجواب :- سنتوں کے بعد اس عمل کا التزام کرنا سنت نہیں اور اس پر اصرار اور التزام کرنا بدعت ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۲۵ کتاب العقائد)

ادا کرتے ہیں، اب اگر ہم یہاں پاکستان میں گاؤں یا شہر سے باہر جا کر کسی پہاڑی وغیرہ کے دامن میں حجاج کے ساتھ مشابہت کے لیے وہاں ظہر و عصر کی نماز ادا کریں تو کیا ہمیں ثواب ملے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** عرفہ کا دن اگرچہ بہت مبارک دن ہے لیکن حجاج کے ساتھ تشبہ کے لیے میدانِ عرفات کے علاوہ اپنے اپنے علاقوں میں باہر کھلے میدان میں نکل کر ظہر و عصر کی نمازیں ادا کرنے کے بارے میں شریعتِ مقدسہ میں کوئی حکم وارد نہیں، اس لیے فقہاء کرام نے اس عمل کو بے اصل اور بدعت قرار دیا ہے اسی لیے اس عمل پر کسی قسم کے اجر و ثواب کی امید تو درکنار بلکہ العذاب کا خطرہ ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ: والحاصل ان الصحيح الكراهة كافي الدرر بل في البحر ان ظاهر ما في غاية البيان انها تحريمية وفي شرح النية انما مضايح هذه الاشياء البدع۔۔۔۔۔ ومال يمكن من امرهم فهو بدعة والبدعة اذا لم يتلزم سنة فهي ضلالة۔ رد المحتار

**سوال :-** آج کل کچھ مساجد میں رمضان المبارک میں تراویح

چندے کی رقم سے شیرینی تقسیم کرنے کی شرعی حیثیت

کے اندر قرآن کریم کے ختم کے وقت چندہ جمع کر کے حاضرین میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، جبکہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے کہ واقعی ایسا کرنا بدعت ہے؟

**الجواب :-** ختم قرآن کے موقع پر شیرینی تقسیم کرنا شرعاً جائز و مباح ہے اس کو بدعت کہنا درست نہیں، البتہ چندہ کی رقم سے شیرینی خرید کر تقسیم کرنا صحیح نہیں، تاہم اگر کوئی شخص انفرادی طور پر بغیر چندہ کے تقسیم کرے تو اس کو کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة رشيد احمد گنگوہیؒ: چندہ کر کے اس طرح شیرینی تقسیم کرنا درست

لما قال العلامة مفتی عزیر الرحمنؒ: بروز عرفہ جمع ہونا لوگوں کا تشبہ بالواقفین اور نفل باجائز

کثیر پڑھنا بخیاں حصولِ ثواب حج لا ریب ہے اصل اور بدعت و مکروہ ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب السنۃ والبدعۃ)

نہیں ہے علی الخصوص اس جگہ کہ اس شیرینی کا التزام کر لیویں اور اس کے تارک کو ملامت کرنا نادرست ہے۔ (تالیفات رشیدیہ ص ۱۲۸ کتاب البدعات) لہ

**ختم القرآن کی تقریب میں مساجد کو روشن کرنا** | سوال :- آجکل رمضان المبارک میں ختم القرآن کے موقع پر اکثر مساجد کو برقی قمقموں اور طرح طرح کی روشنیوں سے سجایا جاتا ہے، اسلام میں اس عمل کا حکم ہے؟  
**الجواب :-** مساجد اور دیگر مقامات میں ضرورت سے زائد روشنی کرنا اسراف کے حکم میں داخل ہے اور پھر اس کو کار خیر جان کر اصرار کر کے ضروری سمجھنا اور کرنا بدعت کے حکم میں ہے، اس لیے رمضان یا غیر رمضان میں ان چیزوں کا اہتمام کرنا موجب گناہ ہے۔  
 لما قال العلامة رشید احمد گنگوہی: ضرورت سے زائد روشنی کرنا اور پھر اس کے ساتھ اس کو ضروری سمجھنا اسراف اور بدعت ہے اور نادرست ہے۔

(تالیفات رشیدیہ ص ۱۵۲ کتاب البدعات) لہ  
**تعزیہ کے طور پر براق کی صورت بنانے کا حکم** | سوال :- ماہ محرم احرام میں بعض لوگ براق کی صورت بنا کر بطور تعزیہ پیش کرتے ہیں اور اس کو کار خیر اور موجب ثواب سمجھتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** اسلام نے ہر موڑ پر ثبت سازی کی نفی کی ہے اور لوگوں کو اس قبیح فعل سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ چونکہ براق بھی ایک جائز مخلوق ہے اس لیے کسی بھی عنوان سے اس کی موثری بنانا شرعاً ممنوع ہے، اور اسی طرح تعزیہ بنانا چلہ محرم میں ہو یا دوسرے مہینوں میں حرام اور بدعت ہے۔

لما ورد فی الحدیث: عن سعید بن الحسن قال کنت عند ابن عباس اذا جاء رجل فقال یا ابن عباس انی رجل انما معیشتی من صنعة یدی وانی اصنع هذه

لہ و لہ لما قال العلامة اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ، الم ترکیف اور تمام قرآن کا حکم ان امور میں یکساں ہے یعنی فضول روشنی کرنا اسراف ہے اور بدعت ہے اور شیرینی کو لازمی سمجھ کر بانٹنا یہ بھی بدعت ہے۔ الخ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۸۹ کتاب البدعات)۔

التصاوير فقال ابن عباس الا احدثك ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعته يقول من صور صورة فان الله معن به حتى ينفخ فيه الروح وليس ينافخ فيها ايداً فربا الرجل ربوة شديداً واصفر وجهه فقال ويحك ان ابيت الا ان تصنع فعليك بهذه الشجرة وكل شئ فيه روح.

ومشکوۃ ص ۳۸۶ باب لتصاوير الفصل الثالث

تعزیر کے جلوس میں شرکت کرنا حرام ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب اہر سال دس محرم الحرام کو اہل تشیع تعزیر بناتے اور

جلوس نکالتے ہیں جس میں بعض اہلسنت بھی بڑے جوش و جذبے کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے شریک ہوتے ہیں۔ تو کیا اس قسم کے جلوسوں میں شرکت کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب، دس محرم کو تعزیر بنانا اور اس کا جلوس نکالنا سب مخترعات اور بے اصل امور ہیں، اس قسم کے اعمال خلاف شرع اور بدعت کے حکم میں ہیں، اس لیے اس قسم کے جلوس اور جلوسوں میں شرکت کرنا ناجائز و حرام ہے۔

ما قال العلامة شاه عبدالعزیز: تعزیر داری در عشرہ محرم و ساختن ضرائح و صورت قبور وغیرہ درست نہیں۔ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۶۸

ایضاً قال: در آنجلس بہ نیت زیارت و گریہ و زاری حاضر شدن ہم جائز نیست زیرا کہ آنجا زیارت نیست کہ برائے او حاضر شود و ای جو بہا کہ ساخته اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند۔ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۶۹

لے وعن ابی طلحۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملئکۃ بیتاً فیہ کلب ولا تصاویر۔ متفق علیہ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸ باب من کثر القعود علی الصور، کتاب اللباس)

ومثلہ فی امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۳۲ کتاب البدع۔ الفصل المحرم فی فصل المحرم۔

۲ لے ما قال المولوی احمد رضا خان: علم، تعزیر، بیکر، ہندی جس طرح رائج ہے بدعت ہے اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی، تعزیر کو حاجت روائی یعنی ذریعہ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اس سے منت ماننا حماقت اور نہ کرنے والوں کو باعث نقصان خیال کرنا زنا نہ وہم ہے مسلمانوں کو ایسی حرکت سے باز آنا چاہیے۔ رسالہ محرم و تعزیر داری ص ۵۹ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱ ص ۳۸ رد بدعات

ومثلہ فی فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۰ تا ص ۲۲ رد بدعات۔



**صفر المنظر کے آخری بدھ کو خوشی منانے کی شرعی حیثیت** | سوال :- جناب مفتی صاحب ! بعض علاقوں

میں یہ رواج ہے کہ کچھ لوگ ماہ صفر المنظر کے آخری بدھ کو خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفاء ہوئی تھی اور اسی دن بلائیں اوپر چلی جاتی ہیں، اس لیے اس دن میں خوشیاں مناتے ہوئے شیرینی تقسیم کرنی چاہیے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ماہ صفر میں اس عمل کا شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** ماہ صفر المنظر کو منحوس سمجھنا خلافت اسلام عقیدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، اس ماہ مبارک میں نہ تو آسمان سے بلائیں اترتی ہیں اور نہ اس کے آخری بدھ کو اوپر جاتی ہیں اور نہ ہی امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن مرض سے شفاء یا نبی ہوئی تھی بلکہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۲۸ صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تھے۔

لما قال العلامة مفتی عبدالحییم: مسلمانوں کے لیے آخری چہار شنبہ کے طور پر خوشی کا دن منانا جائز نہیں۔ ”شمس التواریخ“ وغیرہ میں ہے کہ ۲۶ صفر ۱۱۰۸ھ دوشنبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ۲۷ صفر ۱۱۰۸ھ شنبہ کو اُسامہ بن زیدؓ امیر لشکر مقرر کئے گئے، ۲۸ صفر چہار شنبہ کو اگرچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہو چکے تھے لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اُسامہؓ کو دیا، ابھی (لشکر کے) کوچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ آخر روز چہار شنبہ اور پنجشنبہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت خوفناک ہو گئی اور ایک تہلکہ سا مچ گیا، اسی دن عشاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا۔ (شمس التواریخ جلد ۲ ص ۱۰۸)

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸ صفر کو چہار شنبہ (بدھ) کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لیے خوشی کا تو ہے ہی نہیں البتہ یہود وغیرہ کے لیے شادمانی کا دن ہو سکتا ہے۔ اس روز کو تہوار کا دن ٹھہراتا، خوشیاں منانا، مدارس وغیرہ

میں تعطیل رکھنا، یہ تمام باتیں خلافِ شرع اور ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۱۹) ۱۲۰  
 کتاب العلم (۱۰)

سوال :- بعض علاقوں میں یہ  
 رمضان المبارک تیسویں رات کو مٹھائی تقسیم کرنا

تیسویں رات کو نماز تراویح کے بعد امام مسجد یا کوئی حافظ قرآن سورۃ العنکبوت اور سورۃ الروم کی تلاوت کر کے مٹھائی وغیرہ پر دم کرتا ہے اور وہ مٹھائی پھر حاضرین میں تقسیم کی جاتی ہے اور اس کو مستحب کہتے ہیں۔ کیا واقعی یہ طریقہ مستحب ہے؟

الجواب :- رمضان المبارک کی تیسویں رات کو قرآن کریم کی بعض سورتوں (عنکبوت و روم) کو متعین کر کے پڑھنا اور پھر مٹھائی یا پیسوں پر دم کر کے حاضرین میں تقسیم کرنا بے اصل اور بدعت ہے، شریعت مقدسہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں لہذا اس سے اجتناب کیا جائے۔ اگرچہ قرآن کریم کا سننا اور سننا نا موجبِ اجر و ثواب ہے۔

ما قال العلامة ابن نجيم المصري: لان ذكر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون اوشئ دون شئ لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع۔ (المحاررات ج ۲ ص ۱۵۹ باب العیدین) ۱۰

۱۰ قال المولوی احمد رضا خان البریلوی :- الجواب :- آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحابی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتلائی جاتی ہے۔

(احکام شریعت جلد ۲ ص ۵ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱ ص ۱۲ کتاب العلم) ۱۰  
 ومیشکہ فی کفایت المفتی جلد ۱ ص ۲۲ کتاب العقائد۔

۱۰ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: بان تخصيص الذكر بوقت لم يرد به الشرع غير مشروع۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۰ باب العیدین، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس)

فرض نماز کے بعد بلند آواز سے دعا کرنا بدعت نہیں | سوال :- ہمارے محلے کی مسجد

کہا کہ حضرت آپ فرض نماز کے بعد جب دعا کرتے ہیں تو اول و آخر میں کچھ کلمات یا آواز بلند کہا کریں تاکہ ہمیں دعا کے شروع ہونے اور ختم ہونے کا علم ہو سکے۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے دعا کرنا بدعت ہے اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے، اگر کوئی ثابت کر دے تو میں اس بات کے لیے تیار ہوں کہ میرے گلے میں رسی ڈال کر مجھے بازار میں گھینٹا جائے۔ انتخاب سے گذارش ہے کہ ہمیں اس مسئلے کا حل قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے جواب کے لیے چند مقدمات سمجھنا ضروری ہیں جو کہ ذیل میں تفصیل کے ساتھ نمبر وار درج کیے جاتے ہیں :-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نماز کے بعد دعا کرنا قولاً و عملاً دونوں طرح ثابت ہے۔ امام ابو عیسیٰ الترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے :-

(۲) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان ينصرف من صلاته استغفر ثلاث مراتٍ ثم قال وانت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام۔ (ترمذی ص ۳۰۲ باب ما يقول اذا سلم)

(ب) امام ابن ابی شیبہ نقل فرماتے ہیں : حدثني رجل من الانصار قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في دبر الصلوة اللهم اغفر لي وتب علي انك انت التواب الرحيم مائة مرة۔

(ج) عن أم سلمة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول اذا صلى الصبح حين يسلم اللهم اني اسئلك علماً نافعاً ورزقاً طيباً و عملاً متقبلاً۔

(د) امام مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹ رقم ۵۱۱۱ کتاب الدعاء

(۵) علامہ ابن السنی روایت کرتے ہیں : عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ما من عبد يبسط كفيه في دبر كل صلوة يقول اللهم اللهم والي ابراهيم واسحاق ويعقوب ..... الا كان حقاً على الله ان لا يرد يديه حائبتين۔

(عمل اليوم والليلة بحوالہ معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳ باب ما يقول اذا سلم)

ان کے علاوہ بھی بہت ساری روایات کتب حدیث میں مذکور ہیں جو دعا بعد الفرائض کو ثابت کرتی ہیں۔ اس لیے علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

الدعاء للامام والماموم والمنفرد مستحب عقب كل صلوة بلا خلاف ويقول ويستحب ان يقبل على الناس فيدعوا - (معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳ باب ما يقول اذا سلم) (۲) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت اجتماعیہ دعا کرنا صحیح روایات سے ثابت ہے۔ علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فهذه وما شاكلها من الروايات في اباب تكفي حجة لما اعتاده الناس في البلاد من الدعوات الاجتماعية وبالصلوة ولذا ذكره فقهاءنا ايضا كما في نور الايضاح وشرحه مراقي الفلاح - (معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳ باب ما يقول اذا سلم)

(۳) ذکر اور دعا کرنے کے بارے میں دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں، بعض روایات سے خفیہ طور پر ذکر اور دعا کرنا ثابت ہے، جبکہ بعض روایات سے جہر کے ساتھ دعا اور بلند دعا کرنا ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع میں فقہاء اور صلحاء و علماء امت باواز بلند دعا کرتے آئے ہیں، چند دلائل بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں :-

(ا) علامہ بنوری رحمۃ اللہ نے کنز العمال کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے، الایجتمع ملء فیدعوا بعضهم ویؤمن بعضهم الا اباہم اللہ - (معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۳ باب ما یقول اذا سلم) اس روایت سے باواز بلند دعا کرنا صاف ظاہر ہوتا ہے، اس لیے کہ دعا پر آمین تب کہی جاتی ہے جب دعا کرنے والا بلند آواز سے دعا کرے اور دوسرا شخص اس کو سنے۔

(ب) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت نقل کی ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلواته یقول بصوتہ الا علی لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ الخ - (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۱ باب الذکر بعد الصلوۃ)

(ج) صحیح مسلم میں ہے: ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حين لیصرف الناس من المكتوبة كان علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم واثہ قال قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصهر قوا ینذ لك اذا سمعته -

(صحیح مسلم علی صدر فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۱ باب الذکر بعد الصلوۃ)



یہ دونوں روایات بھی بلند آواز سے ذکر اور دعا کرنے کو ثابت کرتی ہیں اس لیے کہ ابن عباسؓ اس وقت حدیث السن تھے انہوں نے نماز سے فراغت کے بعد یہ ذکر یا تو آخر صف میں سنا ہوگا یا مسجد سے باہر۔

اس لیے علامہ غنائیؒ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں، واستدل بحديث الباب بعض السلف على استحباب رفع الصوت بالتكبير والذكر۔ (فتح المہم ج ۲ باب الذكر بعد الصلوة) اسی طرح علامہ نوویؒ نے بھی اس حدیث کے تحت لکھا ہے: لهذا الحديث دليل لما قاله بعض السلف انه يستحب رفع الصوت بالذكر عقيب المكتوبة۔

(مجموعہ رسائل الکھنوی جلد ۳ صفحہ ۲۹، سباحتہ الفکر فی الجہر بالذکر ص ۳۲ ابنا الاول فی حکم الجہر) (۴) اسی طرح علامہ کھنویؒ نے عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے: قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذكر والله ذكراً حتى يقول المنافقون انكم مراؤون۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۴۶، سباحتہ الفکر ص ۲۹ باب الاول فی حکم الجہر)

بلند آواز سے ذکر کرنے پر اس روایت اور دوسری روایات سے استدلال کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے: وجه الاستدلال بهذين الحديثين انه انما يقال لك عند الجهر لا عند السر۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ منبہ نتیجۃ الفکر فی الجہر فی الذکر)

(۵) علامہ جلال الدین سیوطیؒ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اخرج البخاری عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انا عند ظن عبدي وانا معه اذا ذكرني فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني في ملأ من خلبي منه والذكر في الملأ لا يكون الا من الجهر۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ منبہ نتیجۃ الفکر فی الجہر فی الذکر)

(۶) عن جابر بن عبد الله عن رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتركه انا واہ۔

(رسائل عبدالحی کھنوی ج ۳ ص ۲۸، سباحتہ الفکر فی الجہر بالذکر ص ۳۱ ابنا الاول) (۷) عن شداد بن اوس رضي الله تعالى عنه قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ارفعوا ايديكم فقولوا لا اله الا الله ففعلنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم انك بعثتني بهذه الكلمة وامرني بها ووعدتني عليها انك لا تخلف الميعاد۔ (مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۲۵ کتاب الدعاء، باب رفع اليد عند الاذان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مذکورہ روایات سے خوب ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد بآواز بلند ذکر بھی کیا ہے اور دعا بھی فرمائی ہے اور ساتھ صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب بھی دی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نماز کے بعد بآواز بلند ذکر اور دعا فرمایا کرتے تھے۔ چند آثار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:-

(۱) کان عمر رضی اللہ عنہ اذا انصرف من صلوٰتہ قال اللہم استغفرک لذنبی واستغفرک لا رشدا مری واتوب الیک قتب علی اللہم انت ربی فاجعل رغبتی الیک واجعل غنائی فی صدري وبارک لی فیما رزقتنی وتقبل منی انک انت ربی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۹ رقم ۷ کتاب الدعاء)

(۲) عن صلیبہ بن زفر قال سمعت ابن عمر یقول فی دبر الصلوٰۃ اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۹ کتاب الدعاء)

(۳) عن ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابی موسیٰ انه کان یقول اذا فرغ من صلوٰتہ اللہم اغفر لی ذنبی ویسر لی امری وبارک فی رزقی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۳۶ کتاب الدعاء)

مصنف ابن ابی شیبہ، سباحتہ الفکر اور الحاوی للفتاویٰ وغیرہ کتب احادیث میں صحابہ کرامؓ کے آثار موجود ہیں جو ذکر بعد الصلوٰۃ اور دعا بعد الصلوٰۃ بلند آواز سے ادا کرنا ثابت کرتے ہیں۔

ان تینوں مقدمات سے خوب واضح ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے دعا کرنا یا ذکر و اذکار میں مشغول ہونا جائز ہے، علماء امت میں سے کسی نے بھی اس کو بدعت اصطلاحی میں شمار نہیں کیا، البتہ محققین علماء نے یہاں کے خوف سے جہر کو خلاف اولیٰ قرار دیا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ دعا انفرادی کے ساتھ کی جائے،

چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: والدعا بخصوصہ الافضل فیہ الاسرار لانہ اقرب الی الاجابة۔ (الخاص للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۹۴ نتیجۃ الفکر فی الجہر فی الذکر)

اور علامہ عثمانیؒ نے لکھا ہے: وقال ابن بطال اصحاب المذاهب المتبعة وغيرهم متفقون علی عدم استحباب رفع الصوت بالتکبیر والذکر عقب المکتومة۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۶۱ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

چنانچہ مفتی عبدالرحیم صاحب سے جب اسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:  
 (الجواب) سری دعا افضل ہے، نمازیوں کا حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھی ذرا آواز سے دعا کرنا  
 جائز ہے ہمیشہ جہری دعا کی عادت بنانا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۸۳ متفرق مسائل)  
 علامہ ابوبکر الجصاص الرازیؒ نے لکھا ہے: وما ذکر من الاثار ردیل علی ان اخفاء  
 الدعاء افضل من اظهاره لان الخفیة هی السریة۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۵ سورة الاعراف)  
 مگر یہ کراہت بھی تب ہے کہ مساجد یا دیگر مقامات میں بآواز بلند دعا کرنے سے لوگوں  
 کو تکلیف ہوتی ہو، ان کی نیند اور دیگر امور میں خلل واقع ہوتا ہو، ورنہ بغیر اس کے بلند آواز سے  
 دعا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ اگرچہ علامہ شعرائیؒ نے بعض مواقع پر بلند آواز سے ذکر و دعا کو  
 مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عن الامام الشعرائی اجمع العلماء  
 سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یتشوش  
 جهرهم علی نائم او مصلی او قارئ۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۲۸۵ باب الذکر بعد الصلوة)  
 اور جہاں تک اَدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْیَةً۔ (الایہ) کا تعلق ہے تو یہ آیت  
 مطلق دعا کو جہراً کرنے سے منع پر دل نہیں، اس سے مراد ہے جا بلند آواز سے دعا  
 کرنے پر محمول ہے، علماء امارت نے اسی پر اس کو محمول کیا ہے۔

چنانچہ علامہ عبدالحی الکنزوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ان هذه الآية تدل علی  
 اثبات الجهر القیر المفطر لا علی منعه بناء علی ما فسرہ الامام الرازی فی  
 تفسیره من ان قوله: اَدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْیَةً وسراً ومعتی  
 قوله: دَوَّتِ الْجَهْرُ المفطر والمراد منه ان یقع الذکر بحیث یکون  
 بین الخافۃ والجهر ما قال الله تعالى: وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِکَ وَلَا تَخَافُ  
 وَابْتَغِ بَیْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا۔ علی هذا تدل الآية علی جواز السر والجهر  
 کلیمہما وافضلیۃ السر للتضرع والخفیۃ۔ (رباحۃ الفکر ص ۱۸۱ باب الذکر فی الجهر بالذکر)  
 اور حدیث لا تدمون اصم الخ بھی جہر مفطر پر محمول ہے۔

علامہ عثمانیؒ نے لکھا ہے: واما حدیث انکم لا دعوون اصم ولا غائباً فمحمول  
 عندی علی الاقرب فی رفع الصوت۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۲۸۵ باب الذکر بعد الصلوة)

اس تمام تفصیل سے واضح ہوگا کہ بعد القرائن بلند آواز سے دعا کرنا جائز ہے اگرچہ پست آواز سے کرنا افضل و بہتر ہے اس کو بدعت کہنا نا علمی اور کتب حدیث و فقہ سے عدم ممارست کلمہ دلیل ہے، بلا وجہ کسی ثابت شدہ چیز کو بدعت کہنا شرعاً گناہ عظیم ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر تو مقتدیوں کا یہ مطالبہ ہو کہ امام صاحب بلا التزام دعا کے اور آخر میں چند الفاظ باواز کہیں تاکہ مقتدیوں کو دعا شروع ہونے اور ختم ہونے کا علم ہو سکے، اس کو سنت اور ضروری نہ سمجھتے ہوں تو ایسا کرنا بلا کر اہست جائز ہے۔

چنانچہ علامہ اوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الانخفاض افضل عند خوف الريا او كان في الجهر تشویش علی نحو مصلی او نائم او قاری او مشغل بعلم شرعی ویتقدیم الجهر علی الانخفاض فيما اذا خلا عن ذلك وكان فيه قصد تعليم الجاهل او نحو ازالة وحشة عن متوحش او طرد نحو نغاس او كسل علی الداعي نفسه او ادخال سرور علی قلب مؤمن الخ۔ (روح المعانی ج ۸ ص ۸۰۰ سورة الاعراف)

مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے مولانا عبدالحی الکنزویؒ کا رسالہ سباحۃ الفکر، علامہ سیوطیؒ کی الحاوی للفتاویٰ، علامہ جصاص الرازیؒ کی احکام القرآن، معارف القرآن، السعایۃ فی حل شرح الوقایۃ کا مطالعہ کریں۔ (ہذا ما ظہری واللہ اعلم)

**خطبہ جمعہ و عیدین میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا** | سوال: اگر خطیب جمعہ یا عیدین کے خطبہ ثانی میں دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور مقتدی بھی ہاتھ اٹھا کر آئین کہیں تو شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** عیدین و جمعہ کے خطبوں میں جو دعا کی جاتی ہے اس میں امام کا ہاتھ اٹھانا اور مقتدیوں کا آئین کہنا کہیں ثابت نہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بریلوی حضرات کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ لما قال العلامة مفتی عبدالحجیم، سوال: عیدین و جمعہ کے خطبہ ثانی میں بعض خطیب دعا کرتے ہیں اس وقت حاضرین ہاتھ اٹھا کر آئین کہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** اس وقت ہاتھ اٹھانا، آئین کہنا منع ہے اس میں دیوبندی، رضائاتی کا اختلاف نہیں مولوی احمد رضا خان کی مصدقہ کتاب میں ہے کہ خطیب نے مسلمانوں کیلئے دعا کی تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آئین کہنا منع ہے، ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ خطبہ میں درود شریف پڑھتے وقت خطیب کا داہنے بائیں منہ کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۲ ص ۳۰۲ باب رد بدعات)



## عید میلاد النبیؐ کی تاریخی اور شرعی حیثیت | سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ آجکل

میلاد شریف کے نام سے مجالس وعظ منعقد ہوتی ہیں اور ان میں علماء کرام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ترغیب و ترہیب کے مسائل پیش کرتے ہیں اور نعت خوان اور شعر افسر اپنے اپنے منظوم کلام میں توحید رسالت ختم نبوت، حب علی الطاعت اور دیگر کئی قسم کے بہترین مضامین سناتے ہیں کیا اس قسم کی تقریبات میں علماء کرام اور عوام الناس کی شرکت بدعت ہے یا نہیں؟

(۲) زید اس بات کا قائل ہے کہ ایسی مجالس و اجتماعات کا انعقاد بدعت و ضلالت ہے ان میں شریک ہونا زنا، بھابازی، شراب نوشی اور قتل و غارت سے بھی بڑھ کر گناہ ہے، کیونکہ خیر القرون میں اس قسم کے اجتماعات منعقد نہیں ہوتے تھے۔ تو زید کا یہ عقیدہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اس کے لیے تعزیر شرعی تفصیلاً تحریر فرما کر اجر دین حاصل کریں؟

الجواب: ہمارے نزدیک محققین علماء کی تصریحات کے پیش نظر عید میلاد کے نام سے جو مجلس منعقد ہوتی ہیں اور جن کو آجکل کے علماء اور جہلاء سب سے بہترین عبادت اور کار خیر جانتے ہیں بدترین قسم کی بدعت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت عین ایمان ہے، آپ کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک کے حالات زندگی صحیح طریقہ سے ذکر کرنا عبادت اور کار خیر ہے۔ سال کے ہر مہینہ اور مہینہ کے ہر ہفتہ اور ہفتہ کے ہر دن اور دن کے ہر گھنٹہ اور گھنٹہ کے ہر منٹ اور منٹ کے ہر سیکنڈ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر جائز ہے اس میں کسی بھی مسلمان کو نہ تو اختلاف کی گنجائش ہے اور نہ ہی اس سے انکار کی مجال ہے مگر نزاع اور موضوع بحث وہ مجلسیں ہیں جن کو ثواب کی نیت سے خاص مہینوں (مثلاً ربیع الاول) میں منعقد کر کے میلاد منایا جاتا ہے، یہ اور چیز ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر اور شے ہے، اول بدعت ہے ثانی مندوب اور مستحب ہے۔ صحابہ کرامؓ سے زیادہ حضور اکرمؐ کا عاشق کوئی بھی نہ تھا، نہ آن سے بڑھ کر حضور صلعم کا احترام اور تعظیم کوئی کر سکتا ہے، حضور کی محبت ان میں کامل تھی، تیس سال تک حضور اکرمؐ صحابہؓ میں نبوت کے ساتھ خود زندہ رہے، اور پھر تیس سال تک خلافت راشدہ کی حکومت رہی، تقریباً ۱۱۰ سال تک صحابہ کرامؓ کا دور رہا، کم و بیش دو سو بیس برس تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ رہا لیکن قیامت تک کوئی اس بات کا ثبوت صحیح سند سے پیش نہ کر سکے گا کہ

اتنے ممتاز زمانے اور طویل عرصے میں عشاقِ رسولؐ میں سے کسی عاشقِ صادق نے ایسی محفلِ انعقاد کیا ہے یا انعقاد کے لیے کسی سے صراحت یا اشارہ کیا ہے، یا خود حضور اکرمؐ کے مبارک زمانے میں آپؐ کی اجازت سے ایسی مجالس منعقد ہوئی ہوں۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ کارِ ثواب اور مبارک تقریب کا ان ہی زمانوں میں انعقاد کیوں نہ ہوا؟ اور اگر نہیں ہوا ہے تو بعد میں ہونے پر اس کو بدعت کیوں نہ کہیں گے؟ آپ اس کے متعلق ظاہری شکل و صورت کو دیکھ کر ترغیب و تمہیب کی بنا پر مستحب قرار دینا چاہتے ہیں مگر ذرا یہ تو سوچئے کہ وہ کون سی شرعی بدعت ہے جس کی ظاہری شکل و صورت عبادت کی نہ ہو؟ خاص کر جب اس کے متعلق اکابرین دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے صریح فتاویٰ بھی حرمت اور ممانعت کے بارے میں موجود ہیں، تو دیوبندی ہو کما آپ کیوں اس کی طرف راغب معلوم ہوتے ہیں، میں نے خود اپنے شیخ حضرت علامہ مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ سے زبانی دورہ حدیث پڑھتے وقت سنا تھا کہ ”ایسی مجلسوں کا انعقاد بدعت ہے“ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ممنوع قرار دیا ہے، فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱۱ میں آپ فرماتے ہیں: ”نفس ذکر ولادت باسعاد فخر و عالم صلعم کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہو گئی“۔

**مجالس عیدِ میلاد النبیؐ کا تاریخی پس منظر** | اس رسم و بدعت کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ اسلامی تاریخ کی ابتدائی چھ صدیوں میں اس بدعت کا کہیں بھی مسلمانوں میں رواج نہیں تھا، یہ نہ تو کسی صحابی کو سوجھی نہ کسی تابعی کو، نہ کسی محدثِ فقیہِ بزرگ اور ولی اللہ کو، یہ بدعت اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ اور اس کے رفیق دنیا پرست مولوی کو۔ یہ بدعت ۶۰۲ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکری کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف بادشاہ اور دین سے بے پرواہ شخص تھا۔ (ابن خلکان) اس کے متعلق امام احمد بن محمد بصری مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

كان ملكاً مسرفاً یا مرفاً علماء زمانہ ان يعملوا باستناب طم واجتہاد ہم وان لا يتبعوا مذہب غیر ہم حتی مالت الیہ جماعة من العلماء وطائفۃ من الفضلاء ويختفل مولد النبی صلعم فی الربیع الاول وهو اقل من احدث من الملوك هذا العمل (القول المعتمد فی عمل المولد)

(ترجمہ) وہ ایک مسرف بادشاہ تھا، علمائے زمانہ سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے استناب اور اجتہاد پر عمل کر کے غیروں کے مذہب پر عمل نہ کریں حتیٰ کہ دنیا پرست علماء اور فضلاء کی ایک جماعت اس کی طرف

مائل ہو گئی اور وہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا، بادشاہوں میں یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔“

اس محفل میلاد پر وہ کیا خرچ کرتا تھا؟ اس کے متعلق علامہ ذہبی نقل فرماتے ہیں :-  
كان ينفق كل سنة على مولد النبي صلعم نفو ثلاث مائة الف .

(ردول الاسلام ج ۲ ص ۱۰۱)

ترجمہ ”وہ ہر سال میلاد النبی پر تقریباً تین لاکھ روپے خرچ کیا کرتا تھا۔“  
جس دنیا پرست مولوی نے اس کے جواز کے لیے مواد جمع کیا تھا اس کا نام عمر بن داعیہ ابو الخطاب تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں :-

كان كثير الوقعة في الكوفة وفي السلف من العلماء خبيث اللسان احمق شديد الكبر قليل النظر في امور الدين متهاوناً - (لسان الميزان ج ۴ ص ۱۹۶)

ترجمہ ”وہ ائمہ دین اور سلف کی شان میں بہت بڑا گستاخ تھا، گندی زبان کا مالک تھا، بڑا احمق اور بڑا متکبر تھا، دین کے کاموں میں بڑا بے پرواہ اور سست تھا۔“

ان دونوں بدمذہبین نے مل کر یہ بدعت ایجاد کی، اور اس کے بعد علماء حق میں سے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۱ میں امام نصیر الدین شافعیؒ نے ارشاد الاختیار ص ۱۱ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہؒ نے مکتوبات ج ۵ ص ۲۲ میں اور علامہ ابن امیر الحاج مالکیؒ نے پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس کی تردید کی ہے۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ ”مدخل ابن الحاج ج ۱ ص ۸۵“ میں لکھتے ہیں :-

ومن جملة ما حدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر الربيع الاول من المولد وقد ذلك على بدع ومحرمات الى ان قال وهذه المفاصد مترتبة على فعل المولد اذا عمل بالسمع فان خلاصته وعمل طعاماً فقط ونوى به المولد ودعى اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة يتفلسف نيتها فقط لان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف اماضيين واتباع السلف اولي - ام (مدخل ابن الحاج مطبوعة مصر ج ۱ ص ۸۵)

ترجمہ ”لوگوں کو ان بدعتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو وہ شعائر اسلامیہ کا اظہار سمجھتے ہیں وہ مجلس میلاد ہے جس کو وہ ماہ ربیع الاول میں کیا کرتے ہیں یہ مجلس

بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہوتی ہے۔ (آخر میں فرماتے ہیں) اور اس مجلس میلاد پر یہ مفاسد اس صورت میں مرتب ہوتے ہیں جبکہ اس میں سماع ہوا پس اگر وہ سماع سے پاک ہو اور بہ نیت مولود کرنا تیار کر لیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو اس کے لیے بلایا گیا ہو اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو تب بھی وہ نیت انعقاد مجلس میلاد کی وجہ سے بدعت ہے کہ یہ دین میں ایک جدید امر کا اضافہ ہے جو سلف نے اس پر عمل نہیں کیا ہے اور سلف کی پیروی زیادہ بہتر ہے۔  
علامہ عبدالرحمن اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:-

ان عمل المولد بدعة لم يقل به ولم يفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلق والائمة۔

(ترجمہ) مجلس میلاد کا انعقاد بدعت ہے اس کو حضور اکرمؐ، خلفاء راشدینؓ یا ائمہ اربعہ میں سے کسی نے نہ خود کیا ہے نہ اس کی اجازت دی ہے۔  
علامہ احمد بن محمد مصری مالکی لکھتے ہیں:-

اتفق علماء المذاهب الاربعة بدم هذا العمل۔ اھ

(ترجمہ) چاروں مذاہب کے علماء میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔

**نماز کے بعد مصافحہ کا حکم** | سوال:- بعض لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ نماز باجماعت پڑھنے کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کو سنت کا درجہ دیتے ہیں، کیا شرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب:- مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ پہلی بار میں دلائل (کریں) تو مصافحہ کریں، حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ما من مسلمین يلتقيان فيتصافحان الا غفروا قبل ان يتفرقا۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۷) مگر نماز کے بعد مصافحہ کرنا کسی صحیح حدیث یا سلف صالحین کے اقوال میں مذکور نہیں، اس لیے اس کو سنت سمجھ کر کرنا خلاف شرع اور بدعت ہے۔

لما قال العلامة ملا علی قاریؒ: فان فعل المصافحة المشروعة اقل الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغير مدة مديدة ثم اذا صلوا يتصافحون فان هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروهة جنبین وانها من البدع المذمومة۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۷۵)



**محرم الحرام میں شادی کرنے کا حکم** | سوال :- بعض لوگ محرم الحرام میں شادی بیاہ کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اس ماہ کو غم اور مصائب کا

مہینہ کہتے ہیں، تو کیا محرم الحرام میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** محرم الحرام بھی سال کے دوسرے مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے جس طرح سال کے دوسرے مہینوں میں شادی بیاہ کرنا جائز ہے اسی طرح محرم میں بھی جائز ہے، کسی بھی دلیل شرعی سے حرمت و مانعت ثابت نہیں۔ روافض اور شیعوں نے اس قبیح اور بے بنیاد مسئلہ کو لوگوں میں رائج کر رکھا ہے مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اس بدعت کو ترک کر دیں۔

**مسجد میں ذکر بالجہر کا حکم** | سوال :- ایک صاحب جو اپنے آپ کو چشتیہ خاندان کے بزرگوں سے منسوب کرتے ہیں وہ عشاء کی نماز کے

بعد مسجد ہی میں ملحقہ باندھ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ذکر بالجہر بھی کرتے ہیں اور بلند آواز سے کچھ اشعار بھی مجمع میں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں جن سے ان کے رفقاء پر شدید وجد طاری ہو کر گر پڑتے ہیں اور غشی کی سی حالت ان پر طاری ہو جاتی ہے، اس حالت میں وہ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں بھی مارتے ہیں اور چیخ و پکار کرتے اور مسجد میں الٹے سیدھے ہوتے رہتے ہیں۔ جب انہیں اس قسم کی حرکات سے منع کیا جاتا ہے تو نہیں رکتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ جائز ہیں، شرعاً اس کوئی مانعت نہیں ہے، اس بارے میں جب انہیں علمائے شریعت سے فیصلہ کرانے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں علمائے شریعت ظاہرہ سے فیصلہ کرانے کی بجائے باطنی علماء سے فیصلہ کرانا چاہتا ہوں۔ تو کیا اس شخص کی مندرجہ بالا حرکات اور طرز عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔

**الجواب :-** مسجد میں ذکر بالجہر کے بارے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، ایک جماعت کے نزدیک حرام ہے، دوسری ایک جماعت ہے جو اسے جائز قرار دیتی ہے دونوں کے لیے کتاب و سنت سے دلائل پیش کرنے کی گنجائش بھی ہے اور دلائل پیش کیے بھی گئے ہیں۔ فقہاء کی ایک تیسری جماعت ہے جس نے پہلے دو قولوں کے درمیان تطبیق کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان کا خیال یہ ہے کہ ذکر بالجہر اگر نمازی آدمی یا سوئے ہوئے آدمی یا قاری کے لیے

موجب اذیت نہ ہو، اس طرح اس میں ریاکاری کا بھی خوف نہ ہو تو جائز ہے ورنہ حرام ہے۔ علامہ حصکفی رقع الصوت بالذکر کو محرمات میں شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ویجوز دفع الصوت بالذکر فی المسجد ۱ھ۔ بزازیہ میں ہے: الجہر بالذکر حرام۔ (۱۷ جموی) لیکن شامی نقل کرتے ہیں: اضطرب کلام البنازیة فی ذلك فتاوة قال انه حرام فتارة قال انه جائز ۱ھ فتاویٰ خیریہ سے بھی شامی نے جواز نقل کیا ہے۔ اخیر میں حموی سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: وفي حاشية الحموی عن الامام الشعرائی اجمع العلماء سلفاء وخلفاء علی استیجاب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها۔ الا ان یشوش جہرهم علی نائم او مصلی او قاری الخ یہی تطبیق فتاویٰ خیریہ میں بھی کی گئی ہے، چنانچہ علامہ خیر الدین ارطلی لکھتے ہیں: ولا یعارض ذلك حدیث خیر الذکر الخفی لانه حدیث خیف الریاء او تاذی المصلین او النیام فان خلا عن ذلك فقال البعض الجہر افضل۔ ۱ھ۔

**حاصل التطبيق** فقہاء کی عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ ممانعت اور قول بالجواز دونوں میں مخالفت نہیں ہے، ممانعت اس وقت ہوگی جب نہ صرف اس سے کسی قسم کی اذیت پہنچنے کا خطرہ ہو، اور جب اس خطرے سے جہر بالذکر خالی ہو تو جائز ہوگا، یہ ہے حاصل تطبیق۔ لیکن ہمارے نزدیک چند وجوہ کی بناء پر یہ تطبیق قابل قبول نہیں ہے۔

(۱) اول یہ کہ یہ تطبیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اس فتوے کے صریح طور پر مخالفت ہے جو آپؐ نے ایک ایسی جماعت کے بارے میں دیا تھا جو خاص وقت میں ہیئت مخصوصہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں مشغول تھی، یہ واقعہ فقہ اور حدیث دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یمہلون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جہراً فراح الیہم وقال ما عهدوا ذلك علی عہدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وما اراکم الامبتدعین فما ذال یذکر ذلك حق اخرجہم من المسجد۔ ۱ھ (حموی۔ بزازیہ، بحر شامی)

اس واقعہ میں قوم کے جس عمل پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بدعت کا فتویٰ دے کر ممنوع قرار دیا تھا وہ ان کا یہ ہیئت اجتماعی خاص مسجد میں جہر سے ذکر

سترنا اور درود پڑھنا تھا، اور اس کو اس بنا پر ممنوع نہیں کہا تھا کہ وہاں کسی نائم (سوئے والے) یا نمازی یا تلاوت کرتے والے آدمی کو اذیت پہنچنے کا خطرہ تھا یا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کے دلوں کی صفتِ ریاء کا علم ہو گیا تھا بلکہ ممانعت کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح ذکر کرنا معہود نہ تھا، تو بدعت فی الدین ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اسی بنا پر فرما دیا گیا کہ ما اداکم الا مہتدین۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس فتوے سے قائلین حرمت الجہر بالذکر نے حرمت پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے بصورتِ دعویٰ یہ ذکر کیا ہے، فی فتاویٰ قاضیخان الجہر بالذکر حرام۔ ۱ھ۔ اس کے بعد دلیل کے طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ انہوں نے ذکر کیا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ مسجد میں ذکر یا الجہر عن فقہاء کے نزدیک حرام ہے۔ وہ خطرۂ اذیت کی بنا پر نہیں بلکہ ابتداء اور احداث فی الدین کی وجہ سے حرام ہے۔ تو خطرۂ اذیت ان کے قول بالحرمت کے لیے محل بن گیا کہ مذکورہ تطبیق میں اختیار کیا گیا ہے توجیہ الکلام بما لا یضیی بہ قائلہ اگر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

**تطبیق کے قابل قبول نہ ہونے کی دوسری وجہ** (۲) دوم یہ کہ کتاب و سنت کے علاوہ اس میں بیجا

تاویلات نہ کی جائیں، ممانعت جہر ظاہر ہے مطلقاً ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِلِینَ۔ سے ظاہراً یہ مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے کہ اخفاء ضروری اور جہر حد اعتدال میں داخل ہے۔ البتہ دیگر نصوص کے پیش نظر جہاں جہر کی اجازت خود شارع علیہ السلام سے ثابت ہو وہاں جہر جائز ہوگا۔ اور جہاں جہر کی اجازت کا ثبوت نہ ملے وہاں اس آیت کریمہ کے عموم سے ممانعت ہی کا حکم دیا جائے گا نہ کہ جواز کا۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ، اربعوا علی انفسکم انکم لاتدعون اصم ولا غائباً۔ (المحدثین) اس سے بھی ظاہراً یہ سمجھا جاتا ہے کہ شارع علیہ السلام کے نزدیک اخفاء محبوب ہے نہ کہ جہر، بلکہ یہ مکروہ ہے۔

**الحاصل** دلائل سے جو کچھ ظاہراً ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جہر سوائے اُن مواضع کے جہاں خود شارع علیہ السلام سے اس کی اجازت منقول ہو مثلاً اذان، تکبیرات تشریق یا تلبیۃ فی الحج وغیرہ۔ مکروہ ہوگا مطلقاً، اور اخفاء مندوب ہوگا مطلقاً۔

اس میں اذیت وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، یعنی ممانعت اذیت کی صورتوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

**ترجیح یا صحیح تطبیق** | فقہاء کرام کی مذکورہ تطبیق جب مندرجہ بالا دو وجوہ کی بناء پر صحیح ثابت نہ ہوئی تو اس کے بعد دو صورتیں رہ جاتی ہیں: اول یہ ہم فقہاء کرام کے دو قولوں کے درمیان کسی صحیح طریقے سے تطبیق دیں یا ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح دیں۔ پہلی صورت اگر ہم اختیار کریں گے تو صحیح طریقہ سے تطبیق یوں ہوگی کہ جہاں کہ اس وقت جائز ہوگا جبکہ اس میں نہ تو اذیت الی الغیر پائی جائے اور نہ اس میں بدعت کا شائبہ تک موجود ہو، محل قول بالجواز کے لیے یہ ہی ہے، اور جب بھی اس میں اذیت الی الغیر پائی جائے یا وہ بدعت کی صورت اختیار کرے تو ممنوع اور ناجائز قرار پائے گا۔ پہلی صورت میں اس لیے کہ اس میں ضرر پایا گیا ہے جو شرعاً لا ضرر فی الاسلام کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور دوسری صورت میں ممانعت اس بناء پر ہوگی کہ وہ بدعت میں داخل ہو گیا ہو کہ مردود فعل ہے، اور یہی محل ہے فقہاء کرام کے اس قول کے لیے کہ الجہم بالذکر حرام۔

**ترجیح** | لیکن اگر ہم ترجیح کا مسلک اختیار کریں گے تو پھر اصول ترجیح کے پیش نظر قول بالحرمة کو قول بالجواز پر ترجیح ہوگی۔ اس کے لیے ہم دو وجوہ پیش کریں گے۔ اول یہ کہ فقہاء ہی نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ کسی مسئلہ میں جب دو روایتیں ائمہ مذہب سے مروی ہوں جو آپس میں مختلف ہوں تو ان میں ترجیح اس روایت کو ہوگی جس کو علامہ قاضی خان رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو، کیونکہ وہ اہل الترجیح میں سے ہیں۔ اس کی تشریح علامہ شامی نے رد المحتار ج ۴ ص ۴۰۰ میں ”بیع الوفاء“ کی بحث میں کی ہے، اس مسئلہ میں بھی جیسا کہ حموی اور بزاز یہ نے تصریح کی ہے۔ چونکہ علامہ قاضی خان حرمت جہر کا قائل ہے اس بناء پر حرمت ہی کو جواز پر ترجیح دینی پڑے گی۔

دوم یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ما اجتمع الحلال والحرام الا وقد غلب المحرام علی الحلال۔ فقہاء کرام نے اس ارشاد سے ترجیح کے لیے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ جب بھی محرم اور مباح میں تعارض واقع ہو تو ترجیح محرم کو ہوگی نہ کہ مباح کو۔ اس بناء پر یہاں بھی حرمت و اباحت میں چونکہ فقہاء کے اقوال متعارض ہیں اس لیے قائلہ مذکورہ



کی رُو سے حرمت کو اباحت پر ترجیح دینی پڑے گی۔

بہر حال تحقیق مذکورہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ذکر بالجہر اگر ذریعہ اذیت الی الغیر ہو یا وہ کسی ایسے طریقہ سے ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو جس کی وجہ سے وہ بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہو تو ممنوع اور ناجائز ہو گا۔ چونکہ واقعہ مشول عنہا میں مجھے ذکر بالجہر غیر ثابت شدہ طریقہ سے ہے اس لیے لامحالہ بدعت کی حد میں داخل ہو کر ممنوع ہو گا۔ اس عمل کی حالت اُس قوم کے عمل کی حالت سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جس پر ابن مسعودؓ نے بتدعین کا حکم لگایا تھا، اس بناء پر یہ بھی اس کی طرح بدعت ہو کر ممنوع قرار پائے گا۔

**وقت اور ہیئت کی تخصیص** | سنن نبویہ اور علمائے شریعت کی تصریحات سے یہ چیز پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ جس عبادت کو شریعت

نے مطلق رکھا ہو اُس کے لیے اپنی طرف سے مخصوص وقت یا کسی خاص ہیئت اور کیفیت کو اگر معین کر لیا جائے تو اس کی وجہ سے وہ عبادت بدعت ہو جاتی ہے۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:-

ومنها التزام کیفیات والمیثات المعینۃ کالذکر بہیئۃ الاجتماع علی صوت واحد..... ومنها التزام العبادات المعینۃ فی اوقات معینۃ لم یوجد لها ذلک التعین فی الشریعۃ (اعتصام ج ۱ ص ۳۲)

(ترجمہ) اور انہی بدعات میں سے کیفیات مخصوصہ اور میثات معینہ کا التزام ہے جیسا کہ ہیئت اجتماعی سے ایک آواز پر ذکر کرنا، اسی طرح خاص اوقات کے اندر ایسی عبادات معینہ کا التزام بھی بدعات میں سے ہے جن کے لیے شریعت مطہرہ نے وہ اوقات مقرر نہیں کیے ہیں۔ صاحب "مجالس الابرار" ایک خاص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ مسجد میں اجتماعی طور پر ذکر کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی سابقہ روایت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وهكذا يقال لكل من اتى فی العبادات البدنیۃ المعصۃ بصفة لم تکن فی زمن الصحابة - (مجالس الابرار ص ۳۳)

(ترجمہ) ایسا ہی اُس شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ بدعتی ہے (جو خالص بدنی عبادات میں کوئی صفت اور ہیئت ایسی پیدا کرے جو صحابہ کرامؓ کے زمانے میں نہ تھی)۔ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کہتے ہیں:-

ان ہندہ المخصوصیات بالوقت اویا لحال والہیئۃ والفعل المخصوص یحتاج الی دلیل خاص یقتضی استجابہ بخصوصہ وھذا اقرب ۱۰

(ترجمہ) ”وقت اور حال یا ہیئت کے ساتھ یہ خصوصیات اور فعل مخصوص دونوں خاص دلیل کے محتاج ہیں جو علی الخصوص ان کے استجاب پر دلالت کرے اور یہی اقرب الی الصواب ہے۔“  
یہ بھی علماء نے اصول مسلمہ کے طور پر بیان لیا ہے کہ مطلق عبادت کے مشروع اور مرغوب ہونے سے یہ لازم نہیں کہ قیودات اور تخصیصات کے ساتھ وہ عبادت مفید اور مخصوص ہو کر بھی مشروع اور مرغوب ہوگی، بلکہ بسا اوقات تقیدات اور تخصیصات سے وہ بدعت اور قابل نفرت قرار پا جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فاذا ندب الشرع مثلاً الی ذکر اللہ فالتزم قوم اکاجتماع علی لسان واحد و بصوت واحد اوفی وقت معلوم مخصوص عن سائر الاوقات لم یکن فی ندب الشرع ما یدل علی ہذا التخصیص الملتزم بل فیہ ما یدل علی خلافہ ۱۱ (اعتماد ج ۱ ص ۳۳۵)  
(ترجمہ) ”شریعت نے جب کسی چیز کی ترغیب دے دی مثلاً ذکر اللہ پس ایک قوم نے اجتماع کا التزام کر کے ایک آواز سے ایک زبان ہو کر ذکر کرنا شروع کر دیا، یا تمام اوقات میں سے کسی معین اور مخصوص وقت کو منتخب کر کے اس میں ذکر کرنے کا التزام کر دیا تو شریعت کی یہ مطلق ترغیب، تخصیص اور التزام کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ اسکے خلاف پر وہ دلیل بن جائے گی۔“  
اس مسلمہ اصول کے پیش نظر جب ہم واقعہ مسئول عنہا پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے بہت سی تخصیصات ایجاد کر کے ملائی گئی ہیں۔ ایک وقت کی تخصیص، دوسری ہیئت اور تیسری کیفیت کی تخصیص۔ ان تمام تخصیصات کی وجہ سے یہ اجتماع اور ذکر علماء کے پیش کردہ قانون کے بموجب دونوں بدعت قرار پائیں گے۔

(۴) مسجد میں اُلٹے سیدھے ہو کر چیخ و پکار کرنا | صحیح احادیث نبویہ میں مساجد کے جو احکام اور آداب بیان ہوئے

ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مساجد میں چیخنے چلانے سے گلی پر ہیز اور مکمل اجتناب کیا جاتا ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ایاکم وہیئات الاسواق فی المساجد۔ او کما قال علیہ السلام (ترجمہ) ”مسجدوں میں شور و غل اور چیخ و پکار سے جو عام طور پر بازاروں میں ہوتا ہے پرہیز کرتے رہنا۔“

۸ احادیث میں قرب قیامت کے جو علامات بیان ہوئی ہیں اور بلائے عام کے نزول کے جو اسباب متعین کیے گئے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مسجدوں میں بلند آواز سے چیخ و پکار شروع ہو جائے گی، وارتفاع الاصوات فی المساجد۔ (الحیث) ان ارشادات نبویہ سے صراحتاً معلوم ہوا کہ مسجدوں میں چیخ و پکار کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ سوال مذکور میں اس کی تصریح موجود ہے کہ واقعہ مسئول عنہا میں یہ لوگ مسجد میں وجہ کی حالت میں چیخ و پکار کرتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہے۔

(۵) **وجد یا تواجد** | یہ بھی اس واقعہ میں ذکر ہے کہ وہ لوگ اس مجلس میں اشعار وغیرہ پڑھنے اور سنتے سے وجد یا تواجد میں آکر مسجد میں اُلٹے سیدھے

بھی ہوتے رہتے ہیں۔ وجد یا تواجد کا مسئلہ صوفیاء اور مشائخ کے مابین بھی اختلافی ہے، اور فقہاء اور علمائے شریعت کے درمیان بھی سخت اختلافی ہے۔ محققین صوفیاء اور فقہاء دونوں نے اس بارے میں جو اپنا فیصلہ پیش کیا ہے اور جس کو شامی وغیرہ فقہائے نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس سالک کی انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگی اتباع سنت کا مکمل نمونہ ہو اور اس پر خوف و خشیت خداوندی غالب ہو اور جلال خداوندی کے آثار نمایاں ہوں، اس سے اگر ذکر کرنے کی حالت میں وجد یا تواجد کی حرکات سرزد ہوں تو اس کی عام زندگی کی حالت کے پیش نظر ایسی حرکات غیر اختیاری سمجھ کر قابل ملامت اور لائق سرزنش قرار نہیں دی جائیں گی، لیکن اگر وہ اپنی عام زندگی میں سنت نبویہ کا پابند نہیں ہے اور اس کے عام اعمال بھی شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں تو ایسی حرکات کو اختیاری اور ایک قسم کا تصنع و بناوٹ قرار دے کر ان سے اس کو منع کر دیا جائے گا اور ایسی حرکات کو قابل ملامت اور لائق سرزنش قرار دیا جائے گا۔ فی زمانہ چونکہ خلاف شرع حرکات اور بدعات ترقی پذیر ہیں اور سنت نبویہ کا اتباع حد سے حد درجہ کم ہے، خصوصاً عصر حاضر کے صوفیوں میں اثر یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی ایجاد کردہ سنتوں (بدعات) کے تو بڑی خدت سے پابند ہوتے ہیں لیکن اگر ان میں سے کسی سنت کی پابندی نہیں تو صرف سنت نبویہ کی نہیں، گویا بان سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کے دعاوی بلند بانگ ہوتے ہیں، اس بناء پر ایسے لوگوں کے حق میں ہماری رائے یہ ہے کہ ان کو اس قسم کی حرکات سے ضرور منع کر دیا جائے۔

**اصل الجواب** | (۱) مذکورہ بالا پانچ امور کے پیش اس اجتماع کے متعلق جو ان

خلافت شرع امور پر مشتمل ہے ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ایک بدعت اور ناجائز فعل ہے اس میں شمولیت اعانت علی البدعة اور توقیر مبتدع ہے جو شرعاً مذموم اور ممنوع ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ومن قدر صاحب بدعة اعان علی هدم الاسلام (الحديث) مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے پرہیز کریں اور علماء کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کو حکمت کے طریقہ سے سمجھائیں۔ ادع الی سبیل ربك بالحكمة (الآیہ) جھگڑوں اور فسادات سے مجتنب رہیں۔ نیز اس شخص کا یہ کہنا کہ یہ تمام امور جائز ہیں سخت غلط ہے اور سابقہ دلائل سے اس کی غلطی واضح ہو چکی ہے۔

(۲) شرعی فیصلہ کے مطالبہ کے جواب میں جو وہ یہ کہتے ہیں کہ شریعت ظاہری کے علماء پر فیصلہ نہیں کرتا ہوں باطنی علماء شریعت پر فیصلہ کرتا ہوں، اگر تو اس کا یہ جواب اس خیال پر مبنی ہو کہ علماء چونکہ ظاہری شریعت پر فیصلہ کریں گے اور ظاہری شریعت کو یہ مقام حاصل نہیں ہے کہ اس پر فیصلہ کیا جائے تو یہ انکار شریعت ہے اور انکار شریعت مرتکب کفر ہے اور اگر وہ شریعت ظاہری کو فیصلہ کن قانون کی حیثیت سے تو مانتا ہے مگر فیصلہ ماننے سے گریز کرتا ہے تو یہ منافقوں کی روش ہے، قرآن کریم اس کو منافقوں کی نشانی قرار دیتا ہے: واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول اذيت المنافقين يصدون عنك صدوداً۔ (الآیہ) اور اگر وہ یہ گریز اس خیال سے کر رہا ہے کہ علماء شریعت فیصلہ حق کے مطابق نہیں کریں گے تو یہ وہ بے جا سودن ہے جس سے قرآن عزیز اجتناب کا حکم دیتا ہے: یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من النط ان بعض النط انحر۔ (الآیہ) فقط واللہ اعلم

**سوال:** محترم مفتی صاحب! چرمی فرماید خواتین کا زیارت قبور کے لیے جاتا علماء دین دریں مسئلہ کہ رفتن مستورات برائے زیارت قبور جائز است یا ممنوع است؟۔ اس مسئلہ کی مکمل تشریح بمعہ حوالہ جات درکار ہے؟

**الجواب:** عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم مذہب مفتی بہ کے مطابق عدم جواز کا ہے۔ دراصل اس مسئلہ میں دو حدیثیں ہمارے سامنے ہیں، ایک وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات



القبور۔ (الحديث) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاتی ہیں۔ دوسری حدیث وہ ہے جو سنن ابوداؤد وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہے جس سے عام رخصت ثابت ہوتی ہے، اور وہ حدیث یہ ہے: کنت نہیت عن زیارة القبور الا فزوروها لانہا تذکرة الاخرة۔ (الحديث)۔ مجوزین حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ سے جو لعن ثابت ہو رہا ہے وہ اس وقت کا حکم ہے جبکہ زیارت القبور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرمائی تھی اور جب یہی منسوخ ہو گئی تو خواتین کو رخصت مل گئی، جیسی کہ مردوں کو حاصل تھی۔ اور مانعین حضرات فرماتے ہیں کہ خواتین کے حق میں یہی اب تک باقی ہے بوجہ ان سے قلت صیر اور کثرت جزع کے، اور یہی وجہ ہے کہ خاص کر حدیث میں ان کا ذکر ہوا۔ چنانچہ فتح ابوداؤد حاشیہ ابوداؤد میں ہے: قيل كان ذلك حين النهي ثم اذن لهن حين نسيهن النهي وقيل لبقين تحت النهي لقلّة صبرهن وكثرة جزعهن وهو الاقرب الى تخصيصهن بالذكر۔ اور ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں: فی الشرح السنۃ قیل هذا قبل الترخیص فلما رخص دغل فی الترخیص الرجال والنساء وقیل بل نہی النساء باق لقلّة صبرهن وكثرة جزعهن۔ لیکن ظاہر حدیث کا مؤید اسی قول کا ہے کہ یہی ان کے حق میں باقی ہے۔ مگر اس عموم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت جمہو علماء کے نزدیک مستثنیٰ ہے یعنی آنحضرتؐ کی قبر کی زیارت سب کو جائز ہے، خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ حضرت مولانا شاہ اسحاق رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ عورتوں کو زیارت قبور ساتھ قول صحیح ترکے مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ کتاب ”مستملی“ میں لکھا ہے کہ ”مستحب ہے زیارت القبور مردوں کو اور مکروہ ہے عورتوں کو اور کتاب مجالس واعظیہ سے ”منظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ میں نقل کیا گیا ہے کہ عورتوں کو حلال نہیں کہ نکلیں طرف مقابر کے، کیونکہ روایت کی گئی ہے ابوہریرہؓ سے: انه عليه الصلوة والسلام لعن زوارات القبور۔ اور ”نصاب الاحتساب“ میں آیا ہے کہ قاضی عیاضؒ سے پوچھا گیا نکلنے عورتوں کے طرف مقابر کے اور اس کی خرابی و قباحت کے متعلق، پس کہا انہوں نے کہ اے سائل مت پوچھ اس کے جواز و فساد سے بلکہ اس گناہ کی مقدار سے پوچھ۔ جو اس کو لاحق ہوتی ہے لعنت سے اور سمجھ لے کہ جب عورت ارادہ کرتی ہے نکلنے کا طرف مقابر کے تو ہوتی ہے بیچ لعنت کے اللہ تعالیٰ اور

ملائکہ کے اور ہر طرف اس کے شیاطین لگ جاتے ہیں اور جب آتی ہے قبر پر لعنت کرتی ہے اس پر روح میت کی، اور جب پھرتی ہوتی ہے بیچ لعنت اللہ تعالیٰ کے یہاں تک کہ واپس پہنچ جاتی ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت گھر میں بیٹھے مردوں کے حق میں دعا کرتی ہے تو اسے حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت سلمانؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد سے نکلے اور اگر گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے اتنے میں سید فاطمہ الزہراءؓ تشریف لے آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی! کہاں سے آرہی ہو؟ عرض کیا فلاں عورت فوت ہو گئی تھی اُن کے گھر گئی تھی، فرمایا حضورؐ نے کیا اس کی قبر پر بھی گئی تھی؟ حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے کہا کہ معاف اللہ! جبکہ ایک چیز کی ممانعت میں نے آپ سے سُنی پھر وہ کام کیسے کر سکتی ہوں؟ پس حضور اکرمؐ نے فرمایا اگر تو اس کی قبر پر جاتی تو نہ پاتی خوشبو جنت کی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ مالا بد مندہ میں لکھتے ہیں کہ زیارت قبور مردوں کو جائز ہے نہ عورتوں کو۔ انتہی

علماء کی ان تحقیقات اور روایات مشتمل بر وعیدات کے پیش نظر آجکل کے پرفتن دور میں جہاں ہر طرف سے مستورات کی عصمت دری کے لیے شیطانی دروازے کھلے ہیں، اس بنا پر فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کے لیے زیارت قبور کے واسطے جانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔  
ھذا ما عندی واللہ اعلم۔

**ایصال ثواب اور تخصیص ایام کے بارے میں چند سوالات** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایصال ثواب کے بارے

- میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی،
- (۱) میت امد زندہ کے لیے قرآن شریف ختم کرنے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور اس میں کھانے وغیرہ پکالنے کو ضروری سمجھنے کا کیا حکم ہے؟
  - (۲) صدقہ اور زندہ پر ختم قرآن شریف کر کے لوگوں کو کھلانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز بعض علماء نے قرآن پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے اور اس کو وہ اجرت کے مسئلہ پر محمول کرتے ہیں، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟
  - (۳) بارہ وفات ۱۲ ذی الحجہ الاول کے دن اکثر لوگ ایک جگہ جمع ہو کر تسلیغ وغیرہ کرتے ہیں اور

اکثر لوگ ان دنوں میں صدقہ و خیرات کو ضروری اور بہتر سمجھ کر بار بار ہویں تاریخ کو نکال دیتے ہیں اور جہاں تبلیغ وغیرہ ہو رہی ہوتی ہے اس میں بڑے بڑے علماء اور خواص و عام، غنی اور فقیر سب موجود ہوتے ہیں اُن میں صدقہ و خیرات کی وہ چیزیں تقسیم کر دیتے ہیں شریعت مطہرہ میں ان افعال کی کیا حیثیت ہے ؟

(۲) ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ میں جو چوڑی روزہ اور خیرات وغیرہ کرنے کا لوگ خصوصی اہتمام کرتے ہیں اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** مذکورہ بالا سوالات کے جوابات ترتیب وار حاضر ہیں ۔

(۲۱) میت اور زندہ کے لیے قرآن مجید کا ختم کرنے میں فرق ضرور ہے اور اس پر اجرت لینے میں بھی تفصیل ہے، چاہے نقدی کی صورت میں ہو یا کھانا وغیرہ کھانے کی صورت میں ہو کتب فقہ کی تصریحات سے واضح ہے، فقہاء کرام نے صاف لکھا ہے کہ قرآن مجید پڑھانے اور تعلیم کی اجرت جائز ہے۔ قدماء حنفیہ منع کرتے تھے مگر متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے بسبب اندیشہ تلف علم کے، علوم دین اور قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا اہل حدیث سے نکلتا ہے، اس میں تو بحث کی کوئی ضرورت نہیں، جبکہ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا حرام ہے، کیونکہ یہ اجرت علی الطاعت ہے، تعلیم کی اجرت تو ضرورہ جائز کی گئی ہے، ایصالِ ثواب میں نہ ضرورت ہے نہ کوئی حرج دین و دنیا کا مقصود ہے، لہذا قرآن پڑھ کر ثواب پہنچانے کی اجرت کسی کے نزدیک بھی حلال نہیں، اگر سانپ یا بچھو کے کاٹے پر پڑھ کر یا کسی دوسرے مریض پر پھونکا جائے جس کو رقیہ کہتے ہیں تو یہ علاج ہے نہ کہ عبادت اور ایصالِ ثواب طاعت ہے مزید تفصیل شامی وغیرہ سے معلوم ہو سکتی ہے، نیز فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ رمضان شریف میں جو قرآن شریف تلاوت کرے اور نوافل میں سنایا جاتا ہے اُس کی اجرت یعنی دینی دونوں حرام ہیں۔ اور فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہیؒ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر حافظ کے دل میں لینے کا خیال نہ تھا اور پھر کسی کچھ دیا تو درست ہے اور جو حسب رواج و عرف دیتے ہیں، حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگرچہ بان سے کچھ نہیں کہتا تو درست نہیں۔

(۳) اس میں شک و شبہ کی ادنیٰ سی بھی گنجائش نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت اور عقیدت عین ایمان ہے اور آپ کی ولادت با سعادت سے لے کر وفات تک زندگی

کے ہر شعبے کے صحیح حالات اور واقعات اور آپ کے اقوال و افعال کو پیش کرنا باعث نزول رحمت خداوندی ہے، اور ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ آپ کی حیات طیبہ کے حالات و واقعات معلوم کرے اور ان کو مشعلِ راہ بتائے۔ سال کے ہر مہینہ میں اور مہینہ کے ہر ہفتہ میں اور ہفتہ کے ہر دن میں اور دن کے ہر گھنٹہ اور ہر منٹ میں کوئی وقت ایسا نہیں کہ جس میں آپ کی زندگی کے حالات بیان کرنے اور سننے ممنوع ہوں، یہ بات محلِ نزاع نہیں ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو متعین کر کے اس میں میلاد منانا، محافل و مجالس منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اس دن کو مخصوص کر کے فقراء اور مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اہل خیر القرون سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو کسی کو اس میں پس و پیش کرنے کا ہرگز حق حاصل نہیں۔ کیونکہ جو کچھ انہوں نے فعلاً یا قولاً کیا وہی دین ہے اور اس کی مخالفت بے دینی ہے۔ تیس سال آپ بعد از نبوت قوم میں زندہ رہے، اور پھر تیس سال خلافت راشدہ کے گزرے ہیں، اور پھر ستر سال تک صحابہ کرامؓ کا دور رہا ہے، کم و بیش دو سو بیس برس تک اتباع تابعین کا دور اور زمانہ تھا، عشق رسولؐ ان میں کامل تھا، محبت ان میں زیادہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور تعظیم ان سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے؟ اگر کوئی ہمت کرے کہ ان سے مذکورہ بالا افعال کا کرنا ثابت کر دے تو چہنیم مارو شن دلِ ماشاء! کسی مسلمان کو اس سے سرِ مو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی خیر القرون سے اس کا ثبوت پیش نہ کر سکے اور تا قیامت نہ کر سکے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ باوجود محرک اور سبب کے یہ مبارک اور کارِ ثواب عمل اس وقت کیوں نہ ہوا اور آج یہ کیسے مبارک اور کارِ ثواب ہوا؟ وہ تمام فوائد و برکات اور منافع اس وقت بھی تھے جن کو آج لوگ بیان کرتے ہیں۔

بمصطفیٰ رِساںِ خولیش را کہ ہمہ اوست اگر بیاؤ نہ رسیدی تمام بولہبی ست

محفل میلاد، مجلس میلاد اور چیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس ذکر و ولادت باسعادت اور چیز ہے، اول بدعت ہے اور ثانی مستحب اور مندوب ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی تحریر فرماتے ہیں: ”نفس ذکر و ولادت مندوب ہے اس میں کراہت قیود کے سبب سے آتی ہے“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱)۔ حضرت گنگوہیؒ مزید لکھتے ہیں: ”نفس ذکر و ولادت خیر و دعاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب ہے مگر سبب انضمام ان قیود کے یہ عین ممنوع ہوگی“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱) اسی طرح علامہ ابن امیر الحاج مالکیؒ نے مدخل میں پوری صراحت اور وضاحت سے اس کی



تردید کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في الشهر الربيع الاقل من المولد وقد احتوى ذلك على بدع ومحرمات الى ان قال وهذه المفاصد مرتبة على فعل المولد اذا عمل بالسمع فان خلا منه وعمل طعماً فقط ونوى به المولد ودعا اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط، لان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولي.

اور امام جلال الدين سيوطی رحمہ اللہ "حسن المقصد فی عمل المولد" میں لکھتے ہیں  
لیس فیہ نص ولكن فیہ قیاس۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمن مغربی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: ان عمل المولد بدعة طریقہ بلہ ولم یفعله رسول الله صلعم والمخلقا والائمة۔

یہ مختصر طور پر مروجہ میلاد کی حقیقت ہے جو آپ پر ظاہر کر دی گئی۔

(۴) آخری چہار شنبہ (ماہ صفر) کی پوری اور خیرات کرنے کا جو لوگ خاص خیال رکھتے ہیں اس کا بھی کچھ ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "صفر کے آخری چہار شنبہ کو اکثر عوام خوشی و سرور اور اطعام الطعام کرتے ہیں، شرعاً اس باب میں کچھ ثبوت نہیں ہے، جہلاً کی باتیں ہیں" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۰)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ "امداد المفتین" میں لکھتے ہیں: "یہ بات بالکل بے اصل ہے اور غلط ہے بلکہ حدیث میں ماہ صفر کا کوئی خاص اہتمام کرنے کی مخالفت وارد ہے، قال علیہ السلام لا هامة ولا صفر (الحديث) مسلمان کا بڑا کام اور سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے اور اتباع کرنے میں اس کو اچھی طرح علماء سے تحقیق کرنی چاہیے کہ یہ فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں، سنی سنائی باتوں سے اتباع کرنا گناہ ہے۔ (امداد المفتین ص ۱۰۰)

اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "فتاویٰ عزیزیہ" میں لکھا ہے کہ: "اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے اور یہ بدعت ہے"

فقط والله اعلم

**اپریل فول منانے کا حکم | سوال :-** جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک !

کئی دنوں سے اپریل فول کے حوالے سے ایک سوال ذہن میں ابھر رہا ہے کہ ملک عزیز پاکستان میں ہر سال یکم اپریل کو لوگ بلا وجہ ایک دوسرے کے گھروں اور دوکانوں وغیرہ پر بھوٹی حادثاتی خبریں پہنچاتے ہیں جنہیں سُکر بعض کمزور دل والوں کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے، اور بعض لوگوں کا مالی نقصان بھی ہوتا ہے، کئی لوگ بیمار بھی پڑ جاتے ہیں اس فعل کو لوگ اپریل فول کہتے ہیں (یعنی لوگوں کو بلا وجہ مصیبت میں مبتلا کر کے خود خوش ہونا) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت میں اس مذموم فعل (اپریل فول) کی کیا حیثیت ہے؟ کیا اس کو بنیاد بنا کر لوگوں کا جانی و مالی نقصان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اسلامی نظام ایک ایسا نظام ہے جس میں دھوکا، فریب اور دوسرے لوگوں کا بلا وجہ نقصان کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے اور نہ اسلامی تعلیمات میں کسی کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کا اپریل فول وغیرہ جیسی فضول رسم کا سہارا لیکر جانی و مالی نقصان کر کے خوش ہوتا پھرے جبکہ اسلامی نظام نے تو ہر ایک (مسلم اور غیر مسلم ذمی) کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا درس دیا ہے اور کسی کو بلا وجہ دکھ اور تکلیف دینا حرام قرار دیا ہے، کاضرر و کاضرار فی الاسلام۔ (الحديث)

اسلام نے دوسروں سے بھوٹ بولنے کو بھی حرام قرار دیا ہے بلکہ بھوٹ کو منافق کی نشانیوں میں سے شمار کیا ہے۔ اية المتافق ثلاثة اذا حدث كذب اذا قمن خان واذا وعد اخلف (ارشاد) اور غیر کے جان و مال کے تحفظ کے لیے واضح قانون جاری فرمایا: من قال لا اله الا الله عصى مني دماره وامواله الا بحقه (الحديث)

خلاصہ یہ کہ لوگوں کے نفوس (جانوں) اور اموال کا جتنا تحفظ اسلامی قانون میں ہے دنیا کے کسی اور قانون میں نہیں۔ آج کل بلکہ زمانہ قدیم سے ہر سال یکم اپریل کو بھو فول منایا جاتا ہے اس میں مذکورہ بالا تمام خرابیاں موجود ہیں جس کی وجہ سے شرعاً اس (فول) کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان خرابیوں کے علاوہ اپریل فول میں صنم پرستی کا توہم بھی موجود ہے اور یہودیوں کے ساتھ توہین رسالت میں مشابہت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمسخر جیسے قبیح امور بھی شامل ہیں۔ اس لیے کہ تاریخ میں اس فول کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تین قسم کے اقوال پائے جاتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی عیسوی سے پہلے سال کا آغاز

یکم جنوری کے بجائے یکم اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس چینیے کو رومی لوگ اپنی دیوی وینس کی  
کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یونانی زبان میں APHRO DITE  
کیا جاتا تھا اور شاید اسی یونانی نام سے مشتق کر کے چینیے کا نام اپریل رکھ دیا گیا ہے۔

(برٹانیکا، پندرہواں ایڈیشن جلد ۸ ص ۲۹۲ بحوالہ ذکر و فکر ص ۶۷)

اس لحاظ سے منم پرستی کا توہم اس (اپریل فول) میں پایا جاتا ہے، اس لیے مسلمانوں کو  
ان توہمات سے بھی دور رہنے کی اشد ضرورت ہے۔

بعض نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ۲۱ مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہو جاتی  
ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ  
مذاق کر کے ہمیں بیوقوف بنا رہی ہے، لہذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے  
کو بیوقوف بنانا شروع کر دیا۔ (برٹانیکا ج ۱ ص ۲۹۶ بحوالہ ذکر و فکر ص ۶۷)

تاریخ کے اس حوالہ سے (نعموز باللہ) قدرت سے انتقام لینا مستفاد ہوتا ہے جو  
صریح کفر ہے۔

ایک وجہ یہ بھی لکھی گئی ہے کہ یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں یہودیوں اور رومیوں  
کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا، موجودہ نام نہاد  
اور مخرف انجیلوں میں بھی اس واقعہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، لوقا کی انجیل کے الفاظ  
یہ ہیں کہ:-

”اور جو آدمی اُسے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) گرفتار کئے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھے  
میں اڑاتے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس کے منہ پر ٹاپچے مارتے تھے  
اور اس سے یہ کہہ کر پوچھتے تھے کہ نبوت (الہام) سے بتا کہ کس نے تجھ کو مارا؟ اور طعنے مارا کہ  
بہت سی اور باتیں اس کے خلاف کہیں“۔ (لوقا ۲۲: ۶۳-۶۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی اس شرمناک اور توہین رسالت پر مبنی واقعہ کی یاد میں  
اپریل فول مناتے ہیں۔ اور بعض محققین کا کہنا ہے کہ اس دن سپین سے اسلامی خلافت کا مکمل طور  
پر خاتمہ ہوا تھا جس کی خوشی میں عیسائی یہ دن مناتے ہیں اور اس دن ان کو مکمل آزادی ہوتی ہے۔  
اس لیے مسلمانوں کو اس قسم کے بیہودہ اور اسلامی تعلیمات کے مخالف تہوار نہیں منانا چاہیے اگر کسی نے  
اس قسم کا تہوار منا کر دوسروں کا جانی یا مالی نقصان کیا تو وہ عند اللہ اور عند الناس مجرم ہے اور اسلامی حکومت  
کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شخص کو سخت سزا دے۔ (واللہ اعلم)

**بسنت کا تہوار منانا جائز نہیں** | **سوال:** جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ بلک عزیز پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں خصوصاً اہلیان لاہور موسم بہار کی آمد کے موقع پر ایک موسمی تہوار بسنت کے نام سے بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں، امسال تو سرکاری سطح پر اس تہوار کو منانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے تہوار منانا شریعت مقدسہ کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:**۔ خوشی کا کوئی بھی تہوار جس میں کسی غیر شرعی قباحت کا ارتکاب نہ ہو رہا ہو اور نہ کسی غیر اسلامی مذہب کا جزم ہو تو صرف اظہار مسرت کی حد تک منانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں خود اسلام میں عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کو تہوار کے طور پر منانے کا حکم موجود ہے مگر جس تہوار کا کسی غیر اسلامی مذہب سے تعلق ہو مسلمانوں کو ان تہواروں سے من تشبہ بقوم فہو منہم (الحديث) کی بناء پر منع کیا گیا ہے۔ بسنت کا تہوار منانے میں دیگر خرمات کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ یہ علت بھی موجود ہے کہ ہندوؤں کا مذہبی تہوار ہے۔ مشہور محقق اور مسلم سائنسدان علامہ ابوسعید بن ابی شیبہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”کتاب الہند“ میں بسنت کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”اسی مہینہ میں استوار یعنی ہوتا ہے جس کا نام بسنت ہے“ اس کے حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھلاتے ہیں، دیوتاؤں کی نذر چڑھاتے ہیں۔

(کتاب الہند باب ۷۶ ص ۳۶)

اس دن کو تہوار منانے کی حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کے سبزے کی دیوی کو کسی اغواء کیا تھا اور اغوا کار اس کو زیر زمین لے گیا تھا، اس دیوی کا عاشق اُسے تلاش کرتا رہا اور تین ماہ کی مسلسل کوشش کے بعد دیوی کو رہا کرانے میں کامیاب ہو گیا، دیوی کے رہا ہونے کے بعد دوبارہ ہریالی شروع ہو گئی، اس لیے ہندو اس کی رہائی اور ہریالی دوبارہ شروع ہونے کی خوشی میں اس دن کو بسنت کے نام سے مناتے ہیں۔

اس کے برعکس پاکستان کے اکثر شہروں خصوصاً لاہور میں اس دن (بسنت) کو زیادہ زور و شور کے ساتھ منانے میں ایک اور علت بھی شامل ہے جس کی وجہ سے بھارت میں بسنت کی کہانی ہر سکول میں پڑھائی جاتی ہے، وہ کہانی کچھ یوں ہے کہ مغل دور حکومت میں لاہور میں حقیقت رائے نامی ایک ہندو طالب علم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے



شانِ اقدس میں دشنام طرازی کی، قاضی وقت نے اس کو پھانسی کی سزا سنائی، چنانچہ لاہور ہی کے علاقہ گھوڑے شاہ میں واقع سکھ نیشنل کالج کی گراؤ میں "حقیقت رائے" کو پھانسی دیدی گئی۔ ہندوؤں نے اس کو ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت دے کر خوشی کے طور پر بسنت کے نام سے منانا شروع کر دیا کہ ان کے ایک نوجوان نے اپنے مذہب کے لیے اتنی قربانی دی کہ پھانسی کی سزا سے بچنے کے لیے اسلام قبول کرنے کی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

لہذا ان حقائق اور واقعات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بسنت کو فحش موسمی تہوار نہیں بلکہ یہ ہندوؤں کا مذہبی تہوار ہے، مسلمانوں کے لیے اس تہوار کو منانا اور اس میں شرکت کرنا جائز اور صحیح نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حکومت اس تہوار کو سرکاری طور پر منانے کا جوارادہ رکھتی ہے شرعاً صحیح نہیں کہ یہ نہ صرف غیرت ایمانی کا تقاضا ہے بلکہ اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ بسنت سمیت دیگر تمام غیر اسلامی تہواروں پر فوراً پابندی لگا دے تاکہ اس سے غیر مسلموں کی حوصلہ افزائی نہ ہو۔





قَالَ اللَّهُ لَكَ يَا فِرْعَوْنُ مَلْنِي  
 وَمِنْكَ الْكَذِبُ وَفِرْعَوْنُ الْعَلْبُ

## کتاب العلم (علم کے احکام و مسائل)

**لاؤڈ سپیکر پر درس قرآن دینے کا حکم** | سوال :- لائڈ سپیکر پر تلاوت قرآن،  
نعت خوانی یا قرآن مجید کا درس دینا بعض  
اوقات مخلوق خدا کی ایذا رسانی کا باعث بن جاتا ہے، کیا اس طرح لائڈ سپیکر کا استعمال  
شرعاً جائز ہے؟

**الجواب :-** قرآن مجید کا درس دینا، تلاوت کرنا اور نعت خوانی وغیرہ خواہ لائڈ سپیکر  
سے ہو یا اس کے بغیر، کارِ خیر اور موجبِ اجر و ثواب ہے تاہم اگر اس سے خلق خدا کو ایذا پہنچتی  
ہو اور قرآن کی بے حرمتی ہوتی ہو تو ایسا کرنا مکروہ اور گناہ کا سبب ہے۔

لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: وعلى هذا الوقراء على السطح في  
الليل جهراً والناس ينامون يا ثم اي فالانتم على القاري. (خلاصة الفتاوى ج ۱ فصل في القراءة)  
**قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کی حفاظت کا طریقہ** | سوال :- قرآن کریم اور دیگر اسلامی  
کتبوں کے بوسیدہ اوراق کو جلانا جائز

ہے یا نہیں؟ اگر جلانا جائز نہیں تو ایسے اوراق کی حفاظت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟  
**الجواب :-** قرآن کریم اور دیگر دینی کتابوں کا ادب و احترام ہر مسلمان کی دینی  
ذمہ داری ہے، چونکہ ان کے بوسیدہ اوراق جلانے میں سودا ادب ہے اس لیے  
قرآن کریم اور دیگر دینی کتب کے بوسیدہ اوراق کو کسی محفوظ مقام پر دفن کر دیا جائے یا پھر  
دریا برد کر دیا جائے تو بہتر ہے، جلانا شرعاً مناسب نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: المصحف اذا صار خلقاً وتعذر القراءة منه لا

لما قال العلامة ابن الہمام: وعلى هذا الوقراء على السطح في الليل جهراً  
والناس ينامون يا ثم۔ (فتح القدير ج ۱ ص ۲۹۸ کتاب الصلوة فصل في صفة الصلوة)  
ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الصلوة۔ فصل في صفة الصلوة۔



يعرق بالنار اليه اشار محمد وبه ناخذ ولا يكره دفنه وينبغي ان تلف بخرقة طاهرة ويلحد له - (رد المحتار ج ۶ ص ۲۲۲) كتاب الخطر والاباحة - فصل في البيع - له

**کسب معاش کے لیے تدریس کو چھوڑنا** | سوال :- اگر کسی شخص کا گزارہ تدریس کی تنخواہ پر مشکل ہو تو کیا ایک عالم دین تدریس کو چھوڑ کر دنیوی کاروبار شروع کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- تنخواہ پر گزارہ نہ ہونا ایک مبہم حقیقت ہے، ایسی صورت میں اپنی ضرورت پر نظر ثانی کر کے اخراجات کو محدود کرنا چاہیئے اور غیر ضروری اخراجات سے اجتناب کرنا بہتر ہے تاکہ تدریس جیسی مقدس عبادت سے تعلق منقطع نہ ہو، تاہم اگر اہل و عیال کا نان و نفقہ تدریس کی تنخواہ سے پورا نہ ہونا مشکل ہو اور جزوی اوقات میں متبادل ذرائع آمدن کا اختیار کرنا ممکن نہ ہو تو پھر نفقہ کی تلاش میں تدریس کو چھوڑ دینا ناجائز نہیں ہے اس لیے کہ تدریس فرض کفایہ ہے اور اہل و عیال کے نفقہ کا بندوبست کرنا فرض عین ہے۔

ما قال الله تعالى: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورة التوبة آیت ۱۲۲) -

**لڑکیوں کے لیے عصری تعلیم کا حکم** | سوال :- عصر حاضر میں لڑکیوں کے لیے سکول کالج میں تعلیم حاصل کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب :- مستورات کی تعلیم و تعلم کے بارے میں شریعت مقدسہ کی رائے مثبت

لما في الهندية، والمصحف اذا صار خلقاً لا يقرأ منه ويتعاف ان يضع يجعل في خرقة ويدفن ودفنه أولى من وضعه موضعاً يخاف ان يقع عليه النجاسة او نحو ذلك ويلحد له -

والفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۲۲ الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف

لما قال العلامة جلال الدين السيوطي، قوله تعالى (وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً - الآية) فيها ان الجهاد فرض كفاية وان الفقه في الدين وتعليم الجهال كذلك - (الاكيل في استنباط التنزيل ص ۱۲۳ سورة التوبة)

ہے بشرطیکہ حدود اللہ کی رعایت ہو۔ تاہم عصرِ حاضر میں پردہ وغیرہ کے فقدان کی بناء پر خواتین کا سکول و کالج میں تعلیم حاصل کرنا بے شمار مفاسد کے لیے راہ ہموار کرنے کا ذریعہ ہے، البتہ اگر بچیوں کو مستقل طور پر مستورات ہی کے ذریعہ تعلیم دی جائے اور مفاسد کا انسداد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ما قال الشيخ المحدث علي بن سلطان محمد القاري: تحت قول النبي صلى الله عليه وسلم لا تعلمين هذه رقية النملة لما علمتها الكتابة (قال الخطابي فيه دليل على ان تعلم النساء الكتابة غير مكروه قلت محتمل ان يكون جائزاً للسلف دون الخلف لفساد النسوان في هذا الزمان - رمرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۸ باب الرقية) سوال :- ایک بچے کی عمر دس سال تعلیم و تہذیب سکھانے کے لیے کمسن بچے کو سزا دینا اس لیے لیکن تعلیم و تہذیب سکھانے میں اس کا جی نہیں لگتا، وقت ضائع کرنے کا عادی ہے، کیا ایسے بچے کو مارنا زجرًا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعت مقدسہ نے اپنی اور اہل و عیال کو تعلیم و تہذیب سکھانے کی ترغیب دلائی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تم خود بھی جہنم کی آگ سے بچو اور اپنے اہل و عیال کو بھی بچاؤ، اور یہ تب ہو گا جب بچوں کو تعلیم و تہذیب اور ادب سکھایا جائے اور ظاہر ہے کہ تعلیم و تعلیم کے لیے بعض اوقات بچوں پر سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔ لہذا صورتِ مشولہ کے مطابق اگر اس بچے کا تعلیم میں جی نہیں لگتا اور وقت ضائع کرتا ہے تو زجرًا اس کو سزا دینا مرخص ہے بلکہ اس میں ثواب کی بھی امید ہے، تاہم سزا میں اتنا مبالغہ نہ ہو کہ جسمانی نقصان یا دل شکنی کا ذریعہ بن جائے۔

لے رواہ اکامام محمد بن اسعیل البخاری: عن ابی سعید الخدری قال قال النسا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبنا علیک الرجل فاجعل لنا یوماً من نفسک فوعدهن یوماً لقیہن فیہ فوعظہن وامرہن الخ۔ (المصیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۶ باب یجعل للنسا یوماً علیحدۃ فی العلم) ومثله فی سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۸۶ باب فی الرقی۔

لما قال الله تبارك وتعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔

(پارہ ۲۸ سورۃ التحریم آیت ۷) لہ

**استاد کا شاگرد کو سزا دینا** | سوال :- کیا استاد کے لیے تعلیم و ادب کے واسطے اپنے شاگرد کو مارنا (سزا دینا) جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** استاد کا اپنے شاگرد کو مارنے (سزا دینے) کا حق حاصل ہے کیونکہ اہل خانہ نے تعلیم و تادیب کے واسطے بچے کو استاد کے حوالہ کیا ہوتا ہے، لیکن استاد کو سزا دینے میں اتنا مبالغہ نہیں کرنا چاہیے کہ شاگرد کو جسمانی نقصان پہنچے یا استاد کی سختی کی وجہ سے بچہ تعلیمی میدان ہی چھوڑ دے بلکہ شاگرد کی اصلاح کے لیے استاد اسے معمولی سزا دے سکتا ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: ولو امر غيره بضرب عبده حل للمامور بضربه بخلاف الحق قال فلهذا انتصيص على عدم جواز ضرب الولد بامر به بخلاف المعلم لان المامور يضربه نيابة عن الاب لمصلحة. (رد المحتار ج ۳ ص ۹۳ باب التعزير)

**دینی علوم کے طالب علم کے نفقہ کا حکم** | سوال :- ایک طالب علم دینی مدرسہ میں دینی علم حاصل کر رہا ہے اور اس کا باپ غنی

ہے، ضعیف بھی نہیں، تو کیا والد پر اس بچے کی ضروریات پورا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** دین کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت کی ذمہ داری ہے تاکہ وہ اپنی ضروریات دین سے واقف ہو کر صحیح طریقے سے اپنی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکے، جو انسان دینی علم کے حاصل کرنے کے لیے نکلا ہو اور صحیح معنوں میں علم حاصل کر رہا ہو اور

لہ قال العلامة الحسکفی، وفي القنية له اكره طفله على تعليم قرآن وادب وعلم لفريضة على الوالدین۔ (الدر المنثور على صدر رد المحتار ج ۴ ص ۱۰۰ باب التعزير)

ومثله في الاحكام الصغار على هامش جامع الفصولین ج ۱ مطلب ليس للمعلم ان يضرب۔  
لہ قال العلامة محمد بن محمود الاستروشنی، بلغ القبی عشر سنین يضرب لاجل الصلوة (بحد فیسیر) وكذا المعلم ليس له ان يجوز الثلاث۔

(احکام الصغار علی هامش جامع الفصولین ج ۱ مطلب ليس للمعلم ان يضرب)

وقت ضائع نہیں کرتا ہو تو ایسے طالب علم کے والد پر اس کی جملہ ضروریات پوری کرنا ضروری ہے۔  
 لما قال العلامة ابن عابدین: وكذا اطلبة العلم اذا كانوا عاجزين عن الكسب  
 لا يهتدون اليه لا تسقط نفقاتهم من آباءهم اذا كانوا مشغولين بالعلوم الشرعية۔  
 (تنقيح الفتاوى حامدية ج ۱ ص ۷۷)

**علماء دین کی توہین کرنا** | سوال :- ایک شخص جو کہ بڑا بد زبان اور بد اخلاق ہے بغیر  
 کسی سبب و جرم کے علماء دین کی توہین کرتا ہے اور ان کو  
 حقارت کی نگاہ سے دیکھتا اور گالیاں بھی دیتا ہے، تو اس شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟  
 الجواب :- اللہ تعالیٰ کے ہاں علماء دین کا بہت بڑا مقام ہے، ارشاد باری تعالیٰ  
 ہے: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ سورة الزمر آیت ۹ یعنی عالم  
 اور جاہل دونوں برابر نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کرام کو انبیاء علیہم السلام کا  
 وارث قرار دیا ہے۔ قرآن اور حدیث سے عالم کا مقام نمایاں ہے اور ایک عالم دین  
 سے بلا وجہ بغض و حسد رکھنا بقیئاً بہت بڑا جرم ہے۔ اگر کوئی بلا کسی دنیوی و آخری  
 سبب کے کسی عالم کی توہین کرتا ہو اور اسے گالیاں دیتا ہو تو ملام علی قاریؒ اور دیگر علماء  
 کے نزدیک اس کی یہ حرکت موجب کفر ہے، اور اگر کسی دنیوی وجوہات سے توہین کرتا  
 ہو تو گنہگار اور فاسق ہے۔

قال العلامة ملا علی القاری: من ابغض عالماً من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر قلت  
 الظاہر انہ یکفر لانه اذا ابغض عالماً من غیر سبب دنیوی و آخری فیکون بغضه لعلم الشیعة ولا  
 شک فی کفر من انکر فضلاً عن ابغضه۔ (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۷۳)

۱۔ لما فی الہندیۃ: وكذا اطلبة العلم اذا كانوا عاجزين عن الكسب لا يهتدون  
 اليه لا تسقط نفقاتهم عن آباءهم اذا كانوا مشغولين بالعلوم الشرعية۔  
 (الفتاوى الہندیۃ ج ۱ ص ۵۶۳ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد۔  
 کتاب الطلاق)

۲۔ قال العلامة طاهر عبد الرشید البخاری: من ابغض عالماً من غیر سبب ظاہر خیف  
 علیہ الکفر۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الفاظ الکفر)



**ہر سال بلا وجہ مدرسہ تبدیل کرنا** | سوال :- دینی مدارس کے بعض طالب علموں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر سال بلکہ سال میں دو تین مدرسے بدلتے ہیں جبکہ پہلے والے مدرسے میں ان کو ہر قسم کا آرام و راحت ملتا ہے، آب و ہوا وغیرہ بھی موافق ہوتی ہے، اسباق بھی بہت اچھے ہوتے ہیں، اساتذہ بھی بڑے شفیق اور مہربان ہوتے ہیں اس سب کچھ کے باوجود مدارس کی تبدیلی کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس کی وجہ سے مدارس پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور ان کی ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے، شریعت مطہرہ کا اس بارہ میں کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** تمام تر سہولیات کے باوجود مدرسہ تبدیل کرنا نعمت خداوندی کی ناشکری ہے جو شرعاً جائز نہیں اس لیے بلا عذر شرعی اس سے اجتناب کیا جائے، جن صلباء کی یہ عادت ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے مدارس دینیہ متاثر ہوتے ہوں وہ عند اللہ مسئول ہوں گے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: لَيْتُ شَكَرْتُ تَحْرُلَا زَيْدًا نَكْرًا وَلَيْتُ كَفَرْتُ تَحْرُلَا عَذَابُ لَشَدِيدٌ۔ (سورة ابراهيم آیت ۷)

**مال حرام کو صدقہ کرنا موجب ثواب ہے یا نہیں؟ تعارض کا حل** | سوال :- جناب مفتی صاحب! بعض کتابوں کے مطالعہ سے ایک اشکال ذہن میں آیا ہے کہ حرام مال کو صدقہ کرنا بھی حرام ہے اور ظاہر ہے کہ معصیت کے کاموں پر کوئی اجر و ثواب نہیں ہوتا جبکہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حرام مال کو صدقہ کرنا موجب اجر و ثواب ہے۔ تعارض کا کیا حل ہوگا؟

**الجواب :-** حرام مال کو ثواب کی نیت سے صدقہ کرنا معصیت اور گناہ ہے جبکہ بلا نیت ثواب صدقہ کرنا اشباع علیہ السلام کی تعمیل ہے جو موجب اجر و ثواب ہے، لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں، جن کتابوں میں معصیت لکھا ہے تو صدق مال حرام بہ نیت ثواب مراد ہے اور جن میں اجر و ثواب کا قول پایا جاتا ہے اس سے مراد بلا نیت اجر و ثواب حرام مال کو صدقہ کرنا ہے۔

لما قال العلامة النور شاہ الکشمیری :- اقول في دفع التعارض ان ههنا شيان احدهما اتيما امر الشارع والثواب عليه والثاني التصديق بالخيث والرجاء من نفس المال بدون لحاظ رجاء الثواب من امتثال الشارع فالثواب انما يكون على اتيما امر الشارع واما رجاء الثواب من نفس المال فهو حرام۔ (عروة الشاذلي على الجامع الترمذي ج ۱ ص ۱۸۱ باب ما جاء في فضل الطهور)

## فیض الباری کی ایک عبارت پر اشکال کا ازالہ | سوال: بخد مت محترم القام حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔ جناب والا فیض الباری جلد ۳ ص ۳۹۵ کی اس عبارت کا مطلب آپ سے سمجھنا چاہتا ہوں، امید ہے آپ ضرور راہنمائی فرمائیں گے۔

واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب ذهب جماعة ان التحریف فی الکتب المتماویة قد وقع بكل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعاً وهو الذی مال الیہ ابن حزم وذهب جماعة الی ان التحریف قلیل ولعل الحافظ ابن تیمیۃ جنح الیہ وذهب جماعة الی انکار التحریف اللفظی رأساً فالتحریف عندهم کله معنوی قلت یلزم علی هذا المذهب ان یکون القرآن ایضاً محرفاً فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیہ ایضاً والذی تحقق عندي ان التحریف لفظی ایضاً اما انه عن عمد منهم او لمخلطة فالله تعالی اعلم۔

مخطوطہ (خط کشیدہ) عبارت پڑھ کر سرچکا گیا۔ ایک طرف محفوظیت قرآن کریم کا بنیادی اور قطعی یا ضروری عقیدہ وانا لہ الحافظون کے ماتحت قدیماً وحدثاً مفسرین کا ایک ایک حرف بلکہ زیر و بریک کی حفاظت کی تصریح۔۔۔ امام ابن حزمؒ کی الملل والنحل جلد ۲ ص ۲۸۱ کا یہ ارشاد۔۔۔ ثم مات ابو بکرؓ وولی عمرؓ۔۔۔ ان لم یکن عند المسلمین اذ مات عمرؓ مائة الف مصحف من مصر الی العراق الی الشام الی الیمن فما بین ذلك فلم یکن اقل ثم ولی عثمانؓ فزادت الفتوح فلو رام احد احصاء مصاحف اهل الاسلام ما قدر۔۔۔ واعلموا انه لو رام احد ان یزید فی شعر النابغة او شعر ذر کلمة او ینقص اخرى ما قدر لانه کان یفتتح الوقت وتخالفه النسخ المبتوثة فکیف القرآن فی المصاحف وهی من آخر الاندلس وبلاد البربر وبلاد السودان الی آخر السنن وکابل وخراسان والترك والصقالیة وبلاد الهند فما بین ذلك فظهر حق الرافضة ومجاهراتها بالکذب الخ وقبل ذلك فی مک واما قولهم فی دعوی الروافض تبديل القرات فان الروافض ليسوا من المسلمين۔

اور علامہ خفاجیؒ اور خود قاضی عیاضؒ کی "شفادہ" اور "نسیم الریاض" کے اس فرمان (ج ۳ ص ۵۵۳) نسیم الریاض) وكذلك كما كفونا هذا تكفر من انكر القرآن كله او انكر حرفاً منه او كلمة او غير شيئاً منه یا بدل او زیادة او نقص فیہ کلاماً لیس منه اور اس سے قبل والمذاہب

فی ذلک المعلوم من الدین بالنص ورة والمنکر بعد البعث وصحیة المسلمین کافر  
بالاتفاق ولا یعذر بقوله لا ادری الخ

بہر حال یہ اور اس جیسی بیسیوں بلکہ اس سے بھی زیادہ تصریحات کے باوجود جو ہم سب  
طالب علموں کو معلوم ہیں، حضرت شاہ صاحب کے الفاظ بالا مخططہ کا مقصد کیا ہے؟ — خدا  
کے یہ میری نا سمجھی کا کٹھنہ ہو، اور آپ کوئی ایسی تسلی بخش توجیہ سے سرفراز فرمادیں کہ اطمینان  
قلبی کی دولت حاصل ہو جائے۔ نہ جانے میری فہم و عقل کو کیا ہو گیا کہ اس سے سخت پریشان  
ہوں اور بار بار بِنَبَاتٍ لَا تُغِثُ قُلُوبَنَا کی دعا کر رہا ہوں۔ دو چار شخصیتیں جن سے اُن کے  
روحانی اثرات کی اُمید بندھی ہوئی ہے، سے اپنا دکھ عرض کر رہا ہوں جن میں آنجناب سے  
خصوصی طور پر پُر امید ہوں، اس وقت صرف آپ ہی کو عریضہ بھیج رہا ہوں اُمید ہے جلد تردستی  
فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ مجھے خود حاضر ہو کر تشفی حاصل کر لینی چاہیے تھی مگر دوں ہمتی مانع  
ہے۔ اگر ان الفاظ کے ہی ظاہری معنی مراد ہیں جو میں سمجھ رہا ہوں کہ قرآن پاک میں نفی تحریف  
موجود ہے (العیاذ باللہ) کیونکہ نہ توفیق کامر جمع کتب سماویہ سابقہ بن سکتی ہیں اور اسے قیہا  
کر کے کاتب کے سر ڈالا جائے، تو اما انہ عن محمد منهم اولم غلطہ۔ اس سے مانع ہے کیونکہ  
ان کفار کی تحریف تو یقیناً من محمد تھی۔ لقولہ تعالیٰ تَلْسُونُ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْمُونَ  
الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورۃ البقرۃ آیت ۷۸)

تو بہر حال کیا کسی مسلمان نے تحریف کا ارتکاب کیا ہے؟ (والعیاذ باللہ) اگر ایسا ہے تو بقول شفاء  
ان هذا المنکر اذا جود علی جمیع الامۃ الوهم والغلط منا نقلوه۔۔۔ دخل ائمة انہ فی  
جمیع الشریعة اذہم التاقلون لیا وللقرآن وانحلت عربی الدین۔ (نیم الریاض ص ۳۷)  
اور اگر معاذ اللہ بات یہی ہے جو ظاہر الفاظ سے سمجھی جا رہی ہے تو حاسدین اور اعدا دیوبندیوں  
نے آج تک ان اکابر کے خلاف ان الفاظ کو اچھا لایوں نہیں؟

اللہم فلا تکلنا الی انفسنا طرقة عین ولا الی احد من خلقک ولا اقل من ذلک  
واصلح لنا شاتنا کلمہ بجاہ نبیک المصطفیٰ وجیبک المرتضیٰ علیہ وعلى  
الہ واصحابہ من الصلوٰۃ اکملہا ومن التسلیمات افضلہا۔

ناکارہ : عبد الکریم غفرلہ والوالدیہ از نجم المدارس کلاچی

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ / ۲۸ دسمبر ۱۹۹۱ء

دریں کتاب پریشان چوبینی از ترتیب

عجب مدار کہ چوں حال من پریشان است

حضرت شاہ صاحبؒ کا تفرّد اسے نہیں کہا جاسکتا کیونکہ قطعیات یا ضروریات میں تفرّد کے کیا معنی؟ اگر ان الفاظ کو کہا جائے تو اس کے خلاف حضرتؒ کی کوئی صریح عبارت موجود ہو تو اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ تسلی ہو جائے؟

جواب از حضرت العلامة مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ

محترم المقام جناب قاضی صاحب دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اما بعد! پس جب آپ نے مجھ جیسے کم علم اور کم عمر پر اعتماد کیا ہے تو اس بنا پر اس اشکال کے ازالہ کے متعلق عرض ہے کہ میں نے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ محریف حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن صاحب کالمپوریؒ سے سنا ہے کہ ”فیض الباری“ ہمارے شیخؒ کی امالی ہے اور باوجود سعی بلیغ کے اس میں بہت سی تین غلطیاں ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل ارفع سماء عمر کے متعلق اور قرض میں حوالہ کی عدم صحت کے متعلق وغیرہ۔ تو ان امالی کے تفرّدات میں غور سے کام لینا ضروری ہے۔

اس تحریف والی عبارت کے متعلق سال کے ابتداء میں ایک سوال آیا تھا، اس کا جواب یہ لکھا گیا تھا کہ شاہ صاحبؒ نے کتب سماویہ (سابقہ) کے متعلق دو مذہب ذکر کیے ہیں۔ اول یہ کہ ان میں تحریف لفظی اور معنوی دونوں قسم متحقق ہوتے ہیں۔ دوم یہ کہ ان میں تحریف لفظی واقع نہیں ہوئی ہے ان میں صرف تحریف معنوی متحقق ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ اس دوسرے مذہب پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ قرآن مجید بھی مخرف ہے کیونکہ اس میں بھی تحریف معنوی واقع ہوئی ہے حالانکہ قرآن مجید محفوظ ہے۔ اور اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ مذہب اول کو ترجیح دیتے ہیں کہ کتب سماویہ میں تحریف لفظی بھی واقع ہوئی ہے، صرف مترجم نے مؤنث کی جگہ مذکر کی ضمیر لایا ہے وحق العبارة، ”والذی تحقق عندی ان التعریف فیہا لفظی ایضاً“ الخ هو الموفق (محمد فرید عفی عنہ)

جواب از حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب مدظلہ العالی

آپ نے فیض الباری کی جس عبارت کی نشاندہی فرمائی ہے اس کے علاوہ بھی بعض دیگر عبارتیں مورد اعتراض ہیں، مثلاً۔



(۱) واما رفعہ فكان على ثمانين سنة - وصححه الحافظ في الاصابة وهو الذي رجع اليه السيوطي في مرقاة الصعود - وفيض الباري ج ۳ ص ۲۶۳ كتاب البيوع . بابتل الخنزير بجذوة الاصابة في تميز الصعابة كى عبارت ملا نظر كيجي ، واختلف في عمره منذ ولد الى ان رفع فقيل ثلاث وثمانون سنة وهذا شهر وقيل اربع و ثلاثون وفي مرسل سعيد بن المسيب انه عاش ثمانين ذكره من رواية علي بن زيد عنه وهو ضعيف وفي مستدرک الحاكم عن فاطمة رضى الله تعالى عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم اخبرها ان عيسى عاش مائة وعشرين سنة في حديث ذكره - (الاصابة في تميز الصعابة ج ۳ ص ۵۲ حرف العين ۶۱۲۹)

العلامة الشيخ سليمان الجمل فرماتے ہیں : ففي زاد المعاد ما يذكر ان عيسى رفع وهو ابن ثلاث و ثلاثين سنة لا يعرف به اثر متصل يجب المصير اليه قال الشامي وهو كما قال فان ذلك انما يروى عن النصاري والمصرح في الاحاديث النبوية انه انما رفع وهو ابن مائة وعشرين سنة ثم قال اي الزرقاني مهمة . وقع للحافظ جلال الدين السيوطي في تكملة تفسير المحلى وشرح النقاية وغيرهما من كتبه الجزم بان عيسى رفع وهو ابن ثلاث و ثلاثين سنة ويمكث بعد نزوله سبع سنين وما زالت التعجب منه مع مرید حفظه واتفاقه وجمعه المعقول والمنقول حتى رايته في مرقاة الصعود رجوع عن ذلك . (الفتوحات الالهية ج ۱ ص ۲۸ سورة البقرة)

(۲) فيض الباري ج ۳ ص ۲۸۳ كتاب الكفالة میں ہے : وكذا الاتصم الكفالة في القرض لانه من باب الاعتماد الخ - حالانکہ فقہاء کرام کفارہ فی القرض کو صحیح بتا رہے ہیں - شہرح التثویر میں ہے : قلت ومن حیل تا بحیل القرض کفالتہ مؤجلاً یتاخر عن الاصيل لان الذین واحد - وفي رد المحتار ر قوله لان الذین واحد ای فاذا تاخر عن الکفیل لزم تاخیرہ عن الاصيل ایضاً اذ ثبت ضمناً ما یمتنع قصداً کبيع الشرب والطریق كما فی البحر عن تلخیص الجامع لکن فی النہر عن السراج قال ابویوسف اذا اقرض رجل رجلاً ما لا فکقل به رجل عنه الى وقت کان علی الکفیل الى وقته وعلی المستقرض حالاً الى قوله وحاصله ان الجمهور على انه

یتاجل علی الکفیل دون الاصل ویدہ افقی العلامة قارئ الہدایۃ وغیرہ (رج ۲ ص ۱۹)  
 وفی رد المحتار ایضاً ونقل عبارتہا ویستثنیٰ ایضاً مالوکفل بالقرض مؤجلاً الی  
 سنۃ مثلاً فهو علی الکفیل الی الاجل وعلی الاصل حال الخ (رج ۲ ص ۳۵) وفی  
 شرح التنویر لوکفل الحال مؤجلاً۔ تاخر عن الاصل ولو قرضاً لان الذین  
 واحد۔ الخ (رج ۲ ص ۳۱۴)

تو بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ قابل گرفت عبارتیں جامع کے توہم پر مبنی ہیں، اس لئے  
 اب یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس عبارت کی نشاندہی آپ نے فرمائی ہے یہ بھی جامع کے توہم  
 پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ اس عبارت کی توجیہ بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت الشیخ الانوریؒ  
 کی یہ عبارت والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضاً اما انہ عن عمد  
 منهم او لمغلطۃ فاللہ تعالیٰ اعلم بہ۔ قرآن پاک کے بارے میں نہیں ہے بلکہ کتب  
 سماویہ کے بارے میں ہے۔ الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ اس عبارت سے یہ مضمون ادا فرما  
 رہے ہیں کہ میرے نزدیک متحقق یہ ہے کہ کتب سماویہ سابقہ میں صرف تحریف معنوی نہیں  
 ہوئی ہے بلکہ تحریف معنوی کے ساتھ ان میں لفظی تحریف بھی موجود ہے۔ اور والذی تحقق  
 عندی ان التحریف فیہ میں فیہ کا ضمیر مجرور بتاویل مذکور کتب سماویہ کو راجع کیا  
 جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ جامع نے مونث کی جگہ مذکر کی ضمیر لائی ہے۔ وحق العبادۃ  
 والذی تحقق عندی ان التحریف فیہا لفظی ایضاً الخ۔ مگر اس توجیہ سے جملہ  
 اما انہ عن عمد منهم الخ مساعداً اور موافقت نہیں کر رہا ہے۔ اللهم ان یقال  
 قیل ما قیل باعتبار بعض المحرفین الذین ما علم قصدہم وعدمہ  
 مگر وفیہ ما فیہ۔ فلا سبیل ولا فخلص لا ان یتثبت بالتوہم۔  
 واللہ اعلم۔

**استبراء رحم کے لیے عدت نہ ہونے پر اشکال کا ازالہ** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کئی دنوں سے ایک اشکال ذہن میں آ رہا

ہے کہ اسلام نے مطلقہ اور بیوہ کے لیے تو عدت مقرر کی ہے مگر استبراء رحم کے لیے کوئی میعاد مقرر نہیں کی، شرعاً اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ برائے مہربانی میرے اس اشکال کو شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں رفع فرمائیں؟

**الجواب :-** اسلام میں طلاق اور وفات کی عدت اس لیے مقرر ہے کہ مطلقہ یا بیوہ کسی دوسرے شخص کی کھیتی رہ چکی ہوتی ہے اور ایک شخص کی کھیتی کو دوسرا شخص پانی نہیں پلا سکتا بخلاف استبراء رحم کے کہ وہاں صرف حمل کا احتمال ہے اور وہ واطی بالشبہ یا مولیٰ کی کھیتی نہیں اس لیے وہاں صرف استبراء کو لازم قرار دیا۔

لما قال عليه السلام : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يستقين ماء  
ذرع غيرة - (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۲۱۴ الباب الرجل يشترى الجارية وهي حامل بكتاب النكاح)

**لفظ قیل کی وضاحت** | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! ہم جب فقہ یا شروح حدیث و تفسیر یا دیگر دینی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں بعض اقوال لفظ قیل کے ساتھ ذکر ہوتے ہیں، ایسے اقوال کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں؟

**الجواب :-** جس دینی کتاب میں کوئی قول قیل کے ساتھ مذکور ہو تو وہاں یہ دیکھا جائے گا کہ سارے اقوال قیل کے ساتھ ذکر ہیں یا کہ ایک قول قال یعنی صیغہ معروف کے ساتھ ذکر ہے، اگر ایک قول صیغہ معروف کے ساتھ مذکور ہو تو صاحب کتاب کے نزدیک وہ قول راجح ہے اور دیگر اقوال کے ضعف کی طرف ان کا قیل یعنی صیغہ مجہول کے ساتھ اشارہ مقصود ہوتا ہے اور اگر سارے اقوال قیل کے ساتھ ذکر ہوں تو اس صورت میں کسی قول کو ترجیح مقصود نہیں ہوتی۔

**متعدد شوہروں والی عورت جنت میں کس کے پاس ہوگی** | سوال :- اگر کسی عورت نے یکے بعد دیگرے

دو تین شادیاں کی ہوں تو وہ عورت جنت میں کس شوہر کو ملے گی؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

**الجواب :-** جس عورت نے دنیا میں دو تین شادیاں کی ہوں وہ قیامت کے دن جنت میں کس شوہر کو ملے گی؟ تو اس بارے میں دو اقوال ہیں۔ (۱) پہلا قول یہ ہے کہ وہ جس شوہر کے پاس رہنا چاہے اس کو اختیار ہوگا۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عورت آخری شوہر کو ملے گی۔

**حضرت علیؑ کو کرم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ | سوال :-** جناب محترم مفتی صاحب! جب

ہم کسی صحابی رسولؐ کا مبارک نام سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو ان کے اسم گرامی کے ساتھ <sup>اللہ</sup> سنتے کہتے ہیں اور جب حضرت علیؑ کا نام سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں، اکثر علماء کرام نے بھی اسی طرح سنتے میں آیا ہے، شرعاً اس کی کیا وجہ ہے؟

**الجواب :-** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے عموماً رضی کے بجائے صیغہ تکریم یا تو اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ آپ نے کبھی بتوں کے سامنے اپنے سر کو نہیں جھکایا تھا کیونکہ آپ نے بلوغت سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ یا پھر اس لیے کہ جنگ صفین میں بعض لوگوں نے آپ کے بارے میں سو د اللہ وجہہ کے الفاظ استعمال کیے تو ان کی تردید کے لیے علماء امت نے آپ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کے الفاظ استعمال کرنا شروع کئے۔

**ذبح اللہ کون تھے؟ حضرت اسحق یا حضرت اسمعیل علیہم السلام؟ | سوال :-** حضرت

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے کس بیٹے کو ذبح کیا تھا؟ بعض حضرات اسحاق علیہ السلام بتاتے ہیں جبکہ ہم ابھی تک یہی سنتے آرہے ہیں کہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا تھا، مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں کہ ذبح اللہ کون تھے؟

**الجواب :-** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے جس بیٹے کو ذبح کیا تھا اس کے تعین میں اختلاف ہے، بعض علماء نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح اللہ قرار دیا ہے جبکہ جمہور علماء نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ذبح اللہ قرار دیا ہے اور یہی رائج اور مشہور ہے۔

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! مولانا شاہ عبدالقادر صاحب **خدا نراد ہار ہے** کا مطلب

نے اللہ الصمد کا معنی "خدا نراد ہار ہے" لکھا ہے مہربانی فرما کر شریعت مطہرہ کی روشنی میں لفظ "نراد ہار" کی تشریح فرمائی جائے؟



الجواب: ”زادھا“ سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے ”وہ ذات جو کسی کی محتاج نہ ہو اور دوسروں کا بغیر اس کے کام نہ چلتا ہو“ دوسرے سب اس کے محتاج ہوں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ الصمد کا معنی اللہ بے نیاز ہے والا ترجمہ اگرچہ درست ہے مگر آدھا ترجمہ ہے اس لیے کہ بے نیاز اس ذات کو کہا جاتا ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو۔

لما قال المفتی محمود حسن گنگوہیؒ: مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ میں نے جیل میں ترجمہ کلام اللہ کا مطالعہ کیا جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا تھا۔ اس میں انہوں نے اللہ الصمد کا ترجمہ یہ کیا کہ خدا نرا دھار ہے۔“ میں اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ ایک پرانا سا ہوتا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ نرا دھا کا کیا معنی ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے یہ لفظ کہاں سے سنا؟ یہ تو سنسکرت کا لفظ ہے مذہب کے اونچے لوگ اس کو جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ سنا ہوگا کہیں سے؟ تم اس کے معنی بتلاؤ، کیا اس کے معنی بے نیاز کے ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں، اس کے معنی ہیں جو کسی کی محتاج نہ ہو اور دوسروں کا بغیر اس کے کام نہ چلتا ہو“ دوسرے سب اس کے محتاج ہوں بے نیاز میں اس کے معنی آدھے آئے ہیں۔

(ملفوظات فقیر الامت ج ۲ قسط ۷ ص ۵۴)





وَمِنَّا ذِكْرٌ مِّبَارِكٌ أُنْزِلَ  
 أَفْخُتْرُهُ مِنْكَ

# کتاب تفسیر القرآن

(قرآن مجید کی تفسیر کا بیان)

سوال :- قرآن کریم میں لفظ باؤ - فَاؤ - جَاؤ -  
قرآن مجید کا رسم الخط توقیفی ہے جمع کے قوانین کے مطابق ان کلمات میں الف کیوں

نہیں لکھا گیا؟

الجواب :- قرآن کریم کے رسم الخط میں مصحف عثمانی کا اتباع کیا گیا ہے جو کہ اصل اور  
بنیاد ہے جس کو کبار صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ایک خاص طریقے پر خلاف القیاس ترتیب کیا  
گیا تھا اور یہ رسم الخط توقیفی ہے، اس لیے کسی قیاسی قانون کی وجہ سے اس میں تبدیلی جائز  
نہیں ہے، لہذا ان کلمات میں بھی مصحف عثمانی کا اتباع کیا گیا ہے نہ کہ قوانین عربیہ کا۔

لما قال احمد مصطفیٰ المراغی: اما كتابة المصحف فهي تابعة للطريق التي كتب بها  
في عهد عثمان رضي الله عنه الخليفة الثالث على يد جماعة من كبار الصحابة وتسمى  
الرسم العثماني وقد اتبع فيها نهج خاص يخالف ما اتبع فيما بعد في كثير من المواضع ومن ثم  
قل خطان لا يقاس عليهما خط العروض وخط المصحف العثماني۔

(تفسیر مراغی ج ۱ ص ۱۰۰ مقدمہ، طریق کتابۃ القرآن الکریم)۔

سوال :- قرآن کریم کے حروف کی صحیح تعداد کیا ہے؟  
الجواب :- جس طرح قرآن کریم کی آیات میں اختلاف ہے

اسی طرح حروف کی تعداد میں بھی علماء کی آراء مختلف ہیں، چند مشہور اقوال تحریر کیے  
جاتے ہیں :-

(۱) امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی مشہور تفسیر احکام القرآن میں سلام ابو محمد الحمّانیؒ سے نقل کرتے  
ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانے میں اس کے حکم سے قرآن کریم کے حروف کو

لے قال عبد العظيم الزرقاني: في مسألة رسم خط القرآن ثلاثة اقوال، الاول: انه توقفي لا يجوز مخالفة

ذلك مذهب الجمهور الخ (مناهل العرفان ج ۳ ص ۲۰۰ اهل رسم المصحف توقفي؟)



شمار کیا گیا تو کل تعداد ۴۰،۴۰۳ ہوئی۔ (احکام القرآن للقرطبی ج ۱ ص ۶۲ باب

ما جاء في ترتيب سورة القرآن وآياته وشكله)

(۲) عطاء بن یسار سے منقول ہے کہ قرآن کریم کے حروف کی تعداد ۳۲۳۰۱۵ ہے۔

(البیہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۴۹ فصل فی عدد سور القرآن وآياته وكلماته وحروفه)

(۳) علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے ابن الجوزیؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ کے حساب کے مطابق قرآن مجید کے تمام حروف ۶۴۱ ۳۲۲ ہیں۔

(علوم القرآن ص ۱۷۱ تعداد حروف)

**تعداد آیات قرآن کریم | سوال :- قرآن کریم کی آیات کریمہ کی تعداد کتنی ہے ؟**  
**الجواب :-** قرآن کریم کی آیات کریمہ کی ابتداء اور انتہاء میں

اختلاف کی وجہ سے ان کی تعداد کے بارے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف ہے تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار سے زائد ہیں۔ یہاں چند مشہور علماء کرام کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں :-

(۱) علامہ شمس الحق افغانیؒ نے ابن جوزیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بشمار اسم الثمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آیات قرآن کریم کی کل تعداد ۶۶۶۶

ہے۔ (علوم القرآن ص ۱۷۱ تعداد آیات)

(۲) اہل مدینہ سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں، پہلے قول کے مطابق کل آیات مبارکہ ۶۲۱۷ ہیں جو حضرت نافعؓ کی طرف منسوب ہے، اور دوسرے قول کے مطابق ۶۲۱۴ ہیں۔

(۳) اہل مکہ کی رائے کے مطابق کل آیات ۶۲۲۰ ہیں جو کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

(۴) اہل کوفہ کے نزدیک کل آیات ۶۲۳۳ ہیں۔

(۵) اہل بصرہ سے دو قول منقول ہیں جن کے مطابق کل آیات ۶۲۰۵ یا ۶۲۱۹ ہیں۔

(۶) اہل شام سے ۶۲۲۵ اور ۶۲۲۶ کی روایات بھی مروی ہیں۔

{ البیہان فی علوم القرآن لبد الدین زکشی ج ۱ ص ۲۴۹ فصل فی عدد سور القرآن وآياته وكلماته وحروفه }  
{ مناهل العرفان از محمد عبدالعظیم ذرقانی ج ۱ ص ۳۶ تحت قوله عدد آیات القرآن }

**سوال :-** قرآن کریم کی بعض سورتوں کو مکی اور بعض مکی اور مدنی سورتوں میں فرق | کو مدنی کہا جاتا ہے، ان میں کیا فرق ہے؟

**الجواب :-** قرآن کریم کی سورتیں دو قسم کی ہیں، مکی اور مدنی، لیکن ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارشاد منقول نہیں، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے زمانہ اقدس میں صحابہ کرامؓ وحی کے زمان و مکان وغیرہ کا مشاہدہ کرتے تھے لہذا ان کو مکی اور مدنی کی پہچان کی ضرورت نہیں پڑی، لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا اور صحابہ کرامؓ کو نسخ و منسوخ کی معرفت کی ضرورت پڑی تو اس کے بعد صحابہ کرامؓ کو مکی اور مدنی سورتوں کا جاننا ضروری ہوا تاکہ نسخ و منسوخ کی معرفت میں آسانی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان کے بارے میں صرف صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال دستیاب ہو سکتے ہیں۔

شیخ محمد عبدالعظیم زرقانیؒ فرماتے ہیں: لا سبیل الی معرفۃ المکی والمدنی الا بما ورد عن الصحابة والتابعین فی ذلك لانه لم یرو عن النبی بیان المکی والمدنی وذلک لان المسلمین فی زمانہ لم یرکونوا فی حاجۃ الی هذا البیان کیف وہم یشاہدون الوحی والتنزیل ویشہدون مکانه وزمانه واسباب النزول عیاناً۔ الخ

(مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۸۹ طریق الموصلة الی معرفۃ المکی والمدنی)

تاہم بعد ازاں مفسرین نے مضامین اور حالات و واقعات کی روشنی میں مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم کی ہے جس میں ہر ایک سورۃ کی مختلف خصوصیات شمار کی گئی ہیں، بعض کے نزدیک جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں انہیں مکی کہا جاتا ہے اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں انہیں مدنی کہا جاتا ہے اس میں مکان کا اعتبار نہیں ہے چاہے جہاں بھی نازل ہوئی ہوں، یہ اصطلاح سب سے زیادہ مشہور ہے۔

اصطلاح ۱۔ جو سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں مکی کہلاتی ہیں نزول چاہے ہجرت سے پہلے ہو یا بعد میں، اور جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں اس صورت میں مکی اور مدنی سورتوں کے درمیان واسطہ ثابت ہوتا ہے اور وہ مکہ و مدینہ سے باہر والی سورتیں ہیں۔

اصطلاح ۲۔ جن سورتوں میں خطاب اہل مکہ کے ساتھ ہوا ہو وہ مکی ہیں اور جن میں خطاب مدینہ والوں سے ہو وہ مدنی ہیں۔ (البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۱۸۷ تا ۱۹۰ انواع تاسع معرفۃ المکی والمدنی)

**سوال :-** مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان اور ان کی علامات کیا ہیں ؟

**الجواب :-** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی روایت مروی نہیں تاہم بعد میں مفسرین حضرات نے اپنی اپنی علمی استطاعت کے مطابق علامات بتائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :-

**مکے سورتوں کے علامات**

- (۱) جن سورتوں میں لفظ کَلَّا کا ذکر ہو وہ مکی ہوں گی۔
- (۲) جس سورۃ میں آیت سجدہ ہو وہ مکی ہوگی۔
- (۳) جس سورۃ میں انبیاء کرام، ائم سابقہ کے قصے اور واقعات کا ذکر ہو وہ مکی ہوگی سوائے سورۃ البقرہ کے۔

(۴) جس سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ کا ذکر ہو وہ مکی ہوگی سوائے سورۃ بقرہ کے۔

(۵) جس سورۃ میں یَا أَيُّهَا النَّاسُ کے ساتھ خطاب ہو مکی ہوگی۔

(۶) جس سورۃ کی ابتداء حروف تہجی سے ہو مکی ہوگی سوائے سورۃ بقرہ و آل عمران کے۔

**مدنی سورتوں کے علامات**

- (۱) جس سورۃ میں حدود اور فرائض کا بیان ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔
- (۲) جس سورۃ میں جہاد اور احکام جہاد کا ذکر ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔
- (۳) جس سورۃ میں منافقین کا ذکر ہو وہ مدنی ہوگی سوائے سورۃ العنکبوت کے۔
- (۴) جس سورۃ میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے ساتھ خطاب ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔

[البدھان فی علوم القرآن (بدیع الدین زکشی) ج ۱ ص ۱۸۸ تا ۱۹۱ النوع التاسع معرفة المکی والمدنی]  
[مناہل العرفان (محمد عبد العظیم الزرقانی) ج ۱ ص ۱۹۱ الطريق الموصلة إلى معرفة المکی والمدنی]

**سوال :-** ابتدائے قرأت و تلاوت قرآن میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا فرض ہے یا سنت یا واجب ؟

**الجواب :-** سورۃ نحل کی مندرجہ ذیل آیت فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ میں تعوذ کے حکم کی وجہ سے جب بھی کوئی مسلمان تلاوت کرے تو اس کو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا چاہیئے، تاہم اس آیت کریمہ میں امر اکثر مفسرین کے نزدیک

وجوب کے لیے نہیں صرف نذر کے لیے ہے ۔

لما قال القاضي ثنا الله رحمه الله : قد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يصلي اي يتعوذ قبل القراءة وعليه انعقد الاجماع من السلف والخلف لكنه سنة عند الجمهور والعلماء ۔  
(تفسير مظہری ج ۵ ص ۳۷۲ سورة النحل، تحت تفسیر الآية ۹۸) ۱۷

**تعوذ کی جزئیت کا حکم** | سوال :- اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ قرآن کریم کا جزو ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ان مخصوص الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کا جزو نہیں ہے تاہم ایک دوسرے مقام پر تعوذ کا حکم ان الفاظ کے ساتھ ہوا ہے : فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔

لما قال القرطبي : أجمع العلماء على ان التعوذ ليس من القرآن ولا آية منه وهو قول القاري اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ۔ (احكام القرآن ج ۱ ص ۸۷ القول في الاستعاذة) ۱۸  
**تسمیہ کی جزئیت کا حکم** | سوال :- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن کریم کا جزو ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورة النمل میں ہے اس پر تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ یہ قرآن کریم کا جزو ہے اس کے علاوہ باقی سورتوں کی ابتداء میں جو تسمیہ لکھی گئی ہے اس کی جزئیت میں اختلاف ہے ، فقہاء اخاف ، قراد مدینہ ، بصرہ اور شام کے نزدیک کسی بھی سورة کا جزو نہیں ہے ۔

لما قال القرطبي : قد اختلفت العلماء على هذا المعنى على ثلاثة اقوال الاول ليست بآية من الفاتحة ولا من غيرها وهو قول مالك ..... الصحيح من هذه الاقوال قول مالك

۱۹ وقال محمد بن احمد القرطبي : هذا الامر على التدبیر قول الجمهور في كل قراءة في غير الصلوة ۔

(احكام القرآن ج ۱ ص ۸۷ القول في الاستعاذة)

وَمِثْلُهُ فِي مَخْتَصَرِ تَفْسِيرِ ابْنِ كَثِيرٍ ج ۲ ص ۳۲۶ سورة النحل آیت ۹۸ ۔

۲۰ قال الشيخ عبد الرحمن بن محمد التتالبي : اجمع العلماء على ان قول القاري اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ليس بآية من كتاب الله ۔ (تفسير التتالبي ج ۱ ص ۱۹ سورة الفاتحة)

لان القرآن لا یثبت باخبار الاحاد وانما بطریقة التواتر القطعی۔ الخ

(احکام القرآن للقرطبی ج ۹ ص ۹۳ الکلا علی البسملة) ۱۷

**تعداد آیات سورہ فاتحہ** | **سوال** :- سورہ فاتحہ کی آیات کی تعداد کتنی ہے ؟  
**الجواب** :- سورہ فاتحہ کے بارے میں علماء کا اتفاق صرف اس

بات پر ہے کہ اس کی آیات کی تعداد سات ہے جس کی وجہ سے اس کو سبع من المثانی کہا گیا ہے، تاہم فقہاء کرام کے نزدیک آیات کے تعین میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ صراط الذین انعمت علیہم مستقل آیت نہ ہونے کی وجہ سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آیت شمار ہے، جبکہ احناف کے نزدیک صراط الذین انعمت علیہم مستقل آیت ہو کر بِسْمِ اللّٰهِ کو جزو الفاتحہ شمار کرنے کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة ابوبکر الرازی الجصاص: قال سعید بن جبیر سألت ابن عباس عن سبع المثانی

فقال السبع المثانی هو ام القرآن وانما اراد بالسبع انها سبع آیات۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۸۱ قبل احکام سورة البقرة) ۱۸

**فاتحہ الکتاب کا جزو قرآن ہونا** | **سوال** :- سورہ فاتحہ جس طرح قرآن کریم کا جزو ہے اسی طرح  
تیس پاروں میں کسی پارے میں داخل ہے یا قرآن کریم کا  
مستقل حصہ ہے ؟

**الجواب** :- قرآن مجید کے پاروں کی تقسیم حجاج بن یوسف کے دور میں ہوئی ہے،

۱۹ وقال عبد الله الشافعي: قرأوا المدينة والبصرة والشام وفقهاءها على ان التسمية ليست بآية من الفاتحة ولا من غيرها من السور وانما كتبت للفصل والتبرك للابتداء بها وهو مذهب ابى حنيفة (رحمه الله) ومن تابعه الخ

(مدارك التنزيل ج ۱ ص ۱۸۱ فاتحہ الکتاب)

وَمَثْلُهُ فِي تَفْسِيرِ رُوحِ الْمَعَانِي ج ۳ ص ۳۹ مباحث فی البسملة۔

۲۰ قال الامام ابن جرير الطبري: واما تاويل اسمها انها سبع آیات فانها سبع آیات لا خلاف بين الجميع من القراء والعلماء وذلك۔ (تفسير طبري ج ۱ ص ۱۸۱ القول في تاويل اسماء فاتحة الکتاب)



صحابہ کرامؓ کے دور میں قرآن کریم یوں تیس پاروں میں تقسیم نہیں تھا تاہم صحابہ کرامؓ آپس میں اپنی سہولت کے لیے قرآن کریم کئی حصوں میں تقسیم کیے ہوئے تھے جن میں منزل وغیرہ کا ثبوت بڑی دلیل ہے، چونکہ پاروں کا تعین صحابہؓ کے دور میں نہیں تھا اس لیے سورۃ فاتحہ کو کسی پارے کا جزء قرار دینے کے لیے کسی روایت کا سہارا لینا بے سود ہے، تاہم قرآن کے تیس پاروں کے حساب سے پہلا پارہ آلہ تحر سے مشہور ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ کسی ایک پارہ کا جزء قرار دینے کی بجائے پورے قرآن کا اجمالی خاکہ ہے۔

قال ابن جریر الطبری: صحیح الخیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال ہی أم القرآن، فاتحة الكتاب وهي السبع المثاني۔ فہذا اسماء فاتحة الكتاب وسميت فاتحة الكتاب لانها يفتح بها المصاحف۔ فجی فواتح لما يتلوها من سور القرآن في الكتابة والقراءة۔ (تفسير الطبري ج ۱۔ القول في تاول اسماء فاتح الكتاب)

**اسمائے سورۃ فاتحہ** | سوال :- سورۃ فاتحہ کو کتنے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے؟  
الجواب :- سورۃ فاتحہ کے متعدد اسماء ہیں جن کو مفسرین حضرات نے ذکر کیا ہے، ان میں سے چند نام درج ذیل ہیں :-

(۱) فاتحۃ الكتاب (۲) فاتحۃ القرآن (۳) أم الكتاب (۴) أم القرآن (۵) الكنز (۶) الوافیہ (۷) الکافیہ (۸) الاساس (۹) سورۃ الرقیۃ (۱۰) سورۃ الشفاء (۱۱) سورۃ الشافیہ (۱۲) سورۃ الحمد (۱۳) سورۃ الشکر (۱۴) سورۃ الدعاء (۱۵) سورۃ تعلیم المسلم (۱۶) سورۃ السؤل (۱۷) سورۃ الناجات (۱۸) سورۃ الصلوٰۃ (۱۹) سورۃ النور (۲۰) القرآن العظیم (۲۱) السبع المثانی۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۳۸ تا ۳۹) ۲

**کسی آیت کا ترجمہ شائع کرنے کا حکم** | سوال :- اگر قرآن کریم کی کسی آیت کا ترجمہ کسی بھی زبان میں اس طریقے سے شائع کیا جائے کہ عربی

لہ قال العلامة ابو عبد اللہ القرطبی رحمہ اللہ : اجمعت الامة ایضاً علی انها من القرات ۔

(تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۱۴ سورۃ الفاتحہ)

۲ لہ و ذکر القرطبی اکثرھا ۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۱۴ المسئلۃ الرابعۃ وفي اسماءھا وهي اثنا عشر اسما) و ذکر بعضہا ابن کثیر۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۴ سورۃ الفاتحہ)

کے الفاظ نہ لکھے گئے ہوں بلکہ آخر میں صرف آیت نمبر اور سورۃ کے نام پر اکتفا کیا گیا ہو، کیا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- پورے قرآن مجید یا کسی ایک سورۃ کا صرف ترجمہ شائع کرنا اگرچہ ناجائز ہے تاہم ایک یا دو آیات کا ترجمہ شائع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لما قال علاؤ الدین الحصفی: وتجاوز کتابیة آية اذاليتين بالفارسية لا الثرية قال ابن عابدین: والنظاھران الفارسیة غیر قید الخ۔ (الدر المختار علی رد المحتار ج ۱) ۳۲۶

شیطان کی ابتدائی ذمہ داریاں | سوال:- شیطان مردود اور مسخ ہونے سے پہلے فرشتوں کے ساتھ کن کن امور و مشاغل پر مشغول رہا؟

الجواب:- شیطان کے بارے میں مفسرین نے مختلف معمولات کا ذکر کیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابلیس فرشتوں کے ایک قبیلے سے تھا جن کو جن کہا جاتا ہے اور ان کو نارسوم سے پیدا کیا گیا تھا جبکہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے تھے، سریانی زبان میں شیطان کا نام عزازیل تھا اور عربی میں عارث، اور یہ جنت کے خزانچیوں میں سے تھا، آسمان دنیا کا رئیس تھا، آسمان دنیا اور زمین پر اس کی حکمرانی تھی، فرشتوں میں سب سے زیادہ اجتہاد و علم والا تھا جس کی وجہ سے اس میں تکبر پیدا ہو گیا اور کفر کے مردود ہوا۔

لما قال القرطبی: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان ابلیس کان من حی من احياء المملیكة یقل لهم الجن خلقوا من نار السموم وخلق المملیكة من نور وكان اسمه بالسریة عزازیل وبالغوث الحارث من كان من خزان الجنة وكان رئیس مملیكة سماء الدنيا وكاله سلطانها و سلطان الارض وكان من اشد المملیكة اجتهدا و اكثرهم علما وكان یسوس ما بین السماء والارض الخ (احكام القرآن ج ۱) ۲۹۵ تحت قوله تعالى: اِنَّ ابلیسَ لَبِئْسَ الْبَقَرَةُ (۲) ۳۲۷

۳۲۷ اسی طرح حافظ ابن کثیر نے بھی مختلف روایات نقل کی ہیں جن میں مندرجہ ذیل الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے، مثلاً کان من اشد المملیكة اجتهدا و اكثرهم علما۔ کان من اشرف المملیكة و اكثرهم قبيلة و كان خازنا على الجنان، كان له سلطان سماء الدنيا وكان له سلطان الارض وكان یسوس ما بین السماء والارض فعصى فمسخه الله تعالى شیطانا رجیما۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۷ سورۃ البقرۃ تحت قوله: واعلم ما تكتمون)

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثل آدم ہونا** | سوال :- سورۃ آل عمران آیت ۵۹ میں ارشاد  
 كَمْثِلِ اٰدَمَ، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کا مثل اور مشبہ بتایا  
 گیا ہے لیکن آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے تھے، تو  
 پھر یہ تشبیہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے ؟

**الجواب :-** چونکہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عادتِ مستمرہ کے خلاف ہوئی تھی  
 جو بغیر باپ کے تھی، اور یہ ایک عجیب واقعہ تھا لیکن اس سے زیادہ عجیب تر سیدنا حضرت آدم  
 علیہ السلام کی پیدائش تھی جو ماں باپ دونوں کے بغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوئی تھی۔ تو یہاں  
 عجیب واقعہ کی عجیب تر واقعہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور تشبیہ و تمثیل میں مشبہ کا مشبہ بہ  
 کے ساتھ تمام وجوہات میں متحد اور یکساں ہونا لازم نہیں ہے بلکہ مشبہ بہ کی بعض صفات کا مشبہ  
 میں پایا جاتا تشبیہ اور تمثیل کے لیے کافی ہوتا ہے جیسے کسی انسان کی بہادری کی تشبیہ شیر کے  
 ساتھ دی جاتی ہے اگرچہ من کل الوجوہ یکساں نہیں ہوتے۔

لما قال الشيخ علاؤ الدین، علی تحت قوله تعالى: اِنَّ مِثْلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللّٰهِ كَمِثْلِ اٰدَمَ۔ قلت  
 هو مشبه في احد الطرفين فلا يمنع اختصاصه دونہ بالطرف الآخر من تشبيهه لان المماثلة  
 مشاركة في بعض الاوصاف ولا نه شبه به في ان له وجوداً خارجاً عن العادة المستمرة  
 وهما في ذلك نظيران لان الوجود من غير ايت و اتم اغرب في العادة من الوجود من  
 غير ايت فشبه الغريب بالاعرب ليكون اقطع للخصم واحتمل لمارة شبهته :-  
 (تفسير خازن ج ۱ ص ۳۱۰ سورة البقرة ص ۱۰)

۱۔ وقال القرطبي رحمه الله، فيه دليل على صحة القياس والتشبيه واقع على ان عيسى خلق من  
 غير ايت كآدم لاعلى انه خلق من تراب والشئ قد يشبه بالشئ وان كان بينهما فرق  
 كبير بعد ان يجتمعا في وصف واحد فان آدم خلق من تراب ولم يخلق عيسى من تراب  
 فكان بينهما فرق من هذه الجهة ولكن شبه ما بينهما انهما خلقا من غير  
 ايت۔ (احكام القرآن ج ۱ ص ۱۰۱ تحت ان مثل عيسى عند الله الخ، سورة البقرة)  
 ومثله في تفسيره الشهير بالصادي ج ۱ ص ۱۵۹ سورة البقرة۔

**قاتل کی توبہ کا قبول ہونا** | سوال :- سورہ نساء کی آیت ۹۲ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ لَهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا سے معلوم ہوتا ہے کہ عمداً قتل کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا، جبکہ حدیث شفاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا، اس میں کس پر عمل کیا جائے؟ اور عمداً قتل کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** عمداً قتل کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں، اور یہ شخص ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا یا نہیں، تاہم جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ شخص اگر مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم میں گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا اور ایمان کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے جہنم میں نہیں رہے گا، لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب قاتل نے قتل کو حلال سمجھ کر یہ اقدام نہ کیا ہو ورنہ استحلال حرام کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اسی وجہ سے جمہور علماء اس آیت میں خَالِدًا کا ترجمہ مکث طویل سے کرتے ہیں۔

لما قال الشيخ ابن كثير، والذي عليه الجمهور من سلف الامة وخلفها ان القاتل له توبة فيما بينه وبين الله عز وجل فان تاب وانا ب ونشع وخضع وعمل عملاً صالحاً بدل الله سيئاته حسنات وعوض المقتول من ظلامته وارضاء من طلابة..... ومعنى هذه الصيغة ان هذا جزاءه ان جوترى عليه - وبتقدير دخول القاتل في النار.... فليس يخلد فيها ابداً بل الخلود المكث الطويل وتواترت الاحاديث عن رسول الله انه يخرج من النار من كان في قلبه ادنى مثقال ذرة من ايمان الخ - (تفسير ابن كثير ج ۱ ص ۵۳۴ تحت من يقتل مؤمناً متعمداً)

**آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں نزاع کا سبب** | سوال :- حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے درمیان جھگڑے کا سبب کیا تھا اور ان میں بہن بھائی کا امتیاز کیا تھا؟

له وقال النسفي: فجزائه اى ان جازاه قال عليه السلام هي جزائه ان جازاه والخلود قد يراد به طول القيام - (مدارك التنزيل ج ۲ ص ۲۲۳ تحت قوله تعالى: فجزاه جهنم خالداً فيها) ومثله في جامع البيان للطبري ج ۲ ص ۲۲۱ تحت قوله تعالى: من يقتل مؤمناً متعمداً -



الجواب: اس نزاع اور جھگڑے کے سبب کے بارے میں کثر مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں جب بھی بچہ پیدا ہوتا تو ایک لڑکے اور ایک لڑکی کا ہوڑا ہوتا، چونکہ آدم علیہ السلام دنیا میں پہلے انسان تھے اور اللہ تعالیٰ کو ان کی نسل باقی رکھنا منظور تھی اسلئے اللہ تعالیٰ نے ضابطہ یہ مقرر کیا تھا کہ ہر جوڑے کا آپس میں نکاح ناجائز ہوتا اور دوسرے جوڑے کے ساتھ جائز ہوتا تھا اور ان کیلئے ضرورت کی بناء پر افتراق بطون بمنزلہ افتراق نسب کے تھا۔ تو اسی طرح حضرت آدم کے ایک بیٹے قابیل کے ساتھ جوڑے کی پیدا ہوئی اس کا نام اقلیم تھا اور وہ حسین بھی تھی اور ان کے بعد دوسرے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوا اس کا نام ہابیل اور اس کی بہن کا نام لبودا تھا۔ اب اصول کے مطابق جب نکاح کا وقت آیا اور اقلیم کا نکاح ہابیل سے ہونے لگا تو قابیل نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ چونکہ یہ میرا ساتھ پیدا ہوا میرا حق ہے اور یہ لبودا سے حسین بھی ہے اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو سمجھایا مگر وہ نہ ملا تو پھر آدم علیہ السلام نے قابیل اور ہابیل دونوں کو نذر کا حکم دیا کہ جسکی نذر قبول ہوگئی فیصلہ اس کے حق میں ہوگا، اب ہابیل کی نذر قبول ہوگئی جس پر قابیل کا غصہ مزید بڑھا اور آخر کار اس نے ہابیل کو قتل کر دیا۔

لما نقل الطبري: عن ابن عباس وعنه مروة عن ابن مسعود وناس من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يولد لآدم مولود الا ولد مع جارية فكان يزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الاخر ويزوج جاريته هذا البطن غلام هذا البطن الاخر حتى ولد له ابنا يقال لهما قابيل وهابيل وكان قابيل متا زرع وكان هابيل متا زرع وكان قابيل اكبرهما وكان له اخت احسن من اخت هابيل وان هابيل طلب ان يتكلم اخت قابيل فابى عليه قال هي اختي ولدت معي وهي احسن من اختك وانا احق ان تزوجها فامر به ابوه ان يزوجه هابيل فابى وانهما قريا قربانا الى الله ايهما احق بالجارية الخ - (طبري ج ۱۸ سورۃ المائدۃ) ۱۸

۱۸۔ وقال ابن كثير قال السيد فيما ذكر عن ابن عباس وابن مسعود وناس من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم انه كان لا يولد لآدم مولود الا ولد مع جارية فكان يزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الاخر ويزوج جاريته هذا البطن غلام هذا البطن الاخر حتى ولد له ابنا يقال لهما هابيل وقابيل وكان قابيل متا زرع وكان هابيل متا زرع وكان قابيل اكبرهما وكان له اخت احسن من اخت هابيل وان هابيل طلب ان يتكلم اخت قابيل فابى عليه وقال هي اختي ولدت معي وهي احسن من اختك وانا احق ان تزوجه بها فامر به ابوه ان يزوجه هابيل فابى وانهما قريا قربانا الى الله عز وجل ايهما احق بالجارية الخ - (تفسير ابن كثير ج ۲ سورۃ المائدۃ تحت الآية: واتل عليهم نبأ ابني آدَمَ ..... ) — وَمِثْلُهُ فِي التفسير المظهر للقامي ثناء الله يافى تى ج ۲ سورۃ المائدۃ۔



**غیر ذوی العقول کے لیے ذوی العقول کے لفظ کا استعمال** | سوال :- سورۃ اعراف

آیت ۱۹۳ پر دُرِّ تَدْعُوهُمْ اِلٰی الْهَدٰی میں مُمْ ضمیر کا مرجع کیا ہے اور اُرْبِت مراد ہیں تو ذوی العقول کی ضمیر غیر ذوی العقول میں کیسے استعمال ہوئی ہے؟

**الجواب :-** ان دونوں آیتوں میں مُمْ کی ضمیر مبتنوں کی طرف راجع ہے جو پہلے آیت ۱۹۱ میں لفظ ما کے ضمن میں مذکور ہے اور مُمْ ضمیر اگرچہ ذوی العقول کے لیے استعمال کی جاتی ہے لیکن چونکہ مشرکین نے بتوں کو اپنا الہ بنایا تھا اور ان کو عقلمند سمجھتے تھے، اس لیے قرآن کریم کا اسلوب بھی بطور زجر و تنبیہ اُن کے عقائد کے مطابق چلا۔

لما قال الشيخ محمود الألوسي: وإيراد ضمير العقل مع أن الأصنام مما لا يعقل إنما هو بحسب اعتقادهم فيها واجرائهم لها بحرى العقل وتسميتهم لها بالهة. (روح المعاني ج ۹ ص ۳۱۱)

**سوال :-** سورۃ اعراف آیت ۱۹۱ میں ارشاد ربانی ہے: اَيُّشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يَخْلُقُوْنَ.

یہاں لفظ مَا سے مراد کون ہیں؟ اور لفظ ما ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے یا غیر ذوی العقول کے لیے؟

**الجواب :-** اس آیت کریمہ میں لفظ مَا سے مراد ابلیس اور بت ہیں اور لفظ ما اکثر غیر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے تاہم بعض اوقات ذوی العقول کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

لما قال البغوي: اَيُّشْرِكُوْنَ مَا - اي ابليس والاصنام - (معالم التنزيل ج ۲ سورۃ الاعراف ص ۲۲۲)

**سوال :-** سورۃ الاعراف آیت ۱۹۲ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَلُكُمْ فِي عِبَادَتِهِ كَمَا مَرَدَسَ؟

۱۔ وقال القاضي ثنا الله پانی پتی: مُمْ ضمیر الاصنام حیثی بلو بناؤ علی ان تسميتهم الهة.

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۳۳۳ تحت آية: اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - الاعراف)

۲۔ وقال البيضاوي: ما اي الاصنام - (تفسير بيضاوي ج ۳ ص ۳۸ سورۃ الاعراف)

وَمِثْلُهُ فِي تَفْسِيرِ الْمَظْهَرِي ج ۳ ص ۳۳۳ تحت الآية: اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - (الاعراف)

**الجواب :-** لفظ عِبَادٌ عبد کی جمع ہے جو بمعنی املوک ہے، اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کا رد کرتے ہوئے شرکین کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تم نے اپنے لیے جو معبود بنائے ہیں اُن میں اور تم میں کوئی فرق نہیں، جیسے تمہارا مالک اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح اُن کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور معبود ایسا ہونا چاہیے جو عابد سے درجے میں برتر ہو۔

ما قال القاضی پانی پتی: عبادُ امثالکم ای مخلوق مملوكة مذللة مسخرة لما اريد منهم۔

(التفسير المظهری ج ۳ ص ۲۲۲ سورة الاعراف پارہ ۵) لے

**فرعون کی لاش کی تحقیق** | سوال :- مصر کے عجائب گھر میں فراعنہ کے دور کی ایک لاش ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اُس فرعون کی لاش ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے مقابلہ ہوا تھا، بعض لوگ اس کے ثبوت کے لیے سورة یونس کی آیت کریمہ **فَاَيَوْمَ تُنْجِيكَ بِبَدَنِكَ** کا سہارا لیتے ہیں، کیا اس آیت کا مقصد واقعی یہ ہے کہ فرعون کی لاش محفوظ رہے گی اور وہ آج تک مصری عجائب گھر میں محفوظ ہے ؟

**الجواب :-** مصریوں کو ۱۹۲۶ء میں کچھ لاشیں ملیں جن کو دیکھ کر آثارِ قدیمہ کے بعض ماہرین نے یہ رائے ظاہر کی کہ یہ فرعون کی لاش ہے لیکن یہ بات ابھی تک پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی کہ واقعی اُسی فرعون کی لاش ہے جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا تھا اس لیے کہ اُس زمانے میں مصر کا ہر بادشاہ فرعون کے نام سے پکارا جاتا تھا، جہاں تک سورة یونس کی آیت کریمہ سے اس کے لیے سہارا لینے کی کوشش ہے تو یہ ایک بے سود کوشش ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا یہ مطلب نہیں کہ فرعون کی لاش قیامت تک محفوظ رہے گی ورنہ آج اس کی لاش ناقابلِ دید ہے اس صورت میں پھر قرآن کی تکذیب لازم آئے گی۔ حضرت حقانویؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: ”سو بجائے نجات مطلوبہ کے آج ہم تیری لاش کو پانی میں تہ نشین ہونے سے نجات دیں گے تاکہ اُن کے لیے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد موجود ہیں کہ تیری بدی اور تباہی دیکھ کر حکماءِ الہیہ کی مخالفت دیں، ”دیوان القرآن“ ج ۲ ص ۱۷۵

لہ وقال البيضاوي: امثالكم من حيث انها مملوكة مسخرة۔ (تفسير بيضاوي ج ۳ ص ۲۹ سورة الاعراف آیت ۱۹۲)

وَمِثْلُهُ فِي مَعَالِمِ التَّنْزِيلِ لِلْبَغَوِيِّ ج ۲ ص ۲۲۲ سورة الاعراف۔

۲۔ مفسرین کے ہاں نَجِيَّكَ کا معنی ای نَلْقِيكَ بِنَجْوَةٍ مِنَ الْأَرْضِ الخ ”یعنی تیری لاش کو کسی اونچی جگہ میں ڈال دیں گے۔“ (ملک التنزیل ج ۲ ص ۱۷۵)۔ وقال البيضاوي: نَلْقِيكَ عَلَى نَجْوَةٍ مِنَ الْأَرْضِ لِيُرَاكَ بَنُو إِسْرَائِيلَ الخ (تفسير بيضاوي ج ۳ ص ۱۷۵)

وَلِهَذَا قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ الشَّهِيدَ بِالْكَشَافِ ج ۲ ص ۳۶۸ سورة الاعراف۔

**لفظ لَاجِرَم کی تحقیق** | سوال :- قرآن کریم میں متعدد مقامات پر لفظ لَاجِرَم کا استعمال ہوا ہے  
مثلاً سورۃ النحل، سورۃ مومن وغیرہ، اس کا لفظی معنی کیا ہے اور صرفی و  
نحوی قوانین کے مطابق اس کی ترکیب کیا ہے؟ اگر لَاجِرَم میں لام کے ساتھ الف کو کھڑا کر کے  
نہ پڑھا جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** لاجراً کو الف کے بغیر پڑھنے سے چونکہ معنی متغیر ہو جاتا ہے اس لیے  
نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ احناف کے مشہور اقوال میں سے ہے۔ اس لفظ کی ترکیب صرفی و  
نحوی میں علماء نے متعدد توجیہات کی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) امام سیبویہ خلیل اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ لاجرم خمسۃ عشر کی طرح مرکب بنائی  
ہے اور مجموعہ فعل ماضی کے معنی میں ہے یعنی حق، اور اس کے بعد والا کلام کا مصدر  
بائن ہے جو کہ لاجراً کا فاعل ہوتا ہے۔

(۲) بعض دوسرے علماء کے نزدیک جَرَم فعل ماضی بمعنی ثبت و وجوب ہے اور بعد والا  
جملہ اس کا فاعل ہے اور لا اس میں انفیہ ہے جو ماقبل کے مضمون کی نفی کرتا ہے۔

(۳) زجاج کا کہنا ہے کہ جَرَم بمعنی کسب ہے اور اس میں ضمیر مستتر ہے اس کا فاعل ہے  
جو کلام سابق کے مناسب مضمون کی طرف راجع ہے اور مابعد والا کلام جَرَم کا مفعول  
ہوگا اور لا نا فیہ ہے۔

(۴) زجاج سے یہ بھی منقول ہے کہ لَاجِرَم اصل میں لَا يَدْخُلُكُمْ فِي الْجَرَمِ کے معنی میں ہے  
پھر کثرت استعمال کی وجہ سے لَا يَدْخُلُ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۵) کسائی سے منقول ہے کہ جَرَم میں لا نا فیہ ہے اور جَرَم اس کا اسم ہے یعنی بر فحہ  
جیسے لَا رَجُلَ اور معنی اس کا لَا صَدَّ وَلَا مَنَعَ ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۳۲ - تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲)

**حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے نکاح کی تحقیق** | حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے  
درمیان عقد نکاح ہوا تھا یا نہیں؟

**الجواب :-** حضرت یوسف علیہ السلام جب شاہ مصر کے ہاں گئے تو عزیز مصر کی بیوی  
کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ کی صفائی کے بعد شاہ مصر نے آپ کو اپنے خواص میں نمایاں جگہ  
دی اور پھر عزیز مصر کے انتقال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے منصب پر فائز کیا

اور اس کی بیوی جس کا نام بعض مفسرین نے زلیخا بتایا ہے (کانکاح حضرت یوسفؑ کے ساتھ کر دیا۔ چونکہ عزیز مصر نامزد تھا اس لیے زلیخا اس وقت تک باکرہ ہی رہی۔ پھر زلیخا سے حضرت یوسف علیہ السلام کے تین بچے پیدا ہوئے جن کے نام افزائش، یثا اور رحمت ہیں۔

قال البغوی: عن ابن اسحق قالوا ثم ان قطفیرای عزیز مصر هلك في تلك الليالي فزوج الملك ليوسف را عيل امرأة قطفیر فلتما دخل عليها قال اليس هن اخيرا ما كنت تريدین متی قالت ان العزیز کان لا یأتی النساء۔۔۔۔۔ فقرب منها یوسف فوجدھا عذراء۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۳۳۲) لہ

**حضرت یوسف علیہ السلام کے حیلے کی حقیقت** | سوال :- سورۃ یوسف آیت ۲۳ میں ہے کہ تُمْ اَذِنَ مُؤَدِّنَ اَیْتِهَا الْعِیدِ اَتْلُمُ

نَسَارِقُونَ۔ اس میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو چور ٹھہرایا گیا ہے جو دراصل بے گناہ تھے، اور سورۃ نساء آیت ۱۱ میں ارشادِ ربانی ہے: وَمَنْ یُکِیْبْ خَطِیْئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یُرْمِ بِهٖ بَیْئًا فَقَدْ اَحْمَلْ بِهٖتَا نَارًا وَاِثْمًا مُّبِیْنًا۔ اس آیت سے بے گناہ پر الزام لگانا گناہ معلوم ہو رہا ہے، لہذا یوسف علیہ السلام نے کیوں ایسا کام کیا؟

**الجواب:** حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھنے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ وحی الہی کے تابع تھا جس کی بعد میں اللہ تعالیٰ نے کَذٰلِکَ کِدْنَا لَیُؤْسِفَ کے ساتھ تعبیر کر کے تحسین بھی فرمائی، لہذا اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

لما قال احمد الصاوی: کَذٰلِکَ کِدْنَا لَیُؤْسِفَ علمنا الاحتیال۔ ای فما وقع من یوسف فی تلك الواقعة بوحی من الله تعالى وحینئذ فلا یقال کیف نادى علی اخوته بالسرقة واتهمهم بها مع انهم بریئون۔ (تفسیر صاوی ج ۲ ص ۲۵۲ سورۃ یوسف) لہ

لما قال القوطی: ثم مات قطفیرای عزیز مصر فزوجہ الولید بزوجۃ قطفیر راعیل فدخل بها یوسف فوجدھا عذراء وولدت له والدين الخ۔ (احکام القرآن ج ۵ ص ۲۱۸ سورۃ یوسف)

وَمِثْلُهُ فی تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۲ سورۃ یوسف۔

۲۔ وقال الحافظ ابن کثیر وهذا من الکید المحبوب الوالد الذی یحبہ الله ویرضاه لما فیہ من الحکمة والمصلحة المطلویة الخ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۵ سورۃ یوسف)

وَمِثْلُهُ فی تفسیر جامع البیان للطبری ج ۸ ص ۲۲ سورۃ یوسف۔



**مسئلہ روح** | سوال :- جناب مفتی صاحب! روح کی حقیقت کیا ہے؟ اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان فرمایا جائے؟

**الجواب :-** جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال ہوا تو وحی الہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے صرف اس پر اکتفاء کیا۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي یعنی روح بھی میرے رب کے امر کُت ہے اور اس کی مخلوق ہے۔

اس کے بعد ہر زمانے کے فلاسفہ عقلدار اور سائنسدان بغرض ہر مذہب کے پیروکارانے اور انہوں نے اپنی علمی بساط کے مطابق روح کے بارے میں اظہار خیال کیا حتیٰ کہ روح ایک مستقل موضوع بن گیا جس پر کئی کتابیں اور رسائل لکھے گئے۔

اسی طرح مفسرین حضرات میں بھی دو جماعتیں بن گئیں، بعض نے اس میں تفصیل اور گہرائی میں جانے سے گریز کیا ہے اور انہوں نے اسی اجمال کو ترجیح دی ہے جسے کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روح کے بارے میں لوگوں نے جو اختلاف کیا ہے اس کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور انہوں نے جو تحقیقات و تفصیلات کی ہیں ان کو طب اور فلسفہ سے اخذ کیا گیا ہے جس سے سلف نے قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي کے پیش نظر سکوت کیا ہے۔ اس لیے کہ سلف صالحین نے جب یہ دیکھا کہ مشرکین نے سوال کیا اور اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود محقق پھر بھی مشرکین کو تفصیلی جواب نہیں ملا تو اس مسئلے میں سکوت کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔

لما قال وقد اختلف الناس في ماهية الروح ثم اختلفوا هل الروح النفس ام هاشيان فلا يحتاج الى ذكر اختلافهم لانه لا برهان على شيء من ذلك وانما هو شيء اخذوه عن الطب والفلاسفة فاعمال السلف فانهم سكتوا عن ذلك لقوله تعالى: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي فلما راوا أن القوم سألوا عن الروح فلم يجابوا اذ اوحى ينزل والرسول حتى علموا ان سكوت عما لم يحفظ بحقيقة علمه اولیٰ - (زاد المسیر ج ۵ ص ۸۶ سورۃ الاسراء)

اسی طرح امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی اسی ابہام کو ترجیح دی ہے جسے قرآن میں اختیار کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي کی وجہ سے بہتر اس میں ابہام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان نہ کر کے مبہم اس لیے چھوڑا ہے تاکہ انسان اپنے وجود پر علم رکھنے کے باوجود اپنی حقیقت سے جاہل ہو کر اپنے عجز کا اعتراف کرے۔ اور جب انسان کی اپنے نفس



کے بارے میں یہ حالت ہو تو اس دلیل مجرّد کی حقیقت کے جاننے کے بارے میں ضرور عاجز ہوگا۔  
 لما قال الصحيح الادبھام لقولہ تعالیٰ: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ ای ہوا امر عظیم و شأن  
 کبیر من امر اللہ تعالیٰ مبہماً و تارکاً تفصیلہ لیعرف الانسان علی القطع عجزہ عن علم حقیقۃ  
 نفسه مع العلم بوجودها و اذا کان الانسان فی معرفۃ نفسه، هکذا کان بعجزہ عن ادراک  
 حقیقۃ الحق اولی۔ الخ (احکام القرآن للقرطبی ج ۱۰ ص ۳۲۳)

ان کے مقابلے میں بعض مفسرین حضرات ایسے ہیں جو روح کے بارے میں تفصیل کرتے  
 ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ آیت کریمہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي میں اجمال کو اس لیے اختیار نہیں  
 کیا گیا کہ اُمتِ مرحومہ اس کی حقیقت کو نہیں جانپ سکتی بلکہ یہ اجمال اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ  
 اکثریت اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی اگرچہ بعض افراد پر یہ حقیقت کھل سکتی ہے، اور یہ  
 ضروری نہیں کہ جس چیز سے شریعت نے سکوت کیا ہو اس کی معرفت ناممکن ہو بلکہ اکثر ایسے ہوتا  
 ہے کہ کسی مصلحت کے پیش نظر سکوت کیا جاتا ہے جسے اکثر نہیں سمجھ سکتے۔

لما قال الامام ولی اللہ الدہلوی: ویست الایۃ نہما فی انه لا یعلم احد من الامة المرحومۃ  
 حقیقۃ الروح کما یظن و لیس کل ما سکت عند الشرع لا یمکن معرفتہ البتۃ بل کثیراً  
 ما یسکت عنه لاجل انه معرفۃ دقیقۃ لا یصلح لتعاطیہا جمہور الامة و ان  
 امکن لبعضہم۔ الخ (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۸ باب حقیقۃ الروح)

اس کے بعد روح کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:-  
 جاننا چاہیے کہ روح کے متعلق اولاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیوان میں زندگی کا باعث ہوا کرتی ہے جب  
 حیوان میں روح ڈال دی جاتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب نکال لی جاتی ہے تو وہ مر جاتا ہے  
 اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن میں ایک لطیف بھاپ ہے جو اخلاط کے خلاصہ  
 سے پیدا ہوتا ہے۔۔۔ پھر جب زیادہ غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح روحِ حقیقی  
 کا مرکب ہے اور روحِ حقیقی کے بدن سے متعلق ہونے کا مادہ ہے۔۔۔ اور روحِ حقیقی  
 ایک جداگانہ چیز ہے، وہ ایک نورانی نقطہ ہے، ان تمام تغیرات سے جن میں سے بعض جوہر ہیں  
 اور بعض عرض، اس کا رنگ ڈھنگ نہ لایا ہے۔

لما فی الحجۃ اللہ البالغہ: و اعلم ان الروح اقل ما یدرک من حقیقتہا انہا مبداء الحیاۃ  
 فی الحيوان و انہ یكون حیّاً ینفع الروح فیہ و یكون میتاً بمفارقة منہ ثم اذا امعن

فی التامل ینجلی ان فی البدن بغاراً لطیفاً متولداً فی القلب من خلاصة الاخلاط.....  
تقر اذا امعن فی النظر ایضاً انجلی ان هذا الروح مطیة للروح الحقیقة ومادة لتعلقها.....  
بل الروح فی الحقیقة حقیقة فردانية ونقطة نورانية یجل طورها عن طور هذه الاطوار  
المتغیرة المتغائرة التي بعضها جواهر وبعضها اعراض - (حجة الله البالغة ج ۱ باب حقیقة الروح) ۱۵

**اصحاب کہف کے کتے کا جنت میں جانا** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے  
میں کہ اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- قرآن کریم اس مسئلے میں ساکت ہے اور ذخیرہ احادیث میں بھی اس کا ذکر نہیں  
ملتا، تاہم مفسرین حضرات نے چند حیوانات ایسے بتلائے ہیں جو جنت میں جائیں گے اور اصحاب کہف  
کے کتے کو بھی ان کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

لما قال العلامة اسمعیل بن البریسوی: وروی انه یدخل الجنة مع المؤمنين علی ما قال  
مقاتل عشرة من الحيوانات تدخل الجنة ناقة صالح وعجل ابراهيم وكيتش اسمعیل وبقرة  
موسی و حوت یونس و حمار عزیر و نملة سلیمان و هدهد بلقیس و كلب اصحاب الكهف  
وناقة محمد صلی الله علیه وسلم فكلهم یصیرون علی صورت كبش و یدخلون  
الجنة - (روح البیان ج ۵ ص ۲۲۶ سورة الكهف) ۲

**صاحب موسیٰ کا بشر ہونا** | سوال :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس شخص کے پاس جا کر  
استغاثہ کرنے کا حکم ہوا تھا وہ انسان تھا یا کوئی

۱۵ فقال احمد مصطفیٰ المراءى: ان الروح جسم نورانی حی متحرك من العالم العلوی غالف  
بطبعه لهذا الجسم المحسوس ساړفیه سریان الماء فی الورد والدهن فی الزيتون والندار  
فی الفحم لا یقبل التبدل والتفرق والتمزق یفید الجسم المحسوس الحیاة وتوا یعها  
مادام صالحاً لقبول فیض وعدم حدوث ما یمنع السریان والاحداث الموت واختار  
الرازی وابن القیم - (تفسیر مراغی ج ۱۵ ص ۸۹ آراء العلماء فی الروح)

۱۶ وقال العلامة محمود الالوسی رحمه الله: وجاء فی شأن کلبهم انه یدخل الجنة  
یوم القيامة فعن خالد بن معدان لیس فی الجنة من الدواب الاكلب اصحاب الكهف  
وحمار بلعم - (روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۲۶ تحت وَكَلْبُهُمْ بِأَسْطُرَاعٍ - الكهف)  
ومثله فی تفسیر جمل ج ۳ ص ۳۱ سورة الكهف -

فرشتہ تھا؟

الجواب :- اس بارے میں ایک ضعیف قول یہ ہے کہ یہ شخص فرشتہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے استفادہ کرنے کا حکم ہوا تھا، لیکن یہ قول بہت ہی کمزور اور غیر معتد بہ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حضرت خضرؑ تھے جو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور فرشتہ نہ تھے بلکہ انسان تھے۔

لما قال الشيخ آلوسی رحمہ اللہ : قوله تعالى : عِندَ اقْنِ عِبَادِنَا . الجمهور على انه الخضر لفتح الحاء . وقيل ابياس وقيل ملك من الملائكة وهو قول غريب باطل كما في شرح مسلم والحق الذي تشهد له الاخبار الصحيحة هو الاول الخ (روح المعاني ج ۵ ص ۳۱۹) لہ  
**نبوت خضر علیہ السلام** | سوال :- خضر علیہ السلام نبی تھے یا ویسے اللہ تعالیٰ کے کوئی نیک بندے تھے ؟

الجواب :- حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت و رسالت اور ولایت میں اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے ولی اور نیک بندے تھے، اور بعض دیگر حضرات کا قول یہ ہے کہ وہ نبی تھے جس پر وہ مختلف شواہد اور دلائل پیش کرتے ہیں۔

لما قال الحافظ ابن کثیر : تحت قوله تعالى : وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي . وفيه دلالة من قال بنبوته الخضر عليه السلام وقال آخرون كان رسولاً وقيل بل كان ملكاً وذهب كثيرون الى انه لم يكن نبياً بل كان ولياً . فالله اعلم . (تفسير ابن کثیر ج ۳ ص ۹۹ سورة الکہف آیت ۸۲)  
 وقال الرازي رحمه الله : قال الاكثرون ان ذلك العبد كان نبياً واحتجوا عليه بوجوه الخ - (تفسير کبیر ج ۲ ص ۱۲۸ سورة الکہف آیت ۶۵) لہ

لہ وقال القرطبي رحمه الله : هو الخضر عليه السلام في قول الجمهور .....  
 وقيل كان ملكاً امر الله موسى ان يأخذ عنه مما حمله من علم الباطن والا قول الصحيح - (تفسير قرطبي ج ۶ ص ۱۶ سورة الکہف آیت ۸۳)

لہ وقال القرطبي رحمه الله : والخضر نبی عند الجمهور وقيل هو عبد صالح غير نبی والآية تشهد بنبوته لان بواطن افعاله لا تكون الا بوحی . (تفسير حکم القرآن للقرطبي ج ۱۱ ص ۱۱۱ سورة الکہف آیت ۶۵)  
 وقال ابو حيان الأندلسي رحمه الله : والجمهور على ان الخضر نبی وكان علمه معرفته بواطن قد اوجبت اليه الخ - (تفسير البحر المحیط ج ۶ ص ۱۲۴ سورة الکہف آیت ۶۵)

**حیاتِ خضر علیہ السلام کی تحقیق | سوال :-** حضرت خضر علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں ؟

**الجواب :-** حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں علماء دُور و بھوں میں بیٹے ہوئے ہیں۔ بعض محدثین کا قول یہ ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، اور وہ اس پر مختلف دلائل پیش کرتے ہیں لیکن آج کے مقابلے میں جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں، اور یہی صوفیائے کرام کا قول ہے۔

لما قال العلامة الوسیؒ: وذهب جمہور العلماء الی انہ حی موجود بین اظہرنا وذلک متفقٌ علیہ عند الصوفیة۔

قال النوویؒ: وقال ابن صلاحؒ: یومئذ عند جماہیر العلماء والعامة معہم فی ذلک وانما ذهب الی انکارہ بعض المحدثین۔ الخ (روح المعانی ج ۵ ص ۲۹۵ سورۃ کہف آیت ۶۵)  
وقال الثعالبیؒ: والخضر شرب من ماء الحیاء فہو حی الی ان یمر جہ الدجال واثہ الرجل الذی یقتلہ الدجال۔ (تفسیر ثعالبی ج ۲ ص ۲۸۸ سورۃ الکہف آیت ۶۵)

وقال القرطبیؒ: الصبیح انہ حی علی ما ذکرہ من الدلائل۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۱ سورۃ الکہف آیت ۸۲)  
تاہم چونکہ مسئلہ اختلافی ہے اور دونوں طرف محققین علماء موجود ہیں، اور اس سے کسی عقیدے کا تعلق بھی نہیں، اس لیے اس کے بارے میں وہی راستہ اختیار کرنا چاہیے جس کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے نقل کر کے فریقین کے اشکالات کو رفع کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے عالم کشف میں خود حضرت علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اور ایسا جس علیہم السلام ہم دونوں زندہ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قدرت بخشی ہے کہ ہم زندہ آدمیوں کی شکل میں متشکل ہو کر لوگوں کی امداد و مختلف صورتوں میں کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس سے جانبین کے استدلال اور شواہد کی رعایت ہو جاتی ہے۔

ولا یمکن حل ہذا الاشکال الا بکلام المجدد دلائل الثانیؒ فانہ حین سئل عن حیاء الخضرؒ ووفاتہ توجہ الی اللہ سبحانہ متعلماً من جنابہ عن ہذا الامر فرئی الخضرؒ حاضراً عندہ فسئلہ عن حالہ فقال انا وایسا لستامن الاحیاء لکن اللہ سبحانہ اعطی روہا قوۃ تتجسد بہا ولفعل بہا افعال الاحیاء من ارشاد الضال و اغاۃ المملہوف اذا شاء اللہ وتعلیم الدنی و اعطاء النسبۃ لمن

شاء اللہ تعالیٰ۔ (تفسیر مظہری ج ۶ ص ۶۱۱ سورۃ الکہف آیت ۸۲)

**سوال:** ذوالقرنین کون تھا؟  
**الجواب:** ذوالقرنین کے متعلق قرآن کریم میں جو وضاحت ہے وہ صرف اتنی ہے کہ وہ ایک نیک اور عادل بادشاہ تھا جس نے مشرق و مغرب میں پہنچ کر ان ممالک کو فتح کیا اور ان میں عدل و انصاف کی حکومت قائم کی، اس مہم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کا سامان اور ضروریات اس کو عطا کئے گئے تھے، اس نے فتوحات کرتے ہوئے مختلف اطراف کے اسفار کیے، جن میں مشرق اقصیٰ، مغرب اقصیٰ اور شمالی کوہستان کے ممالک شامل ہیں، اس سفر کے دوران اُس نے دو پہاڑوں کے درمیانی درے کو آہنی دیوار سے بند کر دیا جہاں سے یا جوج نا جوج نکل کر وہاں کے باشندوں کو نکالیف پہنچاتے اور ہر سال کرتے تھے۔ چونکہ قرآن کریم کا نزول ضروریات کے مطابق ہوتا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس وقت جو سوال ہوا تھا اُس کے سائلین کی تشفی مذکورہ جواب سے ہو گئی تھی، اس لیے قرآن مجید میں ذوالقرنین کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ ذکر نہیں کیا گیا اور نہ ہی ذخیرہ احادیث میں اس کے بارے میں کوئی خاص ذکر ملتا ہے، البتہ اس بارے میں تاریخی اور اسرائیلی روایات ملتی ہیں، لیکن چونکہ ذوالقرنین کی تعیین کے بارے میں تاریخی روایات مختلف ہیں اس لیے چند اقوال ملاحظہ ہوں :-

(۱) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد اسکندر مقدونی یونانی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے گذرا ہے، اور اسی کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

لما قال، والاقرب عندی لالزام اهل الملل والفحل..... اختیار انہ الاسکندر بن فیلفوس

غالب دار الخ۔ (روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۱ سورۃ کہف آیت ۸۲)

(۲) اسی طرح امام رازیؒ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اسی قول کو ذکر کیا کہ اس پر دلائل پیش کیے ہیں، اور اخیر میں کہتے ہیں، والقول الاول اظہر لما ذکرنا۔ الخ

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۲۵ سورۃ کہف آیت ۸۲)

لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے اس قول کی بڑی سختی سے تردید کی ہے کہ اسکندر مقدونی کافر و مشرک تھا اور حکیم ارسطو اس کا استاد تھا اور جس شخص کا ذکر قرآن کریم میں آیا وہ اتفاقاً مومن تھا، بلکہ بعض کے نزدیک تو نبی تھا، لہذا اس کو اسکندر مقدونی کہنا غلط ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ

بمعہ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۹۷ خیر ذوالقرنین)



(۳) بعض مؤرخین اور مفسرین کے نزدیک ذوالقرنین سے مراد ابو کرب شمر بن جمیر حمیری تھا، اور وہ اس پر بنو جمیر کے شعراء کے قصائد سے استدلال کرتے ہیں جن میں ذوالقرنین کی تعریف کی گئی ہے، اسی قول کو ابو ریحان بیرونی نے ترجیح دی ہے۔ (تفسیر کبیر، روح المعانی)

(۴) اور اکثر متقدمین کے نزدیک ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا، حج کے موسم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس کی ملاقات ہوئی اور حضرت علیہ السلام اس کے وزیر یا مشیر تھے۔

(۵) جدید دور کے محققین اور تاریخ القرآن کے ماہرین مثلاً مولانا حفص الرحمن، مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ قرآن میں مذکور ذوالقرنین سے مراد فارس کا وہ بادشاہ ہے جسے یہود، خورس، یونانی سائرس، فارسی گورکس، اور عرب کینسر کہتے ہیں۔ اس پر وہ قرآن کریم سے اور تاریخی شواہد اور اسرائیلی روایات سے دلائل قائم کرتے ہیں۔

(قصص القرآن ج ۳ ص ۱۸۹ تا ۱۹۰ ذوالقرنین)

**لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللَّهِ** کی تفسیر | سوال :- شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ  
 اس کا صحابہ کہتے ہیں کہ انسان بننا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس سے ذہن میں کچھ  
 خدشات پیدا ہوتے ہیں کہ صحابہ کہتے ہیں کہ انسان بننا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے  
 ہیں: لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللَّهِ تو پھر اس گتے میں کیسے تبدیلی آئی کہ وہ انسان بن گیا؟  
 الجواب :- قرآن کریم اور ذخیرہ احادیث میں یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ صحابہ کہتے  
 گئے انسان بن گیا ہو، اور نہ ہی شیخ سعدی کی یہ مراد ہے بلکہ شیخ سعدی نیک بندوں کے  
 صحبت کے اچھے اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب گتے نے دھوکہ  
 بخش حیوان ہے، نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے  
 قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا۔ جب گتے کو نیکیوں کی صحبت سے اتنا بلند رتبہ ملتا ہے تو  
 مومن مؤحد جب ایسا کرے گا تو وہ ضرور اس رتبے کا مستحق بنے گا۔

لما قال محمد بن احمد: قلت اذا كان بعض الكلاب قد نال هذه الدرجة  
 العليا بمحبته ومخالطته الصالحين والاولياء حتى اخبر الله تعالى بذلك في كتابه  
 بل وعلا فما ظنك بالمؤمنين الخ۔ (فتاویٰ ج ۱۰ ص ۳۷۱ سورۃ الکہف آیت ۱۸)

اور مردم شد کا معنی یہ ہے کہ یہ کتا انسانوں کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا یہ نہیں  
کہ انسان بن گیا۔ اسی مردمان داخل جنت شد۔ (روح البیان ج ۵ سورۃ الکہف آیت ۱۸)  
اور لَا تَبْدِلْ خَلْقَ اللَّهِ میں خَلْق سے مراد دین اور فطرتِ سلیمہ ہے۔

لما قال اسماعیل ابن کثیر: قال بعضهم لا تبدلوا خلق الله فتغير الناس من  
فطرتهم التي فطروهم الله عليها وهو معنى حسن۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ سورۃ الروم آیت ۳۱) لہ

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی تحقیق | سوال: بعض لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کی

طرف ایک خاص بیماری کی نسبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس بیماری کی وجہ سے اُن کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے، یہ واقعہ کہاں تک صحیح  
ہے؟ اور قرآن و حدیث کی رو سے اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب:- اس بارے میں قرآن کریم میں صرف اتنی تصریح موجود ہے کہ حضرت ایوب  
علیہ السلام کو ایک شدید بیماری لاحق ہو گئی تھی جس سے نجات کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ  
سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاء عطا فرمائی۔ لیکن اس بیماری کے تعین کے بارے میں  
قرآن کریم ساکت ہے اسی طرح ذخیرہ احادیث بھی اس کے تعین سے خاموش ہے، البتہ بعض  
آثار سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے جسم کے ہر حصے پر پھوڑے نکل آئے تھے جن کی  
وجہ سے لوگ نفرت کا اظہار کرتے تھے، لیکن محققین مفسرین نے ان آثار کی صحت سے انکار  
کیا ہے، اُن کا کہنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بیماری تو آسکتی ہے لیکن انہیں کسی ایسی بیماری  
میں مبتلا نہیں کیا جاتا جو عوام کی نفرت کا سبب بنے۔ لہذا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری  
کوئی خاص بیماری نہ تھی بلکہ عام بیماری تھی، اور جن آثار میں ان کی طرف کیڑوں کی نسبت کی گئی  
ہے اُن پر روایت و درایت اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

لما قال محمود آلوسی: وكل هذه الاقوال عندی متضمنة ما لا يليق بمنصب الانبياء  
عليهم السلام۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۳ ص ۲۰۶) لہ

لہ قال حافظ الدین النسفی: لا تبدل ای ما ینبغی ان تبدل ملک الفطرۃ او تغیر وقال الزجاج معناه لا تبدل  
لدين الله ويدل عليه ما بعده۔ (مدارک التنزیل ج ۳ ص ۲۹۲ سورۃ الروم آیت ۳۱)  
لہ ولا شك ان هذا الخبر من اخبار الاحاد التي تصادم اساس الدين الصحيحة من ان الانبياء يجب ان لا  
يكون قبيح من الامراض ما يتقر الناس منهم۔ (تفسیر مراغی احمد مصطفیٰ ج ۲۳ ص ۱۲۵)

**حضرت داؤد علیہ السلام اور اسرائیلی روایات** | سوال :- قرآن کریم کی سورۃ ص میں آنے والے واقعہ کے متعلق تفسیر جلالین میں بمعجۃ تلك المرأة کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے توقف کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے بیان کرنے والے کے لیے حد مقرر کی تھی۔ اس واقعہ میں کہاں تک صداقت ہے؟

**الجواب :-** جلالین اگرچہ ایک بہترین تفسیر ہے لیکن بعض مقامات پر اس کی تفسیر قابل مواخذہ ہے جن میں سے ایک مذکورہ جگہ بھی ہے، انبیاء علیہم السلام کی طرف ایسی نسبت موجب تنقیض ہے جس سے انبیاء کرام محفوظ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ محققین مفسرین نے اس واقعہ سے انکار کیا ہے، چنانچہ حافظ اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ اپنی تفسیر لکھتے ہیں :-

قد ذکر المفسرون ههنا قصة أكثرها مأخوذ من الاسرائيليات ولو ثبت فيها عن المعصوم حديث يجب اتباعه..... فالأولى ان يقتصر على مجرد تلاوة هذه الآية وان يرد علمها الى الله عز وجل۔ الخ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۷ سورۃ ص) اور علامہ احمد مصطفیٰ رحمۃ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں :-

اتما جاء من القصص عن ذكر السبب في محبتي الملكين فاجعل بمنصب التيقؤ وفيه نسبة الكبار الى الانبياء فيجب علينا ان نطرحه اذ يبطل الوثوق بالشرائع۔ الخ (تفسیر مراغی ج ۲۳ ص ۱۱۱ سورۃ ص)

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مد مقرر کرنے کی جو بات ہے یہ کسی روایت سے ثابت نہیں اور بصورت ثبوت ان کے اجتہاد پر محمول ہے جس کی اتباع کرنا ضروری نہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ اس موقع پر تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

قال علي ما في بعض الكتب من حدث بحديث داود عليه السلام علي ما يرويه انفصا من جلدته مائة وستين وذلك حد القرية على الانبياء۔ وهذا اجتهد منه كرم الله وجهه الا ان الزين العراقي ذكر ان الخبر نفسه لم يصح عن الامير رضي الله عنه۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۵۸ سورۃ ص)

لہذا اس آیت کی وہ تفسیر قابل قبول ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر سے

معلوم ہوتی ہے۔

من عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال ما اصاب داود ما اصابه بعد الفتر من الامن عجب به من نفسه وذلك انه قال يارب ما من ساعة من الليل ولا نهار الا وهاب من ال داود يعبدك يصلي لك ويسبح او يكثر ذكر اشياء فكرة الله وقال يا داود انت ذلك لم يكن الا بي فلو لا عوفى ما قويت عليه وجلالى لا كلفك الى نفسك يوماً قال يارب فاخبرني به فاصابت الفتنة ذلك اليوم۔ (رواه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۳۳)

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض امور مثلاً حسن انتظام اور ہر وقت عبادت میں شغل سے ایک نوع اعجاب کی وجہ سے بطور عتاب یہ واقعہ پیش آیا۔

**تعداد ازواج حضرت داؤد علیہ السلام** | سوال :- حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد کتنی تھی؟

**الجواب :-** حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد مؤرخین اور مفسرین نے ایک سو بتائی ہے، لیکن یہ کوئی انوکھی بات نہیں، اس لیے کہ ان کی شریعت میں تعداد ازواج کے بارے میں کوئی خاص حد مقرر نہیں تھی کہ جس کی پابندی کی جاتی۔

لما قال الحافظ ابن كثير رحمه الله، وكانت لداود مائة امرأة منهم امرأة وديا سليمان التي تزوجها بعد الفتنة وقد ذكر الكلبي نحو هذا۔ (البدایة والنہایة ج ۲ ص ۱۵)

**سوال :-** سورہ صٰی کی آیت ۵۷ اُسْتُكْبِرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ کی تفسیر

پنج تن پاک مراد لیتے ہیں اور ان لوگوں کے نزدیک پنج تن پاک سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہیں اور ان کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ

لہ وقال القرطبي، وفي التفسير له تسع وتسعون امرأة۔ قال ابن العربي: ان كان جميعهن احراراً فذلك شرعه وان كن اماءً فذلك شرعنا والظاهر ان شرع من تقدم قبلنا لم يكن محصوراً بعدد وانما الحصر في شريعة محمد صلى الله عليه وسلم لضعف الابدان وقلة الاعمار۔ (احكام القرآن للقرطبي ج ۱ ص ۱۶۱ سورۃ صٰی)

ومثله في تفسير جلالين ج ۲ ص ۳۸ سورۃ صٰی۔



کرنے سے مُتَشَنِّیٰ کیا گیا تھا، کیا واقعہ کوئی ایسی جماعت تھی جسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے مُتَشَنِّیٰ کیا گیا ہو؟

الجواب: حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا جس میں فرشتوں کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں تھا، جبکہ پنج تن پاک کی جماعت اُس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ کسی تفسیر قرآن یا حدیث میں یہ بات نہیں ملتی کہ یہاں عَلَیْنِ سے مراد پنج تن پاک ہوں جبکہ اس آیت کی جو تفسیر ہے وہ یوں ہے کہ جب ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس! تو نے میری اس خاص مخلوق کو سجدہ کیوں نہ کیا جبکہ یہ میرا حکم تھا، تو نے اب تکبر کیا یا تو پہلے سے متکبر تھا۔

لما قل العلامة محمود الاوسی: استکبرت من غیر استحقاق اُم کُنتَ مِنَ الْعَالِیْنَ، او کُنتَ مُسْتَعْقِلًا لِلْعُلُوِّ فَاتَّقِ فِيهِ۔ وقيل المعنى احدث لك الاستكبار ام لم تنزل منذ کُنتَ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِينَ الخ۔ (روح المعانی ج ۲۳ ص ۲۲۶ سورہ ص)

**سوال:** کیا سورہ خم السجدہ کی مندرجہ ذیل آیات **لَفْظِ اَعْدَاءِ اللّٰهِ كِي تَفْسِيرِ** وَيَوْمَ يُعْشِرُ اَعْدَاؤُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ، عَلٰى اِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ، (آیت ۲۶) سے یہود و نصاریٰ، مشرکین، دہریہ وغیرہ ہی مراد ہیں یا جو لوگ کلمہ پڑھ کر خدا اللہ سے تجاوز کرتے ہیں اور خدا و رسول کی نافرمانی کرتے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں؟

الجواب: کسی آیت کے مفہوم کے بارے میں قطعی طور پر یہ فیصلہ کرنا کہ اس سے یہی مراد ہے کوئی اور نہیں یہ تب ہو سکتا ہے جب الفاظ کی دلالت کا اس پر قطعی یقین ہو ورنہ احتمال نہ ہو یا اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تصریح موجود، ان دونوں صورتوں کے علاوہ قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ تاہم آیت کا سیاق و سباق، موقع و محل کی مناسبت اور قرآن کی دوسری شہادتیں ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے عقل سلیم والا شخص کسی آیت کے مفہوم کے بارے میں بطور قطع غالب

۱۔ وقال ابن الجوزی: استکبرت بنفیک حین ابیت السجود اُم کُنتَ مِنَ الْعَالِیْنَ۔ ای من قوم یتکبرون فتکبرت علی السجود لکونک من قوم یتکبرون۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۱۵ سورہ ص) وَمِثْلُهُ قَالَ الصَّابِقُ فِي صَفْوَةِ التَّفَاسِيرِ ج ۳ ص ۶۵ سورہ ص۔



یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہاں یہی مراد ہے۔

اب زیرِ غور آیتِ کریمہ کے بارے میں مذکورہ بالا امور کو مدِ نظر رکھ کر جب سوچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعداءِ اللہ سے مراد کفار و مشرکین ہیں، مؤمنین عاصیین مراد نہیں ہیں۔  
(۱) سیاق و سباق، سورۃ کی ابتداء سے ہی کفار و مشرکین عرب کے ساتھ تین باتوں پر گفتگو چل رہی ہے۔ قرآنِ کریم کا منزل من اللہ ہونا، اثباتِ توحید، اثباتِ رسالت اور مختلف دلائل و براہین سے ان مسائل کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کے بعد دُیَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَاءُ اللہ کے ساتھ ان ہی کفار کے عقوبات کا ذکر ہو رہا ہے۔

(۲) مقامی قرائن یہاں پر یہ ہیں کہ یہاں پر اعداءِ اللہ کی تین نشانیاں بتلائی گئی ہیں جو کہ کفار کے ساتھ خاص ہیں، ایک یہ کہ وَ لَکِنْ ظَنَنْتُمْ اِنَّ اللہَ لَا یَعْلَمُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ دوسری اعضاء کی شہادت اور تیسری قَالَتْ اَنْتُمْ مِثْوٰی تَہْمٌ۔

(۳) یہ کہ لفظ اعداءِ اللہ کا اطلاق قرآنِ کریم میں کفار ہی پر ہوتا ہے، چند مقامات ملاحظہ ہوں: ۱۔ ذٰلِکَ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللہ النَّارُ (خمر السجدہ آیت ۲۸) ۲۔ قَاتِ اللہَ عَدُوَّ لَکَافِرِیْنَ (بقرہ ۱۹۰) ۳۔ لَا تَتَّخِذْ وَاْعِدُوْیْ وَعَدُوْکُمْ اَوْلِیَاءَ (الممتحنہ ۷) ۴۔ وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لَکُلِّ فِیِّ عَدُوٍّ قَاتٍ الْمُجْرِمِیْنَ (الفرقان ۳) ۵۔ عَدُوٌّ وَّ اَشْیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ۔ (الانعام ۱۱۲)

اس کے برعکس قرآنِ کریم میں جب اللہ تعالیٰ مؤمنین سے مخاطب ہوتے ہیں تو اولیاء یا ولی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، مثلاً ۱۔ اللہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (البقرہ ۲۵۶) ۲۔ اللہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران ۶۸) ۳۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَ رَسُوْلُهُ (المائدہ ۵۵) ۴۔ اِلَّا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللہِ لَآخُوْہُمْ عَلَیْہِمْ وَ لَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (یونس ۶۲)

ان تمام شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ اعداءِ اللہ سے مراد کفار ہیں نہ کہ مؤمنین فاسقین۔

اب مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں:-

علامہ حافظ الدین نسفیؒ فرماتے ہیں: (وِیَوْمَ یَحْشَرُ اَعْدَاءُ اللہ) ای الکفار من الاولین

وَالْاٰخِرِیْنَ۔ (تفسیر مدارک ج ۲ ص ۹۲ سورۃ خمر السجدہ آیت ۱۹) ۱۔

۲۔ علامہ ابو حیان اندلسیؒ فرماتے ہیں: وَاَعْدَاءُ اللہ ہُمُ الْکُفَّارِ مِمَّنِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

رَالْبَعْرُ الْمَحِیْطُ ج ۲ ص ۱۹۱ خمر السجدہ ۱۹۔

وَمِثْلُہُ فِیْ اَحْکَامِ الْقُرْآنِ ج ۵ ص ۳۵ سورۃ خمر السجدہ آیت ۱۹۔

**منافقین کی لکڑی سے تشبیہ** | سوال: سورہ منافقون کی آیت ۴ کا ترجمہ حُشِبَ مُسَدَّدًا کا معنی اور مطلب کیلئے ہے ؟

**الجواب:** اس سے پہلے منافقین کی بحث چل رہی ہے، اس آیت میں اللہ کریم نے منافقین کے بے عقل اور بے ایمان ہونے کی لکڑی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کتنی ہی موٹی کیوں نہ ہو لیکن بے جان ہوتی ہے یہی حالت منافقین کی ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر یہ جیم و لحیم نظر آتے ہیں لیکن اندر سے خالی ہوتے ہیں۔  
لما قال الامام فخرالدين الرازى: ولخشِبَ لتعقل ولا تفهم فكذلك لاجل الاتفاق كانهم في ترك التفهم والاستبصار بمنزلة الخشب۔ (تفسیر کبیر ج ۳۵ ص ۱۵۴ سورہ المنافقون آیت ۴) لہ

**وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** کا عموم پر حمل کرنا | سوال: اگر کوئی شخص سورۃ الم نشرح کی آیت ۱۰ **وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** کے بارے میں یہ کہے کہ اس سے مراد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو زندگی کے تشکیلی دور میں محنت سے کام لے کر بلند مرتبہ حاصل کرے وہ بھی اس بلندی اور رفعت میں داخل ہے، کیا اس آیت سے یہ مفہوم مراد لینا درست ہے یا نہیں ؟

**الجواب:** چونکہ **وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** میں کاف واحد مخاطب کی ضمیر ہے اس لئے اس آیت میں خطاب خصوصی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے لہذا اس کو عام کرنا اور ہر شخص کو اس میں داخل کرنا صحیح نہیں۔ یہاں رفعت ذکر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم گرامی اذان، کلمہ شہدہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذکر کرنا ہے جو کسی اور کے لیے حاصل نہیں ہو سکتا۔

لما قال محمد بن احمد: تحت هذه الآية روى عن الضحاك عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يقول لله لا ذكرت الا ذكرت معي الاذان والاقامة والشهد وروى الجماعة على المنابر الخ۔ (حکما القرآن مرقط ج ۲ ص ۲۰ سورۃ الانشراح ص ۱۴)

۱۔ وقال القاضي البيضاوي رحمه الله: اي مشبهين باختيار منصوبة مسندة الى الحائطة في كونهم اشباحا خالية عن العلم والنظر۔ (تفسير البيضاوي ج ۵ ص ۳۳ سورہ منافقون آیت ۴) ومثله في تفسير معالم التنزيل للبعوي ج ۴ ص ۳۸ سورہ منافقون آیت ۴۔

۲۔ وقال المحلى رحمه الله: بان تذكر مع ذكرى في الاذان والاقامة والشهد الخطبة وغيرها۔ (تفسير جلالين ج ۲ ص ۵۲ سورۃ الانشراح آیت ۴) ومثله في تفسير روح المعاني ج ۳ ص ۱۶۹ سورۃ الانشراح آیت ۴۔

**سوال :-** اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم اٹھاتے اور رکھتے رہے۔  
**قرآن کریم کو چومنا** اسے چومتے ہیں، کیا قرآن کریم کو چومنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** سلف صالحین اور صحابہ کرامؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ قرآن کریم کو چومتے تھے اور اس میں قرآن کریم کی تعظیم و تکریم مضمر ہے، لہذا ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: روى عن عمرو أنه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول عهد ربي ومنشور ربي عز وجل وكان عثمان رضى الله عنه يقبل المصحف ويحمله على وجهه - (الدر المختار على سر المختار ج ۵ ص ۲۲۶ کتاب الخطر والاحاطة - باب الاستبصار وغيره)

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! بعض ختم قرآن کے وقت سورہ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنا اساتذہ ناظرہ قرآن مجید یا حفظ القرآن کی تکمیل کرنے والے طالب علم کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ قرآن مجید ختم کرتے وقت سورہ اخلاص کو تین بار پڑھے، کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسؤلہ فقہاء کے ہاں مختلف فیہ ہے، بعض مشائخ کے ہاں ایسا کرنا مستحسن نہیں جبکہ اکثر مشائخ کے ہاں ایسا کرنا مستحسن ہے، البتہ اگر ختم قرآن فرض نماز میں ہو تو ایک بار سے زیادہ نہ پڑھے۔

قال العلامة ابراہیم الحلبي: قراءة قل هو الله احد ثلث مرات عند ختم القرآن لو يستحسنها بعض المشايخ وقال الفقيه ابواليث هذا شئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلا بأس به الا ان يكون الختم في المكتوبة فلا يزيد على مرة -  
 ركيوى ۲۹۶ اما القراءة خارج الصلوة لم

لم وفي الهندية: قراءة قل هو الله أحد ثلاث مرات عقيب الختم لم يستحسنها بعض المشايخ واستحسنها اکثر المشايخ لجبر نقصان دخل في قراءة البعض الا ان يكون ختم القرآن في الصلوة المكتوبة فلا يزيد على مرة واحدة كذا في الغرائب - (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۱۰۱ الباب الرابع في الصلوة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر) - عاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن -

**قرأت سبعہ میں قرآن کریم پڑھنا** | **سوال**۔ جناب مفتی صاحب! میں نے ایک مسجد میں

ایک مولانا صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھی جنہوں نے عام قرأت کے علاوہ قرأت سبعہ میں تلاوت قرآن پاک کر کے نماز پڑھائی، کیا اس صورت میں مقتدیوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ نیز قرأت سبعہ تواتر سے ثابت ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ جو قرأت ہم تک پہنچی ہیں ان میں بعض متواتر ہیں، بعض مشہور اور بعض احاد اور شاذ کی حد تک پہنچ چکی ہیں، جہاں تک قرأت سبعہ کا تعلق ہے تو یہ قرأت سبعہ سے ثابت ہے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت جہور کے نزدیک حد تواتر تک نہیں پہنچا ہے جبکہ بعض تواتر کے قائل ہیں، جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو قرأت سبعہ میں ہو جاتی ہے۔

قال العلامة السيوطي، قال في أول كتابه النشر كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالاً وصح سند ما فهمي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردّها ولا يحل انكارها بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين۔  
(الاتقان في علوم القرآن ج ۱ ص ۱۸۱ النوع الثاني۔۔۔ معرفة التواتر والمشهور)۔

**قرأت عشرہ کا ثبوت** | **سوال**۔ جناب مفتی صاحب! قرأت سبعہ کا تو تواتر سے ثبوت ہے، اس کے علاوہ جو شخص عشرہ میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہو

تو غلطی شمار ہوگا یا نہیں؟

**الجواب**۔ قرأت عشرہ اگرچہ تواتر سے ثابت نہیں مگر اس کا ثبوت حدیث ہرت کو پہنچا ہوا ہے، اس میں قرآن پڑھنے والے کو غلطی کہنا درست نہیں اس لیے کہ اس کی زد میں کبار تابعین و صحابہ کرام آتے ہیں۔

لے قال صاحب مناهل العرفان: وجما اقتصاده على هؤلاء السبعة مصادفة واتفاقاً من غير قصد ولا عمد ذلك انه اخذ على نفسه الا يروى الا عن اشتدھر بالضبط والامانة وطول العمر في ملازمة القراءة واتفاق الاراء على الاخذ عنه والتلقي منه..... بل كل قراءة توافرت فيها الامكان الثلاثة للضابط المشهور وجب قبولها۔ (مناهل العرفان ج ۱ ص ۱۸۱ اعداد القرات)

قال صاحب مناهل العرفان: الاول متواتر..... والثاني المشهور..... وهذان النوعان هما الله ان يقرأ بهما مع وجوب اعتقادها ولا يجوز انكار شي منهما. (مناهل العرفان ج ۱ ص ۲۲) البحث الحادي عشر في القرات والقراء والشبهات التي اثيرت في هذا المقام) له

**مقام محمود سے کیا مراد ہے** | **سوال:** اللہ تعالیٰ کے ارشاد کرامی عَلَیْ اَنْ یَّبْعَثَ رُسُلًا مِّمَّا مَقَامًا مَحْمُودًا (سورة الاسراء آیت ۷۹) سے کیا مراد ہے؟ کیا مقام محمود جنت میں کوئی جگہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی جائے گی یا کوئی اور خاص مقام ہے؟

**الجواب:** جہور علماء اہل سنت، صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اس مقام کی تفسیر یوں منقول ہے کہ اس سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ ہے، یہ بلند مرتبہ کسی بھی دوسرے نبی یا رسول کو حاصل نہ ہوگا، چنانچہ بعض روایات بھی اس قول کی تائید کرتی ہیں۔

قال العلامة ابن الجوزی: قوله: مقاماً محموداً وهو الذي يعصده لاجله جميع اهل الموقف وفيه قولان احدهما انه الشفاعة للناس يوم القيامة. قاله ابن مسعود وحذيفة بن اليمان وان عمر و سلمان الفارسي وجابر بن عبد الله والحسن وهی رواية ابن ابي نجیح عن مجاهد والثاني يجلسه على العرش يوم القيامة روى ابو وائل عن عبد الله انه قرأ هذه الآية وقال

له قال العلامة جلال الدين السيوطي: اعلم ان القاضي جلال الدين، بليقني قال القراءة تنقسم الى المتواترة وحادة وشاذة فالمتواترة القرات السبعة المشهورة والاحاد قرأت الثلاثة التي هي تمام العشر وليحق بها قراءة الصحابة والشافعية التابعين..... قال الرازي وائمة القول لا تعمل في شيء من حروف القرآن على الافشاء واللغة والاقيس في العربية بل على الاثبت في الاثر والاصح في النقل واذا ثبت الرواية لم يردها قياس عربية ولا فتولغة لان القراءة ستة متبعة يلزم قبولها والمصير اليها.

ولا تقان في علوم القرآن ج ۱ ص ۲۲ النوع الثاني.... مع المتواتر والمشهور والاحاد.... الخ



يقعده على العرش وكذا لك روى الضحاك عن ابن عباس وليث عن مجاهد -

(تفسير زاد المسير ج ۵ ص ۵۷ قول تعالى: عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ لَه)

**دوران تلاوت حضور انور کا نام آنے پر درود پڑھنے کا حکم** | سوال :- اگر قرآن کریم کی تلاوت کے دوران آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہائی اسم گرامی آجائے تو کیا اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنا ضروری ہے یا کہ تلاوت سے فارغ ہو کر پڑھا جائے ؟

**الجواب :-** اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنتے ہی شرعاً درود و سلام پڑھنا واجب ہے مگر دوران تلاوت قرآن بہتر یہ ہے کہ تلاوت کو جاری رکھا جائے اور تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد درود پڑھا جائے تاہم اگر دوران تلاوت ہی درود پڑھ لیا جائے تب بھی جائز ہے ۔

قال العلامة ابن عابدین: ولو قرأ القرآن فمر على اسم النبي صلى الله عليه وسلم فقرأه لقرآن على تاليفه ونظمه افضل من الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك الوقت فان قرع ففعل فهو افضل والا فلا شيء عليه - (رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۹ مطلب الموضع التي تكر فيها الصلوة على النبي) ۲

۱۔ قال العلامة آلوسی: مقاماً محموداً والمراد بذلك المقام مقام الشفاعة العظمى في فصل القضاء حيث لا أحد الا وهو تحت لوائه صلى الله عليه وسلم فقد اخرج البخاري وغيره عن ابن عمر قال سمعت رسول الله يقول ان الشمس لتدنو حتى يبلغ العرق نصف الاذن فبينما هم كذلك استغاثوا بآدم فيقول لست بصاحب ذلك ثم موسى فيقول كذلك ثم محمد فيشفع فيقضى الله تعالى بين الخلق فيمشی حتى يأخذ بحلقة باب الجنة فيومض الله بمقامه محموداً يحمده اهل الجمع عليهم - (تفسير روح المعاني ج ۵ ص ۱۲۱ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ)

۲۔ قال العلامة قاضی خان: رجل یقرء القرآن فسمع اسم انبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرنا طغی انہ لا یجب علیہ الصلوۃ والتسلیم لان قرأه القرآن علی النظم والتالیف افضل من الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا فرغ من القراءة ان صل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان حسناً وان لم یصل فلا شیء علیہ .... الخ (فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۳۷ کتاب الخطر والاباحۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۵ ص ۳۱ کتاب الکراهیۃ الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح ... الخ

**اذان کے دوران قرآن کریم کی تلاوت کرنا** | سوال :- زید ایک دن مسجد میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا کہ اذان شروع ہو گئی تو ایک صاحب نے اس کو سختی سے منع کیا، تو کیا اذان کے دوران قرآن کریم کی تلاوت کرنا ممنوع ہے؟

**الجواب :-** اذان کے وقت اگرچہ تلاوت قرآن ممنوع نہیں تاہم بہتر یہ ہے کہ اذان شروع ہوتے ہی تلاوت بند کر دی جائے اور اذان کو سن کر اس کا جواب دیا جائے۔

قال القاضي خان: ولو سمع القاري الاذان فالأفضل له ان يمسك عن القراءة وليسمع الاذان - الخ - (فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۳ کتاب المحظور والباحث)۔

**قرآن کریم کی تلاوت کرنا افضل ہے یا درود شریف پڑھنا؟** | سوال :- دو آدمیوں کی ہورہی تھی کہ تلاوت قرآن افضل ہے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا افضل ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا افضل ہے، دوسرے نے کہا کہ قرآن کریم کی تلاوت افضل ہے۔ اندازہ کرم آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟

**الجواب :-** مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ اوقات مکروہہ یعنی جن اوقات میں نماز پڑھنا شرعاً مکروہ ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن کے علاوہ دیگر تعبیحات و اذکار اور درود شریف پڑھنا افضل ہے اس کے علاوہ دیگر اوقات میں تلاوت قرآن پاک کرنا افضل ہے۔

لما قال الشيخ عبدالحی الکنہوی رحمہ اللہ، القرات افضل الاذکار لانه كلام الله تعالى كما في الحصن الحصين لكن في الاوقات التي يكره الصلوة فيها كما بعد صلوة الصبح الى طلوع الشمس فالتببيع والدعاء والصلوة على النبي

له وفي الهندية: ولا ينبغي ان يتكلم السامع في خلال الاذان والاقامة ولا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الاعمال سوى الاجابة ولو كان في القراءة ينبغي ان يقطع ويشتغل بالاستماع والاجابة - ر الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۵ الباب الثانی فی الاذان، وما يتصل بذلك اجابة المؤذن

ومثله في البدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۵ فصل وأما بيان ما يجب على السامعين - الخ -

على الله عليه وسلم فيها افضل من قراءة القرآن وكان السلف يستحبون في ذلك الوقت ولا يقرآن - (نفع المفتي والسائل ص ۱۱۲ ما يتعلق بقراءة القرآن) ۱۰

**سوال :-** جناب مفتی صاحب ازید اور قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا جائز نہیں | بحر کے درمیان قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کے بارے میں بحث ہوئی، زید نے کہا کہ قرآن کریم کا وہ نسخہ جو بوسیدہ ہو چکا ہو تو اس کو جلانا جائز ہے اور دلیل میں حضرت عثمانؓ کا عمل پیش کیا، جبکہ بکر نے کہا کہ مطلقاً قرآن کریم کو جلانا جائز نہیں اگرچہ بوسیدہ ہو چکا ہو، انراہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح صورتحال سے ہمیں مطلع فرمائیں؟

**الجواب :-** فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جب قرآن کریم کا کوئی نسخہ بوسیدہ ہو جائے اور تلاوت کے قابل نہ رہے تو اس کو جلایا نہ جائے بلکہ کسی محفوظ مقام میں دفن کر دیا جائے، اس لیے صورت مسئلہ میں بکر کا قول درست ہے۔ جہاں تک اس بارے میں حضرت عثمانؓ کے عمل کا تعلق ہے تو محدثین نے اس کے مختلف جوابات ذکر کیے ہیں، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اولاً ان اوراق کو پانی سے دھویا پھر آگ سے جلایا، گویا کہ آپؓ نے مصحف کو نہیں بلکہ ان صاف اوراق کو جلایا تھا۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: وفي الذخيرة المصنف اذا صار خلقاً وتعذر القراءة منه لا يحرق بالنار اليه أشار محمدويه ناخذ - (رد المحتار ج ۶ کتاب خطروالاباحة فصل في البيع م ۲۲۲) ۱۰

۱۰ قال العلامة ابراهيم الحلبيؒ: وسئل الباقر عن قراءة القرآن في الاوقات التي نهى عن الصلوة فيها اهي افضل ام الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم والذكر والتسبيح فقال الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم والذكر والتسبيح افضل - الخ (حلي كبيری ص ۴۹۶ تنمات فيما يكره من القرآن في الصلوة وما لا يكره وفي القراءة خارج الصلوة)

ومثله في الهنديه ج ۵ ص ۳۱ کتاب الکراهية - الباب الرابع في الصلوة والتسبيح - الخ ۱۰ وفي الهنديه المصنف اذا صار خلقاً وتعذر القراءة منه لا يحرق بالنار أشار لشيباني راي محمد الى هذا في السير الكبير وبه ناخذ - الفتاوى الهنديه ج ۵ ص ۳۲۳ کتاب الکراهية - الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصنف - الخ)

**نیکر پہننے والوں کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا بے ادبی ہے** | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں ایک

فوجی خطیب ہوں، فوجی قانون یہ ہے کہ صبح سویرے فوجی جوان نیکر و بنیان پہن کر پریڈ کے لیے اسمبلی میں آتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی رائیں نشی ہو جاتی ہیں، اس حالت میں مجھے ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرنے کو کہا جاتا ہے، کیا اس حالت میں ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** باتفاق علماء امت مرد کی ران عورت رستر ہے اس کو بد عذر شرعی نہ کہ رکھنا ناجائز و حرام ہے، جس جگہ لوگ ناجائز اور حرام امور میں مشغول ہوں تو وہاں قرآن مجید کی تلاوت کرنا یا اس کا درس دینا بے ادبی ہے، اس لیے صورت مشولہ میں فوجیوں کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت سے اجتناب کیا جائے اور فوجیوں کو رستر عورت کی تلقین کی جائے۔

لما قال العلامة الحصكفي: سلامك مكروه على من ستسمع.... ومن بعد ما أبدى يسن و  
يشروع ودع كافرا أيضا مكشوف عورة.... ومن هوفي حال التغوط اشنع - (الدر المختار على  
صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۱) باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها. مطلب المواضع التي يكره فيها السلام

**سوال :-** جو مصاحف قرآنیہ بوسیدہ ہو جائیں اور تلاوت کرنے کے قابل نہ رہیں تو ان قرآنی نسخوں کا کیا کیا جائے؟ از روئے شرع اس کا کیا طریقہ ہے؟

**الجواب :-** فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جو قرآنی نسخہ اتنا بوسیدہ ہو کہ اس پر تلاوت کرنا ناممکن ہو جائے تو اس کو مسلمان میت کی طرح قابل احترام اور محفوظ مقام پر دفن کیا جائے تاکہ پاؤں تلے آنے سے بچ سکے، تاہم اگر کسی بوری وغیرہ میں ڈال کر اور ساتھ بھاری پتھر رکھ کر دریا برد کر دیا جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: المصحف اذا صار بحال لا يقرأ فيه يدفن كالمسلم، قال  
له وفي الهندية: ولا يسلم على الذي يتغنى والذي يبول والذي يطير الحمام ولا  
يسلم في الحمام ولا على العاري اذا كان متزئرا ولا يجب عليهم الرد.... الخ  
(الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۲) كتاب الكراهية الباب السابع في السلام وتسميت العاطس  
ومثله في البحر الرائق ج ۸ ص ۲۰۷ كتاب الكراهية -

ابن عابدینؑ (تحت قوله یدفن) ای يجعل فی خرقۃ طاهرة ویدفن فی محل غیر ممتلئ  
لا یوطأ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الطہارۃ۔ قبل باب المیاء فی ابحات بغسل) لہ

جس کمرے میں قرآن مجید ہو اُس کی چھت پر چڑھنا | سوال :- تقریباً ہر مسلم گھرانے  
میں قرآن کریم کے نسخے ضرور ہوتے

اور لوگ بوقت ضرورت مکان کی چھت پر چڑھتے بھی ہیں، تو کیا جس مکان میں قرآن مجید موجود  
ہو اُس کی چھت پر چڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام کی واضح عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مکان میں  
قرآن کریم کا نسخہ موجود ہو اُس کی چھت پر اگر پیشاب کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں،  
جب قرآن مجید کی موجودگی میں مکان کی چھت پر پیشاب کرنا قبیح امر نہیں تو مکان کی چھت  
پر صرف چڑھنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

لما قال العلامة ابن عابدینؑ :- فهذا كما لو بال على سطح بيت فيه مصحف  
وذلك لا يكره۔ رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۵

قیامت کے دن کی مقدار کے اختلاف میں تطبیق | سوال :- جناب مفتی صاحب اکٹھی  
دنوں سے ایک سوال ذہن میں آ رہا  
ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی مدت ایک آیت میں ایک ہزار سال فرمائی  
ہے اور ایک دوسری آیت میں پچاس ہزار سال کا ذکر ہے جبکہ یہ بات مسلمات میں سے ہے  
کہ قیامت کا دن ایک ہی ہے تو پھر اس مختلف مدت کو بیان کرنے کا کیا مقصد ہے؟ ازراہِ کرم  
میرے اس اشکال کو دور فرمائیں؟

الجواب :- اگرچہ ان دونوں آیات میں ظاہری تعارض ہے مگر حقیقی نہیں اللہ تعالیٰ  
نے یہ مختلف مدت لوگوں کے جرائم کے تفاوت کی وجہ سے بیان کی ہے کہ لوگوں کو قیامت  
کے دن کی سخت سے سخت مدت میں بھی امتداد نظر آئے گی۔

لعمري في الهندية: المصحف اذا صار خلقاً لا يقرأ منه ويخاف ان يضيع يجعل في خرقۃ طاهرة و  
يدفن ودفنه اولی من وضعه موضعاً يخاف ان يقع عليه النجاسة او نحو ذلك... الخ  
الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۳ کتاب الکراہیۃ۔ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ



قال الشيخ اشرف على التهانوى رحمه الله: یہ دونوں آیتیں یوم قیامت کے بارے میں ہیں اور تطبیق دونوں میں یہ ہے کہ مختلف لوگوں کو اشتداد کے تفاوت سے امتداد میں تفاوت محسوس ہوا کرتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۵ کتاب ما يتعلق بتفسیر القرآن) لہ  
**ابلیس بھی حکم سجدہ کا مکلف تھا** | سوال: قرآن کریم کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ **وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِلْإِنْسَانِ** میں حکم صرف فرشتوں کو تھا جبکہ ابلیس فرشتوں کی جنس سے نہ تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو سجدہ نہ کرنے پر ملعون کیوں کر دیا؟

الجواب:۔ ظاہر آیت میں تو اگرچہ صرف فرشتوں کا ذکر ہے مگر یہ حرفاً تغلیباً ہے ورنہ حکم ابلیس کو بھی ہوا تھا جس پر اللہ تعالیٰ کا عتاب اور سوال و جواب قرنیہ ہے، بسا اوقات قیام قرنیہ سے کسی شخص پر آمر کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔

قال الشيخ اشرف على التهانوى رحمه الله: یاں حکم اس کو بھی ہوا تھا اور جس امر پر قرنیہ قائم ہوتا ہے اس کی تصریح کی حاجت نہیں ہوا کرتی، اور یہاں قرنیہ فقہ میں موجود ہے وہ یہ کہ جب اس پر عتاب کی حکایت بیان فرمائی گئی، خود اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی مامور تھا، ذکر سورہ اعراف میں یہ آیت **مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ اِذَا اَمَرْتُكَ** اس میں امر کا ہونا مفرح ہے، پہلی دلیل عقلی دوسری دلیل نقلی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۲۰ کتاب ما يتعلق بتفسیر القرآن) لہ  
**مَعِيشَةً ضَنْكًا کی تفسیر** | سوال: جناب مفتی صاحب! قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ **وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا** (سورہ طہ آیت ۱۲۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ذکر خداوندی سے اعراض کرے

لہ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: هو یوم القیامة جعلہ اللہ علی الکافرین مقدار خمین الف سنة ثم یدخلون النار بلا سنقرار۔ (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۲۸۲ سورہ المعارج)  
**وَمِثْلُهُ** فی بوار النوار ج ۲ ص ۳۷۹ حصہ سوم نوادر، تیسرا نادرہ۔  
 لہ قال مولانا محمد ادریس الکاندھلوی: ابلیس اگرچہ ملائکہ میں سے نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا کہ **وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِلْإِنْسَانِ** میں حکم سجدہ سب کو بتبعیہ ملائکہ بالاولیٰ داخل تھا۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۹۲ سورہ البقرہ)  
**وَمِثْلُهُ** فی تفسیر ما جدی سورہ البقرہ ج ۱ ص ۱۲۰

تو اس کی زندگی (معیشت) تنگ ہوگی، حالانکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ کفار و فجار جو دین الہی کے دشمن ہیں اُن کی زندگی بہت آسودہ ہوتی ہے، اُن کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے، تو پھر اس آیت میں زندگی (معیشت) کی تنگی کا کیا مطلب ہے؟

**الجواب :-** اسلام دشمنی اور خدا کے باغی اگرچہ ظاہری طور پر دنیا میں کافی آسودہ حال اور خوش و خرم نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے دل تنگ ہوتے ہیں اور ان کی یہ خوشی و مسرت ظاہری اور دکھاوے کی ہوتی ہے، اسی طرح آیت مذکورہ میں بھی باطنی تنگی مراد ہے نہ کہ ظاہری تنگی مراد ہے۔

قال الشيخ محمد ادریس کاندھلوی: دنیا میں تو اس طرح کہ تحقیق اس کی زندگی تنگ ہوگی، راحت اور سکون اور اطمینان سے خالی ہوگی۔ کافر کے دل پر حرص اور ترقی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ دن رات ننانوے کے پھیر میں رہتا ہے اور دولت و عت و وجاہت کے زوال کے خطرات ہر وقت اس کی نظروں کے سامنے رہتے ہیں، بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ دولت مند جس کو دن رات میں دو تین گھنٹے سونا نصیب ہو جائے، جب راحت اور سکون جسے نصیب نہ ہوا تو دولت سے کیا فائدہ ہوا، ظاہر میں بے شمار دولت ہوتی ہے مگر قناعت کی دولت سے دل خالی ہوتا ہے اور حیرانی اور پریشانی سے لبریز ہوتا ہے..... الخ (معارف القرآن جلد ۵ ص ۵۹۸) اے

**النَّازِلَاتُ لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً** کی تفسیر | سوال :- قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: النَّازِلَاتُ لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً (سورة النور آیت ۳) اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ زانیہ کے ساتھ نیک مسلمان کا نکاح صحیح نہیں جبکہ فقہ کی کتابوں میں صراحتاً لکھا ہوا ہے کہ یصح نکاح الحبلى من الزنا۔ اور اسی طرح بعض واقعات رونما بھی ہو چکے ہیں کہ کسی زانیہ سے ایک نیک مبتلی و پرہیزگار شخص نے نکاح کیا ہے، کیا ایسا نكاح

اے قال العلامة اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ :- این تنگی متعلق بقلب است ہرگز کسی را از اعصاب و امید دید کہ در ولش شگفتگی و فراخی باشد مگر اسرا از پریشانی و تکرر پر فی باشد۔ اھ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۵) کتاب ما يتعلق بتفسیر القرآن

صحیح نہیں، اگر صحیح ہے تو پھر آیت کریمہ کا کیا مطلب ہے؟

**الجواب :-** اگرچہ اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین عظام نے مختلف تاویلات اور اقوال بیان کیے ہیں لیکن جمع بین الروایات کے تحت یہ قول زیادہ رائج معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے مقصود اخبار ہے نہ کہ حکم شرعی، یعنی زانیہ عورت عادتاً کسی صالح مرد سے نکاح کرنے میں رغبت نہیں رکھتی اور نہ کوئی صالح مرد کسی زانیہ سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا ہے، اس لیے کہ پاکدامنی اور عفت سے محبت ایک طبعی امر ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زانیہ کا نکاح حکم شرعی کے تحت جائز اور صحیح ہے۔

قال القاضي ثنا الله الباني يتي :- وعند الأئمة، ثلاثه نكاح الزاني والزانية صحيح فني تفسير هذه الآية قال بعضهم معناه الاخبار كما هو ظاهر الصيغة والمعنى ان الزاني لا اجل فسخه لا يرغب غالباً في نكاح الصالحات والزانية لا يرغب فيها الصالحاء فان المشاكلة علة الالفه والتضاد والمخالفة سبب للنضرة والافتراق وكان حق المقابلة ان يقال والزانية لا تنكح الا من زان او مشترك لكن المراد بيان احوال الرجال في الرغبة فيهن لما ذكرنا انها نزلت في استيذان الرجال من المؤمنين -

رتفسير المنظهرى ج ۶ ص ۲۴۲ سورة النور

**سوال :-** آجکل ذکر فرقة کے لوگ اقیموا الصلوة سے مراد نماز ہے | الصلوة، اقیموا الصلوة وغیرہ آیات قرآنی سے نفس ذکر کے اثبات کے لیے استدلال کرتے ہیں، کیا واقعی ان کا یہ استدلال صحیح ہے؟ یا اس سے نماز ہی مراد ہے؟

**الجواب :-** احادیث صحیحہ اور اجماع امت اس بات کی توضیح کرتی ہیں کہ ان آیات سے مراد نماز معہود ہے، اس سے صرف ذکر الہی مراد ہے کہ نماز کی نفی کرنا تحریف فی القرآن کے مترادف ہے جس سے کفر لازم ہو جاتا ہے۔

قال العلامة أبو البرکات عبد الله بن محمد النسفی رحمہ الله : (ولقیہون الصلوة) ای یؤدو نہا فعبیر عن الاداء بالاقامة لان القيام بعض اركانها كما عبیر عنه بالقنوت وهو اقامتہ وبالرکوع والسجود والتسبیح لوجودها

فیہا۔..... الخ (تفسیر نسفی ج ۱ ص ۱۳۱) (ویقیمون الصلوٰۃ) ۱۴۰

**خارج نماز تلاوت قرآن سننا واجب نہیں** | سوال :- خارج نماز جو تلاوت قرآن حکیم

ہوتی ہے تو کیا اس کا سننا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو رمضان المبارک میں جو قاری صاحبان اور حفاظ کرام لاؤڈ اسپیکر پر تلاوت کرتے ہیں اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے تلاوت قرآن نہیں سن سکتے تو اس پر کون گنہگار ہوگا؟

**الجواب :-** اس بارے میں دو طرح کے اقوال موجود ہیں ایک وجوب کا ہے اور دوسرا عدم وجوب کا، متاخرین فقہاء کرام نے آسانی اور سہولت کے لیے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، لہذا خارج از نماز قرآن کریم کی تلاوت سننا واجب نہیں تاہم مستحب ضرور ہے۔

وحی ابن المنذر: الاجماع علی عدم وجوب الاستماع والانصات فی غیر الصلوٰۃ والخطبة وذلك ان یجابہما علی کل من یسمع احدا یقراد فیہ حرج عظیم لانه یقتضی ان یتروک له المشتغل بالعلم علمہ والمشتغل بالحکم حکمہ والمتاعان مسا ومنہما و تعاقدها وکل ذی شغل شغلہ۔ (تفسیر المنارج ۵۵۲، ۵۵۳) ۱۴۰

**وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے محلے میں ایک پڑھالکھا

آدمی ہے نماز پنجگانہ کا پابند ہے لیکن رمضان کے مہینے میں روزے نہیں رکھتا بلکہ فدیہ دیکر

۱۴۰ قال ابن عباسؓ ویقیمون الصلوٰۃ ای یقیمون الصلوٰۃ بفروضہا۔ وقال الضحاكؓ عن ابن عباسؓ اقامۃ الصلوٰۃ اتمام الركوع والسجود والتلاوة والخشوع والاقبال علیہا فیہا۔ وقال قتادةؓ اقامۃ الصلوٰۃ المحافظة علی مواقیبہا وضوہا وركوعہا وسجودہا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۱ - سورة البقرة)

(ایموا الصلوٰۃ) امرهم ان یصلوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۲) وَمِثْلُهُ فی الدر المنثور ج ۱ ص ۱۲۱ - سورة البقرة۔

۱۴۰ قال، لخصاص فی تفسیر الآیۃ، وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوا... المؤمن فی سعة من الاستماع الیہ الا فی صلوٰۃ مفروضة۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۹)

جان بھڑانے کی کوشش کرتا ہے جبکہ وہ تو انا اور تندرست ہے اور اپنے اس عمل پر قرآن حکیم کی آیت مبارکہ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷) سے استدلال کرتا ہے، تو کیا صحت اور تندرستی کے باوجود فدیہ دے کر روزہ چھوڑنا جائز ہے؟

**الجواب :-** حالت صحت میں فرض روزہ رکھنے کے علاوہ کوئی اور عمل چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بارگاہ الہی میں مقبول نہیں، جہاں تک آیت مذکورہ کا تعلق ہے تو یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا لیکن بعد میں فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵) ہو گیا، لہذا موصوف کا مذکورہ آیت مبارکہ سے فدیہ کے جواز کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

لما قال الحافظ ابن كثير: (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) فكان من شاء صام ومن شاء اطعم مسكيناً فاجزا ذلك عنه ثم ان الله عز وجل انزل الآية الاخرى (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ) الى قوله (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) فثبت صيامه على المقيم الصحيح ورضخ فيه للمريض والمسافر وثبت الاطعام للكبير الذي لا يستطيع الصيام۔ (تفسير ابن كثير ج ۱ ص ۲۱۲ سورۃ البقرہ ۱۷۷)

**آیات قرآنی کا صرف ترجمہ شائع کرنے کی حیثیت** | سوال :- جناب مفتی صاحب! آجکل اخبارات اور رسائل و جرائد میں بغیر

۱۔ حدیث ابن حمید قال ثنا جریر عن منصور عن ابراهيم عن علقمة في قوله (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) قال كان من شاء صام ومن شاء افطر واطعم نصف صاع مسكيناً فسخرها (شهر رمضان...) الى قوله (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) عن مغيرة عن ابراهيم بنحوه وزاد فيه قال فاستخها هذه الآية وصارت الآية الاولى للشيخ الذي لا يستطيع الصوم يتصدق مكان كل يوم على مسكين نصف صاع۔ ثنائيات ادريس قال سألت ابا عمش عن قوله (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ)

فحدثنا عن ابراهيم عن علقمة قال نسحها فمن شهد منكم الشهر

فليصمه)۔ (جامع البيان ج ۲ ص ۳۳ سورۃ البقرہ)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُنْشُورِ ج ۱ ص ۳۲۲ سورۃ البقرہ۔



عربی متن کے قرآنی آیات کا اردو ترجمہ شائع کرتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ جبکہ اس طرح کرنے میں قرآن کریم کی توہین بھی ہے؟

**الجواب :-** علماء امت کا اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ بغیر عربی متن کے قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا حرام و ناجائز ہے، اس قسم کے عمل سے اجتناب کیا جائے اس موضوع پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا رسالہ ”جواہر الفقہ“ شائع ہو چکا ہے، مزید تفصیل کے لیے وہاں مراجعت کریں۔ البتہ ایک دو آیتوں کا صرف ترجمہ شائع کرنا اس میں داخل نہیں، ہاں اگر اس کے شائع کرنے سے قرآن مجید کی توہین مقصود ہو تو پھر تو یہ اور بھی ناجائز اور حرام ہے جس سے بچنا از حد ضروری ہے۔

قال الشيخ ابن الہمام رحمہ اللہ : وفي الکافی ان اعتاد القراءة بالفارسیۃ او ادادان یکتب مصحفاً بہا یمنع وان فعل فی ایۃ اوایتین لا فان کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمتہ جائز۔ ۱ھ

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۸ باب صفة الصلوة) ۲ھ

**سب سورتوں کے نام توقیفی ہیں** | **سوال :-** جناب مفتی صاحب! قرآن کریم کی ایک سو چودہ سورتوں کے نام جو مشہور ہیں اس کا ثبوت آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا کہ علماء کرام نے اپنی طرف سے یہ نام رکھے ہیں؟

**الجواب :-** قرآن مجید کی تمام سورتوں کے نام توقیفی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحکم الہی خود ان کے نام رکھے ہیں، علماء کرام کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔

قال اکامام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری :- عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم مقابر ان الشیطن

لہ قال العلامة الحسکی رحمہ اللہ : وتجوز كتابة ایۃ اوایتین بالفارسیۃ لا اکثر (قال الشامی) والظاهر ان الفارسیۃ غیر قید الخ۔ (الدرا المختار مع رد المختار ج ۱ ص ۲۵۳، مطلب فی حکم القراءة بالفارسیۃ والتوراة والانجیل)

ينقر من البيت الذي يقرأ فيه سورة البقرة۔ رواه سلم (مشکوٰۃ مترجم اردو ج ۱ ص ۲۵۸ فقائل القرآن) ۱۔  
**قصہ ہاروت و ماروت کی تحقیق** سوال ۱۔ سورہ بقرہ میں ہاروت و ماروت کے ناموں سے جو قصہ مشہور ہے، بعض علماء اس کی سختی سے تردید کرتے ہیں جبکہ بعض تفاسیر میں اس قصہ کا باسند تذکرہ ملتا ہے، اس قصہ کی اصل حقیقت کیا ہے؟

**الجواب:** ۱۔ ہاروت و ماروت ایک اسرائیلی واقعہ ہے، اگرچہ بعض مفسرین نے اس کو صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر منتہی کے اعتبار سے یہ اسرائیلی واقعہ ہے جس کے بارے میں مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ اسرائیلیات کی نہ تصدیق کریں اور نہ تکذیب، بلکہ اس بارے میں توقف سے کام لیں۔  
 قال الشيخ مفتي محمد شفيع: الجواب: قصہ ہاروت و ماروت کا تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں بہت مفصل لکھا ہے، مگر یہ سب اسرائیلی روایات سے لکھا گیا ہے، نیچے کی سندیں اگرچہ قوی بھی ہیں مگر منتہائے سند سب کا اسرائیلی روایات پر ہوتا ہے جن کا حکم یہ ہے کہ نہ ان کی تصدیق کی جاوے نہ تکذیب۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس قصہ کا ثبوت کسی روایت میں ہے نہیں اور اسرائیلی روایات میں ہے ان کا اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ (امداد المفتین ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب التفسیر)

۱۔ قال الشيخ المفتي محمد شفيع: سوال: زید کہتا ہے کہ سورۃ بقرہ نام خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں رکھا علماء نے خود یہ نام رکھ لیا ہے، یہ قول صحیح ہے یا نہ؟

**الجواب:** زید کا قول غلط ہے، متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نام سورتوں کے مروی ہیں، حدیث مسلم میں ہے: اقروا الزہرا وبن البقرة وسورة الى عمران۔ الحدیث (رواہ سلم) مشکوٰۃ۔

ان الشیطن ينقر من البيت الذي يقرأ فيه سورة البقرة۔ احیث (رواہ سلم مشکوٰۃ شریف) واللہ اعلم  
 (عزیز الفتاوی ج ۱ ص ۱۳۴ کتاب السنة والبدعة)

۲۔ قال العلامة قاضي شفاء الله ياتي بي: وهذه لقصة من اخبار الاحاد بل من الروايات الضعيفة الشاذة ولا دلالة عليها في القرآن بشئ... وبعد اسطر: قال العاصي ان هذه الاخبار لم يرو منها شي صحيح ورسقيم عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال وهذه الاخبار من كعب اليهود وافتراءهم۔ الخ  
 (التفسير المظهر ج ۱ ص ۱۰۹ سورة البقرة)

وَمِثْلُهُ فِي مَعَارِفِ الْقُرْآنِ لِلشَّيْخِ مُحَمَّدِ ادريس كاندھلوی ج ۱ ص ۱۹۱۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذبیحہ کا گوشت کس نے کھایا تھا؟ سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس

مسئلے کے بارے میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچے جس مینڈھے کو ذبح کیا تھا اس کا گوشت کس نے کھایا تھا؟ لوگوں سے اس بارے میں بہت کچھ سننے کو ملتا ہے۔

الجواب :- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذبیحہ کے گوشت کے بارے میں صحابہ تفسیر صاوی نے لکھا ہے کہ یہ گوشت درند و پرند نے کھایا تھا اس لیے کہ اس کا پکانا مشکل بلکہ ناممکن تھا کیونکہ جتنی گوشت پر آگ اثر انداز نہیں ہوتی۔

قال العلامة الصاوی رحمہ اللہ : وبقی قرناہ معلقین علی الکعبۃ الی ان احترق البیت فی زمن ابن الزبیر وما بقی من الکبش اکلته السباع والطيور لان النار لا تؤثر فیها هو من الجنة۔ (حاشیۃ العلامة الصاوی علی الجلالین ج ۲ ص ۳۲۳ سورۃ الصافات) ۱۷

سوال :- پاکستان میں اس وقت قرآن و سنت پر مبنی نظام نافذ نہیں ہے، معاشی نظام سودی اور

آیت کریمہ قَالُوا لَیَمُرَّکُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسِیْعَةُ فَتُہَاجَرُوْا فِیْہَا کی تحقیق و تشریح رزق حرام ہے، ملک پر کفر یہ انگریزی قانون نافذ ہے۔ قرآن مجید کے پٹ رکوع ۱۱ کی پہلی آیت کی تشریح میں علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بعض مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے نہ حکم جہاد کی تکمیل کر سکتے ہیں“ سو ان پر فرض ہے کہ وہاں سے

۱۷ قال العلامة سلیمان بن عمر العجیل الشافعی الشہیر بالجمل رحمہ اللہ : وقد بقی قرناہ معلقین علی الکعبۃ الی ان احترق البیت فی زمن ..... ومن المعلوم المقرر ان کل ما هو من الجنة لا تؤثر فیہ النار فلم یطبخ لحم الکبش بل اکلته السباع والطيور تأمل۔ (التفسیر الجمل ج ۳ ص ۵۲۹ سورۃ الصافات)

وَمِثْلُہٗ فِی بَدَائِعِ الزَّهْوِ فِی وَقَائِعِ الدَّهْوِ مَتَّۃٌ قِصَّةُ ذِیجِ اسْمَعِیلَ عَلَیہِ السَّلَامُ۔

ہجرت کریں الخ۔ اور یہی مضمون شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تفسیر موضح القرآن میں بھی ہے، آپ فرماتے ہیں: ”فائدہ ۵: اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کھلا نہ رہ سکیں وہاں سے ہجرت فرض ہے۔“ تو آیا پاکستان کے مسلمانوں پر اس آیت کی رو سے اس کھنری نظام کی وجہ سے ہجرت فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ہجرت دارالحرب اور دارالکفر سے کی جاتی ہے جبکہ پاکستان دارالمسلین ہے جس میں مسلمانوں کو جملہ دینی امور اور تبلیغ و جہاد کو عملی طور پر ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں لیکن ایمانی کمزوری کی وجہ سے پاکستانی قوم اپنے فرائض کی ادائیگی میں روایتی غفلت کا شکار ہے اور آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح وہی ہے جو ان اکابرین نے کی ہے۔ اور اسی مقام پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ”کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے نہ حکم جہاد کی تکمیل کر سکتے ہیں تو ہجرت ان لوگوں پر فرض ہے“ لہذا فرائض کی انجام دہی کی صورت میں مذکورہ آیت کریمہ کی رو سے پاکستان سے ہجرت فرض نہیں ہے بلکہ یہی لازمی ہے کہ اس نظام کو دور کر کے اس کی بجائے شرعی نظام کا نفاذ کیا جائے۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۲۳ پ ۱۲۳ سورة النساء ع ۱۱) لہ

**قبل المسخ شیطان کافرشتوں سے افضل ہونا** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارگاہی

سے نکالے جانے سے پہلے شیطان کا علم فرشتوں سے زیادہ تھا یا نہیں نیز اس وقت شیطان افضل تھا یا فرشتے؟

**الجواب :** شیطان کے بارے میں تفسیر ابن کثیر میں مختلف عبارات مذکورہ ہیں جس سے واضح ثبوت ملتا ہے کہ شیطان قبل المسخ من اشراف الملائكة، خازن الجنة، سلطان

لہ قال العلامة قاضی شہداء اللہ القافی فتی: المرکن ارض اللہ واسعة فتہاجروا قیہا یعنی کنتم قادرین علی الخروج من مکة الی ارض لا تمنعون قیہا من اظہار الاسلام و مخالفة الکفار و اعلام کلمة اللہ کما فعل المهاجرون الی المدينة والجبشة ونصب فتہاجروا علی جواب الاستفہام۔ (التفسیر المظہری ج ۲ ص ۲۸۲ پ ۱۲۳ سورة النساء) ومثله فی تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۱۲۶ پ ۱۲۶ سورة النساء۔

سما الدنیا والارض اور علم واجتہاد میں فرشتوں سے بڑھ کر تھا۔

قال العلامة عماد الدین ابن کثیرؒ: کان من اشدھم ای اشد المملکۃ اجتہاداً واکثرھم علماً۔ کان من اشراف المملکۃ من ذوالجنحة الاربعة کان من اشراف المملکۃ واکرمھم قبیلۃً وکان خازناً علی الجنان، کان لہ سلطان السماء الدنی وکان لہ سلطات الارض وکان یسوس ما بین السماء والارض فعطی قسطنہ اللہ شیطاناً رجیماً، کان ابلیس رئیس ملائکۃ سما الدنیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۷ سجود المملکۃ لآدم) لہ

**وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا رَّالآیۃ اور ڈارون کا نظریہ ارتقا** **سول: جناب مفتی صاحب!**

ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام روح ڈالے جانے سے پہلے بھی زندہ تھے مگر ان کی شکل و صورت حیوان کی تھی اور اس حیوانی شکل میں بھی وہ جمادات و نباتات کے مراحل سے گذر کر پہنچے تھے۔ اور اپنے اس عقیدہ پر استدلال کے لیے وہ قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتا ہے کہ **وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا**۔ (سورۃ نوح پ ۲۹) اس آیت کے مطابق تو حضرت آدم علیہ السلام کی جسمانی تخلیق ان مراحل سے گذر کر حیوان کی شکل تک پہنچنے سے ڈارون کے نظریہ ارتقا کی تائید ثابت ہوتی ہے، شریعت مقدسہ کی روشنی میں اس آیت سے اس عقیدہ کے لیے استدلال کرنا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مذکورہ بالا آیت کریمہ سے ڈارون کے نظریہ ارتقا کو ثابت کرنا سراسر تحریف اور غلط ہے جبکہ تحریف فی القرآن شرعاً کفر ہے۔ علاوہ ازیں دیگر آیات حضرت آدمؑ

لہ قال العلامة بدر الدین محمد بن عبد اللہ الشبلی الحنفیؒ: قلت وقد ذکر الطبری فی تاریخہ قول ابن عباسؓ قال قال ابن عباسؓ کان ابلیس من اشراف المملکۃ واکرمھم قبیلۃً وکان خازناً علی الجنان وکان لہ سلطان السماء الدنیا وکان لہ سلطان الارض۔ (آکام المرجان فی احکام الجنان ص ۱۵۱) اباب فی بیان هل کان ابلیس من المملکۃ

وَمِثْلُهُ فی حیاۃ الحيوان الکبریٰ للد میریؒ ج ۱ ص ۲۹۸ سورۃ الجن



کی تخلیق میں واضح ثبوت ہیں جس میں نظریہ ارتقاء کا شبہ بھی نہیں ہے بلکہ اس آیت کریمہ میں غور و فکر کرنے سے اس نظریہ کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

قال العلامة جلال الدین سیوطی: وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ اِیْ خَلْقِكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا اِذْ خَلَقَ اَبَاكُمْ اَدَمَ مِنْهَا۔ (تفسیر جلالین، سورۃ نوح، پ ۲۹ آیت ۱۷۱)

قال العلامة شبیر احمد عثمانی: ”یعنی زمین سے خوب اچھی طرح جماؤ کے ساتھ پیدا کیا۔ اول ہمارے باپ آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے، پھر نطفہ جس سے بنی آدم پیدا ہوتے ہیں، غذا کا خلاصہ ہے جو مٹی سے نکلتی ہے۔“ (تفسیر عثمانی ص ۵۷ پ ۲۹ سورۃ نوح آیت ۱۷۱)۔

**مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ** کی تفسیر اور مصداق | سوال: قرآن مجید کی بعض پشتو تفاسیر میں سورۃ والناس کی آیت

مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: ”چہ پیریان اوسری دی، پہ انسان کنبہ بدعتیان، مشرکان، پیران او ملیان دی“ کیا اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر و ترجمہ اور مصداق صحیح ہے؟ کیا الناس کا ترجمہ سہری صحیح ہے؟

الجواب:۔ آیت کریمہ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ کا ترجمہ بزبان پشتو یہ ہے: ”چہ دجناتو او انسانانو نہ“ تاکہ مرد و زن دونوں اس میں داخل ہوں، اور مرد و زن دونوں انسان اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اس لیے ان دونوں کو آدمی منسوب بسوئے آدم کا ترجمہ بھی کیا جاتا ہے، اس لیے آدمی میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں، اور ”سہری“ کے ساتھ ترجمہ میں عورتیں تغلیباً داخل ہوں گی، اس لیے ”سہری“ کے ساتھ ترجمہ کرنا بھی درست ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں کیا ہے: ”جنوں میں اور آدمیوں میں“

لے قال العلامة قاضی ثناء اللہ الفانی فتی رحمہ اللہ: وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ ..... اِیْ اَنْشَاكُمْ فَاسْتَعِيرَ الْاَنْبَاتَ لِلاَنْشَا لَانَّهُ اَدَلُّ عَلَى الْحَدُوثِ، مِنَ الْاَرْضِ بِاَنْ خَلَقَ اَبَاكُمْ اَدَمَ مِنْهَا اَوْ بِاَنْهُ خَلَقَكُمْ مِنَ النُّطْفِ وَالنُّطْفِ مِنَ الْغُذَا اِذْ اُمْنِيتُ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا..... تَقْدِيرُهُ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ فَنَبَتُمْ نَبَاتًا فَاقْتَصَرَ اِكْتِفَاءً بِالدَّلَالَةِ الْاِتْرَافِيَّةِ۔

(التفسیر المظہری ج ۱۰ ص ۱۷۱ سورۃ نوح)

وَمَثَلُهُ فِي تَفْسِيرِ الْبَحْرِ الْمَحِيْطِ ج ۸ ص ۲۲ سورۃ نوح۔

اور انسانوں میں اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو سو سے ڈالتے ہیں لوگوں کے دلوں میں، خواہ وہ ہر طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔

فوائد عثمانیہ میں لکھا ہے: ”شیطان جتنوں میں بھی ہے اور آدمیوں میں بھی۔ وَلَوْلَا جَعَلْنَا بِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا۔ (سُورَةُ النَّاسِ ۱۴: ۱۲)۔“ (تفسیر عثمانی ص ۸۰ سورۃ الناس) ۱۔

**آیت کریمہ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الْخَمْسِيَّةِ** | سوال: قرآن مجید کے پشتوں کے ایک ترجمہ میں

آیت کریمہ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ فَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: ”چہ د کاغذ د سلیمان نہ دے“ مطلب داد دے؟ چہ امداد غواہی صرف یہ نوم د ا لہ چہ بے حد کہ مہربان اور رحم دہندہ خوئی دے؟ تو کیا حضرت سلیمانؑ خود اس آیت سے ابتدا کر رہے ہیں یا ملکہ سبا کو حکم دے رہے ہیں کہ تم استعانت علی اسم اللہ یعنی بسم اللہ پڑھو؟

الجواب:۔ اس آیت میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم ملکہ سبا کو نہیں ہے بلکہ یہ حضرت سلیمانؑ کی طرف سے استعانت باسم اللہ تعالیٰ علی الغیر ہے جیسا کہ عام طور پر بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر نیک کام کے شروع میں پڑھی جاتی ہے جو کہ باعث خیر و برکت ہے۔

قال العلامة القرطبي: لانه بدأ فيه بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَهُوَ اجْزَأُ۔ (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۹۱ سورۃ النمل) ۲۔

۱۔ قال العلامة مراد علی: ”مِنْ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ“ لہ پیر یا نو اور سورہ یعنی لہ شیطانا نو دجن و انس ثنی۔ (تفسیر سیور فوق الیسر ج ۲ ص ۱۰۵ سورۃ الناس)

وَمِثْلُهُ فِي تَفْسِيرِ عِثْمَانِي كَابِلِي لِشَتَوْ ج ۲ ص ۸۲ سورۃ الناس۔

۲۔ قال العلامة الأوسى: وكتاية البسملة في أوائل الكتب مما جرت به سنة نبينا صلى الله عليه وسلم بعد

نزل هذه الآية بلا خلاف... عن الشعبي قال كان أهل الجاهلية يكتبون باسمك اللهم فكتب النبي صلى الله عليه وسلم أول ما كتب باسمك اللهم حتى نزلت بسم الله مجربها ومساها فكتب بسم الله ثم نزلت (دعواته وادعوا الرحمن)

فكتب بسم الله الرحمن ثم نزلت آية النمل الخ۔ (تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۹۵ سورۃ النمل)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّر المنثور ج ۶ ص ۳۵۲ سورۃ النمل۔

**لَعَمْرُكَ** (سورۃ الحجر) جملہ قسمیہ ہے | سوال :- قرآن مجید کے بعض پشتو تراجم میں سورۃ الحجر کی آیت ۲۱ میں **لَعَمْرُكَ** کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: ”اللہ

مے ڈوندے ساقی تاراے نبیؐ)“ تو کیا یہ جملہ قسمیہ ہے یا دعائیہ؟

**الجواب :-** **لَعَمْرُكَ** جملہ قسمیہ ہے، یہ مبتداء ہے جس کی خبر محذوف و جواباً ہے اور انہم اور اس کی خبر جو اب القسم ہے، تقدیر عبارت اسی طرح ہے **لَعَمْرُكَ** قسمی۔

قال المحشی للجلالین: قوله لعمرک آه لعمرک مبتداء محذوف الخبر وجوباً واتهم وما فی حیزہ جواب القسم تقدیرہ لعمرک قسمی او بمعنى اتهم والعمر والعمرک بالفتح والضم هو البقاء الا انهم التزموا الفتح فی القسم۔

(ہامش الجلالین ص ۲۱۲ سورۃ الحجر ع ۵) لہ

**تفسیر جواہر القرآن کا پڑھنا پڑھانا** | سوال :- تفسیر جواہر القرآن (مؤلف شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ)

کا مطالعہ کرنا یا مطالعہ کر کے پڑھنا کیسا ہے؟

**الجواب:** تفسیر جواہر القرآن کا پڑھنا پڑھنا تفسیر کشاف کے پڑھنے اور پڑھانے جیسا ہے۔ یہ تفسیر العالم العارف حضرت علامہ مولانا حسین علی الفنبانی رحمہ اللہ کے تفسیر میں نکات و فوائد اور افادات کا مجموعہ ہے۔ حضرت الشیخ قدس سرہ العزیز کے فہم فی القرآن، تفسیری فوائد و نکات اور مسئلہ توحید میں استغراق کو علماء دین نے نظر استحسان دیکھا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتوی قدس سرہ العزیز اس تفسیر

لہ قال العلامة القاضی ثناء اللہ الفانی فتی: لعمرک یا محمد و جیاتک قسمی و هو لغة فی العمر ینخص بہ القسم لا یشار الا خف فیہ لانه کثیر الدور علی اللسان۔ قال البغوی: روی عن ابی الجوزاء عن ابی عباس قال ما خلق اللہ نفساً اکرم علیہ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما اقسم بحیوة احد الا بحیاته۔ (التفسیر المظہری ج ۵ ص ۳۱ سورۃ الحجر) وَمِثْلُهُ فی تفسیر القوطی ج ۵ ص ۳۹ سورۃ الحجر۔

کی تقریظ میں رقمطراز ہیں: اِنی نظرتُ فی هذا التفسیر وکورت النظر والمطالعة فوجدته بحمد الله ومثله نافعا مفيدا للناس مبارکاً۔

(تقریظ مولانا نصیر الدین غورخشتوی علی تفسیر جواہر القرآن ج ۱ ص ۱۷۱)۔  
**سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور شیطان کی بادشاہت کا قصہ** | سوال: کیا قرآن میں علامہ تفسیر اس

مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ درس قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان نے اپنی انگوٹھی ایمنہ بیوی کے ساتھ غسل کے وقت اتار کر رکھ لی تھی پھر شیطان نے حضرت سلیمان کی شکل میں آکر انگوٹھی لی اور بادشاہ بن گیا، پھر سلیمان ایک مچھر کے کے ہاں ملازم ہو گئے، پھر چالیس دن بعد شیطان نے تخت چھوڑ کر خاتم سلیمانی دریا میں پھینک دی اور سلیمان اسے مچھلی کے پیٹ سے نکال کر پھر بادشاہ بن گئے اور شیطان کو دریا بُرد کر دیا۔ تو کیا یہ واقعہ درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** اس واقعہ کی بنیاد ایک اسرائیلی روایت پر قائم ہے جو کہ جھوٹ اور سراسر غلط ہے، شیطان کسی بھی نبی علیہ السلام کی شکل میں ظاہر نہیں ہو سکتا اور نہ اپنی شکل کسی نبی علیہ السلام کی شکل جیسی بنا سکتا ہے۔

قال اکامام محمد بن سیرین التابعی: ان الشیطن یتشکل فی الرویاء بکل شیء الا بالله تعالیٰ وملیکته ورسله۔ (مغنیہ عن تفسیر الامام علی ہاشم تعطیر الانام ج ۲ ص ۱۷۱)۔  
 لہ قال العلامة محمد یوسف البتوری، وفي اثناء ذلك تتابع تراجم القرآن وفوائد التفسیرية بعضها صحيحة من اهل الحق كتقريرات ترجمة القرآن افادها العالم العارف مولانا الشيخ حسين علي الفنجاني طال بقائه من تلامذة قطب العصر مولانا المحدثي مسعود رشيد احمد گنگوہی الديوبندی۔ (البيان لمشكلات القرآن ص ۳۹)۔

وَمِثْلُهُ فِي مَقْدَمَةِ لَامَعِ الدَّرَارِيِّ لِمُحَمَّدِ زَكْرِيَا السَّهَارَنفُورِيِّ ج ۱ ص ۱۷۱۔  
 لہ قال العلامة شبیر احمد عثمانی: اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے اور اس موقع پر بہت بے سرو پا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگٹری اور جنتوں کے نقل کئے ہیں ابی کثیر لکھتے ہیں: وقد رويت هذه القصة مطبولة عن جماعة من السلف رضي الله عنهم وكلها متلقاة من قصص اهل الكتيب (تفسیر عثمانی ص ۲۳ سورۃ ص)۔  
 وَمِثْلُهُ فِي التَّحْقِيقِ الْمَظْهَرِيِّ ج ۸ ص ۱۸۱ پ ۲۳ سورۃ ص۔

**پشتوزبان میں قرآن کریم کی معتبر تفاسیر** | سوال :- پشتوزبان میں قرآن کریم کی بہت سی تفاسیر لکھی گئی ہیں جن میں مختلف باتیں لکھی گئی ہیں مثلاً پیروں اور مقبروں پر جانا جائز نہیں، مردے نہیں سنتے، دعا بعد السنت جائز نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، لہذا مطالعہ کے لیے پشتوزبان میں کون سی ایسی تفسیر ہے جس کا پڑھنا پڑھانا مفید ہو؟

**الجواب :-** تفسیر معارف القرآن (از مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب) اور تفسیر عثمانی (از علامہ شبیر احمد عثمانی) ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ) کا پشتوزبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے، یہ دونوں معتبر تفاسیر ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا مفید ہے۔

**حضرت یوسفؑ کی برأت میں شیرخوار بچے کا گواہی دینا** | سوال :- حضرت یوسف علیہ السلام الزام تراشی کی تھی تو آپؑ کی برأت میں جس نے گواہی دی تھی اور جس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے کہ شَهِدَ شَهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا۔ (سورۃ یوسف آیت ۲۶) تو یہ شاہد کون تھا؟ کوئی بالغ آدمی تھا یا چھوٹا بچہ؟

**الجواب :-** وہ گواہ نابالغ اور شیرخوار بچہ تھا تفسیر بیان القرآن میں ہے: ”اس موقع پر اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے جو کہ شیرخوار بچہ تھا اور یوسفؑ کے معجزہ بول پڑا تھا، آپؑ کی برأت اور زناہت پر شہادت دی“ (تفسیر بیان القرآن ج ۵ ص ۵۷ سورۃ یوسف) لے

لے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تفاسیر بھی معتبر اور مطالعہ کے لیے مفید ہیں :-

(۱) تفسیر حبیبی مولانا الحاج حبیب الرحمن خلف الرشید شیخ المفسرین مولانا محمود حسنؒ ۔

(۲) موضح القرآن، بیضاوی، فتح الرحمن، روح البیان، ابن کثیر، فتح البیان ۔

(۳) تفسیر حسینی (پشتو) ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی، پشتو ترجمہ مولانا عبداللہ ۔

۲۶ شَهِدَ شَهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ج ۱ ابی بن عمار روی انه کان فی المہدی علی ہامش الجلالین قولہ روی انه ای الشاہد کان فی المہدی صبیۃ۔ وقی الحدیث لم یتکلم فی المہدی الا اربعۃ و ذکر منها شاہد یوسف۔ رواہ

احمد عن ابن عباس۔ (حاشیہ جلالین ج ۱ ص ۱۹۲ سورۃ یوسف پ ۱)

وَمِثْلُهُ فِی تَفْسِیرِ عِثْمَانِی ج ۱ ص ۳۱۶ فائدہ ۵۷ سورۃ یوسف پ ۱ ۔



**سورة الحج کا سجدہ ثانیہ عند الحنفیہ** | سوال :- سورة الحج میں دو سجود ہیں، پہلا سجدہ

عند الحنفیہ کیا جاتا ہے اور دوسرا سجدہ نہیں کیا جاتا، تو یہ دوسرا سجدہ کیوں نہیں کیا جاتا، اور نماز کے باہر اور اندر اس سجدہ کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱ میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سجدہ اولیٰ واجب ہے اور دوسرا سجدہ ثابت نہیں لیکن حنفیہ نے یہ کلیہ لکھا ہے کہ مسائل اختلافیہ میں اختلاف کی مراعات افضل ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب للذم نہ آئے، سو اس قاعدہ کی بناء پر نماز کے خارج کو تو دوسرے سجدہ کا کر لینا بہتر ہوگا، البتہ نماز کے اندر چونکہ سجدہ نادمہ بغیر سبب خلاف موضوع صلوٰۃ ہے اس لیے نماز کے اندر نہ کیا جائے البتہ ایک خاص طریق سے کر لیا جاوے تو اس مکروہ کے ارتکاب سے بھی محفوظ رہے گا اور یہ طریق یہ ہے کہ سجدہ ثانیہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے تو سجدہ صلوٰۃ میں یہ سجدہ بھی ادا ہو جائے گا، بہر حال دوسرا سجدہ عند الحنفیہ ثابت نہیں بلکہ وہ سجدہ صلوٰۃ ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

قال العلامة الکاسانی: ولنا ما روى عن ابي رضى الله عنه انه عبد السيد التي سمعها من رسول الله وعدي الحج سجدة واحدة وقال عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر سجدتان التلاوة في الحج هي الاولى والثانية سجدة الصلاة وهوتاويل الحديث وهذا لان السجدة متى قرئت بالركوع كانت عبارة عن سجدة الصلاة كما في قوله تعالى: فاسجدى وارکبى - (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۹۳ فصل وما بيا موضع السجدة) لہ

**وقيل من راق (آية) کا پشتو ترجمہ** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ سورة

القیامۃ کی آیت ۲ وقیل من راق کا پشتو زبان میں کیا گیا مندرجہ ذیل ترجمہ صحیح ہے یا نہیں؟ "اداوہ وئیلے شی چہ شولک غوارى"

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ: منها اولی الحج اما ثانیۃ فصلاتیۃ لا قدر انہا بالركوع - وقال ابن عابدین: لان السجدة متى قرئت بالركوع كانت عبارة عن السجدة الصلاة كما في قوله تعالى: واسجدى وارکبى - بدائع -

الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۵ باب سجود التلاوة

ومثله في حاشية الطحطاوى ج ۱ ص ۳۹۲ باب سجود التلاوة -

هغه به او وائی چه دموںکے غوارم د مریض خیلوات بہ تیوس اوکری چه شوک  
غواری نو هغه به او وائی چه دموںکے غوارم“

الجواب :- علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے : ”اور لوگ کہیں  
کون ہے جھاڑنے والا“ علامہ عثمانیؒ فائدہ میں لکھتے ہیں : ”ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور  
ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی، جب لوگ ظاہری علاج و تدبیر سے عاجز آجاتے ہیں تو جھاڑ پھونک  
اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے، کہتے ہیں کہ میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے  
اس کو مرنے سے بچالے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ ”من راق“ فرشتوں کا کلام ہے۔ جو  
ملک الموت کے ساتھ روح قبض کرنے کے وقت آتے ہیں وہ آپس پوچھتے ہیں کہ کون  
اس مردے کی روح کو لے جائے گا، رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اس ”تقدیر پُر راقی“  
”راقی“ سے مشتق ہوگا جس کے معنی ”اوپر چڑھنے کے ہیں“ رقیہ سے نہ ہوگا جو فسوں کے  
معنی میں ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۸ سورۃ القیامۃ پ ۲) لہ

حضرت سلیمانؑ کا اپنے گھوڑوں کو قتل کرتے کے واقعہ کی تحقیق | سوال :- بعض  
مفسرین حضرات

سلیمانؑ کا یہ واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ آپؑ اپنے گھوڑوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے کہ  
آپؑ سے بھر کی نماز قضاء ہو گئی جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو قتل کرنا شروع  
کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا اور آپؑ نے نماز پڑھ لی۔ اب سوال یہ  
ہے کہ ان گھوڑوں کا اس میں کیا قصور تھا، اور کیا واقعی سورج روک لیا گیا تھا؟

الجواب :- گھوڑوں کے قتل کے بارے میں مفسرین کی دو رائے ہیں۔ ایک رائے  
یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ علیہ السلام کے سامنے جہاد کے لیے پرورش کئے گئے تیز و سبک رفتار

لہ قال العلامة تناء اللہ البانی پتی رحمہ اللہ : وقیل من راق - ای قال حاضر والمختصر  
من یوقیہ مباہم من الترقیۃ کذا قال قتادۃ او قالت المملیکۃ الموت ایکم یرقیہ بوجہ  
مملیکۃ الوحۃ او مملیکۃ العذاب من الرق کذا قال سلیمان التیمی ومقاتل بن  
سلیمان - (التفسیر المظہری ج ۱۰ ص ۱۳۵ سورۃ القیامۃ)

ومثله فی معالم التنزیل (تفسیر البغوی) ج ۲ ص ۲۲۲ سورۃ القیامۃ



وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (آیۃ) کی تفسیر اسوال کیا

علماء تفسیر اس آیت کے بارے میں کہ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا، اس میں مساجد سے کیا مراد ہے؟ عام مساجد یا عبادت مراد ہے؟

الجواب :- اس آیت میں مساجد سے مراد حال اور محل دونوں ہے، اس لیے بعض مفسرین نے محل یعنی مساجد اور بعض نے حال یعنی عبادت مراد لیا ہے اور دونوں لازم و ملزوم ہیں اس لیے دونوں ہی مراد ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے :- ”اور ان وحی شدہ مضامین میں سے ایک یہ ہے کہ جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہے۔۔۔ سوائے کسی کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو“ (تفسیر بیان القرآن جلد ۲ ص ۴۹ پ ۲۹ سورۃ الجن)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے :- ”اور یہ کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی یاد کے واسطے ہیں، سو مت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو“۔ اور فوائد عثمانیہ میں یہ لکھا ہے :- ”یوں تو خدا کی ساری زمین اس امت کے لیے مسجد بنا دی گئی ہے لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادت الہی کے لیے بنائے جاتے ہیں ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے، وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے“ (تفسیر عثمانی ص ۶ پ ۲۹ سورۃ الجن، آیت ۱۸ ص ۱۷)

عوام الناس کیلئے تفہیم القرآن کا مطالعہ کرنا صحیح نہیں | سوال :- جناب مفتی صاحب ایک شکل اور دینی نوعیت کے مسئلہ کی وضاحت کیلئے گزارش ہے کہ میرے اکثر احباب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ”تفہیم القرآن“ کا

۱۔ قال العلامة قاضی ثناء اللہ الفانی فتی رحمہ اللہ : وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ عطف علی ان لو استقاموا علی الوحی بہ قیل المراد بالمسجد المواضع الّتی بنیت للصلوة۔۔۔ قال اللہ المؤمنین ان یخلصوا للہ الدعوات اذا دخلوا المساجد الخ۔

(التفسیر المنظر ج ۱۰ ص ۹۲ پ ۲۹ سورۃ الجن)

وَمِثْلُهُ فِي تَفْسِيرِ مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ لِلَّهِ امير پ ۲۹ ج ۲۹ ص ۱۳۔



مطالعہ بڑے ذوق اور شوق سے کرتے ہیں اور ”قرآن فہمی“ کے لیے اسے حرفِ آخر سمجھتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ”تفہیم القرآن“ کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟ کیا واقعی اس میں وہ باتیں ہیں جن کی ہمارے علماء کرام نے نشانہ ہی کی ہے؟ برائے مہربانی مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب: سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک آزاد خیال شخص تھا اور اس نے ”تفہیم القرآن“ بھی اپنی اپنی آزاد خیالی پر مبنی خود ساختہ اصولوں کے تحت لکھی ہے۔ اس نے خود لکھا ہے کہ ”اس کام میں میرے پیش نظر علماء محققین کی ضروریات نہیں ہیں۔۔۔۔۔ میں نے اس کتاب میں ترجمے کا عام طریقہ چھوڑ کر آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔۔۔۔۔ میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو کا یا مرہٹا کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کروں۔“

دیباچہ تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱ تا ۱۰

لہذا اس خود ساختہ ترجمانی کی بناء پر مودودی صاحب نے ترجمہ اور تفسیر میں کافی ٹھوکر کھائی ہیں جس کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کے ترکیب بھی ہوئے ہیں، بطور نمونہ چند مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(۱) الحمد للہ رب العالمین کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔“ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۴)۔ مودودی صاحب نے آیت کریمہ کے ترجمہ میں الحمد کے الف لام استغراقی اور جنسی کو نظر انداز کیا ہے جبکہ دیگر تمام مترجمین نے الف لام کالی ظن لکھتے ہوئے الحمد کا ترجمہ ”سب تعریفیں“ الخ کے ساتھ کیا ہے۔ آپ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں بعض الفاظ بے فائدہ ہیں، حالانکہ قرآن مجید کا کوئی لفظ بھی بے فائدہ نہیں ہے۔

(۲) اسی آزاد خیالی کی بناء پر انہوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی شانِ عالی میں توہین آمیز کلمات بھی لکھے ہیں، مثلاً:۔

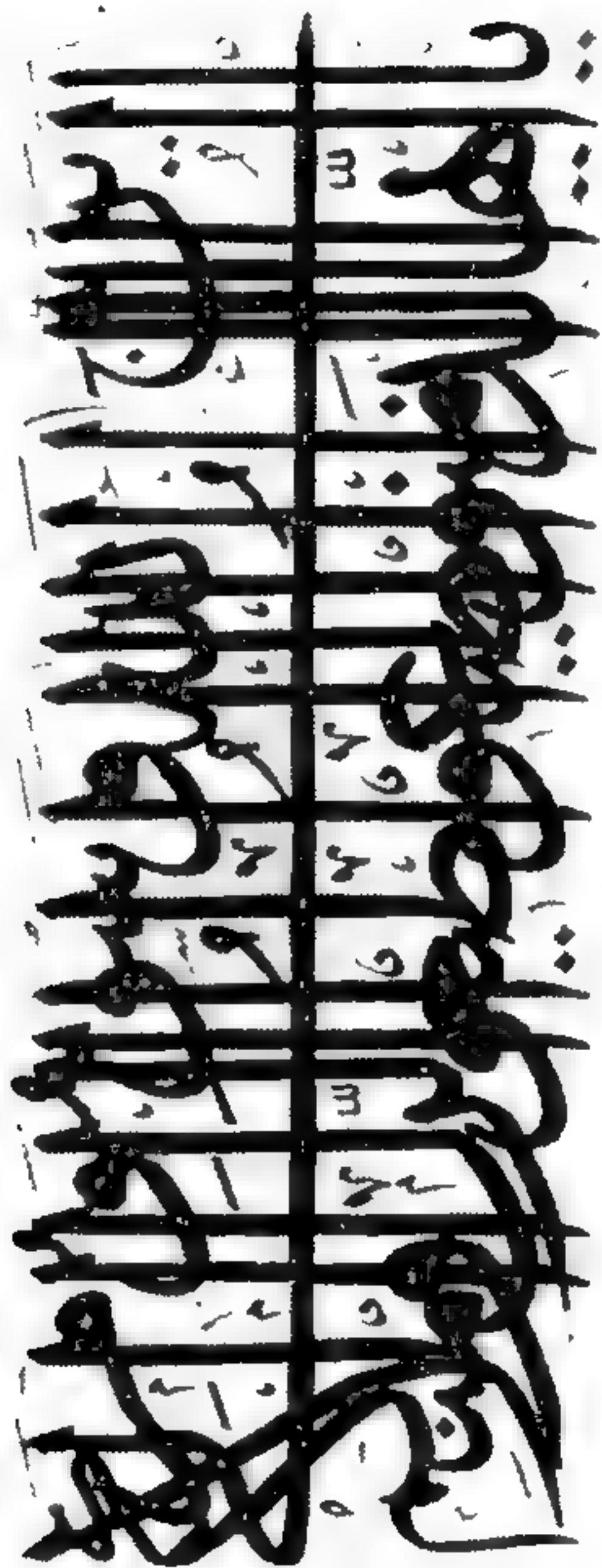
(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا اور وہ کوئی ریا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۲۷)

(ب) حضرت یونس علیہ السلام سے فریقہ رسالت کی ادائگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں الخ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۲۸)

(ج) حضرت نوح علیہ السلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبہ شکار ہو گئے تھے۔ (بحوالہ مودودی مذہب ص ۲۶)۔ تو مودودی صاحب کے ان اغلام کی وجہ عوام الناس کے لیے تفہیم القرآن کا مطالعہ کرنا صحیح نہیں بلکہ باعثِ گمراہی ہے۔







# کتاب ما يتعلق بالاحادیث

(احادیث مبارکہ کے بیان میں)

کتابت اور تدوین حدیث | سوال :- کتابت اور تدوین حدیث کا کام کب سے شروع ہوا ہے ؟

الجواب :- جزوی طور پر تو صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی کتابت حدیث کا خیال رکھا جاتا تھا لیکن باضابطہ طور پر تدوین حدیث کے لیے دو چیزیں رکاوٹ بنتی تھیں۔ ایک تو قرآن حکیم کے ساتھ التباس کے خوف کی وجہ سے انہیں منع کیا گیا تھا، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے انہیں تدوین حدیث کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی تھی، لیکن جب تابعین کا دور آیا اور مختلف فرقے اسلام کا بیاہ اور دھکے مودار ہونے لگے جو دین میں اپنی طرف سے کچھ داخل کرنا اور مرضی کے خلاف کو دین سے نکالنا کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ احادیث نبویؐ کی باضابطہ طور پر تدوین کی جائے تاکہ صحیح اور سقیم کا امتیاز ہو۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان حالات اور ضروریات کے پیش نظر ایک فرمان جاری کیا جس میں اہل علم کو یہ پیغام تھا کہ وہ احادیث نبویؐ کو جمع کریں، پھر اس فرمان کی روشنی میں علماء کرام نے احادیث کو جمع کرنے کا کام شروع کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ چونکہ سترہویں وفات پا گئے تھے اس لیے معلوم ہوا کہ کتابت و تدوین حدیث کا کام باقاعدگی سے پہلی صدی کے اوائل اور دوسری صدی کے ابتداء میں شروع ہوا ہے۔

ما قال ابن حجر: اعلم علمتني وآياك ان آثار النبي لم تكن في عصر صحابه وكبار تبعهم مدونة في الجوامع ولا موشية لامرين احدها انهم كانوا في ابتداء الامر قد نهوا عن ذلك كما ثبت في صحيح مسلم خشيته ان يتخلط بعض ذلك بالقوان العظيم وثانيهما لسعة حفظهم وسيلان اذهانهم ولان اكثرهم كانوا لا يعرفون الكتابة ثم حدث في اواخر عصر التابعين تدوين الآثار وتبويب الاخبار لما انتشر العلماء الامصار وكثرت ابتداء من الخوارج والروافض ومنكري الاقدار (مدى السار مقدمه فتح الباري ج ۱) (فصل اول)

اسی طرح ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں ہے: دکان اول من امر بتدوین الحديث وجمعه، بالكتابة عمر بن عبد العزيز خوف اندر اسے اخرج ابو نعیم فی تاریخ اصبهان عن عمر بن عبد العزيز انه كتب الى اهل الآفاق انظروا الى حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاجمعوه۔ (ارشاد الساری للعسقلانی ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثاني في ذكر اول من دقن الحديث والتسنن)

**اقسام حدیث** | سوال :- حدیث کی کل کتنی قسمیں ہیں؟  
**الجواب :-** روات کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں، متواتر، مشہور، عزیز، غریب۔  
 متواتر :- وہ حدیث ہے جسے ہر دور میں اتنے راویوں نے نقل کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا انہروٹے عقل محال ہو۔

مشہور :- وہ حدیث ہے جس کے راوی محدود ہوں جو تواتر کی حد تک نہ پہنچے، مگر اور ہر دور میں کم از کم تین راوی ہوں۔  
 عزیز :- وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر دور میں دو سے کم نہ ہوں۔  
 غریب :- وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی بھی دور میں ایک راوی آیا ہو۔  
 لما قال العلامة ابن حجر العسقلانی، الخبرای الحديث اما ان يكون له طرق بلا حصر عدد معين او مع حصر ما فوق الاثنين او بهما او بواحد فالأقل المتواتر وهو المفيد للعلم اليقيني بشروطه والثاني المشهور، والثالث العزيز والرابع الغريب۔ الخ  
 رغبة الفكر ص ۱۸۱ في البحث اقسام باعتبار عدد رواة (۱)

۱۔ وقال العلامة شبیر احمد عثمانی، الخبرای ان يرويه جماعة يبلغون في الكثرة مبلغاً تجعل العادة تواطئهم على الكذب فيه ولا فالأقل المتواتر والثاني خبر الأحاد۔  
 وخبر الأحاد ان كانت رواته في كل طبقة ثلاثة فأكثر يسمى مشهوراً، وان كانت رواته في بعض الطبقات اثنين ولم تنقص في سائرهما عن ذلك يسمى عزيزاً، وان انفرد في بعض الطبقات أو كلها راو واحد يسمى غريباً۔ الخ  
 (مقدمة فتح الملهم ج ۱ ص ۱۸۱ في بيان اقسام الحديث باعتبار عدد رواة)

## حدیث کی اقسام باعتبار صفات | سوال :- حدیث مقبول کی باعتبار صفات کل کتنی قسمیں ہیں ؟

الجواب :- حدیث مقبول کی باعتبار صفات چار قسمیں ہیں۔ صحیح لذاتہ<sup>۱</sup>، صحیح لغيرہ<sup>۲</sup>، حسن لذاتہ، حسن لغيرہ۔

(۱) صحیح لذاتہ :- اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کے تمام ناقلین تمام الضبط ہوں سند متصل ہو اور اس میں کسی قسم کی علت یا شذوذ نہ پایا جاتا ہو۔

(۲) صحیح لغيرہ :- وہ حدیث ہے جس میں مذکورہ شرائط اعلیٰ درجے کی نہ ہوں، تاہم اس نقصان کا جبیرہ کثرت سند یا کسی اور صفت سے کر دیا گیا ہو۔

(۳) حسن لذاتہ :- وہ حدیث ہے جس میں مذکورہ بالا شرائط کا کوئی جبیرہ نہ کیا گیا ہو۔

(۴) حسن لغيرہ :- وہ حدیث ہے جس میں قبولیت اور مردودیت برابر ہوں لیکن کسی قرینہ کی وجہ سے جانب قبولیت کو ترجیح دی گئی ہو۔

لما قال الحافظ ابن حجر العسقلانی: وخبر الواحد ينقل عدل تام الضبط متصل السند غير معطل ولا شاذ هو الصحيح لذاته لانه اما ان يشمل من صفات القبول على اعلاها او الاول الصحيح لذاته. والثاني ان وجد ما يجبر ذلك القصور ككثرة الطرق فهو الصحيح ايضا لكن لا لذاته وحيث لا جبيرة فهو الحسن لذاته. وان قامت قرينة ترجح جانب قبول ما يتوقف فيه فهو الحسن ايضا لكن لا لذاته. الخ (شرح نخبه الفكر ص ۲۶) لہ

لہ وقال العلامة شبیر احمد العثماني :- والمقبول ينقسم الى اربعة اقسام: صحيح لذاته، صحيح لغيره، حسن لذاته، حسن لغيره. وذلك لان الحديث ان اشتمل من صفات القبول على اعلیٰ مراتبها فهو الصحيح لذاته. وان لم يشمل على اعلیٰ مراتبها فان وجد فيه ما يجبر ذلك القصور الواقع فيه فهو الصحيح لالذاته بل لغيره. وان لم يوجد فيه ما يجبر ذلك القصور الواقع فيه فهو الحسن لذاته وان كان في الحديث ما يقتضي التوقف فيه لكن وجد ما يرجح جانب قبوله فهو الحسن لالذاته بل لغيره. الخ (مقدمة فتح الملہم ج ۱ ص ۹۱ بحث ان خبر الواحد ينقسم الى قسمين المقبول والمردود) ومثله في قواعد التحديث للقاسمي ص ۸۲-۱۰۲ في الباب الرابع في معرفة انواع الحديث.

في بيان اقسام الصحيح وبيان الحديث الحسن.



**شاذ کی تعریف** | سوال :- شاذ کس قسم کی روایت کو کہا جاتا ہے ؟  
**الجواب** :- شاذ کے بارے میں محدثین کی مختلف عبارات منقول ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ شاذ کی تعریف اہل فن کے مابین مختلف فیہ ہے ، چنانچہ علماء حجاز کی ایک جماعت کے نزدیک شاذ اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں ثقہ راوی دوسرے ثقات کی مخالفت کرے ۔

اور حافظ ابو یعلیٰ خلیلی کے نزدیک شاذ اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کی صرف ایک سند ہو اور ایک ہی راوی سے نقل کیا ہو چاہے وہ ثقہ ہو یا نہ ہو ، لہذا اس تقدیر پر شاذ صرف تفرّد سے عبارت ہے ۔

اور حاکم کے نزدیک شاذ وہ روایت ہے جسے کوئی ثقہ راوی انفرادی طور پر نقل کرے ، اور اس کا کوئی متابع نہ ہو ۔

تاہم محققین کے نزدیک شاذ وہ روایت ہے جس کو ثقہ راوی راجح روایت سے مخالف نقل کرے ۔

لما قال العلامة شبیر احمد عثمانی : بعد ما فصل الاقوال المذكورة والمعتمد في حد الشاذ بحسب الاصطلاح انه ما يرويه الثقة مخالفاً لمن هو ارجح منه . الخ (مقدمة فتح الملهم ج ۱ ص ۱۰۰) بيان الشاذ والحفوظ والمنكر والمعروف (۱۰)

**امام ابو حنیفہؒ تابعی تھے** | سوال :- امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کسی صحابی سے ملاقات اور اس سے روایت ثابت ہے یا نہیں ؟

**الجواب** :- سیر اور تاریخ کی کتابوں میں یہ بات واضح الفاظ کے ساتھ مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فہ تشریف لائے تو اس زمانے میں امام اعظم رحمہ اللہ کی ان سے ملاقات ہوئی ہے اور کئی

لہ وقال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ : وعرف من هذا التقرير ان الشاذ ما رواه المقبول مخالفاً لمن هو اولى منه وهذا هو المعتمد في تعريف الشاذ بحسب الاصطلاح . الخ (نزہة النظر شرح نعيمة الفكر ص ۱۲) في بحث الشاذ والمنكر

وَمِثْلُهُ فِي قَوَاعِدِ التَّحْدِيثِ مِنْ فَنِّ مِصْطَلَحِ الْحَدِيثِ ج ۱ ص ۱۳۱ فِي ذِكْرِ أَنْوَاعِ تَخْتَصُّ بِالضَّعِيفِ ۛ

صحابہ سے روایت بھی کی ہے۔

لما قال الحافظ الذهبي رحمه الله: في ذكر الامام ابى حنيفة رحمه الله ولد سنة ثمانين في حياة صفار الصمالية وراى انس رضى الله عنه لما قدم عليهم الكوفة۔

(سيرة اعلام النبلاء ج ۴ ص ۳۹۱ في ذكر سوانح ابى حنيفة)

قال العلامة ابن حجر: وفي فتاوى شيخ الاسلام ابن حجر انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا يذكرون بعد مولده بهاسنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين۔ (الخيرات الحسان ص ۸۸ الفصل السادس) لہ

**شیعوں سے روایت کرنے کا حکم** | سوال :- صحاح ستہ میں شیعوں سے روایات کیوں لی گئی ہیں جبکہ ان پر دینی امور میں کوئی اعتبار نہیں؟

الجواب :- جو شخص متواترات اور ضروریات دینیہ سے انکار نہ کرے اور نہ اپنی طرف سے دین میں ایسی باتیں داخل کرے جن کو ضروریات دین کے برابر اہمیت حاصل ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب ضبط و تقویٰ بھی ہو تو اس کی روایت کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ شیعوں میں کئی فرقے ہیں اور ان کے عقائد میں بھی فرق ہے، اس لیے اگر کوئی شخص اہل تشیع میں سے ہو لیکن اس کے اندر مذکورہ باتیں نہ پائی جائیں تو اس سے روایت لینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ روایت اس کے مخصوص عقائد و نظریات وغیرہ کی تائید میں نہ ہو۔

چونکہ سلف صالحین کے زمانے میں شیعہ برادری کے مختلف فرقے تھے جن میں بعض اگرچہ غالی قسم کے بھی تھے لیکن بعض معتدل بھی تھے جو صحابہ کرامؓ پر طعن و تشنیع سے گریز کرتے تھے بلکہ وہ صرف حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے جس کی وجہ سے وہ ثقاہت سے خارج

لہ وایضاً ذکر الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ: رای انساً غیر مرة لما قدم علیہم الکوفۃ۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۸ فی ذکر ابو حنیفۃ الامام اعظم)

قال الشيخ محمد عاشق الهمي البزفي: ذكر الاحاديث الثلاثة ابوالمؤيد الخوارزمي في جامع المسند ج ۱ ص ۸۵۳ والمؤنف المكي في المناقب ص ۲۸ تا ۳۰ والسيوطي في تبليغ الصمينة ص ۲ والصالح في عقود الجمان

وهي هذه ما طلب العلم فريضة على كل مسلم ۱ الدال على الخير كفاعله ۲ ان الله يحب الغاشة

اللهفان۔ (التعليق على الخيرات الحسان ص ۲۸، ۲۹ الفصل السادس)

نہیں تھے، اسی بناء پر محدثین نے ان کی روایات کو نقل کیا ہے۔

لما قال العلامة ابن حجر العسقلانی: قال لمعتمد ان الذي تورد رواية من انكر امراً متواتراً من الشرع معلوماً من الدين بالضرورة وكذا من اعتقد عكسه فاما من لم يكن بهذه الصفة وانضم الى ذلك ضبطه لما يرويه مع ورعه وتقواه فلا مانع من قبوله۔ (نخبة الفكر ص ۵۷) لہ

**سوال :-** عن عمرو بن شريد عن ابيه قال استنشدني حضور صلى الله عليه وسلم **كاشعركي كاثبوت** رسول الله صلى الله عليه وسلم هل تروى من شعر أمية بن ابی الصلت شيئاً. فانشدته مائة قافية فجعلت كلما مررت على بيت قال هيم۔ الخ  
اس روایت کا حدیث کی معتبر کتابوں سے حوالہ مطلوب ہے ؟

**الجواب :-** مذکورہ بالا روایت جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شعر سننا ثابت ہے کو ذیل کی کتابوں سے روایت کیا ہے : رواہ الامام مسلم بن حجاج فی صحیحہ، ولفظہ ہکذا۔  
عن عمرو بن الشريد عن ابيه قال ردت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فقال هل معك من شعرامية بن ابی الصلت شيئاً، قلت نعم قال هيم فانشدته بيتاً فقال هيم ثم انشدته بيتاً فقال هيم حتى انشدته مائة بيت۔ وفي رواية استنشدني رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

لہ قال العلامة شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ : التشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی رضی اللہ عنہ علی عثمان رضی اللہ عنہ وان علیاً کان مصیباً فی حروبه وان مخالفہ مخطئ مع تقدیم الشیخین وتفضیلہما وربما اعتقد بعضهم ان علیاً افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا كان معتقداً ذلك ورعاً ديناً صادقاً مجتهداً فلا تردد رواية لهذا الايسر ان كان غير داعية۔ الخ (مقدمة فتح الملهم ص ۱۵۱) روایا اہل البدع والاهواء  
وقال العلامة النووي رحمہ اللہ : فی المبتدعین ومنہم من قال تقبل اذا لم يكن الى يد عتبه ولا تقبل اذا كان داعيةً وهذا مذهب الاكثرين من العلماء وهو الاعدل الصحيح۔ الخ۔ (نورى شرح صحيح مسلم ج ۱ ص ۱۶۱) باب وجوب الروايات عن الشقات وترك كذا بين والتحذير من الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم

وزادان کا دیسلم۔ الخ (الجامع الصحیح المسلم ج ۲ ص ۲۳۹ کتاب الشعر)  
**عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي كَاثِبُوت** | سوال :- حدیث : ”تم اپنے اوپر میرے طریقے کو لازم رکھنا اور خلفاء راشدین کے طریقے کو بھی“ اور اس پر خوب مضبوطی سے ڈٹے رہنا اور دین میں نئی باتیں گھڑنے سے بچے رہنا اس لیے کہ دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے“ اس روایت کا ماخذ بتا کر منون فرمائیں ؟

الجواب :- یہ روایت حدیث کی مختلف کتابوں میں مذکور ہے، چنانچہ العلماؤلی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب نقل کرتے ہیں :-

عن العریاض بن ساریة فی رواية طویلة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالتواجد وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة ومکمل بدعة ضلالة۔ الخ (مشکوۃ المصابیح ج ۱ مسئلہ فی باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔ الفصل الثانی)۔

**تلاوت قرآن مجید کی فضیلت** | سوال :- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور ان میں بعض اپنے ننگے جسموں کو دوسروں کے ذریعے چھپائے ہوئے تھے اور ایک قاری ان میں قرآن پڑھ رہا تھا، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھڑے ہوئے اور فرمایا تم کیا کر رہے تھے ؟ اس روایت کا حدیث کی معتبر کتابوں سے حوالہ مطلوب ہے ؟

الجواب :- اس روایت کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سنن ابی داؤد میں نقل کیا

لہ و ذکر محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ : ایضاً عن العریاض بن ساریة انه قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایاکم ومحدثات الامور فانہا ضلالة فمن ادرك ذلك منکم فعلیہ بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین والمہدیین۔ الخ (جامع الترمذی ج ۲ ص ۹۶ فی باب الاخذ بالسنة واجتناب عن البدعة) ومثله فی سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵ فی باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین والمہدیین۔

ہے، حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عن ابی سعید بن الخدری رضی اللہ عنہ قال جلست فی عصابتہ من صُغفار المهاجرین وان بعضہم لیست ببعض من العری وقاری یقرأ علینا اذ جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام علینا فلما قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکت القاری۔ فسلم ثم قال ما کنتم تصنعون قلنا یا رسول اللہ انہ کان قاری لنا یقرء علینا فکنّا نستمع الی کتاب اللہ تعالیٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی جعل من اُمتی من اُمرت ان اصبر نفسی معهم قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووسطنا یعدل بنفسہ فینا ثم قال بیدہ ہکذا فتعلقوا وبرزت وجوہہم لہ قال فما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرف منهم احداً۔ غیری فقال رسول اللہ! ابشروا یا معشر صعا لیک المهاجرین بالنور الثام یوم القیمة تدخلون الجنة قبل اغنیاء الناس بنصف یوم وذلك خمس مائة سنة۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۶ کتاب العلم، فی باب القصص)

**تبیح فاطمی کا حدیث سے ثبوت** | سوال :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو جس تبیح کی تلقین فرمائی

تھی کیا وہ کتب ایجادیت سے ثابت ہے؟

الجواب :- تبیح فاطمہ کو اکثر کتب حدیث میں نقل کیا گیا ہے، چنانچہ امام بخاری نے درج ذیل الفاظ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے :-

لما قال محمد بن اسماعیل البخاری: حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن الحكم عن ابن ابی لیلی عن علی بن ابی فاطمة اشکت ما تلقی فی ید ما من الریحی فانت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسئلہ خادماً فلم تجده فذکرت ذلك لعائشة فلما جاء اخبرته قال فجاءنا وقد اخذنا مضاجعنا فذهبت اقوم فقال مکانک فجلس بیننا حتی وجدت برد قدمیه علی صدری فقال الا ادلکما علی ما هو خیر لکما من خادم اذا اویتما الی فرا شکما و اخذتما مضاجعکما فکبرا ثلثاً و ثلثین و سبعاً ثلثاً و ثلثین و احداً ثلثاً و ثلثین فہذا خیر لکما من خادم وعن شعبۃ بن خالد عن ابن سیرین



قال التسبیح اربع وثلاثون. (الجامع الصمیم البخاری ج ۲ باب التسبیح والتکبیر عند المنام) ۹۳۵  
**سورہ حشر کی فضیلت کے بارے میں روایت** | سوال :- ایک حدیث میں آیا ہے کہ  
 اگر کوئی شخص فجر اور مغرب کے بعد سورہ حشر  
 کی آخری تین آیات کو تین بار پڑھے تو اس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ یہ حدیث کونسی  
 کتاب میں مذکور ہے اور اس کا راوی کون ہے؟

**الجواب :-** یہ روایت بعض کتب حدیث میں موجود ہے اور اس کے راوی حضرت  
 معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ہیں، حدیث درج ذیل ہے :-

لما روی محمد بن عیسیٰ الترمذی: عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ عن النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلاث مرات اعوذ باللہ من التمیغ العلیم  
 من الشیطن الرجیم فقرأ ثلاث آیات من آخر سورة حشر وكل الله به سبعین الف  
 ملک یصلون علیہ حتی یمسی وان مات فی ذلک الیوم مات شهیداً۔ ومن قالها  
 حین یمسی کان بتلك المنزلة۔ الخ (جامع سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۲ ابواب فضائل القرآن) ۲  
**فضائل سورہ الملک** | سوال :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض صحابہؓ نے  
 لا اعلیٰ کی وجہ سے ایک قبر پر خیمہ نصب کیا تو اس قبر سے سورہ ملک  
 کی تلاوت کی آواز آرہی تھی، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے یہ واقعہ بیان کیا۔ کیا یہ واقعہ کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** یہ واقعہ حدیث سے ثابت ہے اور محدثین نے اسے نقل کیا ہے،

لے قال الترمذی: حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ البصری قال حدثنا اذهر السمان عن ابن  
 عوف عن ابن سیرین عن عیبة عن علی قال شکت ای فاطمة فجعل یدھا من الطحین  
 فقلت لو اتیت اباک فسألتہ خادماً فقال الا ادلکما علی ما هو خیر لکما من خادم اذا  
 اخذتما مضاجعکما تقولان ثلاثاً وثلاثین وثلاثاً وثلاثین واربعاً وثلاثین من تعجید وتبیح  
 وتکبیر۔ الخ (الجامع الترمذی ج ۲ باب ما جاء فی التسبیح والتکبیر والتعجید عند المنام) ۱۷۸

وہكذا روی ابو داؤد عن حفص بن عمرو مسدد ج ۲ ص ۳۲ باب فی التسبیح عند النوم۔  
 لے وہكذا رواہ الشیخ ولی الدین العراقی فی مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں :-  
 حدثنا محمد بن عبد الملك بن ابی الشوارب قال حدثنا يحيى بن عمرو بن مالك التكري  
 عن ابيه عن ابی الجوزاء عن ابن عباس رضي الله عنهما قال ضرب بعض اصحاب النبي  
 خبائه على قبر وهو لا يحسب انه قبر فاذا فيه قبر انسان يقرأ سورة الملك حتى ختمها  
 فاتى النبي فقال يا رسول الله اتى ضربت خبائي على قبر وانا لا احسب انه قبر فاذا فيه  
 انسان يقرأ سورة الملك حتى ختمها فقال النبي هي المانعة هي المنجية تنجيه من عذاب  
 لقبر - (سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۱ ابواب فضائل القرآن) ۱۷

**سوال :- لاجمعة ولا تشریق کی تحقیق**  
 یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ ائمہ حدیث اور محققین کے  
 کے ہاں اس کی کیا حیثیت ہے؟

**الجواب :-** اس حدیث کو محدثین نے مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے جن میں سے  
 بعض طریقے اگرچہ ضعیف ہیں لیکن تمام طریقے ضعیف نہیں بعض صحیح بھی ہیں لہذا تمام طرق کو  
 ضعیف قرار دینا درست نہیں، جیسے مصنف ابن ابی شیبہ کی سند: حدثنا جریر عن منصور  
 عن طلحة عن سعد بن عبيدة عن ابی عبد الرحمن انه قال علي رضي الله عنه لاجمعة  
 ولا تشریق الا في مصر جامع کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے درایۃ میں تصریح کی  
 ہے کہ: وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ۔ (درایۃ ج ۱ ص ۲۱۱ باب الجمعة) ۱۸

**سوال :- اختلاف امتی رحمة حدیث ہے یا**  
**نہیں؟ اگر حدیث ہے تو کس درجہ کی ہے؟**

**الجواب :-** اس حدیث کی صحت کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے بعض  
 اس کو منقطع اور بلا اصل و بلا سند ٹھہراتے ہیں، تاہم بعض محدثین نے اس کی تصحیح بھی کی ہے  
 چنانچہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: زعم كثير من الائمة انه لا اصل له

۱۷ و هكذا روی الشيخ ولي الدين العراقي - (مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۱۸۰ کتاب فضائل القرآن انفصل الثاني)  
 ۱۸ قال حافظ بدر الدين عيني: وسنده صحيح - (عمدة القاري ج ۱ ص ۱۸۸ باب الجمعة في القرى والمدن)  
 ومثله في فيض الباري ج ۲ ص ۳۳ باب الجمعة في القرى -

لكن ذكره الخطابي في غريب الحديث مستطرداً واشعربان له أصلاً وعندة وقال السيوطي  
اخرجه المقدسي في المحجة والبيهقي في الوسالة الاشعرية بغير سند -

وقال الزركشي: اخرجه نصر المقدسي في كتاب الحجة مرفوعاً والبيهقي في المدخل  
عن القاسم بن محمد - (الموضوعات الكبرى ص ۱۵ حديث ۱۶) له

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو گرانے کا عزم اور اس کی تحقیق** سوال :- کیا آنحضرت صلی اللہ

ثابت ہے جس کا مضمون یوں ہو کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دوں۔  
اگر یہ روایت آپ سے ثابت ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ  
کب کیا تھا اور یہ کیسے ہوا؟ جبکہ خود کشتی شریعت میں حرام ہے۔

**الجواب :-** یہ روایت بعض کتب حدیث میں موجود ہے، اور یہ واقعہ فترۃ الوحی کے  
زمانے میں پیش آیا تھا، اس روایت کو علامہ قسطلانی نے امام زہریؒ سے یوں نقل کیا ہے :-

وَفَتَرَالْوَحْيَ فِتْرَةً حَتَّى حَزَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ فِي التَّعْبِيرِ مِنْ طَرِيقِ مَعْرِ  
عَنِ الزَّهْرِيِّ فِيمَا بَلَّغْنَا حَزَنًا عَدَامَةً مَرَّلاً كِي يَتَرَدَّى مِنْ رُؤْسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكَلَّمَا وَفِي  
بَذْرَاءَ جَبَلٍ لَمْ يَلْقَ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ جَبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لَذَلِكَ  
بِحَاشَةٍ وَتَقْرُنُ نَفْسَهُ فَيَرْجِعُ وَأَمَّا ارَادَتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ انْقَالَظَهُ مِنْ رُؤْسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ  
فَعَرْنَا عَلَى مَا فَاتَهُ مِنَ الْأَمْرِ الَّذِي بِشَرْبِهِ وَرَقَّةٌ - (ارشاد الساري ج ۸ ص ۲۲۰ سورة اقراء  
باسم ربك الذي خلقه - صحيح ابن حبان ج ۱ ص ۱۲ - البداية والنهاية ج ۳ باب كيف بدأ الوحی)

اور اس سے خود کشتی ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ تو عشق و محبت مع اللہ کا درجہ ہے، جیسے کہ ایک  
ایک شخص کے دل میں تڑپ ہو کہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے اور پھر جہاد کو چلے اور کفار کے

لہ وقال علاؤ الدین علی الہندی: رواه نصر المقدسي في المحجة والبيهقي في رسالة الاشعرية  
بغير سند واورده الحلي في المقاضی حسين وامام الحرمين وغيرهم ولعله خرج به في  
بعض كتب الحفاظ التي لم تصل إلينا - قال المناوي في الفيقص (ج ۱ ص ۲۶۹) لما قف له على

سند صحيح وقال الحافظ العراقي سنده ضعيف - (كنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۶ کتاب العلم)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ عَلَى الرَّائِى الْمُخْتَارِ ج ۱ ص ۶۸ مطلب في حديث اختلاف أمتي رحمة -

ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے آخر شہید ہو جائے تو اس کو خودکشی نہیں کہا جاتا جو باعث عتاب ہو بلکہ یہ باعث اجر ہوتی ہے، یا یہ ابتدائی وقت تھا جب خودکشی سے ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

اور قاضی عیاضؒ نے اس وقت پر حمل کیا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت پیش کی تو کفار نے اسے جھٹلایا اور انکار کر بیٹھے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین ہوئے۔ چنانچہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِتُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ اسْقَاءَ (سورۃ الکہف آیت ۱۱) میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔

لما قال القسطلانی: وحمله القاضی عیاضٌ علیٰ انہ لما اخرجہ من تکذیب من بلغہ کقولہ تعالیٰ: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ... الخ ولم یرد بعد شرع عن ذلک فیعتوض بہ۔  
(ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۴۸ سورۃ اقرأ باسم ربک الذی خلق)

**حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز اور طلوع آفتاب کا ثبوت** | سوال :- ایک روایت میں ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عصر کی نماز فوت ہو گئی یعنی سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز کے بارے میں پوچھا کہ نماز ادا کی ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں، اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کی وجہ سے سورج دوبارہ طلوع ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی۔ کیا یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اسماء بنت عیسٰی سے یوں روایت کیا ہے :-

عن اسماء بنت عیسٰی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظهر بالصہباء ثم ارسل علیاً فی حاجتہ فرجع وقد صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم العصر فوضع النبی رأسه فی حجر علی رضی اللہ عنہ فنام فلم یحرکہ حتی غابت الشمس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللهم ان عبدک علیاً احتبس بنفسہ علی نبیہ فرد علیہ الشمس قالت فطلعت علیہ الشمس حتی رفعت علی الجبال وعلی الارض وقام علی فتوضا و صلی العصر ثم غابت وذلك بالصہباء۔  
(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۱۲۵)

لیکن اس روایت کی صحت کے بارے میں محدثین نے اختلاف کیا ہے، چنانچہ علامہ

ابن الجوزی، امام ابن تیمیہ اور امام احمد رحمہما اللہ وغیرہ نے اس کو موضوعات اور بلا اصل روایات میں شمار کیا ہے۔ اور امام طحاوی، قاضی عیاض وغیرہ نے صحت پر قول کیا ہے اور طبرانی کی مذکور بالا روایت کو بھی صحیح روایات میں شمار کیا گیا ہے۔

لما قال محمود الآكوسى، وهذا الخبر في صحته خلاف فقد ذكره ابن الجوزى في الموضوعات وقال انه موضوع بلا شك وقال الامام احمد لا اصل له واخر ابن تيمية تضيغاً في الرد على الروافض وذكر الحديث بطرقه ورجاله وانه موضوع وصححه الطحاوي والقاضي عياض والطبراني۔ (روح المعاني ج ۲۳ ص ۱۹۴ مطلب في تفسير قوله تعالى: فطفق مسعاً)

**سوال :-** حدیث من صلی علی علی عند قبری فسمعتہ ومن ابوالشیخ کے حالات زندگی | صلی علی نائیباً ابلفتنہ کی سند میں ابوالشیخ آیا ہے اس کا نام، اس کے والد کا نام، اساتذہ اور حالات زندگی کو تحریر کیا جائے؟

**الجواب :-** ابوالشیخ کا نام عبداللہ اور ان کے والد کا نام محمد بن جعفر ہے اور مشہور ابوالشیخ کے نام سے ہیں، ان کے اساتذہ بہت ہیں جن میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں: الزاہد محمود بن الفرغ، ابراہیم بن سعدان، محمد بن عبداللہ بن الحسن، محمد بن اسد الممدنی، احمد بن محمد، ابوبکر ابن ابی عاصم، اسحق بن اسماعیل الرملی، ابوخلیفہ الجعفی، احمد بن الحسن الصوفی، ابویعلی الموصلی، ابو عمرو بن الحمرانی۔

حافظ ابن مردویہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابوالشیخ ثقہ مامون تھے اور انہوں نے احکام و تفسیر میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

ابوبکر خلیفہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: حسان حافظاً ثبتاً متقناً۔ بعض علماء سے یوں منقول ہے کہ ہم جب بھی ابوالشیخ کے ہاں جاتے تو وہ نماز میں مشغول ہوتے تھے۔

ابونعیم کا کہنا ہے کہ وہ بلند پایہ علماء میں سے تھے، انہوں نے احکام و تفسیر میں کئی کتابیں تصنیف کیں اور وہ اپنے شیوخ سے علم پھیلاتے تھے اور ساٹھ سال تک تصنیف کرتے رہے، وہ با اعتماد تھے۔

لما قال الذهبي: ابوالشيمخ حافظ أصبهان وسند زمانه الامام ابو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر الانصاري صاحب المصنفات السائرة ويعرف بابي الشيمخ سمع من جدّه



لامہ الزاہد محمود بن الفرّج، ابراہیم بن سعدان، محمد بن عبد اللہ بن الحسن، محمد بن اسد المدنی، احمد بن محمد، ابوبکر بن ابی عاصم، اسحاق بن اسماعیل الرّمّی، ابو خلیفۃ الجمحی، احمد بن الحسن الصوفی، ابو یعلیٰ الموصلی، ابو عروبة الخرائی۔ قال ابن مردویۃ ثقۃ مامون صنف التفسیر والکتب الکثیر فی الاحکام وغیرہ۔ وقال ابوبکر الخطیب کان حافظاً ثبتاً متقناً۔ وروی بعض العلماء قال ما دخلنا علی ابی الشیخ الا وهو یصلی۔ قال ابو نعیمؒ هو احد الاعلام صنف الاحکام والتفسیر وکان یقید عن الشیوخ و یصنف لہم ستین سنۃ وکان ثقۃ ووقع لنا الکثیر من کتب ابی الشیخ۔ الخ  
 تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۲۵

سوال :- مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کو ایسی حالت میں موت آئے کہ وہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتا ہو تو یہ شخص جنتی ہے۔ اگر صرف اس عقیدے کی بناء پر جنت میں جانا ہو سکتا ہے تو پھر دیگر اعمال کا کیا فائدہ؟

الجواب :- حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو دل سے معبود برحق مانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پتہ رسول مانے اور زبان سے بھی اس عقیدے کا اظہار کرے تو ایسا شخص جنت میں جانے کا اہل بن جاتا ہے صرف زبانی کلمہ پڑھنا مراد نہیں ہے اور دوسرے اعمال کا ذکر اس لیے نہیں ہوا کہ اس حدیث کا تعلق اس زمانے سے ہے جب دوسرے اعمال فرض نہیں ہوئے تھے جبکہ ایمان کا دار و مدار صرف توحید و رسالت اور قیامت پر تھا، اسی وجہ سے دوسرے اعمال کا بے فائدہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اور دخول جنت سے مراد دخول اولیٰ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو یا بصورت کوتاہی کے توبہ کر لی ہو یا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے معاف کیا ہو۔ یا دخول جنت سے مراد دخول آخری ہے جو اعمال میں کوتاہی کی سزا بھگتنے کے بعد ہوگا، یا دخول الجنت کا معنی استحقاق دخول الجنت ہے۔

لما قال العلامة ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ : دخل الجنة دخولاً اولیاً ان لم یصدر عنه ذنب بعد الایمان او اذنب وتاب او عفا اللہ عنه او دخولاً آخریاً فان اللہ لا یضیع اجر من احسن عملاً او معناه استحقاق

دخول الجنة - (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۰۰ کتاب الایمان)

وقال النووي: قلنا عملنا على انه غفرله اذ اخرج من النار با لشفاعة ثم ادخل الجنة فيكون معنى قوله دخل الجنة الى دخلها بعد مجازاته بالعذاب وهذا الايد من تاويله لما جاء في طوا هر كثيرة من عذاب بعض العصاة - (شرح النووي على صحيح مسلم ج ۱ ص ۲۰۰)

**حدیث لولاك لما كنت لک کی تحقیق** | حدیث لولاك لما خلقت الافلاك کے بارے میں علامہ قاری رحمہ اللہ نے موضوع ہونے کا قول کیا ہے، اور ان کے علاوہ

بعض علماء نے اس کو بلا سند روایات میں شمار کیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے دلیلی کے حوالے سے مرفوع ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لہذا اس کے بارے میں تسلی بخش جواب سرفراز فرمائیں؟  
الجواب:- اگرچہ اس حدیث کے الفاظ کے بارے میں محدثین حضرات نے کلام کیا ہے لیکن معنی و مضمون کے اعتبار سے یہ ثابت ہے اور ایک حقیقت نفس الامر یہ ہے جو کہ دوسرے روایات سے ثابت ہے اور جن علماء سے انکار منقول ہے وہ بھی الفاظ ہی کے بارے میں ہے معنی کے بارے میں نہیں ہے۔ چنانچہ خود ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اگرچہ علامہ صنعانی نے اسے موضوع کہل ہے لیکن معنی کے اعتبار سے ثابت ہے۔

حدیث لولاك لما خلقت الافلاك قال الصغاني انه موضوع كذا في الخلاصة لکن معناه صحيح فقد روى الديلمي من ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً اتاني جبريل فقال يا محمد لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار وفي رواية ابن عساكر لولاك ما خلقت الدنيا - (موضوعات کبیر ص ۵۹ حرف اللام) لہ

لہ قال العلامة شهاب الدين قسطلاني: قال الله تبارك وتعالى لا آدم يا آدم يا ابا عبد ارفع رأسك فرفع رأسه فرأى نور محمد في مرادق العرش فقال يا رب ما هذا النور قال هذا نور نبي قريت ذريتك اسمه في السماء احمد وفي الارض محمد لولاه ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضاً - (مواهب اللدنية ج ۱ ص ۸۳)

وروى في حديث طويل عن سلمان رضي الله عنه ولقد خلقت الدنيا واهلها لأعرفهم كرامتك ومنزلتك عندي ولولاك ما خلقت الدنيا - (مواهب اللدنية ج ۱ ص ۸۳)

ومثله في سبل الهدى والرشاد ج ۱ ص ۵۵ -

مہاجرین و انصار میں عقد موافات اور انصار کا مہاجرین کو بیوی کی پیشکش | سوال: صحابہ کرامؓ

ہجرت کر کے مدینہ طیبہ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان عقد موافات یعنی بھائی بندی اور بھائی چارہ قائم کیا تو جن انصار صحابہؓ کی دو بیویاں تھیں انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو ایک بیوی کی طلاق کے بعد پیشکش کی۔ کیا یہ روایت حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب:- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمانے کے بعد مدینہ طیبہ جا کر مہاجرین و انصار کے درمیان موافات یعنی بھائی بندی اور بھائی چارے کا رشتہ قائم فرمایا اور اس پر انصار نے اپنے خلوص و جذبہ ایمانی سے بھرپور طریقہ پر عمل کیا جو حدیث کی کتابوں میں تفصیلی طور پر مذکور ہے۔ اسی جذبہ ایثار اور اخلاص ہی کی وجہ سے حضرت سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنی نصف جائیداد اور ایک بیوی کی پیشکش کی جو کہ ان کے انتہائی ایثار کا اظہار تھا، لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ظاہری طور پر خلاف مروت سمجھتے ہوئے حضرت سعد بن زیدؓ کی پیشکش قبول کرنے سے معذرت کی۔

لما روى محمد بن اسمعيل البخاري: لما قدموا المدينة اخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين عبدالرحمن بن عوف وسعد بن الزبيع فقال لعبدالرحمن اني اكثر الانصار مالا فاقسم مالي نصفين ولي امرأتان فانظرا عجبهما ايلك فستها الى اطلقها فاذا انقضت عدتها فتزوجها قال بارك الله لك في اهلك ومالك۔ (صحيح البخاري ج ۱ ص ۵۳۳ باب اخاء النبي صلى الله عليه وسلم بين المهاجرين والانصار) ۱۵

اشعة اللمعات کی ایک عبارت کی تشریح | سوال: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "اشعة اللمعات ج ۲ ص ۱۵۴ میں کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوت کے تحت ایک حدیث کی تشریح کی تشریح کی ہے جس کا

۱۵ روای الامام محمد بن عیسیٰ الترمذی: عن النبی رضی اللہ عنہ اخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين عبدالرحمن بن عوف وسعد بن الزبيع فقال هلم اقسامك مالي نصفين ولي امرأتان فاطلقها فاذا انقضت عدتها فتزوجها۔ الخ (جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۵۴ باب المواساة۔ ابواب البر والصلة)

مطلب سمجھ میں نہیں آ رہا، ازراہ کرم فارسی کی مندرجہ ذیل عبارت کی وضاحت فرمائیں۔  
 ”و مقصود وی صلی اللہ علیہ وسلم رفع جرح و مشقت و تکلیف در استقصائے رعایت تجوید  
 بہ ترتیب غایت است و تنبیہ بر تحری حسیہ و اخلاص در عمل لوحہ اللہ و تفکر در معانی و شدت  
 اہتمام بآل گرجہ در تحسین الفاظ و تجوید کلمات نہ باقصا الغایتہ کوشد زیرا کہ استقصاء و اہتمام  
 بثنائی با مسابہ و تفصیر در اول چنداں نفع نکند و اعتناء بثنائی با مسابہ در اول ضرر نیارد۔“

الجواب :- یہاں پر تلاوت قرآن کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر  
 کوئی کلام پاک کے معانی و مطالب میں غور و فکر نہ کرے بلکہ صرف الفاظ کی تحسین اور کلمات کی تجوید میں  
 کوشش کرے تو اس میں کوئی خاص فائدہ نہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کلام الہی  
 کی تلاوت اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے اور اس کے معانی و مطالب پر  
 غور و فکر کرے اگرچہ انتہائی طور پر قوانین تجوید اور تحسین الفاظ حاصل نہ ہوں تو اس میں کوئی  
 مضائقہ نہیں۔

اور حاصل اس کا یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں بنیادی چیز اخلاص و ثبوت اور فکر و تدبر  
 ہے جب یہ حاصل ہوں تو تلاوت کا ثواب مکمل طور پر حاصل ہوگا، اور جب اخلاص اور فکر نہ  
 ہو تو اگرچہ تحسین و تجوید سے پڑھا جائے اس میں کوئی خاص فائدہ نہیں۔

**بشروا ولا تنفروا کی تحقیق** | سوال :- اصول تبلیغ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس  
 طرح کی کوئی روایت منقول ہے کہ نفرت نہ دلانا محبت پیدا کرنا،  
 پہلے توجہ و رسالت کی دعوت دینا جب اس کو مان لیں تو پھر نماز پنجگانہ بتانا؟

الجواب :- مذکورہ پورے الفاظ کسی ایک روایت میں نہیں ملتے تاہم متعدد روایات سے  
 یہ باتیں ثابت ہیں، ایک روایت میں یوں ہے :-

بعثت البتہ صلی اللہ علیہ وسلم اباموسیٰ ومعاذاً رضی اللہ عنہما الی الیمن فقال یسر  
 ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا۔ الخ (الجامع الصغیر بخاری ج ۲ کتاب المغازی / صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲ کتاب الجہاد)  
 اور دوسری روایت میں یوں ہے :-

اِنَّكَ سَأَتِي قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَاِذَا جِئْتَهُمْ فَاَدْعُوهُمْ اِلَىٰ اَنْ يَّشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ  
 مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا بِذَلِكَ فَاخْبِرْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْكُمْ خَمْسَ صَلَوٰةٍ فِیْ كُلِّ  
 یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ۔ الخ (الجامع الصغیر بخاری ج ۲ ص ۶۲۳ کتاب المغازی / صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶ کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی سزا | سوال: تیسرا بار ترجمہ صحیح بخاری میں

پارہ اول حدیث ۸ کے تحت لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو تم سے بہت سی حدیثیں بیان نہیں کرتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا جو کوئی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ متن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نادانستہ ایسا ہو جائے تو بالاجماع وہ گنہگار نہ ہوگا۔ جو نبیؐ نے کہا کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عمدہ جھوٹ باندھے وہ کافر ہو گیا، علیؑ نے کہا کہ کافر تو نہیں ہوا مگر سخت گنہگار ہوا، اس حدیث کے صحیح مطلب و مفہوم سے روشناس فرما کر ممنون فرمائیں ۹

الجواب:- اس حدیث کا مفہوم تو ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کی سزا جہنم ہے، باقی اگر کوئی غلطی سے یا بھول کر اس فعل کا ارتکاب کرے تو بالاجماع علماء شیخ گنہگار نہیں ہوگا، اسی وجہ سے حکم کے ساتھ بالحد کی قید لگائی گئی ہے اور جو روایات مطلق ہیں وہ اس مقید پر معمول ہیں البتہ کذب عمدہ کے مرتکب کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے لیکن جہور کے ہاں جب تک حلال نہ سمجھے کافر نہ ہوگا، اگرچہ گناہ عظیم ہونے میں شک نہیں مگر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لما قال النووي: ان الاجماع والنصوص المشهورة في الكتاب والسنة متوافقة ظاهرة على انه لا انتم على الناس وانما لاط، فلو اطلق النبي صلى الله عليه وسلم لتوهم انه ياتم الناس ايضاً فقيده واما الروايات المطلقة فمحمولة على المقيّدة بالعمد ..... ثم قال ولكن لا يكفر بهذا الكذب الا ان يستعمله هذا هو المشهور من مذاهب العلماء. الخ (نووی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۸ باب النهی عن الحديث)

مرتد عن الاستاد کی حدیث کی تحقیق | سوال:- مندرجہ ذیل حدیث: عن النبي

صلی اللہ علیہ وسلم انه قال المرتد على نوعين مرتد عن الدين ومرتد عن الاستاد اما المرتد عن الدين فهو يصلح بالتوبة واما المرتد عن الاستاد فهو لا يصلح اصلاً فهو كالبيضة المنتة: ایک قلمی نسخے میں نظر سے گذری، مگر اشتباہ اس میں یہ ہے کہ حقوق دو قسم کئے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد، حقوق اللہ تو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور حقوق العباد بندوں کے راضی کرنے سے معاف



ہو جاتے ہیں اور توبہ کے ذریعے تو کافرو فاسق کی اصلاح ہوتی ہے۔ مَلّا علی قاری رحمہ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: ”وتوبة الكافر ومقبولة“ لہذا اس حدیث کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ محدثین کے ہاں اس کی کیا حیثیت ہے، صحیح ہے یا موضوع؟

الجواب: اساتذہ کرام اور والدین کا احترام قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ نافرمان شاگرد کی توبہ قبول نہ ہو، لقولہ تعالیٰ: لَا تَقْطُؤْا مِمَّنْ رَحِمَہُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیْعًا (سورۃ زمر آیت ۵۳) اور اسی طرح غَافِرُ الذَّنْبِ وَتَقَابِلِ التَّوْبِ۔ (سورۃ المؤمن آیت ۴۷) لہذا توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

باقی چونکہ اس روایت کی سند مذکور نہیں اور نہ ہی کسی مخرج پر حوالہ دیا گیا ہے، لہذا صحت و ضعف کے اعتبار سے تفصیل نہیں لکھی جاسکتی تاہم بظاہر وضع کے آثار اس میں نمایاں ہیں جن میں کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے تعارض شامل ہے۔

**حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا** | سوال :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کیا یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب :- اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے، حدیث تھاب بن خالد و شیبان بن فروخ قال اخبرنا حماد بن سلمة البنانی وسليمان التيمي عن انس بن مالك رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت وفي رواية هذاب مررت على موسى ليلة أسري عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في القبر۔

(الجامع الصحيح المسلم ج ۲ ص ۲۶۸ باب فضائل موسى عليه السلام)

**نسبت إلى الغير پر وعید اور اس کی توجیہ** | سوال :- اس حدیث کی وضاحت فرما کر فرمائیے کہ ”منون فرمائیے“ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنے

لہ عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت ليلة أسري بي على موسى عليه السلام عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب قیام اللیل و تطوع النهار۔ ذکر صلوة نبی اللہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام۔ الخ)

والد کے سوا کسی دوسرے شخص کو والد کہا اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ شخص اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے؟

الجواب:- یہ حدیث امام مسلم بن حجاج نے صحیح مسلم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے نقل کی ہے۔

عن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ادعی الی غیر ابیہ وہو یعلم انه غیر ابیہ فالجنة علیہ حرام۔

اگر حدیث نے اس روایت کی مختلف توجیہات کی ہیں،

(۱) یہ کہ جو شخص اس کام کو حلال سمجھ کر کرے گا تو اس پر جنت حرام ہے۔

(۲) یہ کہ حرام بمعنی ممنوع ہے تو ایسے شخص پر جنت میں دخول اول ممنوع ہوگا جو فائزین اور سلامتی والوں کے لیے ہے اور سزا پانے کے بعد داخل ہوگا۔

لما قال النووي: الأول انه حرام علی من فعله مستعللاًه۔ والثانی ان جزائہ انہا محرمة علیہ اولاً عند دخول الفائزین الخ۔ (شرح النووي علی صحیح مسلم ج ۱ باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وهو یعلم)۔

**سوال:-** ابوداؤد شریف میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے **نماز میں اشارہ ممنوعہ کی حقیقت** کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اشار فی

صلوۃ تفہم عنہ فلیعد لها یعنی الصلوۃ (ج ۱ ص ۱۳۱)۔ کیا یہ حدیث اشارہ بالتباہ کی روایت سے معارض ہے یا نہیں؟

الجواب:- چونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ بالتباہ کے لیے مستقل عنوان باب الاشارة فی التشہد کے تحت روایات کو جمع کیا ہے، اور مذکورہ روایت کو باب الاشارة فی الصلوۃ میں نقل کیا ہے، لہذا اس اشارہ سے مراد وہ اشارہ ہوگا جو سلام کے جواب

لہ فالمراد من استعمل ذلك مع علمه بالتحریرو علی الروایۃ المشہورۃ فالمراد کفر، لنعمة وظاہر اللفظ غیر مراد واما ورد علی سبیل التغلیظ والزجر لقاعل ذلك او المراد باطلاق الکفران فاعلہ فعل فعلاً شبیہاً بفعل اهل الکفر۔ الخ (فتح الملہم بشرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶) باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وهو یعلم

یا کسی دوسری ضرورت کے لیے کیا جائے۔

لما قال الشيخ خليل احمد السهارنفوري رحمه الله: الاشارة المذكورة في هذا الحديث  
محمولة على الاشارة في الصلوة للحاجة كرد السلام وغيرها۔

(بذل المجهود شرح ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۱ باب الاشارة في الصلوة)

فقہ اور عابد کے تقابلی موازنہ کی روایت | سوال :- فقہؑ واحد اشدّ علی  
الشیطن من الف عابد۔ یہ حدیث ہے

یا کوئی عربی مقولہ ہے؟ اگر حدیث ہے تو حدیث کی کس کتاب میں مذکور ہے؟  
الجواب :- یہ عبارت ایک حدیث کے الفاظ ہیں اور اکثر کتب احادیث میں بروایت  
عبد اللہ ابن عباسؓ ذکر کئے گئے ہیں۔

روی محمد بن عیسیٰ الترمذی بسندہ ابن عباس رضی اللہ عنہما قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فقہؑ وّا حدّ اشدّ علی الشیطن من الف عابد۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۱۱ باب ما جاء فی عالم المدینة) لہ

حضرت علیؑ اور قوت حافظہ والی روایت | سوال :- ایک روایت میں آتلبہ کہ حضرت  
علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے اپنی قوت حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند  
کلمات اور اسماءِ حسنی بتائے جن کے ورد سے حضرت علیؑ کی حافظہ کی کمزوری ختم ہو گئی، پھر  
بعد میں کسی صحابی کے پوچھنے پر حضرت علیؑ نے وہ کلمات بتائے۔ اس روایت کا حوالہ بتائیں؟

الجواب :- امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت ان کلمات کے ساتھ درج فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ضعفِ حافظہ کی بیماری کے لیے فرمائے تھے (نقل کی ہے)۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مختصراً؛ شکی علی رضی اللہ عنہ تفلّت القرآن عن صدرہ

لہ وکذا ذکر ولی الدین محمد بن عبد اللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقہؑ وّا حدّ اشدّ علی الشیطن من الف عابد۔

(مشکوٰۃ المصابیح ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب العلم۔ الفصل الثانی)

ومثله فی سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۱ باب فضل العلماء والحیث علی طلب العلم۔

الرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا ابا الحسن افلا اعلمك كلمات ينفعك الله بهن وينفع بهن من علمته ويثبت ما تعلمت في صدرك قال اجل يا رسول الله فعلمني قال اذا كان ليلة الجمعة فان استطعت ان تقوم في ثلث الليل الاخر فاتها ساعة مشهورة والدعاء فيها مستجاب فان لم تستطع فقم في وسطها فان لم تستطع فقم في اولها - فصل ركعات تقرأ في الركعة الاولى فاتحة الكتاب وسورة يلى وفي الركعة الثانية فاتحة الكتاب وخم الدعوات وفي الركعة الثالثة بفاتحة الكتاب وآل التنزيل السجدة. وفي الركعة الرابعة بفاتحة الكتاب وتبارك المفصل، سورة الملك - فاذا فرغت من التشهد فاحمد الله واحسن الثناء على الله و صل على و احسن وعلى سائر النبيين واستغفر للمؤمنين والمؤمنات ولاخوانك الذين سبقوك بالايمان ثم قل في آخر ذلك اللهم ارحمني بترك المعاصي ابدأ ما بقيتني وارحمي ان اتكلف ما لا يعينني وارزقني حسن النظر في ما يرضيك عني اللهم بديع السموات والارض ذو الجلال والاكرام والعزت التي لا ترام اسئلك يا الله يا رحمن بجلالك ونور وجهك ان تلزم قلبي حفظ كتابك كما علمتني وارزقني ان اتلوه على التحوالذي يرضيك عني اللهم بديع السموات والارض ذو الجلال والاكرام والعزة التي لا ترام اسئلك يا الله يا رحمن بجلالك ونور وجهك ان تنور بكتابك بصري وان تطلق به لساني وان تفرج به عن قلبي وان تشرح به صدري وان تغسل به يدي - فانه لا يعينني على الحق غيرك ولا يؤتيه الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم - يا ابا الحسن تفعل ذلك ثلاث او خمسة وسبعاً تجب باذن الله والذي بعثني بالحق ما اخطار مؤمناً - (جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۶ باب دعاء الحفظ)

**انچاس کروڑ گنا ثواب کی حدیث** | سوال :- بعض حضرات تبلیغ میں جانے والوں کے لیے جو فضائل بیان کرتے ہیں ان میں ایک

یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے والوں کو ایک روپے کے خرچ کرنے پر انچاس کروڑ روپے کا اجر و ثواب ملے گا۔ کیا یہ کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ بات کسی مستقل روایت سے ثابت نہیں، تاہم چند روایات کے مجموعی مضامین کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے کے اعمال میں بہت زیادہ تقاضا ہوتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ایک روپے کے عوض ۴۰ کروڑ کا

ثواب ملتا ہے۔ اس بارے میں ابن ماجہ کی ایک روایت ہے جو آٹھ صحابہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من ارسل بنفقة في سبيل الله واقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ومن غدا بنفسه في سبيل الله وفي وجه ذلك فله بكل درهم سبع مائة الف درهم۔ (ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۹۸ باب فضائل النفقة في سبيل الله)

اور دوسری روایت کو امام ابو داؤد نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصلوة والصيام والذكر يضاعف على النفقة في سبيل الله عز وجل بسبع مائة ضعف۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۲۵ باب تضعيف الذكر في سبيل الله)

یہاں پہلی روایت میں یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر خرچ کرے اس کو ایک روپے کے عوض سات لاکھ روپے کا ثواب ملے گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نماز، روزہ، ذکر اللہ کا ثواب انفاق فی سبیل اللہ کی نسبت سات (۷۰۰) سو گنا زیادہ ہے۔ اب پہلی حدیث کے سات لاکھ کو دوسری حدیث کے سات سو روپے سے ضرب دی جائے تو انچاس لاکھ کروڑ ہی بنتا ہے۔

$$۲۹۰۰۰۰۰۰ = ۷۰۰ \times ۷۰۰۰۰۰$$

تاہم یہ ثواب صرف تبلیغ میں نکلنے سے خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کے ہر مسافر کا یہ حکم ہے، البتہ تبلیغ بھی سبیل اللہ کا ایک شعبہ ہے۔

**ولد الزنا لا یدخل الجنة کی تحقیق** | سوال :- درج ذیل حدیث ولد الزنا لا یدخل الجنة کی محدثین کے ہاں صحت اور ضعف کے

اعتبار سے کیا حیثیت ہے؟ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟

الجواب :- اس حدیث کے متعلق اکثر حفاظ حدیث کی رائے یہ ہے کہ اس کا شمار موضوع روایات میں ہوتا ہے اور حدیث کے ذخائر میں اس کی صحت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

لما قال عبد الرحمن الاثری الشافعی: ولد الزنا لا یدخل الجنة یدور علی الاستسنة ولم یثبت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ بل قال القاضي عیسیٰ بن شیریازی فی سفر السعادات هو باطل۔ (تیز الطیب من الجہنم ص ۲۰) لہذا وقال ایضاً: ذکر فی المصنوع فی احادیث الموضوع ولد الزنا لا یدخل الجنة لا اصل له۔ (تیز الطیب من الجہنم ص ۲۹) ومثله فی موضوعات کبریٰ للملا علی القاری ص ۳۵۱ احادیث فی ولد الزنا۔



**آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجنبیہ سے غنا کی روایت** | سوال :- عن عائشة رضی اللہ عنہ قالت کانت عندی امرأة تسعی

فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي على تلك الحال ثم دخل عمر فقزت فضحك رسول الله فقال عمر رضی اللہ عنہ ما يضحك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم محدثه فقال والله لا اخرج حتى اسمع ما سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاسمعه - کیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** اس روایت کو بعض محدثین نے موضوعات میں شمار کیا ہے اور اس کی سند میں ابوالفتح البغدادی ہے جو محدثین کے ہاں متکلم فیہ ہے، اور بعض نے اسے واہی الحدیث ساقط الروایۃ تک کہا ہے۔

لما قال ابن الجوزی رحمه الله : قال الخطيب ابوالفتح البغدادی واہی الحدیث ساقط الروایۃ واصل الحدیث باطل۔ کتاب الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ باب فی اباحة الغناء

**سوال :-** کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ گائے کے گوشت کی حلت و حرمت کی تحقیق | **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا** گائے کا دودھ پیو کیونکہ اس میں دوا ہے اور اس کے گھی میں شفا ہے اور بچو اس کے گوشت سے اس لیے کہ اس میں بیماری ہے ؟

**الجواب :-** گائے کے دودھ میں شفا ہونے کے بارے میں تو روایات موجود ہیں جن کو حافظ عبد اللہ نیشاپوری نے مستدرک میں نقل کیا ہے :-

ان الله تعالى لم ينزل داء الا انزل له شفاء الا الحرام فعليكم بالبان اليقر فانها ترفع من كل شجر (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۹۷ کتاب الطب)

لیکن گائے کے گوشت سے ممانعت کی روایت نہیں مل سکی بلکہ اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے اس کی حلت ثابت ہے، اور اگر منع کی روایت ثابت ہو جائے تو نہی طبع پر محمول ہوگی۔

لما روى الامام مسلم بن حجاج في صحيحه : عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبي صلى الله عليه وسلم بلحم بقرة فقیل هذا ما تصدق به على بريدة

فقال هولها صدقة ولنا هدية - (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۵ باب اباحتہ الہدیۃ  
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ولبنی ہاشم وبنی المطلب۔۔ الخ) لہ

**منجیات ومہلکات کی تشریح** | سوال :- ثلث منجیات و ثلث مہلکات  
فاما المنجیات فتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ

والقول بالحق فی الرضا والسخط والقصد فی الغناء والفقر، واما المہلکات فہو  
متبع وشح مطاع واعیاب المرء بنفسہ وهو اشد حق۔ اس حدیث کا  
حوالہ اور تشریح ارسال کریں ؟

الجواب :- یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے جلد ۲ ص ۲۳۲ پر شعب الایمان  
للبیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔

**تشریح :-** اس روایت میں مقصود یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں ہلاکت  
سے بچنے اور نجات پانے کے لیے ضروری ہے کہ مومن میں تین صفات موجود ہوں۔ (۱)  
خوف خدا؛ یعنی ہر حالت میں خوف خدا اس کے دل میں ہو۔ (۲) قول بالحق؛ یعنی  
ہر حالت میں حق بات پر ڈٹا رہے خواہ کوئی خوش ہو یا ناراض، دوست ہو یا دشمن، کسی کو  
بھی ملحوظ خاطر رکھے بغیر سچ بات کرے۔ (۳) قصد؛ اعتدال اور میانہ روی خرچ کرنے  
میں چلے فراخی رزق ہو یا فقر و فاقہ، ہر حالت میں افراط و تفریط یعنی اسراف اور بخل  
دونوں سے بچے اور ان کے درمیان حالت کو اختیار کرے۔

**مہلکات :-** اسی طرح دنیوی و آخری ہلاکتوں سے بچنے کے لیے بھی تین چیزیں  
ایسی ہیں جن سے بچنا چاہیئے۔ (۱) ہوی متبع یعنی نفس کی خواہشات کی پیروی اسلئے کہ  
خواہشات نفسانیہ کی مخالفت اکبر المنجیات میں سے ہے جیسے کہ اتباع خواہشات نفسانیہ  
اکبر المہلکات میں سے ہے۔ (۲) شح؛ یعنی بخل کہ انسان کی طبیعت میں بخل مل جائے

لہ وعن جابر رضی اللہ عنہ قال ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عائشۃ  
بقرة یوم النحر۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲ باب جواز الاشتراك فی الہدی واجزا  
البدنة والبقرة کل واحدة منهما عن سبعة الخ)

ومثله فی سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۵۱ باب فی ہدی البقر۔

پھر اسی کے مطابق چلتا رہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ نخل ہے جو حرم کے ساتھ مقرون ہو۔  
 (۳) اعجاب المرئ بنفسہ۔ یعنی خود بینی پیدا ہو جائے تو اپنے اعمال، احوال، جمال یعنی ہر کمال پر کھنڈ کرے اور یہ سب سے زیادہ ہلک خصلت ہے، اس کا وبال بھی سب سے زیادہ اور نقصان بھی سب سے زیادہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۹ باب الغضب والکبر الفصل الثالث)  
**اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِأَلْصِیْنِ** | سوال :- حدیث اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِأَلْصِیْنِ کے بارے میں محدثین کی کیا رائے ہے؟ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کتاب کا حوالہ دے کر ممنون فرمائیں؟

الجواب :- مستدرجہ بالا حدیث کو امام احمد بن حنبل نے "شعب الایمان" میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے اور امام بیہقی کی تحقیق کے مطابق اس روایت کا متن تو مشہور ہے لیکن تمام اسناد ضعیف ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں :-

هذا الحديث شبه مشهور واسناده ضعيف وقد روى من اوجه  
 كلها ضعيفة۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۵۲)

اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے بھی جامع بیان العلم وفضلہ ج ۳ میں امام زہری سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء علوم الدین میں نقل کیا ہے۔ (جلد ۱ ص ۱۰۰)  
 تاہم ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے موضوعات کے زمرے میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں، هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ وقال ابن حبان هذا الحديث باطل لا اصل له۔ (الموضوعات لابن الجوزي ج ۱ ص ۱۰۰ کتاب العلم۔ باب طَلَبَ الْعِلْمَ وَلَوْ بِأَلْصِیْنِ)

**امت محمدیہ کے بہتر فرقوں کا ثبوت** | سوال :- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔

کیا یہ کسی صحیح حدیث کا مفہوم ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ ایک صحیح حدیث کا مفہوم ہے جسے محدثین نے مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہود و نصاریٰ ۷۱ یا ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت

## تہتہ فرقول میں تقسیم ہوگی۔

لما روی الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال تفرقت الیہود علی احدى و سبعین و اثنتین و سبعین فرقة و النصرانی مثل ذلک و تفرق اُمتی علی ثلاث و سبعین فرقة ہذا حدیث حسن صحیح۔ (جامع السنن للترمذی ج ۲ ص ۹۲)  
وقال عبد القاهر بن محمد البغدادی: قد رواہ عن النبی جماعۃ من الصحابة کانس بن مالک و ابی ہریرۃ و ابی درداء و جابر و ابی سعید الخدری و ابی بن کعب و عبد اللہ بن عمرو بن العاص و ابی امامۃ و واثلۃ بن اسقع و غیرہم۔  
(الفرق بین الفرق ص ۱ الباب الاول فی بیان الحدیث المأثور) لہ

**تفرق کی تحقیق** | سوال :- مندرجہ ذیل حدیث تفرق اُمتی ثلاث و سبعین فرقة ... الخ میں افتراق سے کیا مراد ہے ؟

الجواب :- اس حدیث میں تفرق اور تقسیم سے مراد وہ تفرق ہے جو اصول دین میں واقع ہوا ہو اور فروعی اختلاف اس سے مراد نہیں، اس لیے کہ جن فرقوں کا فروعی اختلاف ہو وہ سب اصول اور بنیادی عقائد میں متحد ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو کفر و گمراہی کی نسبت نہیں کرتے، اور جو لوگ اصول دین میں متفرق ہوں وہ ایک دوسرے کو کفر و گمراہ کہتے ہیں۔

لما قال الشیخ خلیل احمد السہارنفوری: والمراد من هذا التفرق، التفرق المذموم الواقع فی اصول الدین واما اختلاف الامۃ فی فروعہ فلیس بمذموم بل من رحمۃ اللہ سبحانه فانک ترى ان الفرق المختلفۃ فی فروع الدین متحدون فی الاصول ولا یضلون بعضهم بعضاً۔ واما المتفرقون فی الاصول فیکفر بعضهم بعضاً و یضلون۔ الخ (بذل المجہود بشروح ابی داؤد ج ۱۸ ص ۱۸۱ اول کتاب السنۃ۔ باب شرح السنۃ)

لہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفرقت الیہود علی احدى و سبعین فرقة تفرق اُمتی علی ثلاث و سبعین فرقة۔

(ابن ماجۃ ص ۲۸۵ ابواب الفتن۔ باب افتراق الامم)

**لا تعلموهن الكتابة کی تحقیق** | سوال :- لا تنزلوهن الغرف ولا تعلموهن

الكتابة ۔ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں ؟  
 الجواب :- اس روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”شعب الایمان“ میں اور حافظ ابو عبد اللہ حاکم نے اپنی ”مستدرک“ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے ۔  
 عن عائشہؓ قالت قال رسول الله لا تنزلوهن الغرف ولا تعلموهن الكتابة  
 یعنی النساء و علموهن المغزل وسورة النور ۔ ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه ۔  
 (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۹۶ تفسیر سورة النور ۔ التہی عن تعلیم الكتابة للنساء)

تاہم بعض علماء نے اس کی عدم صحت پر قول کیا ہے ۔

لما قال ابن الجوزیؒ : ہذا الحدیث لا یصح عن رسول الله ۔ وقد ذکرہ ابو عبد الله  
 النیشابوریؒ فی صحیحہ والعجب کیف خفی علیہ امرہ ۔

قال ابو حاکم ابن حبانؒ : کان محمد بن ابراہیم الشامی (راوی الحدیث) یضع الحدیث  
 علی الشامیین لایعمل الروایۃ عنہ الا عند الاعتبار روى احادیث لا اصول  
 لها من کلام رسول الله صلی الله علیہ وسلم لایحل الاحتجاج بہ ۔

کتاب الموضوعات لابن الجوزیؒ ج ۲ ص ۲۶۹ ہا تعلیم للنساء والنوا ومنہن من سکنی

الغرف وتعلیم الكتابة (لہ

لہ قال الشیخ اسعید بن سید بن غزل تحت حدیث ابی ہریرۃ لا تعلموا النساء الكتابة لا تسکنوا الغرف  
 ومن حدیث عائشہؓ من طریق محمد بن ابراہیم الشامی عن شعیب بن اسحاق الدمشقی عن  
 ہشام بن عروۃ عن ابيه عن عائشہؓ لا تسکنوهن الغرف ولا تعلموهن الكتابة و  
 علموهن المغزل وسورة النور ۔

قال ابن الجوزی رحمہ الله : ہذا حدیث لا یصح وقد ذکرہ الحاکم فی  
 صحیحہ ۔ واعلہ ابن الجوزیؒ یصحہ بن ابراہیم الشامی ۔ قال ابو حاتم بن حبان کان  
 محمد بن ابراہیم الشامی یضع الحدیث علی الشامیین لایعمل الروایۃ عنہ  
 الا عند الاعتبار روى احادیث لا اصول لها من کلام رسول الله صلی الله علیہ  
 وسلم لایحل الاحتجاج بہ ۔

(حاشیہ مستند الفردوس الدیلمی ج ۵ ص ۱۹ رقم حدیث ۷۳۱۷)



امام مہدیؑ کے بارے میں روایات کی تحقیق | سوال :- کیا مہدی علیہ السلام کے آنے کے بارے میں جو باتیں

زور عام ہیں یہ صحیح روایات سے ثابت ہیں یا کوئی عام واقعہ ہے جس نے شہرت پائی ہے ؟  
الجواب :- امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں واقعات درست اور صحیح روایات سے ثابت ہیں اور احادیث کی اکثر کتابوں میں مستقل باب کے تحت روایات کو جمع کیا گیا ہے جن میں امام مہدی علیہ السلام کے حالات تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں مثلاً جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، متدرک حاکم، مسند احمد ابن عساکر، مسند ابی شیبہ، طبقات، صحیح ابن حبان وغیرہ۔

اور مجموعی لحاظ سے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں روایات تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تواتر کو یوں نقل کیا ہے :-

قال ابو الحسن الامدي في مناقب الشافعي تواترت الاخبار بان المهدي من هذه الامة وان عيسى عليه السلام يصلي خلفه۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۲ باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام)۔

اللہ طاق ہے، کی روایت کی تحقیق | سوال :- حدیث ”اللہ تعالیٰ کی ذات طاق ہے اور طاق چیز کو پسند کرتی ہے لہذا اے اہل قرآن! تم طاق نماز یعنی وتر پڑھا کرو۔“

دریافت طلب بات یہ ہے کہ یہ روایت کتب حدیث کی کون سی کتاب میں مسطور ہے ؟  
ذرا وضاحت سے روشناس فرمائیں ؟

الجواب :- یہ روایت حدیث کی اکثر کتابوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یوں منقول ہے :-

قال الامام محمد بن عيسى الترمذی: بسند عن علي قال ابوتربس كصلوكم المكتوبة

له ونقل عن الشوكان: انها متواترة بلا شك ولا شبهة بل يصدق وصف التواتر على ما هو دونها على جميع الاصطلاحات المعروفة في الاصول۔ (الاذاعة ص ۱۱۳)

ومثله في عقد الدرر في اخبار المنتظر لعلامة يوسف بن يحيى المقدسي الشافعي ص ۱۵۔

وَلَكِنْ سُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ وَتَرْتِيبُ الْوُتْرِ فَأَوْتَرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ۔ (جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۸۱ باب ماجاء ان الوتر یس بختم) ۱۷

**شہرا عید لا ینقصان کی تحقیق** | سوال: درج ذیل حدیث: شہرا عید لا ینقصان رمضان و ذوالحجۃ کا مطلب اور

مفہوم کیا ہے؟ ذرا وضاحت کے ساتھ اس کی تحقیق سے نوازیں؟

**الجواب:-** شہرا عید لا ینقصان کے بارے میں ائمہ حدیث سے مختلف توجیہات منقول ہیں لیکن مشہور اور قریب الی الفہم جو توجیہات ہیں وہ درج ذیل ہیں:-

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان اور ذوالحجۃ ایک سال میں دونوں ۲۹ دن کے نہیں آتے، اگر ایک ۲۹ دن کا آئے تو دوسرا ضرور ۳۰ دن کا آئے گا۔

(۲) امام اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری رحمہم اللہ اس کا مطلب واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بظاہر عددِ ایام کے اعتبار سے رمضان اور ذوالحجۃ کے ہینے اگرچہ ۲۹ دن کے آئیں لیکن باعتبار اجر و ثواب ۳۰ دن کے برابر ہوں گے۔

(سنن ترمذی ج ۱ ص ۸۱ باب ماجاء شہرا عید لا ینقصان) ۱۸

**انابتی و ادم بین الماء و الطین کی تحقیق** | سوال:- ایک وعظ سے میلاد شریف کے وعظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

اولین و آخرین ہونے کے بارے میں یہ الفاظ سُننے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انابتی و ادم بین الماء و الطین، کیا یہ روایت بایں الفاظ ثابت ہے؟ اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۷ نقل ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی فی سننہ یستدہ عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل القرآن اوتروا فان اللہ و تَرْتِيبُ الْوُتْرِ۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۱۱ باب تفریع ابواب الوتر باب استحباب الوتر)

وَمِثْلُهُ فی سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۸۲ باب ماجاء فی الوتر۔

۱۸ نقل ہذین التوجیہین ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فی متن سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸

باب ماجاء شہرا عید لا ینقصان)

اولین و آخرین نبی ہیں ؟

**الجواب :-** نصوص صریحہ اور اجماع اُمت سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولین اور آخرین پیغمبر ہیں، لیکن جہاں تک مذکورہ الفاظ کا تعلق ہے تو بایں الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ثابت نہیں، البتہ معنی کے اعتبار سے روایت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

عن ابی ہریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لك النبوة قال و آدم بین الروح والجسد، رواہ الترمذی۔ (شرح طبیبی ج ۱۱ باب فضائل سید المرسلین) ۳۵۳

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! ہمارے سکول **طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ** کی دیوار پر ایک حدیث ان الفاظ کے ساتھ لکھی ہوئی ہے طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة۔ کیا یہ حدیث کسی کتاب میں موجود ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلم مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے اور اس حدیث کو صحیح اور مستند کتابوں نے ذکر کیا ہے مگر مذکورہ بالا حدیث میں مسلمة کا لفظ زائد ہے۔

لما ورد في الحديث، عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير اهلہ كمثل الخنازير الجوهرة واللؤلؤ والذهب۔ (ابن ماجہ من ۲۔ باب فضل العلماء والحث على طلب العلم) ۳

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! میں نے **أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا كِتَابُ الْحَقِّ** ایک عالم دین سے وعظ میں سنا ہے کہ

۱۔ قال العلامة ملا علی القاری : ای وجبت لی النبوة والحال ان آدم بین الروح والجسد یعنی انہ مطروح علی الارض وصورة بلا روح والمعنى انه قبل تعلق روحه بجسده۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۵۸ باب فضل سید المرسلین۔ الفصل الثاني)

۲۔ عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير اهلہ كمثل الخنازير الجوهرة واللؤلؤ والذهب۔

(مشکوٰۃ ص ۳۴ کتاب العلم۔ الفصل الثاني)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا مِثْلُ عِلْمِ كَاشِفِ  
ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟  
الجواب:- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت ساری روایا مروی  
ہیں مگر مندرجہ بالا روایت کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں علماء حدیث  
نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

قال العلامة ملاحی القاری: حدیث "اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" (الحديث)  
رواه الترمذی فی جامعہ وقال انه منکر، وكذا قال البخاری وقال انه كذب لا اصل له  
وكذا قال ابو حاتم و یحییٰ وسعید - (موضوعات الکبریٰ ص ۱۷۷ حدیث ۲۵) -

سوال:- محترم مفتی صاحب! میں ایک دن  
ابو حنیفہ سراج اُمتی کی تحقیق

الدر المختار کا مقدمہ مطالعہ کر رہا تھا کہ اس میں  
امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق دیگر روایات کے علاوہ ایک یہ روایت بھی نظر سے گزری  
جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابو حنیفہ سراج اُمتی" (رواہ ابواللیث)  
کیا یہ روایت صحیح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟  
الجواب:- امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں جو روایات ذکر کی جاتی ہیں اگرچہ ان میں سے بعض  
میں آپؐ کی منقبت اور فضیلت کی طرف اشارہ ملتا ہے مگر اکثر روایات موضوع اور غیر ثابت شدہ  
ہیں ان ہی میں سے ایک یہ روایت بھی ہے، مذہب حنفی کے مشہور و معروف محدث اور فقیہ  
ملاحی قاری رحمہ اللہ نے اس کو موضوع کہا ہے۔

قال العلامة ملاحی القاری: حدیث "ابو حنیفہ سراج اُمتی" موضوع باتفاق  
المحدثین - رموضوعات الکبریٰ ص ۱۷۷ حدیث ۲۵ - رقم الحدیث ۱۱۱۱

قال العلامة ابن الجوزی: قال یحییٰ بن معین هذا كذب ليس له اصل، وقال ابن عدي:  
هذا الحديث موضوع يعرف بابي الصلت - ۱۸ (الموضوعات ص ۱۷۷ باب فضائل علی علیہ السلام)  
قال العلامة ابن الجوزی: حدیث "يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ اسْمُهُ لَنْعَمَانُ وَكُنْيَةُ ابُو حَنِيفَةَ هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي"  
قال الخطيب: هذا حديث موضوع تفرد بروايه البيهقي - قال وحدثت عن ابی عبد اللہ الحاکم  
انه قال: وضع ابو عبيد الله البورقي من المتأكبين عن الثقة مالا يحصى وانحشها هذا الحديث -  
(الموضوعات لابن الجوزی ج ۲ ص ۲۸ باب فضل ابی حنیفہؒ)

**ما تقول في هذا الرجل كما مطلب** | سوال :- قریں سوال و جواب کے بارے میں

بحر روایت مروی ہے اس میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں "ما تقول في هذا الرجل"۔ هذا اسم اشاریہ ہے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہوں گے جبکہ آپ تو مدینہ منورہ میں اپنے روضہ اطہر میں آرام فرما ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے ؟

**الجواب :-** محدثین عظام نے ان الفاظ کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک پیش کی جاتی ہے، بعض یہ کہتے ہیں کہ درمیان سے مجاہدات ہٹا دیئے جاتے ہیں، جبکہ علامہ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ بدون کشف حجاب اور بدون شبیہ کے سوال کیا جائے گا، اور یہ بصورت امتحان زیادہ قوی ہے ۔

قال ابن حجرؒ، ولا يلزم من الإشارة ما قيل من رفع الحجب بين الميت وبينه صلى الله عليه وسلم حتى يراه... اقوى في الامتحان... اخ (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ م)

**علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کی تحقیق** | سوال :- مندرجہ ذیل حدیث "علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل" کو واعظین حضرات

بہت شد و مد سے بیان کرتے ہیں اور اس سے علماء کی فضیلت ثابت کرتے ہیں، کیا یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں اور اس کا درجہ کیا ہے ؟

**الجواب :-** محدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے جبکہ بعض علماء نے اس کو موضوع قرار دیا ہے، تاہم صرف فضیلت العلم کے طور پر بیان کرنا ممنوع نہیں ؟

قال العلامة طاہر بن علی الہندی رحمہ اللہ : و علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔

قال شیخنا والزمکشی رحمہ اللہ لا اصل له ولا يعرف في معتبر و مروی بسند ضعیف۔

رتذکرۃ الموضوعات منہم لہ

لہ قال العلامة ملا علی القادی رحمہ اللہ : علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔

قال الدمیری والعسقلانی لا اصل له۔ وكذا قال الزركشي وسكت عنه

السيوطي . (موضوعات کبریٰ ص ۱۵۹ رقم حدیث ۶۱۴ ۔



## رب کا سیتۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ کی تحقیق | سوال :- بخاری شریف کی

کتاب العلم میں ایک حدیث ہے کہ رب کا سیتۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ۔ (الحديث) اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ میں نے بہت کوشش کی مگر سمجھ میں کچھ نہیں آیا؟

الجواب :- علماء علم حدیث نے ان الفاظ کی مختلف تاویلات اور مقاصد بیان کئے ہیں۔ علم بہت سی عورتیں دنیا میں اعمال کے اعتبار سے خوب اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر اپنی دیگر بد اعمالیوں کی وجہ سے آخرت میں اعمال سے ننگی (خالی) ہوں گی (دعا) مگر مناسب مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت ساری عورتیں اگرچہ بظاہر بدن پر کپڑے پہنے ہوتی ہیں جو اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ان کا سارا بدن نظر آتا رہتا ہے، تو ایسی عورتوں کو ننگا ہونے کی آخرت میں سزا ہوگی۔

قال الشيخ محمد زکریا السہارنپوریؒ: اور حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ بہت سی عورتیں دنیا میں جو لباس پہنتی ہیں وہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا مثلاً اندر سے بدن اس میں نظر آتا ہے، تو ایسی عورتوں کو ننگی ہونے کی سزا آخرت میں ملے گی۔ (تقریر بخاری ج ۱۳ باب العلم والعقل باللیل)

## انامن نور اللہ والمؤمنون منی کی تحقیق | سوال :- جناب مفتی صاحب کچھ لوگ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے نور میں سے نور مانتے ہیں اور دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں: انامن نور اللہ والمؤمنون منی۔ کیا یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات اقدس کے اعتبار سے بشر ہیں اور آپ میں بشریت کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں لہذا آپ کو باعتبار ذات نور کہنا صحیح نہیں۔ جہاں تک مذکورہ روایت کا تعلق ہے تو محدثین عظام نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

قال العلامة طاہر علی الہندیؒ: وفي الذیل: کنت نبیاً وادم بن الملاء والطین وکنت نبیاً وادم وکلاماء وکلاطین۔ قال ابن تیمیۃؒ: موضوع وهو کمال قال وكذلك حدیث: انامن نور اللہ والمؤمنون منی الخیر فی وفی امتی الی یوم القیامۃ۔ قال ابن حجر کلا عرفۃ۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۶ فضل الرسول ونصاہم لہ)

لہ قال العلامة ملا علی قاریؒ: حدیث: انامن نور اللہ والمؤمنون منی۔ قال لعقلائیؒ: انه کذب معلق۔ وقال الزمخشریؒ: لا یعرف۔ وقال ابن تیمیۃؒ: موضوع۔

(الموضوعات الکبریٰ للملا علی قاریؒ ص ۷۳)

**سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک صاحب نے** **کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ثبوت**

دوسرے سے کہا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے تو کیا تم مان لو گے؟ تو دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا، دونوں کا اس بات پر اختلاف ہے، آنجناب سے استدعا ہے کہ ان کے اس اختلاف کو دور فرمائیں؟

**الجواب :-** ابوداؤد اور دیگر کتب احادیث میں بالفاظ صریح ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عند کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے، لہذا اس سے انکار نہ کیا جائے، اور بلا عذر شرعی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔

اخرج الامام ابوداؤد: عن حذيفة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سبابة قوم فبال قائماً ثم دعا بعماء فصيح على خفيه۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱ باب البول قائماً) ۱۷

**سوال :- سبعان من زين الرجال** **سبعان من زين الرجال** **باللحي** **التي** **تتحقق**

باللحي و زين النساء بالذوائب (المرث)

سُننے چلے آرہے ہیں، برائے مہربانی اس حدیث کا حوالہ درکار ہے؟

**الجواب :-** یہ حدیث کتب احادیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ مذکور ہے مثلاً :-

قال الامام السرخسي: روى عن النبي انه قال ان الله تعالى مكيكة تسبيحهم سبعان من زين الرجال باللحي والنساء بالقرون والذوائب۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۶ کتاب البیات) ۱۷

۱۷ اخرج الامام الزيلعي: عن حذيفة رضى الله عنه قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم فانتهي الى سبابة قوم، فبال قائماً فتنجيث فقال أدنه فدنوت حتى قمت عند عقبه فتوضاء ومسح على خفيه۔

(نصب الراية بحوالہ مسلم ج ۱ ص ۱۶ کتاب الطہارت)

۱۷ قال العلامة عبد الرؤوف المناوي: سبعان من زين الرجال باللحي والنساء بالذوائب۔

(كنوز الحقائق على هامش الجامع الصغير ج ۱ ص ۱۷)

وَمِثْلُهُ فِي مَسْنَدِ الْفَرْدَوْسِ لِلدِّيلَمِيِّ ج ۲ ص ۹۔

**انبیاء کرامؑ کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا** | سوال :- محترم مفتی صاحب! ایک کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا۔ تو کیا یہ روایت صحیح ہے؟ نیز کیا انبیاء کرام کے لیے بعد الوفات بھی نماز پڑھنا ضروری ہے؟

**الجواب :-** مرنے کے بعد انسان کسی کے اعمال کرنے کا مکلف نہیں رہتا یعنی نماز وغیرہ پڑھنا اس پر لازم نہیں ہوتا البتہ اللہ تعالیٰ کے بعض نیک بندوں کا اس طرح کرنا ذوقی امور پر محمول ہے، جہاں تک مذکورہ حدیث کا تعلق ہے تو یہ بسند صحیح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، چنانچہ امام مسلم بن قشیرؒ فرماتے ہیں :-

عن انس بن مالك رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت دفن رواية مروية عن علي بن موسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره - (الجامع الصحيح للمسلم ج ۲ ص ۲۶۸ باب فضائل موسى عليه السلام)

**لا صلوة لجار المسجد الا كما مطلب** | سوال :- ہم نے علماء دین سے سنا ہے کہ نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے مگر حدیث شریف لا صلوة لجار المسجد الا في المسجد سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل بھی مسجد میں پڑھنے ضروری ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہیں تو پھر حدیث کا مطلب کیا ہے؟

**الجواب :-** علماء حدیث نے اس روایت کو فرائض پر محمول کیا ہے کہ فرائض مسجد میں پڑھنا ضروری ہیں اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہیں۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم لا صلوة لجار المسجد الا في المسجد  
نقل الشيخ المفتي عزيز الرحمن عن السراج المنير: هذا محمول على الفريضة وما الحق بها ففعلها في المسجد افضل وما عدا ذلك ففعله في البيت افضل من فعله في المسجد - (السراج المنير بحوالہ عریز الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۲۳۸۶)  
مور لیلۃ اسری بی علی موسی عند الکتاب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره رکن اعمال ج ۱ ص ۵۱  
لہ قال العلامة المفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ : حدیث اول معمول بہا ہے اس طریقہ سے کہ حدیث کو محمول کریں گے فرائض پر اور جو اس کے حکم میں ہو اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے - (عزیز الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۱ کتاب ما يتعلق بالحديث)

**من صلّ علیّ عند قبری الخ کی تحقیق** | سوال :- بعض لوگ سماع النبی صلی اللہ

اس حدیث من صلّ علیّ عند قبری سمعہ ومن صلّ علیّ نابیّاً أبلغتہ کو ضعیف کہتے ہیں کیا واقعی یہ روایت ضعیف اور ناقابلِ حجت ہے ؟

**الجواب :-** اس حدیث کے بارے میں اگرچہ بعض حضرات نے تصنیف کا قول کیا ہے مگر اکثر محدثین نے اس کی توثیق کی ہے لہذا یہ روایت سماع النبی فی القبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قابلِ حجت ہے۔

کما ذکر العلامة ابوالطیب محمد شمس الدین العظیم آبادی : تحت ذلک الحدیث۔ قال ابن القیم وقد صحح اسنادہ فی الحدیث وسألت شیخنا ابن تیمیۃ عن سماع یزید بن عبد اللہ من ابی ہریرۃ فقال کانہ ادركہ وفی سماعہ منہ نظرانتہی کلامہ۔ وقال النووی فی الاذکار وریاض الصالحین : استادہ صحیح۔ وقال ابن حجر : رواہ الثقات۔ ام (عون المعبود ج ۶ ص ۲۲ کتاب المناسک) لہ

**حدیث قال لا یبیع بعضکم الخ کی وضاحت** | سوال :- جناب مفتی صاحب !

حدیث پڑھی ہے جو کہ کچھ اس طرح ہے : عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبیع بعضکم علی بیع بعض۔ اس کا کیا مطلب ہے ؟

**الجواب :-** یہ روایت امام ترمذی نے جامع الترمذی کتاب البیوع میں نقل کی اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :-

(۱) عاقدین کے درمیان بیع تام ہو چکی ہو اور ایک دوسرا آدمی آکر بائع سے یہ کہے کہ میں تمہیں اس چیز کی زیادہ قیمت دیتا ہوں تم اس آدمی سے بیع فسخ کر کے یہ چیز مجھے دے دو۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے درمیان بات چیت چل رہی ہے اور بائع مشتری پر چیز فروخت کرنے پر آمادہ بھی ہے کہ تیسرا آدمی آکر بائع سے یہ کہے کہ مجھ سے زیادہ رقم لے کر عقد بیع میرے ساتھ کر دو۔ اس حدیث کی رو سے یہ دونوں صورتیں ناجائز و حرام ہیں۔

**حدیث** "قال جاء رسول الله<sup>ﷺ</sup> بيتنا وانا صبي" اور فقہی روایا میں تطبیق اسول<sup>ﷺ</sup> عن

عبد الله بن عمر بن ربیعۃ قال جاء رسول الله<sup>ﷺ</sup> بيتنا وانا صبي صغير فذهبت لعب فقال اى لي يا عبد الله تعالى اعطيك فقال رسول الله ما زدت ان تعطيه قالت اردت ان اعطيه تمراً قال اما انك لم تعطى لكتبت عليك كذبة (رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۱) اور علامہ ابن عابدین نے اس سے اپنے بچے کے ساتھ کذب کو مستثنیٰ کیا ہے، قال ابن عابدین، قال رسول الله كل كذب مكتوب لا محالة الا ثلاثة الرجل مع امرأته او ولده والرجل يصلح بين اثنين والحرب۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۲۲۲ قبیل احياء الموات) تو ان دونوں روایتوں میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

**الجواب:**۔ اس تعارض بین الروایات کے حل میں تطبیق یہ ہے کہ حدیث اول میں کذب سے مراد کذب صحیح ہے اور حدیث ثانی میں کذب صوری مراد ہے جسے تعریض کہا جاتا ہے، کذب عینی اور حقیقی مراد نہیں ہے۔

قال العلامة الشافعی: قوله قال اى صاحب المجتبى وعبارته قال كل كذب مكتوب لا محالة الا ثلاثة الرجل مع امرأته او ولده والرجل يصلح بين اثنين والحرب فان الحرب خدعة قال الطحاوی وغيره هو محمول على المعارض لان عين الكذب حرام..... فالاستثناء في الحديث لما في الثلاثة من صورة الكذب وحيث ايجم التعريض لحاجة لا يباح لغيرها لانه يوهم الكذب وان لم يكن اللفظ كذباً قال في الاحياء نعم المعارض تباح بغرض حقيقى كتطيب قلب الغريب بالمزاح..... جاز الكذب..... قال الشارح ابن الشحنة نقل في البزازیة انه اراد به المعارض لا الكذب الخالص۔ (رد المحتار على الدر المختار ج ۵ ص ۲۴۵ قبیل احياء الموات) لہ

لہ قال العلامة سيد احمد الطحطاوى: والمواد التعريض عبارة المجتبى لطحاوی وغيره هو اى الحد محمول على المعارض لان الكذب حرام۔ وظاهرة ان التعريض لا يباح الا في هذه الصور۔ (حاشية الطحطاوى على الدر المختار ج ۴ ص ۲۱۱ قبیل احياء الموات) ومثله في حاشية كشف الاستار على الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۲ فصل في البيع قبیل باب احياء الموات۔



**احادیث وحی غیر متلو ہیں** | سوال :- احادیث کو وحی الہی قرار دیا جاتا ہے اور جسے علماء دین وحی غیر متلو کہتے ہیں حالانکہ احادیث تو

رسول اللہ کا کلام ہے تو اسے وحی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، اس کی دلیل کیا ہے؟  
**الجواب :-** احادیث بھی قرآن کریم کی طرح وحی ہیں جسے علماء کرام وحی غیر متلو کہتے ہیں،  
 تو جب الفاظ اور معنی دونوں بجانب اللہ منزل ہوں تو اسے وحی متلو کہتے ہیں جو کہ قرآن مجید  
 ہے اور جب معنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں تو  
 اسے وحی غیر متلو اور احادیث کہتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ :-

(۱) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورة النجم آیت ۴-۵)  
 (۲) وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكَلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ  
 رُسُلًا (سورة الزمر آیت ۷-۸)

**سوال :-** حضرت اسامہ بن زیدؓ  
 سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

کسی غیر کو باپ بنانے اور حدیث فالحیۃ علیہ  
 حرام میں اس کی حرمت کی تحقیق  
 جس کسی نے غیر کو اپنا باپ بنایا اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ میرا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت  
 حرام ہے، تو کیا حدیث میں لفظ حرام سے حرمت ابدی مراد ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** اس حدیث میں جنت کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو اس  
 گناہ کو حلال بھی سمجھے تو اس پر جنت ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی اور جو صلا نہ سمجھے تو اس پر  
 جنت کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جنت کا دخول اولیٰ فائزین اور  
 اہل السلامہ کے ساتھ حرام ہے، جہنم میں سزا کاٹنے کے بعد اسے جنت میں داخل  
 کیا جائے گا۔

قال العلامة محی الدین النوروی: قوله فالحیۃ علیہ حرام..... احدهما انه

قال العلامة ملا جیون المستدل لا یخلوا ما ان یتستل بالوحی او غیرہ والوحی اما متلو و  
 هو الکتب او غیرہ وهو التسلط (تور الانوار ص ۶ تقسیم اصول الشرع)  
 ومثله فی کشف الاسرار علی المنازح اصل تقسیم اصول الشرع۔

محمول علی من فعله مستحلاً له؛ والثانی ان جزاءه انها محرمۃ علیہ اولاً عند دخول  
الفائزین واهل السلامة ثم انه قد یجازی فیمنعها عند دخولهم ثم یدخلها  
بعد ذلك وقد لا یجازی بل یعفو الله سبحانه وتعالى عنه۔

(نوی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۵ باب حال ایمان من رغب عن ابیہ وقد یعلم م)۔

**حدیث:** بعثنی بالحق لا یقبل الله صدقةً میں قبول کی تحقیق | سوال: مندرجہ  
ذیل حدیث مبارک

”والذی بعثنی بالحق لا یقبل الله صدقة من رجل وله قرابات محتاجون الی صلتہ و  
یصرفها الی غیرہ“ میں عدم قبول سے کیا مراد ہے ؟

**الجواب:** علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے،  
عن ابی ہریرۃ مرفوعاً الی النبیؐ انه قال یا امة محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل  
الله صدقة من رجل وله قرابة محتاجون الی صلتہ یصرفها الی غیرہم والذی  
نفسی بیدہ لا ینظر الله الیہ یوم القیامة۔ اور پھر علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے  
عدم قبول سے مراد عدم ثواب لیا ہے، اگرچہ فرض کے ذمہ سے سبکدوش ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: والمراد بعدم القبول عدم الاتیة علیہا  
وان سقط بہا الفرض لان المقصود منها سد خلة المحتاج۔ الخ  
(رد المحتار علی هامش الدر المختار ج ۲ قبیل باب صدقة الفطر) ۲

۱۔ قال العلامة شبیر احمد العثماني رحمه الله: قوله ”فأجنته عليه حرام“ الخ۔ اما محمول  
علی من فعله مستحلاً او علی ان جزاءه انها محرمۃ علیہ اولاً عند دخول  
الفائزین واهل السلامة ويمكن العفو عنه بفضل الله سبحانه وتعالى۔

(فتح الملم شرح صحيح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶ باب حال ایمان من رغب الخ)  
ومثله في ارشاد الساري لشرح صحيح البخاري للقسطلاني ج ۹ ص ۴۵۵ من ادعى الى غير ابیه كتاب الفرائض۔  
۲۔ قال الطحاوي: قوله لا تقبل صدقة الرجل۔ ای لا یشاب علیہا وان سقط الفرض ومثل  
الرجل المرأة کذا فی کتابة الدر۔ ولطحاوی علی المراقی ص ۵۹۲ باب المصروف (

ومثله في البناية في شرح الهداية ج ۲ ص ۲۱۲ قبیل باب صدقة القطر۔

**حدیث بیڑبضاعة کی تحقیق اور احناف کا جواب** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء حدیث اس حدیث کے

بارے میں جو مشکوٰۃ ج ۵۲ الفصل الثانی، باب احکام المیاء میں ذکر ہے کہ عن ابی سعید الخدریؓ قال قیل یا رسول اللہ انتوضا من بیڑبضاعة وہی بیڑ یلقی فیہ الحیض و لحوم الکلاب الخ۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی۔ کیا یہ حدیث احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی میں اسی عبارت کے ساتھ مذکور ہے اور پھر احناف کے ہاں اس حدیث کا کیا جواب ہے ؟

**الجواب :-** حدیث بیڑبضاعة مسند احمد میں ج ۳ ص ۴۱ پر بسند ابی سعید الخدریؓ اور سنن ترمذی کی ج ۱ ص ۶۲ باب ما جاء ان الماء لا ینجسہ شیء، اور ابوداؤد کی ج ۱ ص ۱۰۲ باب ما جاء فی بیڑبضاعة اور سنن النسائی کی ج ۱ ص ۶۲ کتاب المیاء باب ذکر بیڑبضاعة میں ادنیٰ لفظی تغیر کے ساتھ مذکور ہے، اور احناف نے اس حدیث کے مختلف جوابات ذکر کیے ہیں کہ اس کنوئیں کا پانی باغات کو دیا جاتا تھا اس لیے اس کا حکم جاری پانی کا تھا یا پھر کنواں بڑا تھا اور یہ ناپاکی کنوئیں میں اثر پذیر نہیں تھی جس کی وجہ سے اس کے رنگ، طعم اور بو میں فرق آتا ہو۔

قال العلامة ابو جعفر الطحاوی : فقالوا اما ما ذكرتموه من بیڑبضاعة فتلا حجة لكم فيه لان بیڑبضاعة قد اختلف فيها ما كانت فقال قوم كانت طريقاً للماء الى البساتين فكان الماء لا يستقر فيها فكان حكم ماؤها لحكم ماؤها لانها..... فلا ینجس ماؤها الا ان يغلب علی طعمه او لونه او ريحه او يعلم انها في الماء الذي یؤخذ منها فان علم۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۶ کتاب الطهارة، باب ما یقع فیہ النجاسة)۔

۱۔ قال الشيخ محمود حسن الدیوبند : قال اهل المعانی فی الأصول الأصل فی الام ان یكون للعهد ما لم یكن قویة صارفة فاللام فی قوله الماء للعهد الخارجی والمعمو هو الماء فی بیڑبضاعة یعنی الماء الذي فی بیڑبضاعة لا ینجس لان مطلق الماء لا ینجس وعدم نجس مارة لانه جارياً فی البساتین وحكم جاری..... واجاب الطحاوی بان السؤال عن حكم الماء كان بعد اخراج النجاسات من بیڑبضاعة الخ۔ (التقریر للترمذی فی کتاب الترمذی ص ۵۱ باب ما جاء الماء لا ینجسہ شیء کتاب الطهارة) ومثله فی اعلام السنن ج ۱ ص ۱۰۲ حدیث بیڑبضاعة، کتاب احکام المیاء۔

## حدیث لا تشدوا الرجال الخ کی تشریح | سوال :- لا تشدوا الرجال الخ

مسجد الاقطی و مسجد الحرام۔ یہ ایک حدیث ہے، اس کے مطابق ان تینوں مساجد کے علاوہ ثواب کی نیت سے دوسری جگہوں کے لیے سفر کرنا اور سامان باندھنا جائز نہیں ہے، کیا واقعی مسئلہ اسی طرح ہے یا اس حدیث کا کچھ اور مطلب ہے؟

الجواب :- حدیث کے الفاظ سے تو بظاہر یہی مطلب نکلتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ مذکورہ جگہوں کے علاوہ اعمال میں ثواب کی زیادتی کی نیت سے سفر کرنا ممنوع ہے۔ اور اس حدیث میں علت نیت تقرب اور ثواب سفر الیٰ ہذا المساجد ہیں، دوسرے اماکن اس پر قیاس کرنا قیاساً مع الفارق ہے، لہذا اس حدیث میں زیارت قبور، تعلیم و تعلم اور تبلیغ دین وغیرہ کے لیے سفر کرنے میں کوئی ممانعت نہیں کیونکہ زیارت قبور اور تعلیم و تعلم وغیرہ کی نیت سے کئے جاتے ہیں نہ کہ خاص ثواب کی نیت سے، اور اس پر جو ثواب ملتا ہے وہ ان الگ وجوہات سے ملتا ہے۔

قال العافظ ابن حجر العسقلانی: ومنها ان المواد حکم المساجد فقط وانه لا تشدوا الرجال الخ مسجد من المساجد للصلاة فيه غير هذه الثلاثة واما قصد غير المساجد لزيارة صالح او قريب او صاحب او طلب علم او تجارة او نزعة فلا يدخل في النهي ويؤيده ما روى احمد الخ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۵۳ کتاب التہجد باب فضل الصلوة فی مسجد مکہ والمدینہ)

لہ قال العلامة عینی، وقال شیخنا زین الدین من احسن محامل هذا الحديث ان المراد منه حکم المساجد فقط وانه لا يشد الرجل الى مسجد من المساجد غير هذه الثلاثة فاما قصد غير المساجد من الرحلة في طلب العلم وفي التجارة والتنزه وزيارة الصالحين والمشاهد ونزارة الاخوان وتحوذ لك فليس داخلا في النهي وقد ورد ذلك مصرحاً به في بعض طرق الحديث الخ۔ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۵۲ باب فضل الصلوة فی مسجد مکہ والمدینہ، کتاب التہجد)

ومثله في قبض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۳۳ کتاب التہجد باب فضل الصلوة فی مسجد مکہ والمدینہ۔

**سوال :-** واخرج ابن مردويه  
عن انس بن مالك قال قال  
رسول الله المولود حتى يبلغ  
حسنه الخ اور فقہی روایت میں تطبیق

الحنت ما يعمل من حسنة اثبت لوالده او لوالديه وان عمل سيئة لم يكتب عليه ولا على  
والديه فاذا بلغ الحنت وجري عليه القلم الخ درمنثور (تفسير معارف القرآن ج ۶ ص ۲۱۱)  
اور علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وقد قالوا حسنة الصبي له لا لابويه بل لها  
ثواب التعليم - (رد المحتار حاشية الدر المختار ج ۱ ص ۲۶۶)

وفي خلاصة الفتاوى : الصبي اذا عمل من الحسنات قبل ان يجري عليه القلم  
كان ثواباً له لا لابويه ولو علم الوالد تلك الطاعة كانت للوالد ثواب التعليم -  
(خلاصة الفتاوى ج ۴ ص ۱۱۱)

روایات میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

**الجواب :-** یہاں دفع تعارض میں یہ کہنا ممکن ہے کہ حدیث میں ثواب سے مراد  
ثواب السبب ہے اور فقہاء کی عبارات میں ثواب سے مراد ثواب العمل ہے جیسا کہ  
مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

قال العلامة ملا علی قاری رحمہ اللہ : الا من صدقة جارية او علم ينتفع  
به او ولد صالح)۔۔۔ واما الثلاثة المذكورة فانها اعمال تحدث بعد وفاته فلا تنقطع  
عنه لانه سبب تلك الاعمال وفي مقام اخر قال وفي معناه كتب العلوم الشرعية  
فيكون له ثواب السبب - (مرقاۃ المفاتیح علی مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۶۹)  
كتاب العلم - (الفصل الاول) له

له وقال العلامة رافعی رحمہ اللہ : هذا قول عامة المشائخ وقال بعضهم  
ينتفع المور بعلم ولده بعد موته ويكون لوالده اجر ذلك من غير ان  
ينقص من اجر الولد شيء اه سندھي - (التقريرات للرافعي ج ۱ ص ۱۱۱)  
كتاب الجنائز

ومثله في شرح الطيبي على مشکوٰۃ المصابيح ج ۳ ص ۳۶۱ كتاب العلم - الفصل الاول -



## یتبع المیت ثلاثة اہلہ الخ (الحديث) کی تشریح | سوال در ریاض الصالحین جلد اول، رقم حدیث ۲۴۱

میں جو حدیث حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ یتبع المیت ثلاثة اہلہ و مالہ و عملہ فیرجع اثنان ویبقی واحد یرجع اہلہ و مالہ ویبقی عملہ۔ متفق علیہ۔ اس حدیث میں عمل اور اہل تو واضح ہے لیکن مال سے کیا مراد ہے جو اس سے واپس آتا ہے؟

**الجواب :-** اس حدیث میں مالہ سے مراد غلام، کنیز، خیمے، زائد از کفن چادریں، چارپائی وغیرہ اور وہ سامان جو تدفین کے وقت قبرستان میں کام آتے ہیں اور پھر واپس کئے جاتے ہیں۔

قال العلامة ملا علی القاری: یتبعہ اہلہ ای اولادہ و اقاربہ و اہل صحبتہ و معرفتہ و مالہ کالعبد و الاماء و الدابة و الخیمة و نحوہا قال المطہر اراد بعض مالہ و هو ممالیکہ و قال الطیبی: اتباع الاہل علی الحقیقۃ و اتباع المال علی الاتساع فان الماء جینئذ لہ نوع تعلق بالمیت من التجهیز و التکفین و مؤنۃ الغسل و الحسل و الدفن فاذا دفن انقطع تعلقہ بالکلیۃ و عملہ فیرجع اہلہ و مالہ ویبقی عملہ۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۹ ص ۳۵۶ کتاب الرقاق۔ الفصل الاول)۔

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! صحیح مسلم میں ضمائم خطاب کا مرجع کے مقدمہ میں ”جو عبارات خطاب کے ضمائم سے ذکر کئے ہیں، مثلاً یرحمک اللہ، لما سئل الانتصاب لما سئل وغیرہا۔

الہ قال العلامة ابن حجر العسقلانی: قوله یتبعہ اہلہ و مالہ و عملہ ہذا یقع فی الاغلب و رب میت لا یتبعہ الا عملہ فقط والمراد من یتبع جنازتہ مت اہلہ و رفقته و دوابہ علی ما جرت بہ عادۃ العرب و اذا انقضی امر الحزن علیہ رجعوا بسوار اقاموا بعد الدفن ام لا..... قال الکرمانی: التبعية فی حدیث انسؓ بعضها حقیقۃ وبعضہا مجاز فیستفاد منہ استعمال اللفظ الواحد فی حقیقۃ و مجازہ۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۱۵ کتاب الرقاق۔ الفصل الاول)

و مشکوٰۃ فی حاشیۃ مشکوٰۃ المصابیح للعلامة تبریزی ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب الرقاق۔ الفصل الاول)

تو ان ضماثر خطاب کا مرجع کون ہے، حل فرما کر ممنون فرمائیں؟  
**الجواب:-** مقدّمہ مسلم شریف میں جتنے ضماثر خطاب کے آئے ہیں ان کا مرجع یا تو  
 امام مسلمؒ کا کوئی شاگرد ہے یا کوئی دوست معاصر! جیسا کہ مسلم شریف کے سبب تالیف  
 اور ضرورت کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔

قال الشيخ المفتي محمد فريد مدظلہ العالی: ذکر فی بعض حواشی مسلم  
 ان الخطاب لهذا القابض تلامذته واما معاصرة المصاحب له۔

(فتح المنعم شرح مسلم ص ۱۷)

**سوال:-** جناب مفتی صاحب! حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 مہر نبوت میں لکھائی کی تحقیق کے مبارک کندھوں کے درمیان جو مہر نبوت تھی تو اس

میں کوئی چیز لکھی ہوئی تھی یا نہیں؟

**الجواب:-** مہر نبوت میں کیا لکھا ہوا تھا، اور تھا بھی یا نہیں! علماء کا اس بارے میں  
 اختلاف ہے۔ علامہ ابن حبانؒ وغیرہ نے اس بات کی تصحیح کی ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ  
 لکھا ہوا تھا، جبکہ بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سرفانتا المنصور لکھا  
 ہوا تھا، مگر بعض دوسرے اکابر کی رائے یہ ہے کہ یہ روایتیں نبوت کے درجہ کو نہیں پہنچی  
 ہیں اور مہر نبوت پر کچھ بھی تحریر نہیں تھا۔

قال العلامة ملا علی قاری: وقال العسقلانی: وروایة کاتر معجم او کرکبة  
 عن اوکشامة خضراء او سوداء مکتوب فیها محمد رسول اللہ او سرفانتا المنصور  
 لم یثبت منها شیء و تصحیح ابن حبان۔ (جمع الوسائل فی شرح الشائل ج ۱ ص ۱۷۱ باب ما جاء فی خاتم النبوة) ۲

۱۔ قال محمد طاهر حبی: اس کا مخاطب ابواسحق ابراہیم راوی صحیح مسلم ہے اور یہ سبب تالیف کی طرف اشارہ ہے کہ تم لوگوں کا  
 یہ مطالبہ ہوا کہ میں احادیث متداولہ میں اس نید سمیت ایک ایسا متنہر سا مجموعہ مدون کروں۔ ۱

(عمدة المفہم فی حل مقدمہ مسلم ص ۲۳)

۲۔ اخبرنا نصر بن الفتح بن سالم الریعی العابد بسمرقند: حدثنا رجاء بن مرجم الحافظ حدثنا  
 اسحاق بن ابراہیم القاضي بسمرقند حدثنا ابن جریج عن عطاء عن ابن عمر قال کان خاتم  
 النبوة فی ظهر رسول اللہ مثل البتدقة من لحم علیہ مکتوب محمد رسول اللہ۔  
 (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۸۲ رقم حدیث: ۲۲۶۹ باب ذکر حقیقة الخاتم)  
 ومثله فی خصائل ترمذی شرح شمائل ترمذی ص ۲۸ باب ما جاء فی خاتم النبوة۔

## حدیث فانہا تذهب حتی تسجد تحت العرش الخ کی تشریح | سوال ۱۔ بخاری شریف

کی ایک حدیث ہے: عن ابی ذر قال کنت مع النبی فی المسجد عند غروب الشمس فقال یا ابا ذر ایت تغرب الشمس قلت اللہ ورسولہ اہلم قال فانہا تذهب حتی تسجد تحت العرش فذلک قولہ تعالیٰ: وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (سورۃ یس) اب سوال یہ ہے کہ تمام ممالک کے اوقات جدا جدا ہیں۔ مثلاً یہاں پاکستان میں رات ہے تو کئی دوسرے ممالک میں دن ہوتا ہے، اب اگر ہم یہاں سے رات کے بارہ بجے یہ خبر نشر کریں کہ سورج عرش کے نیچے سجدے میں ہے تو اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں صبح کے آٹھ بجے ہوں گے وہاں کے لوگ کہیں گے کہ یہاں تو سورج چمکتا ہوٹا دکھائی دے رہا ہے لہذا یہ بات درست نہیں کہ اس وقت سورج عرش الہی کے نیچے سجدے میں ہے۔ تو ہر بات مہربانی حدیث کی تشریح فرمائیں؟

الجواب:- رفع اشکال کے لیے علماء امت نے اس حدیث کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں مثلاً علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورج کی روح اوپر جا کر سجدہ کرتی ہے جو کہ سورج کی حرکت کے ساتھ معارض نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ غروب بہ نسبت معظم معمرہ کے مراد ہے۔ اور بعض علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ چونکہ عرش تمام کائنات کے اوپر ہے اور سورج اپنی رفتار کے وقت ضرور عرش کے نیچے سے گزرے گا اس لیے اس میں سے کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے البتہ ماوراء العقل ضرور ہے، چونکہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے جس کا تعلق وحی سے ہے اس لیے ہم اس کے ادراک اور مشاہدہ کے مکلف نہیں ہیں بلکہ ہمیں اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

قال العلامة بدر الدین العینی رحمہ اللہ: الارضون السبع فی ضرب المثال كقطب الریح والعرش العظیم ذاتہ كالوحي فاینما سجدت الشمس سجدت تحت العرش وذلک مستقرها..... السموات والارضون وغیرها من جمیع العالم تحت العرش فاذا سجدت الشمس فی ذی موضع یصح ان یقال سجدت تحت العرش..... لا ینکران یمکون لها استقرار تحت العرش من حیث لا تدركه ولا نشاهدہ وانما اخبر

عن غيب فلا تكذبه ولا تكفره ان علمنا لا يعيط به - (عبدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۱۹ باب صفة الشمس والقمر بحسبان - کتاب بدء الخلق) لے

**حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کئی دنوں سے ایک سوال ذیل

میں کھٹک رہا ہے کہ حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے ساتھ مطلقاً بہت اختیار کرنا ممنوع ہے، حالانکہ آجکل بہت سارے امور میں مسلمان کفار کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

**الجواب:** حدیث کے یہ الفاظ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، مگر اس میں کفار کے ساتھ مطلقاً مشابہت اختیار کرنا مراد نہیں بلکہ اُن امور میں مشابہت اختیار کرنا مراد ہے جو ان کے مذہبی اور دینی شعار یا رسم و رواج ہوں جیسے زنا وغیرہ پہننا۔

قال العلامة طیبی رحمہ اللہ : (قوله مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ) هذا عام في الخلق والخلق والشعار واذا كان الشعار اظهر في التشبيه ذكر في هذا الباب - (شرح طیبی ج ۸ ص ۲۱۹ کتاب اللباس - الفصل الثانی) لے

لے قال العلامة قسطلانی رحمہ اللہ : والجواب ان الارضين السبع في ضرب المثال كقطب رعى والعرش العظيم ذاته بمثابة الرعى فاینما سجدت الشمس سجدت تحت العرش... الخ (اشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵۸ باب صفة الشمس والقمر - کتاب بدء الخلق)

وَمِثْلُهُ فِي عَوْنِ الْبَارِي لِحُلِّ ادْلَةِ الْبُخَارِيِّ ج ۲ ص ۲۸۸ غُوبُ الشَّمْسِ سَجُودَهَا تَحْتَ الْعَرْشِ - لے قال العلامة ظفر احمد العثماني رحمہ اللہ : ان امور میں تشبیہ جو کفار کا مذہبی شعار یا دینی رسم اور قومی رواج ہے، جیسے زنا وغیرہ پہننا یا محوس کی خاص ٹوپی جو ان کے مذہب کا شعار ہے اس میں تشبیہ حرام بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ (امداد الاحکام ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب ما يتعلق بالحديث والسنة)

وَمِثْلُهُ فِي مِرْقَاةِ الْمَفَاتِيحِ شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۸ ص ۲۵۵ کتاب اللباس - الفصل الثانی -

**تطبیق بین الاحادیث** | سوال :- واڑھی کو خضاب کرنے کے بارے میں درج ذیل چند احادیث بندہ کے علم میں ہیں جن کی وجہ سے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا، قبل ازیں حرمت کی وجہ یہ گمراہی تھی کہ چونکہ خضاب وسمہ حرام ہے کہ یہ جرم پکڑتا ہے جس کی وجہ سے وضو میں غسل پڑتا ہے، اب دورِ جدید کی کالی مہندی میں یہ علت نہیں پائی جاتی لہذا اس کا استعمال جائز ہوگا، لیکن احادیث میں ترجیح نہیں دے سکتا اور آپ سے رجوع کرنا ضروری سمجھتا ہوں لہذا آپ سے استدعا ہے کہ مدلل جواب سے مستفید فرما کر ممنون فرمائیں، احادیث درج ذیل ہیں :-

(۱) عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احسن ما خیر بہ الشب الحناء والکشم۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)

(۲) عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یكون فی آخر الزمان ینضیون بھذا السواد کعواصل الحمام لایجدون رائحة الجنة۔ (رواہ النسائی و ابوداؤد)

(۳) عن ابن عباسؓ قال مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمر آخر قد خضب بالحناء والکشم فقال صلی اللہ علیہ وسلم هذا احسن من هذا ثم مر آخر قد خضب بالصفرة فقال هذا احسن من هذا کلہ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۴) عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیروا ولا تشبھوا بالیہود۔ (رواہ الترمذی)

**الجواب :-** احادیث میں کوئی تعارض نہیں، وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ممانعت محمول ہے خالص سیاہ خضاب پر اور احادیث الاجازۃ محمول ہے غیر خالص سیاہ خضاب پر۔  
(هذا ما يفهم من معتبرات الفقہ)



## ثَلَاثُ مُهْلِكَاتٍ كِي تَحْقِيقُ وَتَشْرِيحُ | سوال :- جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل

اور تکمیل بھی فرمادیں، حدیث شریف یہ ہے: ثَلَاثُ مُهْلِكَاتٍ۔ اَوَّلُ حَصِّ يَادَيْهِمَا دُوسرا اور تیسرا حصہ غالباً یہ ہے: هَوَا مَتَّبِعٌ وَاَعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ ۹

الجواب :- مکمل حدیث یہ ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثُ مَنْجِيَّاتٍ وَثَلَاثُ مُهْلِكَاتٍ. فَاَلْمَنْجِيَّاتُ فَتَقْوَى اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَاءِ وَالسُّخْطِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغَنَى وَالْفَقْرِ۔ وَاَلْمُهْلِكَاتُ فَهَوَا مَتَّبِعٌ وَشَحْ مطاعٌ وَاَعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَهَوَا شَدَّ هُنَّ۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ باب الغضب والکبر) مختصر تشریح درج ذیل ہے: (منجیات) ۱۔ (خوف)

ارشاد نبویؐ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت میں ہلاکت سے بچانے اور نجات دلانے کے لیے ضروری ہے کہ مومن میں تین صفات موجود ہوں، یہ تین صفات جس شخص میں بھی پائی جائیں گی وہ ہلاکت سے محفوظ اور کامیابی سے ہمکنار رہے گا۔

پہلی صفت یہ ہے کہ اعلانیہ اور تخلیہ دونوں حالتوں میں وہ اللہ سے ڈرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ جس آدمی کے دل میں خوف خداوندی اس درجہ میں موجود ہو کہ وہ اعلانیہ اور تخلیہ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے یکساں طور پر ڈرتا ہو وہ یقیناً دینی اور دنیوی دونوں قسم کی تباہیوں سے محفوظ اس بنا پر رہے گا کہ اس سے نہ تو حقوق اللہ تلف ہوئے ہوں گے اور نہ حقوق العباد۔ وہ دونوں حالتوں میں حدود اللہ کا پابند رہے گا۔ اور ہلاکت و تباہی میں وہی لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو حدود اللہ کو بُری طرح پامال کرتے رہتے ہیں، اور کامیابی سے بھی اس بنا پر وہ ہمکنار رہے گا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی نے دنیا میں اچھی زندگی اور آخرت میں جنت کا وعدہ فرمایا ہے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی۔ (الآیہ) ”جو لوگ کل قیامت کے دن خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈریں اور خواہشات نفس کی ناجائز پیروی کو چھوڑ دیں، اُن کے ٹھکانے کی جگہ جنت ہی ہے۔“ دنیا میں اچھی زندگی کا وعدہ اس آیت کریمہ میں موجود ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوَةً طَيِّبَةً۔ (الآیہ) ”جو شخص (خوف خداوندی کی وجہ سے) عمل صالح کا پابند ہو خواہ مرد ہو یا عورت اُسے ہم دنیا میں اچھی زندگی دیں گے۔“

۲۔ (قول بالحق)

دوسری صفت جس پر نجات کا مدار ہے ہر حالت میں قول بالحق حق بات کہنی ہے، خواہ نہ  
 سے خوش ہو یا ناراض، دوست کے ساتھ ہو یا دشمن کے ساتھ، ارشاد نبویؐ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ عدل و انصاف کے اصولوں کو کسی حالت میں بھی نہ چھوڑا جائے، نہ حق بات کہنے سے سُرُمو انحراف  
 کیا جائے بلکہ حق گوئی کو ہر وقت اپنا شعار بنایا جائے، خواہ دشمن قوم سے سابقہ کیوں نہ پڑے، یہ بھی  
 ایک ایسی بہترین صفت اور انسانی کمال ہے کہ نہ صرف یہ کہ مومن اور مسلم کے لیے دنیا و آخرت میں  
 ذریعہ نجات اور کامیابی کی ایک گنج ہے بلکہ بلا امتیاز مذہب اور قوم و نسل کے جس شخص یا قوم میں بھی  
 یہ صفت پائی جائے گی وہ بین الاقوامی عزت کے مستحق اور عام دشمنوں، دوست و دشمن سب کے دلوں  
 میں ایسے لوگ محبوب ہی ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو عدل و انصاف  
 پر قائم رہنے کا تاکید حکم دیتا ہے، اور اس سے کسی حالت میں بھی پیچھے ہٹنے کی اجازت نہیں دیتا۔  
 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شٰهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ (آلایہ) اے ایمان والو! خدا کی  
 خاطر حق کے گواہ بن کر عدل و انصاف پر ہمیشہ قائم رہو۔ اور لَا يَجِدْ مِنْكُمْ شٰنًا قَوْمًا عَلٰى  
 اَنْ لَا تَعْدِلُوْا۔ (آلایہ) ”کسی قوم کے ساتھ بغض و عناد تمہیں ظلم اور بے انصافی پر آمادہ نہ کرے“  
 اور كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (آلایہ) ”تمہیں حکم ہے کہ سچے اور حق گو لوگوں کے ساتھ رہو“

(۳) اعتدال : تیسری وہ صفت جس پر انسانی نجات کا دار و مدار ہے اعتدال ہے،  
 ارشاد نبویؐ کا مقصد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انسان ہر حالت میں خواہ فراخی رزق کی حالت ہو یا فقر و فاقہ  
 اور تنگدستی کی حالت ہو اعتدال کو ملحوظ رکھے، نہ بے جا اسراف اور فضول خرچی کرے نہ بخل اور کجوسی کو  
 اپنا شعار بنائے کہ خرچ ہی نہ کرے۔ راہ اعتدال کو اپنانے سے ایک طرف تو انسان کی اقتصادی حالت  
 پر خراب اثر نہیں پڑے گا اور معاشی زندگی میں مشکلات سے دوچار نہ ہوگا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے:  
 مَا افْتَقَرْنَا مِنْ اِقْتَصَادٍ۔ ”صاحب اعتدال آدمی کبھی فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہوتا“ اور دوسری  
 طرف وہ اُس مہلک بیماری سے بھی محفوظ رہتا ہے جو شمع کے نام سے موسوم ہے جس کا ذکر مہلکات  
 کی فہرست میں آئے گا۔ یہی وہ صفت ہے جسے قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نشانی  
 قرار دیا ہے، ارشاد ربّانی ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَخْفَفُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ  
 قَوَّامًا۔ (آلایہ) ”اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور  
 نہ مقدار مطلوب سے کمی کرتے ہیں بلکہ دونوں کے درمیان راہ اعتدال پر رہتے ہیں“  
 یہ تو منجیات کی مختصر تشریح ہوئی، اب ذیل میں مہلکات کی مختصر تشریح کی جاتی ہے:-

**مُهلکات** | ہوائے نفس : انسان کو دنیوی و اخروی دونوں قسم کی ہلاکتوں میں ڈالنے والی صفات ہیں۔ ان سے اگر انسان اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھے تو خطرہ ہے کہ کسی نہ کسی ہلاکت میں مبتلا ہو جائے۔ پہلی صفت ہوائے نفس کی ناجائز پیروی اور خواہشات کی اتباع ہے جس کو حدیث میں ہوائی متبع کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ ”ہوائے نفس“ ایسی مہلک اور خطرناک بیماری ہے کہ جب ایک دفعہ انسان اس میں مبتلا ہو جائے تو اس کی صحت خطرے میں پڑ جاتی ہے، ہلاکت الہی کے تمام دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں اور گمراہی کے تمام دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں، بالآخر انسان کو ہلاکت کے کسی نہ کسی گڑھے میں گرنا ہی پڑتا ہے، دنیا میں گمراہی کا شکار ہوگا اور آخرت میں جہنم کے سوا کوئی بھی جائے پناہ اسے نہیں ملے گی۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَوَاَ وَاضْلَاهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَنَحْنُ عَلَىٰ قُلُوبِهِ وَنَسُوهُ بَصِيرَةٌ غَشَاوَةٌ فَمَنْ يُهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (سورۃ ۷۰) ”کیا تم بتلا سکتے ہو کہ جن لوگوں نے خواہش نفس کو اپنا خدا اور معبود بنالیا ہے جس کے پیچھے وہ چل پڑے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال کر علم کے باوجود انہیں گمراہ بنالیا ہے، تو خدا کے سوا کوئی دوسرا ہے جو انہیں راہ حق دکھاسکے؟ تم اس پر غور کیوں نہیں کرتے ہو؟“

(۲) فَأَمَّا مَنْ ظَنَّىٰ وَاتَّخَذَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا قَانًا الْجَحِيْمَ (سورۃ ۷۰) ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے باغی ہو کر سرکشی کی روش اختیار کریں اور دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیں تو وہ یہاں سے پلٹ کر جہنم ہی میں جانے والے ہیں۔“

(۳) شَحْ مَطَاع : دوسری مہلک اور تباہ کن صفت انسان کے لیے حرم اور بخل کی اطاعت ہے، یہ خصلت بھی ایسی بری خصلت ہے کہ جب نفس انسانی میں راسخ ہو کر اسے اپنا محکوم اور تابع بنا دے تو پھر اس سے آزادی غیر معمولی جہاد کے بغیر ناممکن نہیں تو سخت دشوار ضرور ہو جاتی ہے۔ اس کے تابع اور محکوم انسان تمام زندگی میں لازمی طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو بری طرح پامال کرتا رہے گا، جس کا انجام اس کے حق میں ہلاکت اور تباہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اسی بناء پر قرآن کریم واضح الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ، وَمَنْ يُؤْتِ شَحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورۃ ۷۰) ”وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو بخل اور حرم کی اطاعت سے محفوظ رہے۔“

اور جو لوگ حرم اور بخل کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں انہیں قرآن کریم نے یہ تنبیہ کی ہے کہ اگر یہاں امتحان کی چند روزہ زندگی میں اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو آخرت میں تم سخت ہلاکت اور تباہی میں

میں مبتلا ہو کے رہو گے۔ ارشادِ ربانی ہے: **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ مِمَّا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لِّمِمَّا يَحْشَرُونَ لَكُمْ سَيِّئَاتُ قَوْمٍ مَا يَخْلُقُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رِسْوَةٌ** (۱) ”جو لوگ خدا کی دی ہوئی نعمت مال پر بخل کرتے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ بخل ان کے لیے مفید ثابت ہوگا، یہ بخل ان کے لیے انتہائی مضر ہے، قیامت کے روز بخل کیا گیا مال (ایک اژدہا بن کر) ان کے گلے میں بصورتِ طوق پڑا رہے گا۔“ بخل اور حرص کے مابین تلازمہ ہے، ایک ہوگا تو دوسرا بھی اس کے ساتھ رہے گا۔ اور جو انجام ایک کا ہوگا دوسرے کا بھی وہی انجام ہوگا۔

(۳) **أعجاب نفس**: تیسری وہ صفت جو نہ صرف انسان کے لیے مہلک ہے بلکہ مہلکات کی فہرست میں صدر کا مقام رکھتی ہے۔ اعجاب خود بینی اور تکبر کی صفت ہے۔ خود بینی اور تکبر کو تمام مہلکات سے بڑھ کر مہلک اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان میں بندگیِ رب کا بالکل مفقود ہو جاتا ہے اور وہ اطاعتِ خداوندی کے لیے تیار نہیں ہوتا بلکہ رفتہ رفتہ یہ صفت اسے خود خدائی اور الوہیتِ ربوبیت کے خواب دکھانے لگتی ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کر لیتا ہے۔ فرعون نے اسی کی وجہ سے **أَنَا رَبُّكُمْ** (اے اعلیٰ کا نعرہ بلند کیا تھا۔ نمرود بھی اسی کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے میں **أَنَا أَنَا** (میں ہی ہوں) کہا گیا تھا، ابو جہل اسی کی ”برکت“ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے تیار نہ ہو سکا۔ غزوہ حنین میں اعجاب ہی کی بدولت مسلمانوں کو پہلی شکست مل گئی۔ **وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ كَثْرَتُكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مَّدْيَنَ** (سورۃ ۸۵) اعجاب اور تکبر ہی وہ صفت ہے جو بہت جلد انسان سے اپنی حقیقت کو بھلا دیتی ہے اور آہستہ آہستہ خدائی کے دعویٰ کے لیے تیار کرتی رہتی ہے۔

میرے ناقص علم میں اس وقت حدیث کی جو مختصر تشریح تھی وہ عرض کر دی گئی ہے، پوری تشریح کے لیے مزید وقت درکار ہے۔ بہر حال حدیث کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ارشادات میں سے ہے جو **جوامع الکلم** کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 تَهَجُّدُنَا عَلَى ثَلَاثَةِ عَشْرَ  
 أَلْفٍ وَابْعَ مِائَةٍ

# کتاب السلوک

رتصوف کے احکام و مسائل

**شریعت اور طریقت کی حقیقت** | سوال :- شریعت اور طریقت ایک ہی چیز ہے یا دونوں میں کوئی فرق ہے ؟

**الجواب :-** شریعت احکام تکلیف کے مجموعہ کا نام ہے، چاہے اعمال ظاہری ہوں یا اعمال باطنی، اسی وجہ سے متقدمین علماء کی اصطلاح میں لفظ فقہ امر مجموع کے مترادف سمجھا گیا تھا چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے :

هو معرفة النفس ما لها وما عليها (توضیح و تلویح ص ۲۸ بحث تعریف فقہ)

البتہ متاخرین علماء نے اس میں ذرا سی تبدیلی کی ہے یعنی اعمال ظاہری کو شریعت اور اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت میں تقسیم کیا ہے لیکن حقیقت میں دونوں ایک ہی چیز ہیں اس لیے جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا سمجھتا ہے وہ گمراہی میں مبتلا ہے۔

لما قال مجدد الف ثانی: ظاہر را بظاہر شریعت و باطن را بباطن شریعت کہ عبادت از حقیقت است متجلی و مندرجین دارند چہ حقیقت و طریقت عبارت از حقیقت شریعت است، و طریقت آن حقیقت نہ آنکہ شریعت امری دیگر است و طریقت و حقیقت دیگر کہ الحادوزندقدہ است۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۵۷ جلد ۱ ص ۷۷)

**بیعت کی حقیقت** | سوال :- بعض لوگ بیعت کو صرف جہاد سے مخصوص مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیری مریدی کے نام سے جو بیعت مروج ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ ایک خود ساختہ رسم ہے، کیا واقعی یہ بات درست ہے ؟

**الجواب :-** مرتبہ احسان اور تزکیہ نفس ہر مسلمان پر لازم ہے اس زمانے میں

لے قال الشاہ غلام علی: در بیان آنکہ کمالات الہیہ در ہر خاندان برنگ دیگر ظہور نمودہ اند لیکن معیار آنہا شریعت است۔ (مکتوبات شاہ غلام علی ص ۹۳ مکتوب ہفتاد و پنجم)

و مثلاً فی المرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۲۶ کتاب العلم۔ الفصل الثالث۔

مرتبہ احسان اور تزکیہ نفس تصوف سے ہی حاصل ہوتا ہے اور اس بات پر اکثر مشائخ متفق ہیں، اور مرتبہ احسان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراء فان لم تکن تراء فانه یراک۔ اور بیعت مسنونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے ثابت ہے۔

لما قال خطیب ولی الدین التبریزی: الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراء فان لم تکن تراء فانه یراک۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۱۰ کتاب الایمان، الفصل الاول)  
وقال شہ ولی اللہ محدث دہلوی، واستفاض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس کانوا یبایعونہ تاراً علی الصخرة والجهاد وتارة علی اقامة امرک الاسلام۔ (شفاء العلیل بقول الجلیل ص ۱۵۱ پہلی فصل)۔

**پابند شریعت شخص کی بیعت کا حکم** | سوال: کیا کسی کامل مرشد سے بیعت کرنا سنت ہے یا واجب؟ اس بارے میں راہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں؟

**الجواب:-** اگر کوئی پابند شریعت مرشد مل جائے تو باطنی صفائی کے لیے اس کی بیعت کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور سنت ہے، اس لیے کہ اپنی اصلاح کی فکر کرنا ضروری ہے۔

كما قال الشاہ ولی اللہ دہلوی: فاعلم ان البیعة سنة وليس بواجبة۔  
(شفاء العلیل بقول الجلیل ص ۲۱ دوسری فصل)۔

۱۔ قال العلامة فقیر اللہ الحنفی: وہی سنة لیست بواجبة لان الناس بايعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتقر بواجبہا الی اللہ تعالیٰ وما وجدنا الدلیل علی تأثم تارکها ولم ینکرا احد من الائمة المحمديین من الصحابة والتابعین علی تارکها فكان الاجماع السکوتی علی انها لیست بواجبة۔  
(قطب الارشاد ص ۵۴۳ بحث تکرار البیعة ما ثورہ)

۲۔ قال العلامة فقیر اللہ الجلال آبادی: وہی سنة لیست بواجبة۔ لان الناس بايعوا النبی الخ۔ (قطب الارشاد ص ۵۴۳ بحث تکرار البیعة ما ثورہ)  
ومثله فی انوار القدسیہ ص ۵

**مرشد کے لیے شرائط کا تذکرہ** | سوال: کسی کو بیعت کرنے والے مرشد میں کیا شرائط ضروری ہیں یا ہر شخص کسی کو بیعت کر سکتا ہے؟

الجواب :- مرشد چونکہ فیض حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور وصول الی اللہ میں مدد دیتا ہے اس لیے علماء حق نے اس اہم منصب کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ذکر کی ہیں :-  
(۱) وہ شخص عالم ہو (۲) متقی ہو (۳) زاہد فی الدنیا اور آخرت میں رغبت والا ہو (۴) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہو (۵) مشائخ کا صحبت یافتہ ہو۔ جس شخص میں یہ شرائط پائی جائیں تو اس سے بیعت ہونا یا اس کا کسی کو بیعت کرنا جائز ہے، ان شرائط کی عدم موجودگی میں کسی کو بھی بیعت لینے حق حاصل نہیں۔

لما قال الشاہ ولی اللہ الصلوٰۃ علیہ وسلم :- فشرط من یاخذ البیعة امور اربعة  
علم الکتاب والسنة، والشرط الثانی العداۃ والتقوی، والشرط الثالث ان یکون زاہداً  
فی الدنیا راغباً فی الآخرة، والشرط الرابع ان یکون امراً بالمعروف ناہیاً عن المنکر،  
والشرط الخامس ان یکون صحبت المشائخ وتادیب بہم دھراً طویلاً واخذ منهم لنور  
الباطن والیکینۃ۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۲۳ تا ۳۰ الفصل الاول بکمت بیعت) لہ  
**عورت کے لیے بیعت کا حکم** | سوال: کیا پیری مریدی میں زنانہ کے لیے بیعت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی خصوصاً

جبکہ عورت غیر محرم ہو؟

الجواب :- آجکل مشائخ سے جو بیعت کی جاتی ہے وہ دراصل بیعتِ توبہ ہے لہذا جب کسی شیخ میں جملہ شرائط موجود ہوں اور پردہ کا بھی اہتمام ہو تو خواتین کا مرشد سے

لہ قال الشاہ غلام علی رحمہ اللہ: پیر کے است کہ تبع سنت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم باشد ظاہراً  
و باطناً و تارک بدعت و برحقیدہ بزرگان سلف مانند حضرت غوث الثقلین  
و شیخ الاسلام گنج شکر مستقیم بود و از علم ضروری فقہ بہرہ داشتہ باشد الخ۔  
(مکتوبات شاہ غلام علیؒ ملکا مکتوب ہشتاد و پنجم رسالہ اول)  
و مثلاً فی مرصدا العباد للشیخ نجم الدین کبریؒ ص ۱۵۵

سے بیعت ہونا جائز اور مخصص ہے۔

كقوله تعالى: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ -  
(سورة الممتحنة آیت ۱۲)

لیکن یہ بیعت تو بہ ہوگی اور اس میں ہاتھوں کو مس نہیں کیا جائے گا اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان کے ہاتھوں کو مس نہیں کیا تھا۔

کہا ذکر الامام البخاری: ان عائشة زوجة النبي اخبرته ان رسول الله كان يمتحن من هاجر اليه من المؤمنين بهذه الآية بقول الله: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ إِلَى قَوْلِهِ غُفُورٌ رَحِيمٌ — قال عروة قالت عائشة: فَمَنْ اقْرَبَ هَذَا الشَّرْطَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ. قال لها رسول الله ﷺ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَاوَلَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدَهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطٍ فِي الْمُبَايَعَةِ. (الجامع الصحيح البخاری ج ۲ سورة الممتحنة - باب اذا جاءكم المؤمنات) باقی رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو کس طرح بیعت فرمایا کرتے تھے، تو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے برتن میں عورتوں کے ہاتھوں کو ڈال کر مس کیا ہے، جیسا کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں ابن مردودہ سے نقل کیا ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۸ ص ۸۱ - باب آیت ۱۲ سورة الممتحنة)

مگر اس کی تصحیح میں تامل کیلئے ہے۔

مشائخ صوفیاء کرام کے ہاں عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ مختلف چلا آ رہا ہے بعض مشائخ پانی میں ہاتھ ڈال کر عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے، جیسا کہ شاہ کلیم اللہ جان آبادی کے خلیفہ خاص شیخ نظام الدین اورنگ آبادی نے ”نظام القلوب ص ۵ میں ذکر کیا ہے۔ مگر اس بات پر تمام مشائخ صوفیاء متفق ہیں کہ اگر نامحرم عورت بیعت، ہونا چاہتی ہو تو پردہ میں بیٹھ کر بیعت لی جائے گی۔

لما قال محمد دالف ثانی: نوشته بودند بعضی عورت طلب مشغولی می نمایند اگر محارم اند چه مانع است والا و پردہ بنشیند و طریقه را اخذ نمایند۔ (مکتوبات جلد ۸ ص ۴۸) و تراول حصہ چہارم مکتوب ۲۵۶ ص ۱۷۱  
لما قال محمد عبد الله الحافى الخالدي النقشبندى: وقال رضى الله عنه مجيباً لمن سألته عن طريق التعليم للنساء ان المرأة محرمه قاي مانع والا فتجلس وراء الحجاب وتأخذ الطريقة. (اللمحة السنية في آداب الطريقة النقشبندية ص ۴۲ - فصل في بيان ما يتعلق بالاخذ والشروع في سلوك الطريقة العلمية)



**بدعتی پیر کی بیعت کرنے کا حکم** | سوال :- کیا کسی بدعتی اور ناقص پیر سے بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** پیر و شیخ چونکہ وصول الی اللہ کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اس کے انتخاب میں احتیاط کرنی چاہیئے، بدعتی اور ناقص پیر کی بیعت کرنا اپنے آپ کو تباہی کے دھلے تک لے جانے کے مترادف ہے اس لیے ایسے کسی بھی پیر سے بیعت نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ شرائط ارشاد میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شیخ کا عقیدہ و عمل بھی ٹھیک ہو اگر عمل و عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت کے مطابق نہ ہو تو وہ شخص شیخ یا پیر نہیں ہو سکتا۔

کما قال مجدد الف ثانیؒ: وقوی ترین اسباب فتور و طلب انابت شیخ ناقص کہ بسلوک و جذبہ کار را تمام ناکردہ بمسند شیخی خود را کشیدہ طالب راصحبت او سم قاتل است و انابت او مرض مہلک۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۱ ص ۱۲۱ مکتوب ۱۱۷) لہ

**بیعت توڑنے کا حکم** | سوال :- میں نے ایک پیر سے بیعت کی تھی اب اس میں کچھ خلاف سنت و شریعت امور پیدا ہو چکے ہیں تو کیا میں اس کی بیعت توڑ سکتا ہوں یا نہیں؟

**الجواب :-** شیخ اور مرشد کے انتخاب میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور غیر تبع سنت شخص سے بیعت نہیں کرنا چاہیئے، جو شخص شریعت پر عمل نہیں کرتا وہ شیخ ناقص ہے اور اس کی بیعت توڑنے میں کوئی قباحت نہیں۔

کما قال مجدد الف ثانیؒ: وقوی ترین اسباب فتور و طلب انابت شیخ ناقص کہ بسلوک و جذبہ کار را تمام ناکردہ بمسند شیخی خود را کشیدہ طالب راصحبت او سم قاتل است و انابت او مرض مہلک۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۱ ص ۱۲۲ مکتوب ۱۱۸) لہ

احمدیہ قال شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ: والشرط الثانی العدالۃ والتقویٰ فیجب ان یکون مجتنباً عن الکبائر وغیر مصر علی الصغائر۔  
(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۲۸ دد مری فصل، شروط دوم مرشد)  
وَمِثْلُهُ فِي الْمِرْصَادِ الْعِبَادِ ص ۱۵۸

**فائدہ نہ ہونے کی صورت میں بیعت توڑنا** | سوال :- کسی مرشد سے بیعت کرنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو بیعت

توڑنا کیسا ہے اور اگر فائدہ ہوتا تو پھر توڑنا کیسا ہے ؟  
 الجواب :- کسی مرشد سے بیعت کرنے کے بعد اگر کوئی فیض حاصل نہ ہوتا ہو تو دوسرے کسی تابع سنت مرشد سے تجدید بیعت جائز ہے اور اگر فائدہ حاصل ہوتا ہو تو پھر بیعت توڑنا صحیح نہیں اس سے آدمی میں بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا شخص مشائخ کے فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔

لما قال شاء دلی الله محدث دهلوی : فاعلم ان تكرار البيعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ثور وكذا لك عن الصوفية اما من شخصين فان كان بظهور نخل في من بايعه فلا بأس وكذا لك بعد موته او عيته المنقطعة واما بلا عذر فانه يشبه المتلاعب ويذهب البركة ويصرف الشيوخ عن تعهده۔  
 (شفاد العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۳۵ حکمت تکرار بیعت) لے

**بدعتی پیر کی بیعت توڑنے کا حکم** | سوال :- میں نے ایک پیر سے بیعت کی تھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مشرکانہ و بتدعائے عقائد رکھتا

ہے اب اس کی بیعت توڑنا میرے لیے جائز ہے یا نہیں ؟  
 الجواب :- ایک مسلمان کے لیے عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جو شیخ مشرکانہ و بتدعائے عقائد رکھتا ہو وہ شیخ ناقص ہے اور شیخ ناقص سے بیعت حرام ہے۔ لہذا اس قسم کے عقائد رکھنے والے شخص کی بیعت توڑنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ بیعت توڑنا ضروری ہے۔

لما قال مجدد الف ثانی رحمہ اللہ : وقوی ترین اسباب فتور در طلب انابت شیخ ناقص کہ بسلوک و جذبہ کار را تمام تا کردہ بمسند شیخی خود را کشیدہ طالب را صاحب اوسم قائل

لے قال انشاء غلام علی : قال العلامة فقیہ اللہ امان الشخصین فان كان بظهور الحلل فیمن تبعه فلا بأس۔ (قطب الامشاد ص ۵۴ بحث تکرار البيعة ما ثور)

است وانا بت او مرض مہلک۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۱۴۴ مکتوب ۶۱)۔  
**مرشد کی وفات کے بعد دوسرے مرشد کی بیعت کرنا** | سوال :- اگر کسی کا مرشد فوت ہو جائے تو کیا وہ کسی

دوسرے تابع شریعت مرشد سے بیعت کر سکتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** مرشد کی وفات کے بعد کسی تابع شریعت مرشد سے بیعت ہونا صحیح ہی نہیں بلکہ ضروری ہے تاکہ وصول الی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو سکے۔  
 لما قال شاه ولي الله: وكذا لك بعد موته وعييته المنقطعة۔

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۳۵ حکمت تکرار بیعت)۔  
**ذکر حدادی کا طریقہ اور اس کی حقیقت** | سوال :- جناب مفتی صاحب! صوفیاء کے ہاں ذکر حدادی کی ایک اصطلاح مشہور ہے، اس کی شرعی حقیقت کیا ہے؟

**الجواب :-** ذکر حدادی اسلاف سے منقول ہے کہ دوزا تو بیٹھ کر کلمہ لا الہ کو دل سے ادا کرے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور لفظ لا الہ کو تصویر میں آسمان سے پکڑے اور دونوں ہاتھوں سے دل پر ضرب لگائے، ذکر کا یہ طریقہ ذکر حدادی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

كما قال الولي الكامل شيخ نظام الدين: طريق ذكر حدادی دوزا تو بنشیند چنانچہ ہر دوسری بر زمین باشد و کلمہ لا الہ را از دل کشیدہ ہر دو دست دراز کردہ بطرف آسمان برو لفظ لا الہ از آسمان گرفتہ ہر دو دست بستہ بر دل سخت ضرب کنند۔

۱۔ قال شاه ولي الله رحمه الله: والشرط الثاني العدالة والتقوى۔

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۲۸ دوسری فصل، شروط دوم مرشد)

وَمِثْلُهُ فِي الْمُرْصَادِ الْعِبَادِ ص ۱۵۸

۲۔ قال العلامة الشاه الشكارپوری: وكذا لك بعد موته والغيبة المنقطعة۔

(قطب الانشاد ص ۵۲۳ تکرار البیعة ماثور)

وَمِثْلُهُ فِي مَكْتُوباتِ مَجْدِدِ الْفِثَانِ ج ۲ ص ۱۴۵ مکتوب ۶۳۔

فائدہ بسیار و تاثیر بے شمار است۔ (نظام القلوب ص ۲۳)

**صلوٰۃ معکوس کا حکم** | سوال :- صلوٰۃ معکوس پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب** :- صلوٰۃ معکوس اصل میں ایک مجاہدہ ہو تلبہ اور مجاہدہ میں نقل ضروری نہیں۔ اگرچہ مشائخ چشت میں اس کا ذکر تو پایا جاتا ہے مگر دوسرے ائمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا، ہم اس کو نماز مجاز کہا جاتا ہے۔

لما قال شاه ولي الله، وليچشتية صلوٰۃ تسمى صلوٰۃ المعكوس لم نجد من «سنن» ولا اقوال الفقهاء ما نشدها، فلدنا ذلك حذناها والعلم عند الله۔

(شفاء العليل ترجمہ القول الجمیل ص ۸۷ صلوٰۃ المعکوس)

**ذکر میں دل پر ضربیں لگانا** | سوال :- بعض صوفیاء کرام ذکر میں دل پر ضربیں لگاتے ہیں کیا ذکر کرتے وقت ایسا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- شرعی اعتبار سے ذکر میں ضرب برائے تصفیہ باطن اور بطور علاج کیا جاتا ہے کوئی ضروری عمل نہیں مگر جائز ہے، علماء راہنہ نے ضرب مع الذکر کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

كما قال شاه ولي الله، فمنه اسم الذات اما بضربة واحدة وصفته ان يقول الله بالشدة والمد والجهرة بقوة القلب والخلق جميعاً ثم يلبث حتى يعود اليه نفسه ثم يفعل هكذا وهكذا۔ (شفاء العليل ترجمہ القول الجمیل ص ۵۸ چوتھی فصل مشائخ جیلانیہ ص ۱۷)

**ذاکرین پر وجد طاری ہونے کا حکم** | سوال :- بعض ذاکرین پر دوران ذکر وجد طاری ہو جاتا ہے، کیا ذکر کرتے وقت انسان پر وجد کا

طاری ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- ذاکر پر وجد جذب کا آنا حق ہے اور اس کے متعدد اسباب ہیں، اس لیے اگر وجد کی حالت میں مسجد کی بے حرمتی اور شور و غل نہ ہو تو جائز ہے لیکن یہ کسی کمال

لما قال العلامة شكارپوري، وبضربة بان يقول الله بالشدة والمد والجهرة بقوة القلب (قطب الارشاد ص ۵۳۹) الطرق الى الله تعالى بعد دافاس المخلوقات

ومثله في نظام القلوب ص ۱۵

کی دلیل نہیں بلکہ ضعف کی دلیل ہے۔ تاہم عصر حاضر میں ذاکرین پر وجد کا آنا ایک رسم بن چکا ہے جو کمال کی دلیل سمجھی جاتی ہے اس لیے علماء نے اس سے منع کیا ہے۔

مما قال العلامة ابن عابدین: التحقيق القاطع للنزاع في امر الرقص والسماع يستدعي تفصيلاً ذكره في العوارف المعارف واحياء العلوم وت خلاصة ما اجاب به العلامة التحريم ابن كمال پاشا بقوله:۔

ما في التواجد ان حقت من حرج ولا القایل ان اخلست من بأس  
فقت تسعى على رجل وحق لمن مولاة ان يسعى على الرأس  
الرخصة فيما ذكر من الاوضاع

رحمہ المحتار ج ۴ ص ۲۵۹ کتاب البیوع۔ باب المرتد

ذکر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معانقہ کرنے کا حکم | سوال:۔ ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ میں نے ذکر کے دوران اللہ تعالیٰ کے ساتھ معانقہ کیا ہے کیا اس کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس دعویٰ سے ایمان پر کیا اثرات پڑ سکتے ہیں؟

الجواب: اگر اس سے مراد مراقبہ یا خواب میں اللہ تعالیٰ سے معانقہ کرنا مراد ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے مراد حالت بیداری میں ہو تو یہ ناممکن ہے اس لیے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہے لہذا اس قسم کے دعویٰ سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

لما قال العلامة ملا علی القاری: بعد بحث طویل۔ والحاصل ان الامة قد اتفقت علی انه تعالى لا يراه احد في الدنيا بعينه۔ (شرح فقہ الاکبر ص ۱۲۳ رؤیة البائی جل شأنه في الدنيا)۔  
لما قال العلامة داماد افندی رحمہ اللہ: وفي التسهيل في الوجد مراتب وبعضه يلب الاختيار فلا وجه للانكار بلا تفصيل۔ (مجمع الانهر في شرح ملتقى الانهر ج ۲ ص ۵۵۲ فصل في المتضرقات)۔

ومثله في طعناوى شرح مراقى الفلاح ص ۱۴۲ کتاب الکراہیۃ۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ان الامام رضى الله عنه قال رأيت رب العزة في المنام تسعاً وتسعين مرة۔

رحمہ المحتار ج ۱ ص ۵۸ مطلب يجوز تقليد المعنول مع وجود افضل



**دلائل الخیرات کے وظیفہ کا حکم** | سوال :- بعض صوفیاء دلائل الخیرات کا ورد کرتے اور سائیکین کو بھی اس کی اجازت دیتے ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس سے کیا کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

**الجواب :-** دلائل الخیرات کا اکثر حصہ چونکہ درود شریف پر مشتمل ہے اس لیے اسے بطور وظیفہ پڑھنا جائز ہے بلکہ ثواب کا کام اور رحمتوں کے نزول کا ذریعہ ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا باعث اجر و ثواب ہے۔

کما ذکر مسلم بن حجاج: عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی واحدة صلی اللہ علیہ عشراً۔ (صحیح مسلم ج ۱ باب صلوة علی النبی بعد التشہد ص ۱۷۸)

**عملیات میں اجازت شیخ کا حکم** | سوال :- کیا اوراد و وظائف اور عملیات کیلئے شیخ کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ جبکہ بعض لوگ تعویذات اور دیگر عملیات میں اجازت شیخ کو ضروری تصور کرتے ہیں؟

**الجواب :-** اوراد و وظائف کے صرف پڑھنے میں تو کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں البتہ اگر شیخ کی اجازت ہو تو ان میں برکات اور فیض بڑھ جاتا ہے۔

لما قال العلامة السیوطی: الاجازۃ من الشیخ غیر شرط فی جواز التصدی للاقتراء والافادۃ فمن علم من نفسه الاهلیۃ جازلہ ذلک وان لم یجزہ احد۔ الخ (الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۱۳۵ الفصل الثالث فی کیفیۃ الاخذ بافراد القراءۃ ص ۱۳۵)

۱۔ قال الخطیب ولی الدین تبریزی: وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی واحدة صلی اللہ علیہ عشراً۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۱۰ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا)

وَمِثْلُهُ فِي الْقَوْلِ الْبَدِيعِ ص ۱۰۱

۲۔ قال العلامة جلال آبادی رحمہ اللہ: الاجازۃ من الشیخ غیر شرط فی جواز التصدی للاقتراء والافادۃ فمن علم من نفسه الاهلیۃ جازلہ ذلک وان لم یجزہ احد، الخ۔ (قطب الارشاد ص ۶۲۳ الخاتمة فی ذکر الاجازۃ)

وَمِثْلُهُ فِي اَمَدَادِ الْفَتَاوَى ج ۵ ص ۵۵۳ کتاب السلوک۔

**مشائخ کا مریدین پر توجہ دینا** | سوال: سلسلہ تصوف میں شیخ کا اپنے مریدین پر توجہ دینا ضروری سمجھا جاتا ہے اور اس کو کمال کی بنیاد تصور

کیا جاتا ہے، شرعاً مشائخ کا اپنے مریدین پر توجہ دینا کیسا ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟  
**الجواب:**۔ مشائخ کا اپنے مریدین پر توجہ دینا جائز ہے جو کہ علماء ربانیہ میں سے منقول ہے، اور اس کا طریقہ اپنے مرشد سے سیکھنا چاہیئے جیسا کہ بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

لما قال شاه ولي الله: اما هذه التصرفات عند كبارهم اصحاب الفناء في الله والبقاء به فلها شان عظيم واما عند سائرهم فالثاثير في الطالب يتوجه الشيخ الى نفسه الناطقة ويصادمها بالهمة التامة القوية ثم يستغرق في نسبة بالجمعية وهذا الخ۔ (شفاء العليل ترجمہ القول الجمیل ص ۱۱۱) فصل تصرفات نقشبندیہ ص ۱۱۱

**مہمان کے لیے اور دو وظائف چھوڑنے کا حکم** | سوال:۔ اگر کسی شخص کا اور دو وظائف کا معمول ہو تو مہمان

آنے کی صورت میں وہ بسے چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:**۔ اگر کسی شخص کا کوئی مہمان آجائے تو وہ دو قسم کا ہوگا یا تو اکثر آثار رہتا ہوگا یا کبھی کبھار آتا ہوگا، اگر مہمان اکثر آثار رہتا ہو تو پھر یہ شخص اپنے نفلی معمولات کو قضا نہ کرے اور اگر کبھی کبھار آتا ہو تو اپنے معمولات چھوڑ کر مہمان کے ساتھ بیٹھنا بہتر ہے۔

لما قال محافظ الدين محمد بن بزاز الكردي: نزل به ضيف وله ورد من النفل فان كان ينزل كثيراً فالورد افضل والا فلا اشتغال بالضيف افضل۔

(فتاویٰ بزازیہ علی هامش الهندیہ ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الصلوٰۃ۔ نوع فیما یکرہ)  
 لما قال فقیر الله جلال آبادی: والتصرفات الموجهة للکمال عند کبار المشائخ وسائرهم تصرفات اصحاب الفناء في الله والبقاء به ولها شان عظيم فالثاثير في باطن الطالب ان يتوجه الشيخ الى نفسه الناطقة ويصادمها بالهمة التامة القوية الخ  
 (قطب الارشاد ج ۱ ص ۲۶۶ وللنقشبندیہ تصرفات)

لما قال عالم بن العلامة الانصاری: رجل نزل به ضيف وله ورد من صلوٰۃ التطوع فان كان هذا الرجل كثير الضيافة لا يترك ورده۔ (فتاویٰ تارغانیہ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ الفصل الثامن)

**مجلس ذکر میں مشائخ کی ارواح کا آنا** | سوال :- بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ مجلس ذکر  
میں مشائخ کی ارواح آتی ہیں، اس سے تو  
تجسد الارواح صحیح معلوم ہوتا ہے، کیا شریعت مقدسہ کی روشنی میں یہ عقیدہ صحیح ہے ؟  
الجواب : انبیاء و اولیاء اللہ کی ارواح دنیا میں آسکتی ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ،  
قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی تصانیف میں اس کا جواز لکھا ہے ،  
لیکن اس کو عوامی عقیدہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اس طرح کی حکایات بعض اوقات منفی الی الشک  
ہو سکتی ہیں۔

كما قال العلامة آلوسی : فقد وقعت رؤيته صلى الله عليه وسلم بعد وفاته لغير  
واحد من الكاملين من هذه الامة۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵ سورة الاحزاب آیت ۵۷)

**چالیس دن کے چلہ کا حکم** | سوال :- بعض صوفیاء کرام چالیس دن کے چلہ کا اہتمام  
کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو  
اس کو وضاحت سے بیان فرمائیں ؟

الجواب :- اگر تو اس چلہ سے مقصود عبادت الہی ہو اور یہ چلہ طہیات کی تحریم  
سے بھی خالی ہو تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں، اور چالیس دن کا تعین اس لیے کرتے  
ہیں کہ جو عبادت چالیس دن تک خلوص نیت سے کی جائے وہ راسخ ہو جاتی ہے۔  
قل الله تبارك وتعالى : وَاِذْ وُعِدْنَا مُوسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعَجَلَ  
مِنْ اٰبَعْدِهِ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ہ (سورة البقرہ آیت ۵۷)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں : وبهذا استدلال الصوفية على  
الوصال ان افضلہ اربعون يوماً۔ (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۹۶ سورة البقرہ )  
اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : عن انس بن مالك قال

قال العلامة جلال الدين السيوطي : ولا يمتنع رؤية ذاته الشريفة بتجسد روحه  
وذلك لانه صلى الله عليه وسلم وسائر الانبياء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما  
قبضوا واذن هم بالخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوي والسفلي -  
والعادي للفتاوى ج ۲ ص ۲۶۳ القول بامكان رؤية النبي في القطة

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى الله أربعين يوماً في جماعة يدرك التكبیر الاولیٰ كتب له برأتان برأة من النار وبرأة من النفاق۔ (الجامع الترمذی ج ۳ ص ۳۳۳ ابواب الصلوة) اس میں بھی چالیس دن کو خصوصیت حاصل ہے۔

مشائخ کرام سے اس کے جواز کی تصریحات اور شرائط بھی منقول ہیں، جیسے روزہ رکھنا، شب بیداری، کم بولنا اور کم کھانا وغیرہ۔

لما قال شاه ولی الله: قال المشائخ من اراد الدخول فی الامریة یلزمه مراعاة امور دوام الصیام ودوام القیام وتقلیل الكلام والطعام والنمائم والصحبة مع الانام والمواظبة فی الوضوء فی حالات الیقظة وعند المنام وربط القلب مع الشیخ علی الدوام وترك الغفلة رأساً. (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۸۳) شرائط چلہ نشین م سوال :- جناب مفتی صاحب! شریعت مطہرہ کی روشنی میں اولیاء اللہ کی پہچان

الجواب :- ہر وہ مسلمان جو شریعت کا پابند ہو، متقی پرہیزگار ہو، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اولیاء اللہ یعنی اللہ کے دوستوں میں سے ہے۔

لما قال العلامة تفتازانی: الولی هو العارف بالله تعالیٰ وصفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشہوات۔ (شرح العقائد ص ۵۰) تحت قول النسفی وکرامات الاولیاء حق (۱) لہ کافروں میں اولیاء کا حکم سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافروں میں بھی اولیاء ہوتے ہیں، یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب :- اگر ان لوگوں کی اولیاء سے مراد صاحب توجہ و تصرف ہو تو یہ کافروں میں بھی ہوتے ہیں جنہیں اولیاء الشیطان کا نام دیا جاسکتا ہے اور اگر اولیاء سے ان کی مراد

لہ قال العلامة اسرؤ علی التفتانوی: هو العارف بالله تعالیٰ وصفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشہوات۔ (کشاف اصطلاحات الفنون ج ۲ ص ۱۵۲۸) فی التحقیق لفظ مولیٰ الموالاة۔ (الولی) ومثله فی التبراس ص ۲۷۵ کرامات الاولیاء حق۔

عرفی و اصطلاحی اولیاء الرحمن ہوں تو یہ صرف مومنوں میں ہوتے ہیں کافروں میں نہیں۔  
 کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ: اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔  
 الَّذِیْ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ (سورۃ یونس آیت ۶۲، ۶۳) ۱۔

**اولیاء اللہ کا جمع ہونا** | سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

**الجواب :-** صوفیاء کرام کے نزدیک اولیاء اللہ بعض اوقات جمع ہوتے ہیں، لیکن یہ سب باتیں کشف اور مخفی امور ہیں فتویٰ اور قلم سے اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا، البتہ صوفیاء کے نزدیک یہ باتیں موجود ہیں کہ غوث کی موجودگی میں زندہ اولیاء جمع ہوتے ہیں اور بعض سے وفات شدہ اولیاء کی ارواح بھی موجود ہوتی ہیں، لیکن ان سب باتوں کو عوامی جہالت سے بچانا چاہیئے۔

اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے علامہ عبدالعزیز سلجھاسی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :  
 حضرت نے فرمایا کہ دیوان اسی غار حرا میں لگتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے، غوث غار کے باہر اس طرح بیٹھتا ہے کہ مکہ اس کے دائیں شانہ کے پیچھے ہوتا ہے الخ (ابریز ص ۵۱۹ چوتھا باب، دیوان صالحین)  
 حضرت نے فرمایا کہ گزشتہ لوگوں میں سے بعض کا ملبین بھی دیوان میں حاضر ہوتے ہیں۔ (ابریز ص ۵۲۱ چوتھا باب، دیوان صالحین)

فرمایا کہ کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مجلس میں شرکت فرماتے ہیں۔

(ابریز ص ۵۲۲ چوتھا باب، دیوان صالحین)

**فوت شدہ اولیاء اللہ کی نسبت معلوم کرنا** | سوال :- کیا کوئی شخص کسی فوت شدہ ولی اللہ کی نسبت معلوم

۱۔ قال العلامة التفتازانی: الولی هو العارت باللہ تعالیٰ وصفاته حسب ما یکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانہماک فی اللذات والشہوات۔  
 (شرح العقائد ص ۱۰۵ تحت قول النسفی وکرامات الاولیاء حق)  
 ومثله فی شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۶ شمول قدرة اللہ تعالیٰ۔



کر سکتے یا نہیں؟

**الجواب :-** کوئی سالک اور متقی و پرہیزگار شخص مراقبہ کے ذریعے فوت شدہ اولیاء اللہ کی نسبت معلوم کر سکتا ہے اور مشائخ نقشبندیہ کو اس میں مہارت حاصل ہے۔

لما قال شاه ولي الله: أما الاطلاع على نسبة اهل الله فطريقه ان يجلس بين يديه ان كان حيًا او قبوره ان كان ميتًا ويفرح نفسه عن كل نسبة ويفضي بروحه الى روح هذا الشخص زمانا الخ۔ (شفاء العليل ترجمہ القول الجمیل ص ۱۱۶) طریقہ اطلاع نسبت اہل اللہ ہمہ

**ولایت کے لیے بیعت ہونے کا مسئلہ** | سوال :- کیا ولایت، طریقت و بیعت کے بغیر مل سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کسی تابع شریعت شیخ سے بیعت ہونا ایک مستحب امر ہے، حصول ولایت کے لیے جتنے ذرائع ہیں کسی سے بیعت ہونا ان میں ایک کامیاب ذریعہ ہے جو لوگ اس کو شرط قرار دیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

**ایک مرشد کی موجودگی میں دوسرے سے بیعت ہونا** | سوال :- اگر کوئی شخص پہلے مرشد کی موجودگی میں دوسرے

مرشد سے بیعت کر لے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور مرشد کی وفات کے بعد بیعتِ ثانیہ کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** طریقت و بیعت چونکہ اخذ فیض کے لیے کی جاتی ہے، تو اگر پہلی جگہ بیعت کے بعد فیض کے حصول کا یقین نہ ہو تو دوسری جگہ بیعت کرنا جائز ہے، لیکن اس کو عادت نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اس سے بے برکتی پیدا ہوتی ہے اور مرشد سے فیوض و برکات کا حصول مشکل ہو جاتا ہے۔

لما قال الشيخ التهانوی وشاہ ولی اللہ: اور جب شیخ کی موجودگی میں بیعتِ ثانیہ جائز ہے تو اس کی وفات کے بعد تو بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی۔

لما قال شیخ الطائفہ مجدد الف ثانی: بدائعہ کہ مقصود حق است و پیروسیلہ است بوصول

لما قال العلامة الشکار پوری: وأما الاطلاع على النسبة اهل الله فطريقه ان يجلس بين يديه ان كان حيًا وعند قبوره ان كان ميتًا۔ (قطب الارشاد ص ۶۵۶)

جناب قدسی حق تعالیٰ اگر طلبے رشد خود را پیش شیخ دیگر بیند و دل در صحبت او حق سبحانہ جمعہ یا برور است کہ در حیات پیرے اذن پیر طالب پیش اذن شیخ برور و طلب رشد ازو نماید اتا باید کہ از پیر اذل انکار نکند و جز بہ نیکی یار نماید۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ج ۲ ص ۱۵۷ دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۱۳) ۱۷

**سوال :-** ایک شخص کہتا ہے کہ پیر و شیخ کامل وہ ہے کہ مرید کو پیر کامل بننے کی شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرائے ورنہ ناقص ہے کیا اس کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

**الجواب :-** جو شخص بیعت کے لیے یہ شرط لگاتا ہے وہ غلطی پر ہے، نہ تو یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور نہ صوفیاء کرام نے شرائط مرشد میں اس کا ذکر کیا ہے۔

لما قال شاه ولي الله: شرط من ياخذ البيعة امورا احدها علم الكتاب والسنة الخ (شفاء المليل ترجمہ القول الجمیل ص ۲۳ دوسری فصل حکمت بیعت) ۱۸

**سوال :-** ایک پیر نے کسی شخص سے کہا کہ مقبول مقبولی ایک پیر کے الفاظ کا حکم و مردود مردودی کیا اس طرح کہنے سے کوئی کام

مقبول یا مردود ہو سکتا ہے؟

**الجواب :-** اگر ان الفاظ سے اس کی مراد یہ ہے کہ جو تم کو پسند ہے وہ مجھ کو بھی پسند ہے اور جو کام تجھے ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے تو پھر تو یہ صحیح ہے اور اگر اس کی

۱۷ قال شاه ولي الله: فاعلم ان تكرار البيعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ثور و كذلك عن الصوقية اما من الشخصين وان كان بظهور خلل في من بايعه فلا بأس وكذلك بعد موته وغيبته المنقطعة واقابلها عذر فانه يشبه التلاعب۔

(شفاء المليل ترجمہ القول الجمیل ص ۳۵ حکمت تکرار بیعت)

و مثله في مكاتيب شريعة شاه غلام علی ص ۱۲ مکتوب شانزدہم۔

۱۸ قال العلامة جلال آبادی: اعلم ان للمشيخة واخذ البيعة شروط معنا علم الكتاب والسنة الخ۔ (قطب الارشاد ص ۵۲ بحث شروط المشيخة)

و مثله في مرصاة العباد ص ۱۸۵

مراد یہ ہو کہ میرے کہنے سے کوئی کام مقبول یا مردود ہوتا ہے تو یہ غلط ہے کسی کام کے مقبول یا مردود ہونے کا حکم شریعت کے دائرہ اربعہ کر سکتے ہیں کوئی اور شخص نہیں۔

کما قال الشیخ ملاً جیوناً، ان اصول الشرع ثلاثة..... الكتاب والسنّة واجماع الامة..... واصل الرابع القیاس۔ (نور الانوار ص ۱۷ تقسیم اصول الشرع ص ۱۷)

**نماز روزہ کی معافی کا بے بنیاد دعویٰ** | سوال :- ہمارے گاؤں میں ایک شخص اپنے آپ کو پیر ظاہر کرتے ہوئے آیا ہے جبکہ وہ

دارمی بھی منڈاتا ہے اور اعلانیہ کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے نماز روزہ معاف کر دیئے ہیں کیا واقعی کسی آدمی سے نماز روزہ معاف ہو سکتے ہیں؟

الجواب :- اگر تو اس شخص کے دماغ میں فرق ہو یا پاگل پن میں صریحاً مبتلا ہو تو پھر اس کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر مذکورہ شخص صحیح العقل ہو کمرایسی بات کہتا ہے تو وہ زندقہ ہے اور اس سے اعتقاد و تعلق رکھنا حرام ہے بلکہ واجب القتل ہے۔

کما قال العلامة التفازانی: ولا یصل العبد مادام عاقلاً بالغاً الى حیث لیقط عنه الاسر والنهی لعموم الخطایات الواردة فی التکالیف واجماع المجتہدین علی ذلك الخ۔ (شرح العقائد ص ۱۱۹ ولا یصل العبد..... الخ) ص ۱۷

**مرشد کو کعبہ اور پیغمبر کہنا** | سوال :- ایک شخص اپنے مرشد کے متعلق کہتا ہے کہ میرا مرشد میرے لیے کعبہ و پیغمبر ہے، اس شخص کے ان الفاظ کا

لہ قال العلامة فخر الاسلام رحمہ اللہ: واصل الفقة الكتب والسنّة والاجماع والقیاس۔

رتوضیح والتلویح ص ۳۳

وَمِثْلُهُ فِي الْمَوْلَى عَلَى الْحَسَامِ ص ۱۷

لہ قال العلامة ابن عابدین: ونازعہ فی نور العین بان ما ذکرہ من المعنی الوصفی و معنا الوصفی اما العرفی الذی جرى عليه اصطلاح الملاحدة والتلذذية فهو ان جميع الاشياء مباحة لك فالحق ان يكفر القائل ان كان من تلك الفئة۔

رد المحتار ج ۴ ص ۲۵۹ مطلب فی معنی درویش درویشان (

وَمِثْلُهُ فِي النَّبِرِ اس ۵۶۲) (اختلفوا في ان نبوة النبي افضل ام ولاية)

حکم کیا ہے؟

الجواب:- مندرجہ بالا الفاظ شریعت مقدسہ سے متصادم ہیں، لہذا بطریق اور اس کے الفاظ شریعت سے متصادم ہوں وہ مردود اور ناقابل قبول ہیں۔  
لما قال مجدد الف ثانی: کل حقیقة صادقة الشريعة فهو راتقة۔

(مکتوبات جلد ۱۱ ص ۱۱۱ دفتر اول، مکتوب ۱۲۱)

پیر کے بارے میں مباغہ آمیزی سے کام لینا | سوال:- ایک شخص اپنے پیر کے متعلق کہتا ہے کہ جب پیر کو تو نے قبول کیا تو اس میں خدا بھی ہے اور رسول بھی اور پیر کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے اور پیر خدا کا نائب ہے، ان الفاظ کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب:- اگر یہ الفاظ کسی عالم یا دیندار شخص سے صادر ہوئے ہوں تو ان کی تاویل کی جائے گی اور اگر کسی فاسق و فاجر سے صادر ہوں تو یہ مخالف الشریعت الفاظ ہیں اگرچہ طریقت میں استعمال ہوئے ہیں مگر مردود ہیں کیونکہ جو طریقت شریعت سے مخالف ہو وہ زندقیت ہے۔

لما قال مجدد الف ثانی: کل حقیقة صادقة الشريعة فهو راتقة۔

(مکتوبات جلد ۱۱ ص ۱۱۱ دفتر اول، مکتوب ۱۲۱)

پیر سے پردہ کرنا | سوال:- بعض خواتین پیر سے پردہ نہیں کرتیں، کیا خواتین کا پیر سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب:- پردہ کے متعلق جو نسوس آئی ہیں وہ عام ہیں، پیر اور دوسرے محارم سب کو

۱۔ قال شاہ غلام علی دہلوی: آنکہ کمالات الہیہ در ہر خاندان برنگ دیگر ظہور نمودہ اندیکین معیار اینہا شریعت است۔ (مکتوبات شاہ غلام علی ص ۹۳ مکتوب ہفتاد و پنجم)  
وَمِثْلُهُ فِي قِطْبِ الْأَمْشَادِ ص ۱۳ مَقْدَمُهُ۔

۲۔ قال شاہ غلام علی دہلوی: آنکہ کمالات الہیہ در ہر خاندان برنگ دیگر ظہور نمودہ اندیکین معیار اینہا شریعت است۔ (مکتوبات شاہ غلام علی ص ۹۳ مکتوب ہفتاد و پنجم)  
وَمِثْلُهُ فِي قِطْبِ الْأَمْشَادِ ص ۱۳ مَقْدَمُهُ۔

شامل ہیں، تو اس وجہ سے دوسرے لوگوں کی طرح پیر سے بھی خواتین کے لیے پردہ کرنا ضروری ہے جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ غلطی پر ہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم: ولا ينظر من اشتغل الى وجهها الا الحاکم۔ والشاهد وينظر الطبيب الى موضع مرضها۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۲ کتاب الکراهية۔ فصل في النظر) له  
تصوف کے چار سلسلوں کا ثبوت | سوال :- بعض لوگ سلاسل اربعہ کا انکار کرتے ہیں کہ ان کی کوئی اصل نہیں، کیا واقعی ان سلاسل کا کوئی وجود ہے یا نہیں؟

الجواب :- سلاسل اربعہ (قادریہ، مہروردی، چشتیہ، نقشبندیہ) سے انکار بے معنی چیز ہے یہ تو حد تو اتر تک پہنچا ہوا اور مشائخ کا معمول ہے اور ان کا اپنی کتابوں میں باقاعدہ ذکر کیا ہے۔  
لما قال شاه ولي الله: وبعد از زمان این خانوادہا خانوادہا بٹے دیگر پیدا شدند چوں بامبہ قادریہ، اکبریہ، مہروردیہ، کبرویہ، اویسیہ و خانوادہ خواجگان خانوادہ معینیہ کہ اچیلے طریقہ چشتیہ است و نقشبندیہ کہ آسیلے خانوادہ خواجگان است۔ (رہمات ص ۱۵)  
تصوف سے وابستہ نہ ہونے کی تشریح | سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو تصوف سے وابستہ نہیں تو کیا وہ سب فاسق ہیں؟

الجواب :- جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو تصوف سے وابستہ نہیں وہ فاسق ہے، تو اگر تصوف سے ان کی مراد نفس بیعت مروجہ ہو تو یہ قول غلط ہے کیونکہ بیعت کرنا واجب نہیں بلکہ سنت

لہ قال العلامة فخرالدين الزيلعي: ولا ينظر من اشتغل الى وجهها الا الحاکم والشاهد وينظر الطبيب الى موضع مرضها۔ والاصل فيه انه لا يجوز ان ينظر الى وجه امرأة اجنبية مع الشهوة۔ (تبیین الحقائق ج ۶ ص ۶ کتاب الکراهية فصل في النظر) ومثله في رد المحتار ج ۶ ص ۳۶ کتاب الخطر والاباحة۔ فصل في النظر۔  
لہ قال العلامة الشکار پوری: ان طرق الى الله كثيرة كالشاذلية والسهرودية والقادرية الى غير ذلك۔ (قطب الارشاد ص ۵۴۴ الفصل ان العلماء من المتكلمين والفقهاء والمحدثين الخ) ومثله في شفاء العليل ترجمہ قول الجلیل ص ۶ حکمت تکرار بیعت۔



ہے اور اگر تصوف سے مراد تزکیہ باطن اور اجتناب عن المعاصی ہو تو پھر یہ قول صحیح ہے جیسا کہ اکابر نے بھی یہی فرمایا ہے۔

كما قال العلامة ملا علی قاری عن امام مالک: من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تنذق ومن جمع بينهما فقد تحقق۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۲۶ کتاب العلم۔ الفصل الثالث (۱)۔

**سلاسل اربعہ حق پر ہیں | سوال :- سلاسل اربعہ حق پر ہیں یا نہیں اور یہ کون کون سے سلاسل ہیں ؟**

**الجواب :-** وصول الی اللہ کے متعدد طرق ہیں ان میں سے بعض طرق و سلاسل آسان اور جلد انسان کو مقصود تک پہنچا دیتے ہیں اسی آسانی کے لیے مشائخ سے یہ طرق و سلاسل منقول ہیں مگر ان میں چار طرق و سلاسل برصغیر پاک و ہند میں زیادہ مشہور ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :-

- (۱) الطریقۃ العالیۃ النقشبندیۃ : منسوب بہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند۔
  - (۲) " " " " " " : شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔
  - (۳) " " " " " " : خواجہ معین الدین چشتیؒ۔
  - (۴) " " " " " " : السہروردیۃ : خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ۔
- كما قال العلامة الشکارپوری: قال الشيخ العارف بالله ابواسحاق ابراهيم الى الطرق الى الله كثيرة كاشاذلية والسهروردية والقادرية الى غير ذلك۔

(قطب الامر شاد ص ۵۴۴ الفصل ان العلماء المتكلمين والفقهاء والمحدثين الخ)

لہ قال الامام عبد الوہاب الشعرانی: اجمع اهل الطريق على وجوب اتخاذ الانسان له شيخاً يرشده الى زوال تلك الصفات الخ۔ (انوار القدسیۃ ص ۵)

وَمِثْلُهُ فِي تَفْسِيرِ الْمَظْهَرِي ج ۲ ص ۱۰۴

۲۔ قال الشاہ ولی اللہؒ وبالجملة خانوادہ بسیار بودند و بسیار خواہد بود و حصر ان یا معقول

ثم قال: وبعد از زمان این خانواد یا خانواد ہائے دیگر پیدا شدند چوں جامیہ، قادریہ، اکبریہ، سہروردیہ و سیرویہ خانوادہ خواجگان مینبہ کہ اجائے چشتیہ است در نوبہ و نقشبندیہ کہ اجائے خانوادہ خواجگان است۔ رہمات ص ۱۳

وَمِثْلُهُ فِي شَفَاءِ الْعَلِيلِ ترجمہ القول الجمیل ص ۱ حکمت تکرار بیعت۔

**تصوف کے مراقبات اور اذکار کا حکم** | سوال :- سلسلہ نقشبندیہ میں جو لطائف سبعہ اور اذکار ہوتے ہیں ان کا وجود تو قرونِ ثلاثہ

میں موجود نہ تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدعت ہیں، کیا نقشبندیہ سلسلہ کے لطائف سبعہ کا وجود ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مرتبہ احسان حاصل کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہوتا ہے جس کا اشارہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث : ان تعبد اللہ کانک تواء الخ میں ملتا ہے، اب یہ مرتبہ ذکر الہی سے حاصل ہوتا ہے، تو بعض مشائخ نے جو اذکار مرتبہ احسان کے حصول کے لیے مقرر کیے ہیں وہ محض آلات ہیں جن سے یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور آلات و معالجات میں یہ ضروری نہیں کہ وہ منقول عن الشارع ہوں صرف یہ ضروری ہے کہ شریعت سے متصادم نہ ہوں اور لطائف سبعہ صرف آلات ہیں شریعت سے متصادم نہیں مشائخ کی کتابوں میں ان کا باقاعدہ تذکرہ موجود ہے۔

کما قال العلامة الشکارپوری : اعلم ان الله تعالى خلق في الانسان ستة لطائف بل عشرة خمسة منها من عالم الامر وهي القلب والروح والسر والحق والاصغى والخسة من عالم الخلق الخ (قطب الانشاد ص ۵۶۲ بیان اللطائف الستہ) لہ

**سوال :-** جناب مفتی صاحب ! سلطان الاذکار کون سا ذکر ہے۔

**الجواب :-** لطیفہ قلبی کے ذکر کو جب سالک اپنے سارے جسم سے ذکر کرنے لگے نقشبندیہ سلسلہ کے مشائخ نے اسے سلطان الاذکار کہا ہے۔

کما قال العلامة الجلال آبادی : ثم يلاحظ اسم الذات في اللطيفة القلبية وهي جميع البدن و اذا غلب الذكر و احاط البدن كله حتى صار كل تحير

لہ قال شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ ، طریق مشغولی بذکر حق سبحانہ تعالیٰ با توجہ بلطائف سبعہ تا دلائل حرکت ذکر پیدا شود اینست الخ۔

(مکاتیب شریفہ شاہ غلام علی ص ۱۱۱ مکتوب دوم)

و مثله في تفهيمات الالهية ج ۱ ص ۲۲۹ ما معنى لطائف السبعة۔

من البدن ذاكراً مثل القلب تسمى هذه الحالة سلطان الاذکار۔

(قطب الارشاد ص ۵۶۷ فی بیان اللطائف الستة)۔

**غوث و قطب کے وجود کا حکم** | سوال :- صوفیاء کرام کے کلام میں قطب، غوث اور ابدال کے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں، کیا حدیث اور شریعت میں یہ مراتب موجود ہیں یا نہیں؟ اگر موجود ہیں تو ان کی تفصیل بیان کر کے مشکور فرمائیں؟

**الجواب :-** اولیاء اللہ کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے، مندرجہ بالا مراتب میں سے صرف ابدال کا ذکر صراحتاً حدیث میں موجود ہے، صحاح ستہ میں سے صرف ابوداؤد کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں ابدال الشام کا ذکر ہے جو کرام المؤمنین سیدہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے۔

عن نبی قال یكون اختلاف عند موت خليفة فیخرج من اهل المدينة هارباً الى مكة فیاتیہ ناس من اهل مكة فیخرجونه وهو كاره فیمایعونہ بین الركن والمقام ویبعث الیہ بعث الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مكة ومدينة فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام الخ  
ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۳۳ کتاب السنن اول کتاب المہدی میں صراحتاً ابدال کا ذکر موجود ہے۔

امام ولی الدین صاحب مشکوٰۃ کے مشکوٰۃ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مسند کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

عن شریح بن عبید قال ذکر اهل الشام عند علی وقیل العنہم یا امیر المؤمنین قال انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الابدال یكونون بالشام وهم اربعون رجلاً کلمات

۱۔ قال العلامة محمد بن عبد اللہ الباقی رحمہ اللہ: فینتقل الی لطیفہ الجسد وہی ان یدکر بتجمع الجسد مستحضراً لها فی نظر القلب بطریق المشاهدة فی الجمیع ان تعبد اللہ کانت توارہ ولا یزال علی ذلک حتی تصیر جمیع اجزائہ تذکر بدتک و یحصل سلطان الذکر البہجۃ السنیۃ فی آداب الطریقۃ النقشبندیۃ ص ۱۹

ما جل ابدال الله مكارجلاً يُسقى بهم الغيث وينصر بهم الاعداء ويصرف من  
اهل الشام بهم العذاب۔ رواه احمد۔ (مشکوٰۃ المصابيح ص ۱۱۱ باب ذكر اليمين  
والشام الفصل الثالث)

باقی مراتب کا ذکر حدیث میں صراحتاً موجود نہیں ہے البتہ اشارۃً معلوم ہوتے ہیں،  
جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اور ملا علی قاریؒ نے ابن عساکرؒ سے نقل کئے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله عز وجل في الخلق ثلاثمائة قلوبهم  
على قلب آدم و الله في الخلق اربعون قلوبهم على قلب موسى والله في الخلق سبعة  
قلوبهم على ابراهيم والله في الخلق خمسة قلوبهم على قلب جبرائيل والله في  
الخلق ثلاثة قلوبهم على قلب ميكائيل والله في الخلق واحد قلبه على قلب اسرافيل  
اخرجه ابن عساکر الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۴۱۔ وایضاً ذکرہ ملا علی قاریؒ فی مرقاة  
ج ۹ ص ۳۵۶ جو کہ قطب، غوث، نقیبا کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور علمائے راسخین نے  
اس کو اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ صرف عبدیت اور قرب کے مدارج ہیں نہ کہ عوامی  
ربوبیت کے مدارج۔ لہ

**متصرف کا حکم** | سوال :- تصرف کیا ہے، کیا کوئی ولی یا پیر متصرف ہو  
سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** تصرف کے دو معنی ہیں، ایک تو عوامی معنی ہے کہ اولیاء اللہ کی  
قوت اور ان کا کام ہے یہ معنی غلط ہے۔ دوسرا معنی شرعی اور اصطلاحی اور فن تصوف کا  
معنی ہے، ان میں تصرف سے مراد قوتِ توجہ سے مختلف آثار پیدا کرنا ہے، تو اس سے  
تصرف اور تصرف دونوں صحیح ہیں۔

كما قال الشيخ اشرف على التهانوي: وحقيقة هذا التأيد افاضة کیفیات خاصۃ

لہ قال العلامة ملا علی قاریؒ، قلت لهم الاقطاب في الاقطار ياخذون الفيض من قطب  
الاقطاب المسمى بالغوث الاعظم فممن بمنزلة الوزير تحت حكم الوزير الاعظم۔  
(مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۹ ص ۳۵۵ کتاب الفتن۔ الفصل الثاني)  
ومثله في السائلين عابدین ج ۲ ص ۲۶۴

محمودة والقائما في النفس آثار خاصة تتعدد حسب اختلاف المقاصد ويستى هذا التأييد في عرف اهل التصوف تصرفاً وتوجهاً وهمة وجمع الخواطر۔

(بوادر النوار ص ۸۷) رسالة التعرف في تحقيق التصوف (۱) لہ

**اصحاب القبور کا تصرف** | سوال :- جناب مفتی صاحب! اصحاب القبور کے تصرفات کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر اصحاب القبور کے تصرفات سے مراد ان کی دعا، توجہات اور فیوض ہوں تو پھر تو ان کا یہ تصرف موجود اور صحیح ہے ورنہ تصرف اصطلاحی تسلط غیبی ثابت نہیں بلکہ یہ شرک کی ایک قسم ہے۔

کما قال شاه ولي اللهؒ، وراى نجابوچہ استم قدم زده است حضرت شيخ محي الدين عبدالقادر جيلانيؒ گفته اند کہ در ايشان در قبر خود مثل احياء تصرف ميکنند۔

(مجموعات ص ۶۱)

لما قال محمد بن سليمان الرضاوى: معنى البيت ان كرامات الاولياء حال كونهم في الدنيا لها وجود وثبوت وقوع اى حال حياتهم وكذا بعد الموت بمعنى اكرامهم في قبورهم احوال حضرت فيه وتوسيعه لا بمعنى تفرقة في العالم كما يفتقد جهلة العوام۔  
(نحبة الالاء شرح بدأ لامالى ص ۳۷) لہ

**بعد الوفات اولياء اللہ کے تصرفات کا حکم** | سوال :- کیا بعد الوفات اولياء اللہ کا تصرف ثابت ہے یا نہیں؟

لہ قال شاه ولي اللهؒ، (احتمالاً) وللنقشبندية تصرفات عجیبة من جميع الهمة على مواد فيكون على وفق الهمة۔ (شفاء العليل ترجمہ القول المحمیل ص ۱۱۱ ج ۱، تصرفات نقشبندیہ)

وَمِثْلُهُ فِي قُطْبِ الْإِرْشَادِ ص ۶۰ ن: للنقشبندية۔

لہ قال شاه ولي اللهؒ: وذلك لان شيخهم عبدالقادر لہ شعبۃ من السريان في العالم وذلك اذ كانت امامات صار بهيئة الملاء الاعلى ونطیع فيه الوجود ساری في العالم كله۔

(تفهيمات الالهية ج ۱ ص ۱۱۱ تفہیم ص ۳۳)

وَمِثْلُهُ فِي أَمَدِ إِدَاةِ الْفَتَاوَى ج ۵ ص ۱۱۱ کتاب السلوک۔



الجواب :- اولیاء اللہ کے تصرف بعد الوفات سے مراد اگر تسلط غیبی وغائبانہ نہ ہو تو یہ مرتبہ شرک ہے اور اگر اس سے مراد کوئی کرامت ہو تو بعد الوفات بھی اولیاء اللہ کے کرامات کے اثرات سے انکار بے معنی ہے۔

كما قال محمد بن سليمان الحلبي الرضاوى: تحت قول الماتن كرامات الولي بدارينها لها كون فهم اهل النوال - وحاصل معنى البيت ان كرامات الاولياء حال كونهم في الدنيا لها وجود وثبوت وقوع اى حال حياتهم وكذا بعد الموت بمعنى اكرامه في قبره وحال حفرة فيه وتوسيعه لا بمعنى تفرقة في العالم كما يعتقد جهده المعوام - (نخبة اللآ في شرح بدء الامالى ص ۳۷)

کرامات اولیاء بعد الموت کا حکم | سوالیہ بعض لوگ کرامات اولیاء بعد الموت کو شرک ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب :- کرامات اولیاء بعد الموت اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں محقق اور ثابت شدہ ہیں اور ان کا فعلاً ثبوت بھی پایا گیا ہے۔

لما قال محمد بن سليمان الرضاوى: وحاصل معنى البيت ان كرامات الاولياء حال كونهم في الدنيا لها وجود وثبوت وقوع اى حال حياتهم وكذا بعد الموت بمعنى اكرامه في قبره - (نخبة اصلا في شرح بدء الامالى ص ۳۷)

لما قال العلامة عبد الغنى النابلسي رحمه الله: (كرامات) ..... (الاولياء) الاحياء والاموات اذا الولي لا يتعزل عن ولايته بالموت الخ

(الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية ج ۱ ص ۲۹۲)

وَمِثْلُهُ فِي رُوحِ الْمُعَانِي ج ۲۸ ص ۱۰۸

لما قال العلامة عبد الغنى النابلسي رحمه الله: (وكرامات الاولياء) الاحياء والاموات اذا الولي لا يتعزل عن ولايته بالموت كالنبي لا يتعزل عن نبوته بالموت -

(الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية ج ۱ ص ۲۹۲)

وَمِثْلُهُ فِي رُوحِ الْمُعَانِي ج ۲۸ ص ۱۰۸

اولیاء اللہ کا مریدین کی مدد کرنے کا حکم | سوال :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ یا مرشد مدد کی شریعت مقدسہ میں ایسے عقیدہ کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب :- اس قسم کے بعض واقعات کا جزوی طور پر رد نہ ہونا ثابت ہے جیسا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فضائل درود ص ۱۳۱ میں ذکر فرماتے ہیں، مگر اس کو عوامی عقیدہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اس سے علم غیب کلی کا عقیدہ پیدا ہو جاتا ہے جو مفسد فی الشرک ہے۔

كما قال العلامة ابن نجيم: لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر للاعتقاد ان النبي يعلم الغيب - (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۸ - كتاب النكاح) لـ

کشف القبور کے علم کا حکم | سوال :- کشف القبور کیسا علم ہے، کیا قبروں کے اندر دنی احوال کا کسی کو کشف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہو سکتا ہے تو یہ علم سیکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی فرمائیے کہ کشف قبور علم غیب میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب :- کبھی کبھی قبور کا کشف انسان کو ہو جاتا ہے، یہ کوئی باقاعدہ علم نہیں بلکہ غیر اختیاری کیفیت ہو، ہے اسکی وجہ سے اس میں تعلیم و تعلم جاری نہیں ہو سکتا، اس کو علم غیب بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ کشف سے تعلق رکھتا ہے اور کشف ظن کا فائدہ دیتا ہے علم جازم کا نہیں، مشائخ کی کتابوں میں اس کا باقاعدہ تذکرہ موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قبور کا کشف ہوا تھا جیسا کہ مشکوٰۃ میں باب عذاب القبور فصل اول میں نقل کیا گیا ہے اسی کے تحت ملا علی قاری مروتہ میں لکھتے ہیں :-

وهذا الحديث مثل قوله عليه الصلوة والسلام لو علمتم ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا - وفيه ان الكشف بحسب الطاقة

لـ قال العلامة قاضي خان: لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر للاعتقاد ان النبي يعلم الغيب - (فتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۵۷۶ - كتاب النكاح باب الشهادة) ومثله في مجمع الانهر ج ۱ ص ۳۲۲ - كتاب النكاح -

ومن كوشف بمالايسعه يطيح ويهلك. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۲۶ كتاب الايمان) <sup>لہ</sup>  
**دوزخ کے لیے فنا کا حکم** | سوال :- بعض صوفیاء و اہل کشف کہتے ہیں کہ دوزخ آخر میں  
 فنا ہو جائے گی، کیا واقعی یہ سچ ہے؟

الجواب :- کشف کا معاملہ تو اہل کشف ہی بہتر سمجھتے ہیں مگر ظاہری نسووس سے تو  
 یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کو فنا نہیں بلکہ کفار کی تعذیب کے لیے ہمیشہ کیلئے رہے گی۔  
 كما قال العلامة عبدالعزيز بن باز: ذهب شذوذة قليلة من المسلمين  
 الى ان وهم بعض الكشف ثم قال بعد الكلام الطويل (وعليكم بالكف عن طعنہ۔  
 رندراس ص ۳۶۱) <sup>لہ</sup>

**صفت جلالی و جمالی کا فرق** | سوال :- صفت جلالی اور جمالی کیا ہوتی ہے؟ اور  
 ان کے مراقبہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- علماء صوفیاء نے صفت جلالی اور جمالی کی مختلف تعریفات کی ہیں، بعض  
 کہتے ہیں کہ جن صفات میں قہر و غصہ ہو وہ صفات جلالی ہوتی ہیں اور جن صفات میں  
 نرمی و شفقت کا ذکر ہو ان کو جمال کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ صفات باطن کو جلالی اور  
 باطن کو جلال کہتے ہیں اور ان صفات سے اخذ فیض کو مراقبہ جمال و جلال کہتے ہیں۔  
 كما قال قاضي محمد علي تھانوی: ودر کشف اللغات میگوید و نیز صفات باطن حق تعالیٰ را جلال  
 گویند و ظاہر را جلال۔ رکشاف اصطلاحات الفنون جلد ۱ ص ۲۴۲ <sup>۳۷</sup>

لہ قال العلامة الشکار پوری: وقالوا اذا دخل القبوة قد لبسوا انا فتحنا في ركعتين ثم يجلس  
 مستقبل المیت الخ۔ (قطب الارشاد ص ۵۵ الشغل العاشر)

وَمَثَلُهُ فِي شَفَاءِ الْعَلِيلِ تَرْجِمَةُ الْقَوْلِ الْجَمِيلِ ص ۸۵ پانچویں فصل کشف القبور۔

لہ قال العلامة ثناء اللہ پانی پتی: وبه قال من الصوفية محي الدين ابن العربي رحمه الله  
 لكن هذا قول مردود۔ (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۱۱)

لہ قال العلامة آلوسی، والصفات اما جمالية او جلالية ولاولى السبق كما يشير اليه حديث  
 سبقت رحمتي غضبي (روح المعاني ج ۱ ص ۱۵ بحث في لفظ الاسم)

وَمَثَلُهُ فِي تَفْهِيْمَاتِ الْاَلْهِيَةِ ج ۲ ص ۲۲۲

**کائنات سے اللہ تعالیٰ کی معیت کی حقیقت** | سوال :- اللہ تعالیٰ کی معیت کائنات کے ساتھ کس طرح ماننا صحیح ہے؟

معیّت ذاتی صحیح ہے یا معیت علمی؟

الجواب :- اللہ تعالیٰ کے لیے کائنات کے ساتھ معیت ذاتی و علمی ماننے میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ معیت علمی سے خود معیت ذاتی متحقق ہو جاتی ہے۔

لما قال ارشاد الله قاضي مبارك رحمه الله: فالوجودات باثراها من حيث الوجود الرابطة معلومة وصور العلية له تعالى فعله تعالى الاجمالي تلك الاشياء نفسه ذاته تعالى۔ (قاضي شرح السلم ص ۱۵)

**وحدة الوجود اور وحدة الشهود کا مسئلہ** | سوال :- وحدت الوجود اور وحدت الشهود کے مسائل شریعت سے متصادم ہیں یا نہیں

اور ان دونوں میں کون سا صحیح ہے؟ بعض لوگ شرک کہتے ہیں۔

الجواب :- وحدت الوجود اور وحدت الشهود دونوں کشفی مسائل ہیں، قلم اور فتویٰ سے ان کا اظہار مشکل ہے لیکن تحقیق کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اور ان مسائل میں کوئی تضاد نہیں اور اقرب اصواب شہود معلوم ہوتا ہے۔ عند الشهودية الصوفية۔  
لما قال مجدد الف ثانی: توحيد قسم هست شهودی و وجودی و آنچه لابد است توحيد شهودی هست کہ فناء بان مربوط هست و توحيد شهودی با عقل و شرع مخالفت ندارد بخلاف وجودی۔  
رکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۱ ص ۱۱۱ مکتوب ۳۱ (دفعہ اول) ص ۱۵

۱۔ قال شاه اسماعيل شهيد: ومنهم من تظن بعلاقيه القيومته بينه (أي لاهوت) و

رای اکثرات علی نحو الابداع اکمل تظن۔ (العلاقات ص ۲)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَكْتُوباتِ شاه غلام علی دهلوی ص ۱۵ مکتوب ۶۸)

۲۔ قال العلامة قاضي شهاب الله باني بتي: وعلى هذا التاويل هذه الآية تدل على التوحيد

الشهودی كما قال به المجدد رضي الله عنه دون التوحيد الوجودی۔

(التفسير المظهری ج ۱ ص ۱۱۹ سورة البقرة)

وَمِثْلُهُ فِي مَكَاتِيبِ شَرِيفِ شاه غلام علی دهلوی ص ۲۲ مکتوب ۷۔

**اصطلاح حقیقت المحمدی** | سوال :- بعض صوفیاء حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، اس اصطلاح کا استعمال شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حقیقت محمدی علیہ السلام جس کو یقین ثانی اور مرتبہ واحدیت بھی کہتے ہیں یہ سب کشفی امور ہیں اور شریعت سے متصادم نہیں بلکہ امت کے اکابر اولیاء اللہ نے اس مقام کا ادراک کیا ہے اور اس پر گفتگو کی ہے۔

کما قال مجدد الف ثانی: در جواب گوئیم کہ حقیقت محمدی نہایت مقامات نزول محمد علیہ السلام است از اوج تنزیہ و تقدیس و حقیقت کعبہ نہایت مقامات عروج کعبہ است۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۱ ص ۳۳۴ مکتوب ۲۰۹)۔

**استاد اور پیر کے حقوق کا حکم** | سوال :- ایک شخص کا استاذ بھی ہے اور مرشد بھی موجود ہے تو اس پر پیر کا حق زیادہ ہے یا استاد کا؟

**الجواب :-** مرشد اور استاذ دونوں علم و عمل اور رشد و ہدایت کے ذرائع ہیں اس لیے دونوں کا حق برابر ہے، لہذا اگر پیر اور استاذ میں اختلاف ہو جائے کہ آدمی ان کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے اور اگر مجبور ہو جائے تو پھر حق کی اتباع کرے تاہم بعض اکابرین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا درجہ استاذ پر مقدم ہے۔

کما قال مجدد الف ثانی: منہا شرافت علم باندازہ شرف و مرتبہ معلوم است۔ معلوم ہر چند شریف تر علم آں عالی تر پس علم باطن کہ صوفیاء بان تماز نہ شرف باشند علم ظاہر کہ نصیب علمائے ظواہر است بر قیاس شرافت علم ظاہر بر علم حجامت و حیانت پس رعایت آداب پیر کہ علم باطن لاء از واحد کنند باضعاف زیارۃ باشند از رعایت

۱۔ قال العلامة فقیر اللہ جلال آبادی: وثانیاً ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ستمی باسمین محمد ولایۃ ہذا الاسم ناشیۃ عن الاسم الہمی الذی یناسب تربیۃ ہذا العالم السفلی وسمی بالحقیقۃ المحمدیۃ۔ (قطب الارشاد ص ۵۹۳ حقیقۃ الکعبۃ فوق حقیقۃ المحمدیۃ) ومثله فی روح المعانی ج ۱ ص ۱۵۰ سورۃ البقرۃ۔



آداب اہتزاز کہ علم ظاہر اور اشفاہ نمایندہ و عین رعایت آداب است از علم ظاہر باطنی  
زیارہ است از رعایت آداب استاذ حجام رحمانک۔ (مبتداء و معاد ص ۱۱۶)

**خواب میں خلاف شریعت حکم دیکھنا** | سوال :- اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے خلاف شریعت

کام کا حکم فرما رہے ہیں تو اس پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- صورت مذکورہ میں اگر ارشاد مبارک شریعت کے صریح مخالف ہو تو  
اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور اگر شریعت کے مخالف نہ ہو تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

لما قال مجدد دالف ثانی، ازہی قبیل است کہ بعضی در منامات حضرت پیغمبر علیہ السلام

راہی بیندو بعضی احکام را اخذ می کنند کہ فی الحقیقتہ خلاف ان احکام متحقق است دریں صورت

القاء شیطانی متصور نیست کہ مختار علماء عدم تمثیل شیطانی است بصورت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام

بہر صورتیکہ باشد پس دریں صورت نیست الا تصرف متخیلہ کہ غیر واقع و نا پندہ است۔

مکتوبات امام ربانی جلد ۱ ص ۲۱۵ مکتوب ۱۰۷

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں قربانی کرنے کا حکم دینا** | سوال :- ایک عورت غریب  
ہے لیکن ذاکرہ اور شاغلہ ہے،

اس کا کہنا ہے کہ مجھے مراقبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوتی ہے، آپ نے مجھے

مراقبہ میں قربانی کا حکم فرمایا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عورت پر اب قربانی واجب

ہے یا نہیں؟

الجواب :- خواب اور مراقبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ممکن ہے اور جو

حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں اگر وہ خلاف شریعت حکم ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائے

گا اور موافق شریعت ہو تو اس پر عمل کرنا مناسب ہے کیونکہ یہ کشف کے مترادف ہے۔

لہذا اگر یہ عورت اختیاری طور پر قربانی کرے تو اچھی بات ہے ورنہ اس پر قربانی واجب

لہ قال العلامة ملا علی القاری رحمہ اللہ، ولذا لم یعتبر احد من الفقہاء جواز

العمل فی الفروع الفقہیۃ بما ینظر للصوفیۃ من الامور الکشفیۃ اذ حالات

النامیۃ۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۳۵۸ کتاب الفتن)

نہیں ہے۔

كما قال ملا علی قاری: ولذا لم يعتبر احد من الفقهاء جواز العمل في الفروع الفقيه بما يظهر للصوفية من الامور الكشفية او من حالات المتامية۔  
(مرقاۃ ج ۹ ص ۳۵۸) کتاب الفتن

**کشف پر عمل کرنے کا حکم** | سوال :- کشف کی کتنی قسمیں ہیں، نیز کشف پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- کشف کی دو قسمیں ہیں: (۱) مخالف الشریعہ (۲) اور موافق الشریعہ۔ پس موافق الشریعہ کشف پر تو صاحب کشف عمل کر سکتا ہے اور مخالف الشریعہ کشف مردود ہے اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا تاہم کسی غیر صاحب کشف کے لیے کشف دلیل نہیں بن سکتا۔

كما قال ملا علی قاری: ولذا لم يعتبر احد من الفقهاء جواز العمل في الفروع الفقيه بما يظهر للصوفية من الامور الكشفية او من حالات المتامية۔  
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۹ ص ۳۵۸) کتاب الفتن

**تصویر شیخ کا حکم** | سوال :- سلسلہ تصوف میں پہلا سبق تصویری شیخ کا ہوتا ہے جبکہ بظاہر یہ خلاف شریعت معلوم ہوتا ہے، تو کیا تصویری شیخ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- سلسلہ تصوف میں تصویری شیخ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اسے بطور علاج و دوا کے اختیار کیا جائے نہ کہ بطور ثواب کے، اس لیے کہ اس سے ذاکر کھے فکر مجتمع ہو جاتی ہے اور تصویری شیخ کے نتیجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت لے قال مجد دالف ثانی: الہام مثبت حل و حرمت نہ بود و کشف ارباب باطن اثبات فرض و سنت نماید۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۵۶، ۱۵۵ مکتوب ۵۵)

لے قال مجد دالف ثانی: الہام مثبت حل و حرمت نہ بود و کشف ارباب باطن اثبات فرض و سنت نماید ارباب ولایت خاصہ یا عامہ در تقلید مجتہد ان برابر اند کشف و الہامات ایشان را مزیت نمی بخشند۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۵۶، ۱۵۵ مکتوب ۵۵)

دل میں بیٹھ جاتی ہے جو تعلق مع اللہ کے بنیادی عوامل میں سے ہے۔

لما قال شاه ولي الله، قالوا والركن الاعظم ربطه القلب بالشيخ على وصف المحبة والتعظيم وملاحقه صورته۔ (شفاء العليل ترجمہ القول الجمیل ص ۸۔ پانچویں فصل ۱۷)

**اولیاء اللہ کا اپنے مریدوں کی امداد کرنا** | سوال: بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام اپنے مریدوں کی شکل وقت میں امداد کرتے ہیں

اور عالم میں تصرف کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟  
الجواب:- اگر ان لوگوں کا تصرف شیخ سے مراد صوفیاء کرام کا اصطلاحی تصرف ہے تو یہ درست ہے کیونکہ اس قسم کا تصرف اصل میں غائبانہ دعا ہوتی ہے اور اگر تصرف سے مراد تسلط غیبی ہے تو اس کے لیے علم غیب کلی کی ضرورت ہوگی اور یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

قال العلامة ابن نجيم المصرى: لو تزوج بشفادة الله ورسوله لا يعتقد ويكفر للاعتقاد ان النبي يعلم الغيب۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۸ کتاب النکاح ۱۷)

**شیخ کا مریدین کو بعض حلال چیزوں کے استعمال سے منع کرنا** | سوال: جناب مفتی صاحب! بعض شیوخ

(پیر) اپنے مریدین کو بعض ایسی چیزوں کے استعمال سے منع کرتے ہیں جو کہ شرعاً حلال ہوتی ہیں، تو کیا ان حضرات کا یہ عمل درست ہے؟ اور مریدین کے لیے ایسے حکم کی تعمیل ضروری ہے یا نہیں؟  
الجواب:- شیخ اپنے مرید کی اصلاح نفس کے لیے اس کے مزاج کے موافق جو چاہے تربیت کا حکم دیتا ہے مگر یہ حکم عللاً ہو تو ہے شرعاً نہیں اس لیے بلا اعتقاد حرام کے حلال

لما قال العلامة الشكاربوري: واذا غاب الشيخ عنه يخيل صورته في خياله بوصف المحبة والتعظيم فانه يفيد فائدة صحيحة۔ (قطب الارشاد ص ۵۵ الشغل العاشر)

ومثله في الكتاب البهجة السنية في آداب الطريقة العاية التقشيدية ص ۲۲  
لما قال العلامة قاضي خان: رجل تزوج امرأة بغير شهوة فقال الرجل والمرأة خذا سرا وپیغامبر مرا گواہ کر دیم قالوا يكون كفرالانہ اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ باب ما یكون کفر من المسلم)

حلال چیزیں مریدین کیلئے استعمال نہ کرنا درست ہے اس حکم کی تعمیل میں کوئی گناہ نہیں بلکہ مرید کے لیے اپنے شیخ کے اس حکم کی بطور علاج تعمیل کرنا ضروری ہے، جیسے طبیب حاذق بعض اوقات مریض کی حالت دیکھ کر کسی حلال چیز کا کھانا اس پر بند کر دیتا ہے جس کے کھانے کو اس کی طبیعت زیادہ متمنی ہوتی ہے، یہی حالت کسی شیخ کے ایسے حکم کی ہوتی ہے۔

**سوال :-** ایک مسئلہ قابل پرس ہے وہ یہ کہ ذکر میں حلاوت حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے، مجھے ذکر کی حلاوت کیسے حاصل

ہو سکتی ہے؟

**الجواب :-** ذکر اللہ میں حلاوت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ فضیلت ذکر میں وارد آیات و احادیث کو سامنے مستحضر رکھ کر ذکر کیا جائے تو ان شاء اللہ حلاوت حاصل ہوگی۔

**سوال :-** حضرت مفتی صاحب! ترقی نہ ہونے کی صورت میں شیخ کی تبدیلی کا مسئلہ

بندہ ایک پیر صاحب سے بیعت ہے، کئی سال ہو چکے ہیں لیکن کوئی ترقی نہیں ہوئی، فیض نہیں پہنچتا، باوجود اس کے کہ میں اپنے شیخ سے از حد محبت کرتا ہوں اور ان کے ساتھ عقیدت بھی بہت ہے، ان کی ہدایات پر عمل بھی کرتا ہوں۔ تو کیا میں روحانی ترقی اور فیض شیخ کے لیے اپنے شیخ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شیخ سے بیعت کر سکتا ہوں یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر واقعی آپ کو اپنے شیخ سے عقیدت اور کمال محبت ہے اور ان کی ہدایات پر عمل کرنے کے باوجود آپ کو روحانی ترقی اور فیض نصیب نہیں ہوا تو مناسب یہ ہے کہ شیخ خود آپ کو کسی دوسرے اللہ والے سے بیعت کا مشورہ دے ورنہ بصورت دیگر آپ خود بھی ان کو چھوڑ کر کسی بقع شریعت شیخ سے بیعت ہو سکتے ہیں شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة اشرف علی التھانویؒ، دوسرے شیخ سے رجوع اُس وقت کرے جب ایک معتد بہ مدت کے بعد بھی اپنے اندر اصلاح محسوس نہ کرے اور اصلاح کے یہ معنی ہیں کہ دوائی معاصی کے مضمحل ہو جائے، لیکن شرط یہ ہے کہ شیخ اول کی مجوزہ تدابیر پر پوری طرح عمل کر چکا ہو اور پھر بھی کامیابی نہ ہوئی ہو ورنہ وہ تو اس طرح کا مصداق ہو جائے گا کہ نسخہ تو پیا نہیں اور حکیم صاحب کی شکایت کہ ان کے علاج سے نفع نہیں ہوا۔

رائفاس عیسیٰ ص ۲۹ حصہ اول

**مجاز ہونے کے لیے بیعت شیخ ضروری نہیں** | سوال :- اگر ایک قبیع شریعت شیخ کسی دیندار شخص کو بیعت لینے کی اجازت دے

مگر یہ شخص اس شیخ سے بیعت نہیں، تو کیا اس شیخ کا اس شخص کو اجازت بیعت دینا صحیح ہے اور وہ شخص دوسروں سے بیعت لے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ کسی شیخ کا مجاز ہونے کے لیے اس سے بیعت ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگرچہ عموماً کوئی مُرشد اس شخص کو بیعت لینے کی اجازت دیتا ہے جو خود اس سے بیعت ہو، لیکن اگر کبھی کسی دیندار اور صالح شخص کو اجازت بیعت دیدے تو یہ اجازت صحیح ہے اور یہ شخص دوسروں سے بیعت لے سکتا ہے۔

ہمارے اکابرین میں سے حضرت تھانویؒ نے حضرت عبدالرحمنؒ کا ملپوریؒ کو بغیر بیعت کے مجاز فرمایا تھا، جب آپ کو حضرت تھانویؒ کا اجازت نامہ ملا تو تھانہ بھون جا کر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں تو آپ سے بیعت بھی نہیں ہوا ہوں پھر یہ اجازت نامہ کیسے؟ تو اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا اگر اجازت کے لیے بیعت شرط ہو تو اُسیے اب بیعت کر لیتا ہوں۔ (ماخوذ از ملفوظات فقیہ الامت جلد ۲ ص ۵۳ حصہ ۱۰)

**مسجد کی فضیلت خانقاہ پر** | سوال :- ایک مسجد کے قریب ہی خانقاہ بھی آباد ہے، پیر صاحب اور ان کے مُریدین مسجد کی بجائے خانقاہ ہی

میں نماز پڑھتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بہ نسبت مسجد کے خانقاہ میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ کیا شرعاً ان کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ اور کیا واقعی مسجد کی بجائے خانقاہ میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے؟

**الجواب :-** مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت احادیث مبارکہ میں کثرت سے وارد ہے خانقاہ کے بارے میں اس قسم کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی خانقاہ مسجد کے حکم میں ہے، اگرچہ وہاں اصلاح و تزکیۂ نفس کا سلسلہ جاری رہتا ہے مگر نماز مسجد ہی میں پڑھنا افضل ہے خانقاہ میں نہیں۔ اس لیے ان حضرات کا یہ اعتقاد فاسد ہے شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة الرجل فی الجماعة تصعف علی صلواتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمساً وعشرین ضعفًا



وذلك انه اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الى المسجد لا يخرج به  
الا الصلوة لم يحفظ خطوة الا رفعت له بها درجة وخط عنه بها  
خطيئة الخ۔ مشکوة المصابيح ص ۶۸ باب المساجد، الفصل الاول

کیا کسی شیخ سے بیعت ہونا ضروری ہے؟ سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارا ایک دوست  
کسی پیر صاحب سے بیعت ہو چکا ہے اور  
وہ ہمیں بھی ہرقت اس بات کی تلقین کرتا رہتا ہے کہ آپ لوگ بھی کسی پیر سے بیعت ہو جائیں۔  
اور اسے اپنا پیر بنالیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا کسی پیر کی بیعت کرنا شریعت میں  
ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- انسان کا ایک ظاہر، موتا ہے اور ایک باطن، ظاہر کی درستگی اور اس کے  
متعلق احکام شرعیہ کی تعبیر و تشریح جاننے کے لیے جس طرح ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا  
اور ان کی راہنمائی میں اپنی عبادات کو درست کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح باطن کی اصلاح اور اس  
سے متعلق دیگر امور کی درستگی کے لیے کسی متبع شریعت شیخ یا پیر کی بیعت کرنا درست ہے اس  
میں کوئی قیاحت نہیں، لیکن یہ یاد رہے کہ یہ بیعت کوئی شرعی ضرورت نہیں بلکہ علاجاً ہے۔

لما فی امداد السلوک: پس اگر سالک عالم ہوگا تو وہ خود ہی ضروریات دین سے آگاہ  
ہوگا ورنہ ایسا شیخ ڈھونڈنا چاہیئے جو اس کو اول توحید درست کرنے والے عقائد اور فقہی  
مسائل کی تعلیم کرے اور اس کے بعد مجاہدہ اور زہد و تقویٰ کا راستہ دکھائے۔ مثل مشہور ہے  
کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ سو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جس کا کوئی راہنما  
نہ ہو یعنی نہ ذاتی علم رکھتا ہو کہ خود راستہ دیکھ سکے اور نہ مرشدِ کامل کی صحبت نصیب ہو کہ وہ  
راہِ حق دکھا دے تو ایسے شخص کو شیطان گمراہ بنا دیتا ہے۔ راجد السلوک ص ۵۶ شیخ کی ضرورت م

کسی نیک آدمی سے دعا کی درخواست کرنا سوال :- اکثر یہ دیکھنے میں آتا رہتا ہے  
کہ بزرگان دین جب ایک دوسرے سے  
ملاقات کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا یا یہ کہ ہمارے حق

لے لما قال العلامة ابن عابدین: وان صلی فی مسجد حیہ منقرضاً فحسن۔ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم  
لا صلوة لجا المسجد الا فی المسجد۔ رد المحتار ج ۱ ص ۵۵۵ باب الامامة م

میں دعا فرمائیں، تو کیا شرعاً دوسروں سے دعاء کی التجاء (درخواست) کرنا درست ہے یا نہیں؟  
**الجواب:-** اپنے لیے خود دعا کرنا یا دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا شرعاً درست ہے، خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے دعا کے لیے فرمایا کرتے تھے۔ اس میں شرعاً کوئی اشکال و قباحت نہیں اور نہ یہ اصول اسلام کے منافی ہے۔

لما قال شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد المدنیؒ، بہر حال جس قدر مہمانوں اور بالخصوص مسلمانوں کی اصلاح اور ہدایت میں بلا طمع کوشاں رہیں، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، واقفینِ پرسانِ حال سے سلام مسنون عرض کریں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲، مکتوب ۶۶)

**سوال:-** بعض لوگ پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا معین الدین اجمیریؒ کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں، تو کیا کسی پیر یا بزرگ کے نام کا وظیفہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** ورد اور وظیفہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ کافی ہیں، کسی پیر فقیر کے نام کو بطور وظیفہ لینا اور اس کو وظیفہ بنانا شرعاً جائز نہیں، اس لیے صورتِ مسئلہ کے مطابق الیہ وظائف سے اجتناب ضروری ہے۔

لما قال العلامة مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، وظیفہ کے طور پر پیر صاحب کا نام لینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۹۱ باب السلوک)

**سوال:-** جناب مفتی صاحب! آج کل میرے ساتھ ایک عجیب معاملہ ہو رہا ہے وہ یہ کہ پہلے میں صوم و صلوة کا بہت پابند تھا، ہر نماز مسجد میں باجماعت پڑھتا تھا، مگر اب ہفتہ دو ہفتہ سے اچانک نماز میں رغبت کم ہونا شروع ہو گئی ہے، جماعت کے ساتھ تو بہت کم نمازیں نصیب ہوتی ہیں، تو اس کیفیت کا کیا سبب اور علاج ہو سکتا ہے؟

**الجواب:-** اس قسم کا ایک سوال حضرت گنگوہیؒ کے سلسلے میں پیش کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ: "اعمال میں رغبت کی کمی کے تین اسباب ہیں (۱) نا جنس کی صحبت (۲) ناموافق غذا، (۳) معصیت کا صدور۔ اس لیے آپ بھی اپنے اوپر نگاہ ڈالیں کہ ان تینوں میں سے کونسا سبب آپ میں پایا جاتا ہے اس کو ترک کر دیں انشاء اللہ اعمال میں رغبت پیدا ہو جائے گی۔"

**تصویر فنا فی الشیخ کی شرعی حیثیت** | سوال :- اہل تصوف کے ہاں ایک مسئلہ قاعدہ ہے کہ کوئی سالک اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا

جب تک کہ اس کو فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل نہ ہو، تو گویا تصوف میں فنا فی الشیخ کو ترقی کا بنیادی درجہ حاصل ہے اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

**الجواب :-** متصوفین کا یہ مسئلہ قاعدہ کہ فنا فی الشیخ کو ترقی درجات کے لیے بنیادی حیثیت حاصل ہے صحیح اور درست ہے، صلیاء اُمت نے اس کو جائز کہا ہے اور فرمایا ہے کہ بدون اس کے کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔

لما قال شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، الغرض فنا فی الشیخ ہونا سلوک میں ضروری اور اقویٰ ذریعہ کامیابی ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے یہ الفاظ اور اس قسم کے دیگر جملے اسی فنائیت فی الشیخ کے مظاہر ہیں جو کہ حضرت شیخ الہندؒ کے سلوک میں کمال کو بتلاتے ہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۳ ص ۲۲ مکتوب ۸۸) لہ

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! ہمارے علاقے میں ایک پیر صاحب ہیں جو اپنے مریدین اور متعلقین

کو حکم دیتے ہیں کہ آنکھیں بند کر کے ذکر کیا کرو، تو کیا ذکر کرنے کا طریقہ شرعاً یہی ہے یا آنکھیں کھول کر ذکر کرنا درست ہے؟

**الجواب :-** ذکر الہی ہر حال میں کرنا جائز ہے چاہے آنکھیں بند کر کے کیا جائے یا کھول کر، البتہ تصوف میں شیخ کے سامنے عامی (جاہل) شخص کو آنکھیں بند کر کے ذکر کرنا چاہیئے اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے شیخ سے کوئی ایسا عمل سرزد ہوتے دیکھے جو بدظنی کا سبب بنے، اس لیے مذکورہ پیر صاحب کی بات عللاً جا درست ہے۔

**لما قال العلامة رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، سوال :-** فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول

کیا ہوتا ہے اور کہاں سے ثابت ہے اور اس کی نسبت صوفیاء کلام کیا فرماتے ہیں؟  
جواب :- یہ دونوں لفظ اصطلاح مشائخ کے ہیں اتباع کرنا اور محبت کا علیہ لوجہ اللہ تعالیٰ

ہوتا ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے، فَأَتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ - (الآیۃ)

(فتاویٰ رشیدیہ و تالیفات رشیدیہ ص ۱۹۸ کتاب السلوک)

**رضاء بالقضاء اور دعا کرنا** | سوال :- ایک اشکال کئی دنوں سے ذہن میں آ رہا ہے کہ انسان پر مصائب و آلام کا آنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور یہی اللہ کا حکم ہے تو چاہیے کہ وہ ان مصائب پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء پر رضا مندی کا اظہار کرے مگر دوسری طرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کے دفع کرنے کے لیے دعائیں شروع کر دیتا ہے۔ تو کیا یہ دعائیں رضاء بالقضاء کے منافی تو نہیں؟

**الجواب :-** انسان پر مصائب و آلام کا آنا اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی کے امر و ارادہ سے ہے انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر راضی رہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو برداشت کرنا چاہیے، چونکہ انسان بہت کمزور اور ضعیف ہے جس کی وجہ سے مصائب و آلام کے وقت اس کا فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے شریعت مقدسہ نے اس کو دفع مصیبت کے لیے دعا کی تعلیم دی ہے کہ دعا اس طرح کہے کہ اے اللہ! مصائب کا آنا بھی تیری رحمت ہے اور ان کا دور کرنا بھی تیری رحمت ہے، ہم چونکہ بہت ناتواں اور کمزور ہیں ان مصائب کو برداشت کرنے کی طاقت ہم میں نہیں اس لیے اپنے فضل و کرم سے ان مصائب کو ہم سے دور فرما۔ اس قسم کی دعائیں کرنا رضاء بالقضاء کے خلاف نہیں البتہ جن دعاؤں میں جزع و فزع اور شکوہ و شکایت ہو تو وہ رضاء بالقضاء کے منافی ہونے کی وجہ سے ممنوع ہیں۔

لما قال الشيخ مولانا اشرف علی تھانویؒ، دعا کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اے اللہ! ہم آپ کی اجازت سے وہ چیز مانگتے ہیں جو ہمارے علم میں مصلحت و خیر ہو اگر آپ کے علم میں بھی وہ خیر ہے تو عطا کر دیجئے ورنہ نہ دیجئے، ہم دونوں حال سے راضی ہیں مگر اس رضا کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شک اور تنگدل نہ ہو، دعا کرتا رہے دعا کرنا خلاف رضاء نہیں۔

(انفاس عینی حصہ اول ص ۲۳۴ رضاء بالقضاء)

**اشارۃ و کنایۃ غیبت کرنا** | سوال :- اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں دوسرے شخص کے سامنے طنز یہ انداز میں یہ کہے کہ ہاں میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں! جبکہ مخاطب اس غائب شخص کی تعریف کر رہا ہو، تو کیا ایسا جملہ کہنا غیبت کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہاء کرام نے غیبت کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی شخص کی تعریف سنکر طنزاً جواب میں یہ الفاظ کہے جائیں کہ ہاں میں اس کو اچھی طرح

جانتا ہوں کہ وہ کیسا ہے، اس لیے اس قسم کے الفاظ سے اجتناب کیا جائے، ہاں اگر ایسے کلمات طرزاً نہ ہوں تو پھر کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة المحقق: بغمزالعين والاشارة باليد وكل ما يفهم منه المقصود فهو داخل في الغيبة وهو حرام۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۶ کتاب الکراہیۃ)

**پس پشت حقائق بیان کرنا بھی غیبت ہے** | سوال :- ایک آدمی چند لوگوں کے سامنے

کسی ساتھی کی غیبت کر رہا تھا کہ حاضرین مجلس میں سے کسی نے اس کو اس امر سے منع کیا تو اس نے جواباً کہا کہ میں تو حقائق بیان کر رہا ہوں یہ غیبت نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کسی کے پس پشت اس کے متعلق واقعی اور حقیقی امور کو بیان کرنا غیبت میں داخل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ہر وہ بات جو کسی کے پس پشت بیان کی جائے اور وہ اس کو بُری لگے تو وہ غیبت میں داخل ہے اگرچہ وہ بات سچی ہی کیوں نہ ہو، اور کسی کے بارے میں اس کی عدم موجودگی میں بھوٹی بات بیان کرنا بہتان ہے جو ایک الگ کبیرہ گناہ ہے۔

لما قال العلامة المحقق: الغيبة ان تصف اخاك حال كونه غائباً بوصف يكرهه اذا سمعه۔۔۔ وعن ابی ہریرۃؓ قال قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اتدرون ما الغيبة؟ قالوا الله ورسوله اعلم، قال ذكرتك اخاك بما يكره قيل افلايت ان كان في اخي ما اقول؟ قال ان كان فيه ما تقول اغتبتہ وان لم يكن فيه فقد بهتہ۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۶ کتاب الکراہیۃ ص ۱۵)

**ربط قلب بالشیخ کی وضاحت** | سوال :- جناب مفتی صاحب! اہل تصوف کے

ہاں ”ربط قلب بالشیخ“ کی اصطلاح مستعمل ہے، اس کا معنی اور مطلب کیا ہے؟ مہربانی فرما کر اس اصطلاح کی وضاحت فرمائیں تاکہ دل

لہ عن ابی ہریرۃؓ رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ما الغيبة قال ذكرتك اخاك بما يكره قال رأيت ان كافيه ما اقول قال ان كان فيه ما تقول فقد اغتبتہ وان لم يكن فيه ما تقول فقد بهتہ۔ (الجامع الترمذی ج ۲ ص ۱۵۱ باب ما جاء في الغيبة) ومثله في العرف الشدي على الترمذی ج ۲ ص ۱۵۱ باب ما جاء في الغيبة۔



کو تسلی ہو سکے؟

**الجواب :-** متصوفین کے ہاں ربط قلب بالشیخ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کو شیخ کی طرف اس طرح متوجہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو فیضانِ رحمت شیخ (مرشد حقانی) کے قلب پر پہنچ رہا ہے وہ اس کی طرف بھی متوجہ ہو یعنی شیخ کی وجہ سے میرے دل پر بھی یہ فیضان نازل ہو جائے۔

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! ہم اکثر یہ سنتے رہتے ہیں **قلندر اور مجذوب کا مطلب** کہ اولیاء اللہ میں سے فلاں قلندر ہے، فلاں مجذوب ہے اور فلاں فلاں قلندروں کی جماعت ہے، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں اصطلاحات کا کیا مطلب ہے؟

**الجواب :-** سو فیاد کی اصطلاح میں وہ جماعت قلندر کہلاتی ہے جن کے اعمالِ قلبیہ یعنی ظاہری اعمال تو کم ہوتے ہیں مگر اعمالِ قلبیہ ان کے بہت زیادہ ہوتے ہیں اور اعمالِ قلبیہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھا جائے، قلب کی نگہداشت کی جائے کہ وہ غیر حق کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے بلکہ اکثر اوقات قلب کو ذکر و شغل میں محفوظ رکھا جائے، نیز قلب میں کسی مسلمان کی طرف سے ظل و حقد رکینہ و حسد نہ ہو سب کے ساتھ خیر خواہی ہو، نیز حقوقِ وقت ادا کئے جائیں کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ جاوے نیز غمی و خوشی کے حقوق ادا کیے جائیں، نعمت ملنے پر شکر ادا ہوتا رہے، حزن و غم میں دل خدا تعالیٰ سے راضی رہے، اس کے علاوہ اور بہت سے اعمالِ قلبیہ ہیں۔ (شریعت و طریقت ص ۳۲۲)

قصہ مختصر قلندر وہ شخص ہوتا ہے جو ظاہری اعمال کی بجائے اعمالِ قلبیہ پر زیادہ توجہ دے۔

اور مجذوب وہ ہوتا ہے کہ جس کی عقل کسی واردِ غیبی کے غلبہ سے زائل ہو جائے مگر کبھی کبھی احوال و واردات کے غلبہ سے اخلاط میں بھی تغیر ہو جاتا ہے اس لیے علت سے تو اس کی پہچان مشکل ہے (البتہ) مجذوب کے پاس بیٹھ کر قلب کو آخرت کی طرف کشش ہوتی ہے، علامت (اس کی) یہ ہے کہ اس زمانہ کے اہل بصیرت اس شخص پر نکتیر نہ کرتے ہوں۔ (شریعت و طریقت ص ۳۲۳)

## الصوفی لامذہب لہ کی وضاحت | سوال بہ جناب مفتی صاحب | الصوفی

تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صوفی غیر متقلد اور لامذہب ہوتا ہے، حالانکہ بہت سارے صوفیاء کرام شافعی مسلک ہوتے ہیں اور بہت سارے حنبلی، مالکی اور حنفی ہوتے ہیں؟

الجواب: حکیم الامت حضرت تھانویؒ "انفاس عیسیٰ" میں مذکورہ مقولہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "الصوفی لامذہب لہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفی لامذہب ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ محتاط ہوتا ہے اور ہر مسئلہ میں احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے، ورع و تقویٰ اسی کا نام ہے۔ ہمارے فقہاء کرام نے بھی اس کی تصریح کی ہے رعایۃ الخلاف والمخرج منہ اولیٰ مالم ین تکب مکروہ مذہبہ کہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو" (انفاس عیسیٰ ص ۲۸۳ ارشادات)

## سیر الی اللہ وسیر فی اللہ کا مطلب | سوال بہ جناب مفتی صاحب | دارالعلوم حقانیہ اہلندہ کو تصوف سے

متعلق ایک مسئلہ درپیش ہے وہ یہ کہ سیر الی اللہ وسیر فی اللہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا مہربانی فرما کر تصوف کی ان دونوں اصطلاحات کی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب: صورت مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:- "تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں، ایک سیر الی اللہ یہ تو محدود ہے، ایک سیر فی اللہ یہ غیر محدود ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ نفس کے امراض کا علاج شروع کیا یہاں تک کہ امراض سے شفاء ہو گئی اور ذکر و شغل سے تعمیر شروع کی یہاں تک کہ وہ انوار ذکر سے معمور ہو گیا، یعنی تخلیہ و تحلیہ کے قواعد جان گئے، موانع مرتفع کر دیئے، معالجہ امراض سے واقف ہو گئے، نفس کی اصلاح ہو گئی، اخلاقِ رذیلہ زائل ہو گئے، اخلاقِ جمیدہ اور انوار ذکر سے قلب آراستہ ہو گیا، اعمالِ صالحہ کی رغبت طبعیت بن گئی، اعمال و عبادت میں سہولت ہو گئی، نسبت و تعلق مع اللہ حاصل ہو گیا تو سیر الی اللہ ہو گئی۔ اس کے بعد سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات و ذات کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگا، تعلق سابق میں ترقی ہوئی، اسرار و حالات کا ورود ہونے لگے، یہ غیر محدود ہے" (اور یہ سیر فی اللہ ہے)

(شریعت و طریقت ص ۳۶)

## استغفارنا محتاج الی استغفار کثیری کا مطلب | سوال :- جناب مفتی صاحب اعظمی دہلی

کے موقع پر ایک واعظ صاحب سے کسی بزرگ کا ایک مقولہ سننے میں آیا کہ ہمارا استغفار بہت سارے استغفار کا محتاج ہے۔ مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، آپ مہربانی فرما کر مجھے اس مقولہ کا مطلب سمجھادیں؟

الجواب :- یہ مقولہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ استغفارنا محتاج الی استغفار کثیر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو استغفار کرتے ہیں صرف رسم پوری کرنے کے لیے استغفار کے الفاظ استعمال کرتے ہیں دل سے اس گناہ کو چھوڑنے کا کوئی ارادہ یا قصد نہیں ہوتا بلکہ اندر ہی اندر اس گناہ کو بار بار کرنے کا قصد ہوتا ہے اور یہ استغفار کی صورت ہے جو خود ایک عظیم گناہ ہے۔ تو اس قسم کے استغفار کے بارے میں ہی آپ نے فرمایا کہ استغفارنا محتاج الی استغفار کثیر استغفار کا محتاج ہے۔

سوال :- دل میں روشنی اور نور کیسے پیدا ہو سکتا ہے | دل کو روشن کرنے کا طریقہ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

الجواب :- عبادات کرنے اور محرمات و معاصی سے دور رہنے سے دل میں نور ایمانی پیدا ہوتا ہے اور منہیات کے کرنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، لہذا دل کو نور ایمانی سے روشن کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ عبادت الہی کی طرف زیادہ توجہ دیں اور منکرات سے اپنے آپ کو بچائیں انشاء اللہ دل روشن ہو جائے گا۔

سوال :- جناب مفتی صاحب مجھے | ریاکاری کے خوف سے نوافل وغیرہ کو ترک کرنا

نوافل پڑھنے اور ذکر اذکار کا بہت شوق ہے مگر اس لیے ترک کر دیتا ہوں کہ کہیں لوگ یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ بہت بڑا عبادت گزار ہے اور میرے اندر کہیں ریاکاری نہ پیدا ہو جائے۔ تو کیا میرا اس طرح کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- عبادات میں ریاکاری اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے ایک مسلمان کو حتی المقدور اس سے بچنا چاہیئے، مگر ریاکاری کے خوف سے نیک عمل کو ترک کرنا بھی کوئی عقلمندی کا کام

نہیں اس لیے جو نیک عمل (نفل و ذکر و ذکر) آپ صرف اس وجہ سے ترک کرتے ہیں کہ کہیں اس میں ریاکاری نہ پیدا ہو جائے بالکل نامناسب اور خلاف شرع عمل ہے، آپ کو جب بھی عبادت کا شوق پیدا ہو فوراً نوافل اور اذکار میں مشغول ہو جانا چاہیئے۔

سوال :- ایک صاحب سے میرے تعلقات  
صرف سلام کر دینے سے بلا عذر شرعی کسی  
سے بات چیت نہ کرنے پر وارد و عید ختم ہو جاتی ہے  
اس حد تک کشیدہ ہیں کہ میں اس کے ساتھ  
کلام بھی نہیں کرنا چاہتا مگر حدیث شریف

میں وارد و عید سے بھی ڈرتا ہوں، مجھے کوئی ایسی تدبیر بتائیں کہ میری اس کے ساتھ زیادہ  
گفت و شنید بھی نہ ہو اور اس وعید سے بھی بچ جاؤں؟

الجواب :- کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بلا عذر شرعی باتیں نہ کرنا جائز نہیں  
لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر کے طویل وقت تک  
گپ شپ لگائیں اور اس کے ساتھ آنا جانا، اٹھنا بیٹھنا ہو بلکہ صرف سلام کرنے پر کلام کا  
اطلاق ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر آپ اُس شخص کے ساتھ کسی شرعی عذر کی بناء پر بات چیت کرنا  
نہیں چاہتے تو نہ کریں صرف سلام کرنا ہی کافی ہے اس سے بھی آپ کا ذمہ فارغ ہو جائے  
گا، طویل وقت تک گپ شپ لگانا اور گفت و شنید کرنا ضروری نہیں۔

سوال :- جناب مفتی صاحب! آج کل خانقاہی نظام  
خلاف اور سجادہ نشینی کی شرعی حیثیت  
میں ایک عام دستور ہے کہ جب کوئی پیر عمر رسیدہ  
ہو جاتا ہے تو وہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر کے اپنے مریدین اور احباب و اقارب کی موجودگی میں  
اس کی دستار بندی کرتا ہے اور اس سلسلے میں بڑی دھوم دھام سے ایک تقریب منعقد کی  
جاتی ہے۔ تو کیا اسلام میں کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی اہل شخص کو اپنا جانشین مقرر کرنا اور اس کو خلافت سے نوازنا کوئی خلاف  
شرع عمل نہیں، اسلامی تعلیمات میں اس کی گنجائش موجود ہے۔ ایک روایت کے مطابق جیسے امام بخاریؒ اور  
امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنی خلافت اور  
جانشینی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس کو جانشین یا  
خلیفہ مقرر کرنا مقصود ہو اس میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہوں جن کا ایک قبیح سنت مصلح یا پیر و مرشد  
میں پایا جانا ضروری ہے جس میں اہلیت نہ ہو اسلام نے اس کو خلافت دینے اور جانشین بنانے

کی اجازت نہیں دی ہے، آجکل اکثر نااہل لوگوں کو خلافت سے نوازا جاتا ہے جو کہ بے دینی اور فساد کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

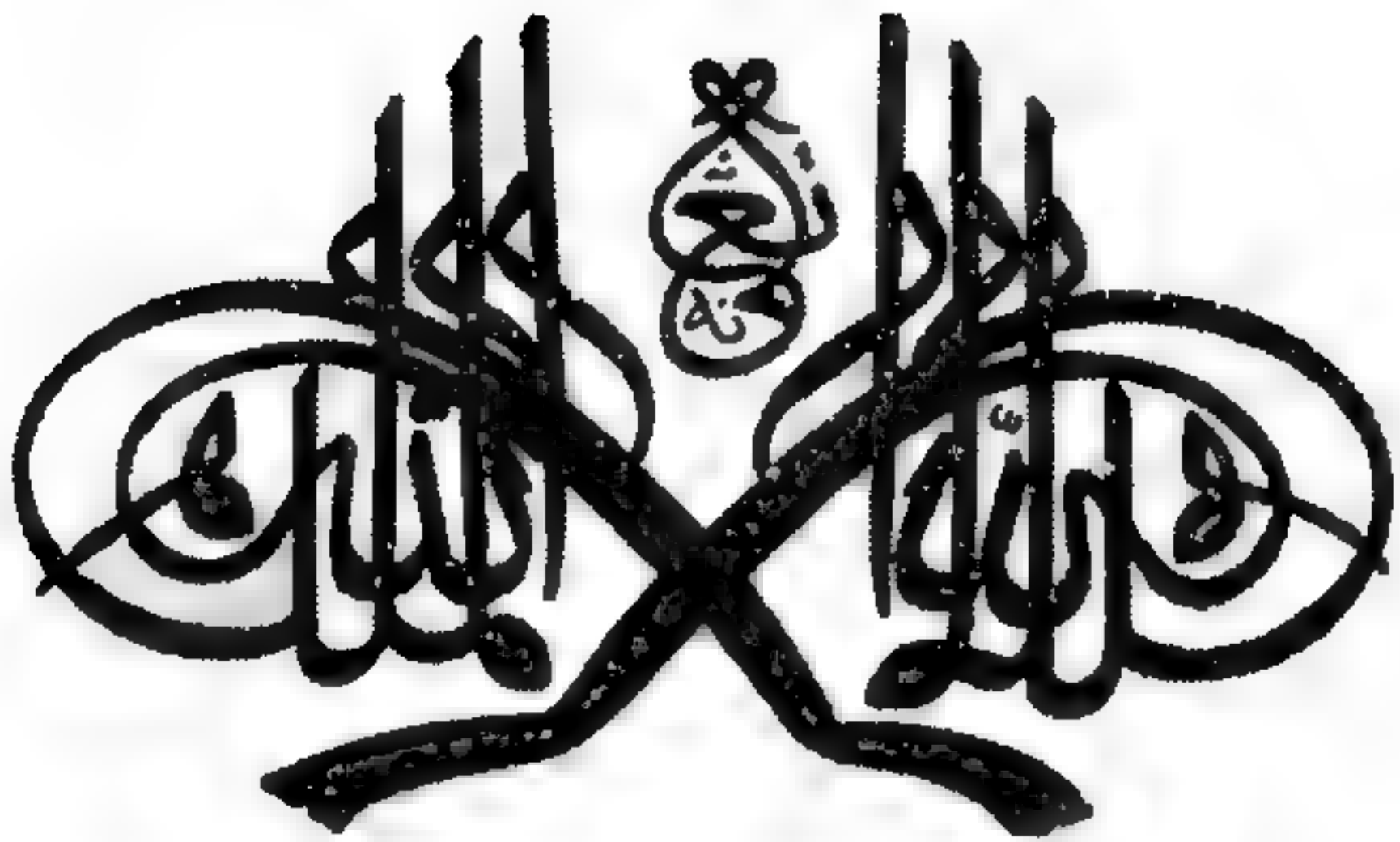
لما قال العلامة اشرف علی التھانویؒ: اکثر مشائخ کی عادت ہے کہ وہ ابقاء فیض اور ابرار سلسلہ کیلئے اپنے اتباع میں سے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کر دیتے ہیں، ایک کو یا متعدد کو، کبھی حیات میں اور کبھی بقیہ اپنی وفات کے، مگر مقصود ان سب سے ضرورتوں کا مشترک متحد ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ شخص اہل ہو، حدیث شریف سے اس کی اصل ثابت ہوتی ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی امر میں گفتگو کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ پھر آنا، اس نے عرض کیا کہ اگر اس وقت آپ کو نہ پاؤں تو؟ مراد اس کی یہ تھی کہ اگر آپ کی وفات ہو جائے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھ کو نہ پائے تو ابو بکرؓ کے پاس چلی جانا۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور اب جو خلافت و سجادہ نشینی کا طریق متعارف ہو گیا ہے کہ کبھی شیخ کی حیات میں اور کبھی بعد وفات سلسلہ کے لوگ جمع ہو کر شیخ کے اقارب یا اقدام میں سے جس کو زیادہ اختصاص دیکھا، گو وہ اختصاص دنیوی ہی ہو اور گو اس میں اہلیت نہ ہو دستار بندی کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل طریقہ کافساد اور طالبین کی راہزنی اور عوام کی اضاعت دینا و دین ہے۔ امام مالکؒ نے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس عہدہ (خلافت) کو ایسے شخص کے حوالہ نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو، البتہ ایسے شخص کے لیے تجویز کرتا ہوں جس کی رغبت اہل اسلام کی توقیر کی طرف ہو، سو یہ لوگ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس حدیث سے نااہل کو خلیفہ بنانے کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔

در شریعت و طریقت ص ۲۳ باب پنجم متفرقات









# کتاب التیاسة

## (سیاست کے احکام و مسائل)

**سیاست کی حقیقت اور اس کا حکم** | سوال :- سیاست کسے کہتے ہیں؟ شرعاً سیاست میں حقہ لینا کیا حکم رکھتا ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی سیاست میں حقہ لیا تھا یا نہیں؟

**الجواب :-** سیاست کا معنی اور مفہوم لغت کی کتابوں سے یوں معلوم ہوتا ہے :-  
 ”پاس داشتن ملک و حکم راندن بر رعیت“ (شمس اللغات ص ۳۶۶)

”السیاسة“ القيام على الشيء بما يصلحه - والسياسة فعل السائل يقال هو يسوس الدواب اذا قام عليها وراضها - والواو ييسوس رعيتہ - (لسان العرب ج ۶ ص ۴۲۹، ۴۳۰)

ان تعریفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیاست ایک ایسا فن ہے جس کے ذریعہ ملک اور قوم کی بہتری کے بارے میں سوچا جاتا ہے، اگرچہ موجودہ دور کے نام نہاد جمہوریت پسندوں کی دوغلی پالیسی اور دجل و تبلیس نے سیاست کا میدان ایسا بدنام کر رکھا ہے کہ جس کی وجہ سے کسی شریف اور باعزت شخص کے لیے اس میں قدم رکھنا موجب ملامت سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود شرعی نقطہ نظر سے اسلامی سیاست کا منشاء یہ ہے کہ ملک اور قوم کو ایسا منظم نظام ہوا ہو کہ جس پر چلنے سے انسان کامیابی سے ہمکنار ہو جائے اور اسی مقصد کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے متعدد انبیاء کرام بھیجے کہ وہ انسانوں کو ایسی تعلیمات دیں کہ جن پر عمل کر کے انسان دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

دین و مذہب انسان کے عقائد سے لے کر سیاسیات کے میدان تک اصلاح کا تقاضا کرتا ہے سیاست چونکہ دنیوی نظامِ حیات سے متعلق ہے اس لیے یہ شریعت کا مستقل موضوع ہے۔ شارح قانون اسلام علامہ ابوالحسن الماوردی فرماتے ہیں: ”الامامة موضوعة لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا“ (الاحکام السلطانية ص ۲۲ الباب الاول في عقد الامامة ص ۱۷)

”السیاسة“ استصلاح الخلق بأرشادهم الى ما فيه مصلحتهم - النهج المتبع في تدبير مرفق من مرافق الحياة العامة - تدبير المعاش مع العموم على طريق العدل - (لاروس ص ۶۱۷)

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کی تعلیمات میں سیاست ایک مستقل شعبہ رہا ہے، حدیث میں ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ہلک نبی  
 خلفہ نبی و انہ لابی بعدی و ستکون خلفاء فتکثرون قالوا فما تا مرنہ یا رسول اللہ  
 قال فورا ببيعة الاول فلا قول واعطوہم حقہم فان اللہ سائلہم عما استرعاہم۔  
 وقال الامام النووی فی شرح المسلم تحت ہذا الحدیث: "قوله صلی اللہ علیہ وسلم  
 کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی" ای یتولون امورہم  
 کما یفعل الامراء والولاة بالرعية۔ والیاسة القیام علی الشئ بما یصلحہ۔  
 (النووی شرح المسلم ج ۲ کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلیفة)

سیاست ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ انسان منصب خلافت پر فائز ہوتا ہے اور یہ  
 عمل خود سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔  
 منہ جزیل آیت کریمہ "وَجَعَلْنٰی مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا" (سورۃ الاسراء آیت ۸۰) کی تفسیر  
 میں مفسرین حضرات یوں فرماتے ہیں :-

قال الامام طبری: واجد فی ملکنا نصرًا یتصرف علی من ناوانی وعدنا اقیمہم  
 دینک وادفع بہ عنہ من ارادہ بسویر۔ (جامع البیان ج ۹ سورۃ بنی اسرائیل)  
 وقال الامام شہاب الدین الالبغدادی: "وَجَعَلْنٰی مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا  
 نَّصِيْرًا" بنی اسرائیل وعلم نبی اللہ انہ لا طاقة لہ بهذا الامر الا بسلطان فسأل  
 سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا بکتاب اللہ تعالیٰ وحدودہ وفرائضہ فان السلطان عذرة من اللہ  
 عذ وجل جعلہا بین اظہر عبادة لولا ذلک لا غار بعضهم علی بعض واکل شدیدہم  
 ضعیفہم۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲۲ سورۃ بنی اسرائیل) لہ

سوال :- موجودہ دور کی سیاست میں حصہ لینا اور اس کے  
 مزید سیاست میں الجھنا  
 لیے جدوجہد کرنا شرعاً کیسا ہے ؟

لہ وقال الامام بیضاوی: وذلک کل نبی استخلفہم فی عمارة الارض وسیاسة الناس وتکمیل  
 نفوسہم وتنفيذ امرہ فیہم۔ (تفسیر بیضاوی شرح ص ۶۲، ۶۳ سورۃ بنی اسرائیل)  
 ومثله فی تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۳ بنی اسرائیل وفی تفسیر مظہری ج ۵ ص ۸۲ سورۃ بنی اسرائیل۔

الجواب: موجودہ دور میں لوگ سیاست میں مختلف مقاصد کے حصول کے لیے حصہ لیتے ہیں، بعض لوگ تو اپنی سیاسی دوکان چمکانے کے لیے متحرک نظر آتے ہیں جبکہ بعض لوگ غیر شرعی نظام ہائے زندگی مثلاً سوشلزم، نیشنل ازم، کیپیٹلزم وغیرہ کے لیے محنت کرتے ہیں اور بعض لوگ علاقائی یا قومی تعصبات کی سیاست میں ہی اپنی بقاء سمجھتے ہیں، ان مقاصد کے حصول کے لیے سیاست میں حصہ لینا اور ان کے لیے جدوجہد کرنا یقیناً سعی لا حاصل کے مترادف ہے جبکہ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے کوشش کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، اس لیے اگر ایک شخص ایسے بے دینی نظام کی ترویج و اشاعت کے مقابلہ میں اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو یقیناً یہ مستحسن اقدام ہے بلکہ بے دینی کی یلغار کے مقابلہ کے لیے اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق اس میدان میں حصہ لینا علماء کرام کے فرائض منصبی کا حصہ ہو کر عظیم جہاد ہے۔

لما قال عليه الصلوة والسلام: عن ابي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان من اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر۔

(ترمذی ج ۲ ص ۲۸۰ ابواب الفتن) لہ

البتہ جہاں کہیں علماء کرام بجائے کسی اصلاحی پہلو کے خود کسی غیر شرعی سیاست کا شکار ہو کر اپنے دینی شخص کو کھو بیٹھیں تو ایسی حالت میں اپنے دینی شخص کا تحفظ کرنا علماء کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

لما قال الله تبارك وتعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصْرِحْ كُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا هَدَىٰ يَتَّبِعْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (المائدة آیت ۵۱)

لہ وقال العلامة ملا علی قاری رحمہ اللہ، تحت هذا الحديث: افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر؛ وقل المظهر وانما كان افضل لان ظلم السلطان يسرى في جميع من تحت سياسته وهو جرح عقير فاذا نهاه عن الظلم فقد اوصل النفع الى خلق كثير بخلاف قتل كافر۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثاني) ومثله في ابي داود ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الملاحم۔ ب۔ الامر والنهي۔



**امارت شرعی کے قیام کا حکم** | سوال :- پاکستان میں مختلف پارٹیاں انتخابات میں حصہ

لیتی ہیں جن میں ہر پارٹی کا نقطہ نظر الگ ہوتا ہے، اور بعض پارٹیاں تو کامیاب ہونے کے بعد نظام ہائے غیر شرعی کے نفاذ کی کوششیں کرتی ہیں جبکہ دینی جماعتیں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے انتخابات میں حصہ لیتی ہیں۔ تو اب اہل پاکستان خصوصاً مسلمانوں پر شرعی نقطہ نظر سے کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ملک میں اسلامی خلافت یا جمہوری نظام کے قیام کی حامی پارٹیوں میں سے کس پارٹی کو کامیاب کریں؟

**الجواب :-** تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ کسی ایسی پارٹی کو برسر اقتدار لائے جو عملاً نظام اسلام کو ملک میں نافذ کر سکے۔ شرعی نظام میں خلیفہ کی بڑی ذمہ داریاں یہ ہیں، احکام الہی کا عمل نفاذ کرنا، حدود اور قصاص کو جاری کرنا، جمعوں اور عیدین کی نمازوں کو قائم کرنا، ملکی سرحد کی حفاظت کرنا، آسدمی لشکروں کو منظم کرنا، ڈاکوؤں اور قطاع الطرق کا قلع قمع کرنا، عوام کے جھگڑوں اور منازعات کو حل کرنا۔ شرعی نقطہ نظر سے سب مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسی خلافت کے قیام میں تعاون کریں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

لما قال الامام سعد الدين تفتازاني: فخر الاجماع على ان نصب الامام واجب وانما الخلاف في انه يجب على الله او على الخلق بدليل سمعي او عقلي والمذهب انه يجب على الخلق سمعاً لقوله عم من مات ولم يعرف امام زمانه فقد مات ميتة جاهلية۔  
(شرح العقائد النسفی ص ۱۱۱ الخلافۃ والامارة)

وقال الامام شاه ولي الله محدث الدهلوی رحمہ اللہ: اعلم انه يجب ان يكون في جماعة المسلمين خليفة لمصالح لا تنم الا بوجوده وهي كثيرة جدایمبعها صنفان، احدهما ما يرجع الى سياسة المدينة من ذب الجنود التي تغزوهم وتقهرهم وكف الظالم عن المظلوم وفصل القضايا وغير ذلك..... و ثانيهما ما يرجع الى الملة وذلك ان تنويه دين الاسلام على سائر الاديان لا يتصور الا بان يكون في المسلمين خليفة ينكر على من خرج من الملة و امرتک ما نصت على تحريمه او ترك ما نصت على افتراضه اشد الانكار وبذل اهل سائر الاديان يأخذ منهم الجزية عن يد وهم

صاغرون - رجعة الله بالغة ج ۲ ص ۱۸۸ ابواب سياسة المدن (۱) لہ  
اسلام میں انتخاب امیر کا طریقہ کار | سوال :- اسلام میں انتخاب امیر یعنی کسی شخص  
 کو امیر اور خلیفہ مقرر کرنے کے لیے کون سا طریقہ  
 اپنایا جاتا ہے ؟

الجواب :- اسلامی سیاست میں انتخاب امیر کے لیے چار طریقے پائے جاتے ہیں،  
 (۱) بیعت اہل حل و عقد (۲) استخلاف (۳) شوری (۴) استیلاء  
 ۱۔ پہلے صحیح قسم کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے کہ چند اہل حل و  
 عقد نے جمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد عام لوگوں نے بیعت  
 کرنا شروع کی تھی۔

لما قال الامام الماوردی رحمه الله: ان بيعة ابي بكر رضي الله عنه انعقدت بحسبة  
 اجتمعوا عليها ثم تابعهم الناس فيها وهم عمر بن الخطاب وابو عبيدة بن الجراح  
 واسيد بن حضير وبشر بن سعد وسالم مولى ابي حذيفة رضي الله عنهم۔

(الاحكام السلطانية ص ۱ الباب الاول في عقد الامامة)  
 ۲۔ استخلاف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ خلیفہ وقت چند اہل حل و عقد سے مشورہ کر کے کسی  
 ایسے شخص کے بارے میں وصیت کرے کہ جس میں خلافت کی پوری شرائط پائی جاتی ہوں، جیسا کہ  
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت  
 فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

لما قال الامام شاه ولي الله محدث دہلوی، طریق دوم: استخلاف خلیفہ است مجتمع

لہ وقال الامام عمر النصفی، والمسلمون لا بد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم  
 واقامة حدودهم وسد تغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقاتهم  
 وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقطع  
 المنازعات الواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق۔

(شرح العقائد النسفی ص ۱۸ الخلافة والامارة)

وَمِثْلُهُ فِي احكام السلطانية لابن يعلى ص ۱۹ فصول في الامامة۔

شروط را یعنی خلیفہ عادل بمقتضائی تصحیح مسلمان شخصی را از میان مستجمعین شروط خلافت اختیار کند و جمع نماید مردمان را و نص کند باستخلاف وی و وصیت نماید باتباع وی۔ پس این شخص میال سائر مستجمعین خصوصیتی پیدا کند و قوم را لازم است کہ ہماں شخص را خلیفہ سازند انعقاد خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں طریق بود۔

(ازالة الخفاء ص ۳ مقصد اول)

۳: شوری: شوری کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خلیفہ وقت چند آدمیوں کی شوری مقرر کرے کہ میری خلافت کے بعد یہ حضرات آپس میں مشورہ کر کے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کریں گے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھ آدمیوں کی شوری مقرر کی تھی اور اس شوری والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔

ما قال الامام ابو الحسن الماوردی: والثانی ان عمر رضی اللہ عنہ جعل الشوری فی ستہ لیعقد لا حدہم برضاء الخلفۃ۔ (الاحکام السلطانیہ ص ۱۱۱ الاول فی عقد الامۃ) ۴: استیلاء: استیلاء کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص مذکورہ تین طریقوں کے علاوہ کسی اور طریقہ سے خلیفہ بن جائے، پھر یہ استیلاء بھی دو قسم پر ہے: (۱) ایک قسم وہ ہے کہ جو شخص طاقت اور غلبہ کے ساتھ اپنے آپ کو خلیفہ مقرر کرے اور اس میں خلیفہ کی تمام شرائط موجود ہوں تو یہ شرعاً جائز ہے۔ (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ جو شخص طاقت کے زور سے خلافت کے منصب پر فائز ہو جائے اور اس میں خلیفہ کی شرائط بھی موجود نہ ہوں تو ایسی خلافت کو نظریہ ضرورت کے تحت تسلیم کیا جائے گا، شرعاً کسی مسلمان کو اس کے خلاف قدم اٹھانا صحیح نہیں۔ تاہم جب تک ایسے خلیفہ سے ضروریات دین میں کمی نہیں آئی ہو تو مسلمان گایا پر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے ساتھ جہاد وغیرہ کے لیے جانا لازم ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ایسی خلافت کے بارے میں فرماتے ہیں:-

طریق چہارم: استیلاء ست، چوں خلیفہ بمیرد و شخصی متعدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف و ہمہ را بر خود جمع سازند بایتلاف قلوب یا بقہر و نصب قتال خلیفہ شود و انرا گمرد بر مردماں اتباع فرمان او در آں چہ موافق شرع باشد۔ و این دو نوع است: یکے آنکہ مستولی مستجمع شروط باشد و صرف منازعین کند بصلح و تدبیر از غیر اتکا محرمی و این قسم جائز است و رخصت و انعقاد خلافت معاویہ بن ابی سفیان بعد حضرت مرتضیٰ و بعد صلح امام

حسین رضی اللہ عنہم بہیں نوع بود۔

دیگر آنکہ مستجمع شروط نباشد و صرف منازعین کند بقتال و ارتکاب محرم وان جائز نیست و فاعل آل عامی ست لیکن واجب است قبول احکام او چو موافق شرع باشد و اگر عمال او اخذ زکوٰۃ کنند از ارباب اموال ساقط شود و چون قاضی او حکم نماید نافذ گردد و حکم او ہمراہ او جہاد می توان کرد۔ و این انعقاد بنا بر ضرورت ست زیرا کہ در عزل و افتائی نفوس مسلمین و ظهور حرج و مرج شدید لازم می آید و یقین معلوم نیست کہ این شدید مفقود شود بصلاح یا نہ۔ بحتمل کہ دیگری بدتر از اول غالب شود پس از تکلیف فتن کہ قبح او یقین بہ ست چرا باید کرد برای مصلحتی کہ موہوم ست و محتمل و انعقاد خلافت عبدالملک بن مروان و اول خلفائے بنی عباس بہیں نوع بود۔ و از الہ الخفاء عن خلافة الخفاء ص ۱۵۱

لہ وقال الامام شاء ولی اللہ فی طرق انعقاد الخلافة : و تنعقد الخلافة بوجوہ (۱) بیعة اہل الحل والعقد من العلماء والرؤساء و امراء الاجناد من یكون لہ رأى و نصیحة للمسلمین کما انعقدت خلافة ابی بکر رضی اللہ عنہ (۲) و بأن یوصی الخلیفہ الناس بہ کما انعقدت خلافة عمر رضی اللہ عنہ (۳) و یجعل شوی بین قوم کما کان عند انعقاد خلافة عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما (۴) و استیلاء رجل جامع للشروط علی الناس و تسلطہ علیہم کما شد الخلفاء بعد خلافة النبوۃ ثم ان استولى من لم یجمع الشروط لا ینبغی ان یبادر الی مخالفة لان خلعه لا یتصور غالباً الا بحروب و مضایقات و فیہا من المفسد اشد مما یرجع من المصلحة۔ و سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہم فقیل افلاننا بذہم ؟ قال لا ما اقاموا فیکم الصلوۃ و قال ان اتوا کفراً بواجب عندکم من اللہ فیہ برہات و بالجملة فاذا کفر الخلیفہ بانکار ضروری من ضروریات الدین حل قتالہ بل وجب والا لا۔

[حجة الله البالغة ج ۲ ص ۱۵۱ الباب لیساسة  
المدن انعقاد الخلافة بوجوه]

و مثله فی الاحکام السلطانیة لا ینبغی ص ۲۳ فصول فی الامامة۔

**عورت کی حکمرانی شرعاً ناجائز ہے** | سوال :- اسلامی نقطہ نظر سے کوئی عورت کسی ملک کی سربراہ بن سکتی ہے یا نہیں؟ اگر مروجہ جمہوری نظام میں کسی عورت کو اقتدار سونپ دیا جائے تو ایسی حالت میں شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

**الجواب :-** قرآن و حدیث کی رو سے سربراہ مملکت بننے کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ سربراہ کا مذکر ہونا اہم شرط ہے، اسلامی نظام خلافت میں یہ قطعاً گوارا نہیں کہ کسی عورت کو تمام اقتدار سونپا جائے۔

لما قال الامام سعد الدين التفتازاني: (تحت قول النسفي) "ويشروط ان يكون من اهل الولاية المطلقة الكاملة" اي مسلماً حراً ذكراً عاقلاً بالغاً والنساء ناقصات عقل ودين - (شرح العقائد النسفي ص ۱۱۱ الخلافه والامارة) وقال العلامة ابن عابدین: (تحت قول درمختار) "ويشروط كونه مسلماً حراً ذكراً" ولان النساء امرن بالقرار في البيوت فكان مبنی حالهن على السترواليه اشار النبي صلى الله عليه وسلم حيث قال كيف يفلح قوم تملكهم امراة -

(مراد المختار ج ۱ ص ۱۱۱ باب الامانة)

سربراہ بننے کے بعد اس کے فرائض منصبی کی احسن طریقہ سے ادائیگی کے لیے جن امور کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے وہ مردوں میں پیدا کئے ہیں، البتہ گھریلو اور خاندانی امور کے تکفل کی ذمہ داری عورت کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے، اس لیے عورت کو اس میدان میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے جن امور کی ضرورت تھی وہ اسے مکمل طریقہ سے دیئے گئے جبکہ مرد میں وہ صلاحیتیں مفقود ہیں۔

عورت کے لیے پردہ کی رعایت، اجانب سے بے جا اختلاط سے ممانعت اور دامن عصمت کا تحفظ ایسے امور ہیں جو میدان قیادت میں جانے سے منع کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کسی قوم کی اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ جس نے اپنی حکمرانی عورت کے سپرد کر دی۔

لما ورد في الحديث: عن ابی بكرة رضى الله عنه قال تفعنی الله بكلمة سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم ايام الجمل بعد ما كدت ان الحق باصعاب الجمل



فأقاتل معهم قال لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى قال لن يفلح قوم أولوا امرأة۔ (صحیح بخاری ج ۲ کتاب النکاح) وقال الامام بغوی: (تحت هذا الحديث) اتفقوا على أن المرأة لا تصلح أن تكون إماماً ولا قاضياً لأن الامام يحتاج إلى الخروج لأقامة أمر الجهاد والقيام بأمور المسلمين.....

ولأن المرأة ناقصة والامامة والقضاء من كمال الولايات فلا يصلح لها إلا الكامل من الرجال۔ (شرح المسئلة ج ۱ ص ۱۰ کتاب المرأة والقضاء۔ باب كراهية تولية النساء)۔  
چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ایک کا فرقہ کے بارے میں ہے اس لیے کسی بھی قوم کو اس سے مستثنیٰ کرنا جائز نہیں، خواہ مرد و جمہوریت میں یا اسلامی طریقہ خلافت میں کسی عورت کو یہ موقع دیا جائے ہر حالت میں عورت کی حکمرانی عذاب خداوندی کے مترادف ہے۔

**اولوالامر کی حقیقت** | سوال ۱۔ جمہوریت یا شہنشاہیت میں جو لوگ حاکمیت کے دعویدار ہیں کیا یہ لوگ "اولی الامر" کی حقیقت میں داخل ہیں یا نہیں؟ تاکہ ان کی تابعداری رعیت کے لیے لازم ہو کر ان کے خلاف آواز اٹھانا بغاوت کے مترادف ہو؟

**الجواب ۱۔** شریعت کی رو سے "اولی الامر" کی حقیقت خلافت علی منہج النبوة سے خاص نہیں بلکہ امر اور سلاطین بھی اگر عوام کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری نبھاتے ہوں اور کسی خاص طریقہ انتخاب سے ان کی تقرری ہوتی ہو اور جس کو عوام کی تائید بھی حاصل ہو خواہ جمہوریت میں ہو یا دوسرے نظام حکومت میں ہو تو یہ لوگ بھی "اولی الامر" میں شمار ہوں گے۔  
لما قال الامام جصاص: والصحيح عندي انهم الامراء والعلماء جميعاً اما الامراء فلان اصل الامر منهم والحكم اليهم واما العلماء فلان سؤلهم واجب متعين على الخلق وجوابهم لازم۔ (احكام القرآن ص ۱۸۹ سورة البقرة)  
تاہم جہاں کہیں امر اور سلاطین کسی خلاف شرع نظام کو مسلمانوں پر نافذ کرنے کی کوشش کریں تو ان کے خلاف آواز اٹھانا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی اور

لما قال العلامة الامام القرطبي: واجمعوا على ان المرأة لا يجوز ان تكون اماماً۔  
(الجامع لاحكام القرآن ج ۱ ص ۲۸ سورة البقرة)

اخلاق ذمہ داری ہے ۔

لما قال الامام قرطبي: في تفسيره "اول الامر" روى عن علي ابن ابي طالب رضي الله عنه انه قال حق على الامام ان يحكم بالعدل ويؤدي الامانة واذ افعل ذلك وجب على المسلمين ان يطيعوه لان الله تعالى امر باء الامانة والعدل ثم امر بطاعته ۔

(تفسير الجامع لاحكام القرآن ج ۵ ص ۲۵۹ سورة النساء)

**خلافت یا ملوکیت** | سوال، خلافت علی منہج النبوة کا دور کتنے عرصہ رہا اور اس کے بعد نظام حکومت خلافت کی بجائے ملوکیت کو منتقل ہوا، نیز خلافت

اور ملوکیت میں کیا فرق ہے، اور ملوکیت کا دور کس وقت سے شروع ہوتا ہے؟  
الجواب، خلافت علی منہج النبوة کا دور تین سال تک مسلسل رہا، پھر اس کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہوتا ہے البتہ درمیان میں بعض ایسے خلفاء آئے جن کے عدل و انصاف کی وجہ سے ان کا دور حکومت بھی خلافت علی منہج النبوة میں شمار کیا گیا تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خلافت علی منہج النبوة تیس سال تک رہی۔ اس کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے خلافت ملوکیت کی طرف منتقل ہوئی ۔

لما ورد في الحديث: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخلافة في أمتي ثلاثون سنة ثم ملك بعد ذلك. ثم قال سفيانة امسك خلافة ابي بكر ثم قال وخلافة عمر وخلافة عثمان ثم قال امسك خلافة علي فوجدنا ثلاثين سنة قل سعيد فقلت له ان بنی أمیة یزعمون ان الخلافة فیہم قال کذبوا یبنوا الزرقاء بل هم ملوک من شر الملوک ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۶۱ کتاب الفتن)

بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تقویٰ، خداترسی اور تلہیت کی وجہ سے ان کا

لہ لما قال الامام الشوكاني: "واولى الامر" هم الائمة والسلاطين والقضاة وكل من كانت له ولاية الشرعية لا ولاية طاغوتية والمراد طاعتهم فيما يأمرون به وينهون عنه ما لم تكن معصية فلا طاعة لمخلوق في معصية الله كما ثبت ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔ (فتح القدير للشوكاني ج ۱ ص ۲۸۱ سورة النساء)

وَمِثْلُهُ فِي جَامِعِ الْبَيَانِ لِلطَّبْرِيِّ ج ۴ ص ۱۴۱ سورة النساء ۔

دور سنہری دور کہلایا جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض اسلاف نے آپ کے دور حکومت کو خلفاء راشدین کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔

عن سفیان یقول الخلفاء خمسة ابو بکر وعمر وعثمان وعلي وعمدا بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸ کتاب الامارۃ) لے  
خلافت کی ملوکیت میں تبدیلی کے اسباب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی قوت اور ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے پوری کوشش کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ خلفاء راشدین خاص کر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں انہیں موقع نہ مل سکا تاہم ان لوگوں نے زیر زمین اپنی سرگرمیاں زور و شور سے جاری رکھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دشمنان اسلام کھل کر میدان میں آگئے جس کی سب سے بڑی دلیل خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت ہے۔

قال العلامة ابن کثیر رحمہ اللہ، مکان اول من دخل علیہ رجل یقال له الموت الاسود فخنقه خنقاً شديداً حتی غشی علیہ وجعلت نفسه تتردد فی حلقه فترکہ وهو یظن انه قد قتله..... ثم دخل علیہ آخر دمعہ سیف فضر به به فالتقاء بید فقطعها..... فكان اول قطرة فیها سقطت علی هذه الآية: "فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِیْمُ" ثم جاء آخر شاهد أسيفه فاستقبلته نائلة بنت الفرافصة لتمنعه منه واخذت السيف فانتزعه منها فقطع اصابعها۔ (البداية والنهاية ج ۷ ص ۱۹)

جس کے بعد جبل و صغیر اور دوسری جنگیں اس کا واضح ثبوت ہیں۔ یہی وہ عوامل تھے جن کی وجہ سے خلافت علیؓ منہج النبوة کی بڑی کھوکھلی کی گئیں جس سے رفتہ رفتہ غیر القرون کا دور ختم ہو کر خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔

خلافت اور ملوکیت میں نمایاں فرق یہ رہا کہ خلافت کے انتخاب کا جو طریقہ خلفاء راشدین کے دور میں مروج تھا وہ ملوکیت میں نہ رہا، خلفاء راشدین کے دور میں رعایا کی رضامندی سے

---

لے عن سفیان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم یؤتی اللہ الملك من یشاء۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸ کتاب الامارۃ)

بیعت لی جاتی تھی جبکہ ملوکیت میں اس کے برعکس باؤ اور جبر سے بیعت لی جاتی تھی، اس کا اندازہ  
خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں کی گئی تقریر سے ہوتا ہے، آپ نے فرمایا :-  
اقابعدا فانی واللہ ما ولیت امرکم حین ولیتہ وانا اعلم انکم لاتسترون بولایتی  
ولا تحبونہا۔ وانی لعالم بما فی نفوسکم من ذلک وکنی خالستکم بسیفی لہذا الخالصة۔

(البدایۃ والنتہایۃ ج ۸ ص ۱۳۵)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملوکیت کے دور میں خلفاء راشدین کی سی سادہ زندگی کے بجائے قیصر و  
کسریٰ کی سی شان و شوکت پیدا ہو گئی اور بادشاہ اور رعیت کے درمیان حاجب اور دربان  
حائل ہو گئے، رعیت کی خیر خواہی کی جگہ امر اور خود انانیت کا شکار ہو گئے اور ان سے ایسے کام  
سمزد ہوئے جو اس منصب کو زیب نہیں دیتے۔

**سوال :-** اگر ایک شخص اعمال کے اعتبار سے  
**منصب خلافت کے انتخاب کا معیار**  
دین کا پابند ہو، تقویٰ اور دینداری میں بڑی

شہرت رکھتا ہو لیکن سکی اور بین الاقوامی حالات پر گہری نظر نہ ہونے کی وجہ سے امور مملکت چلانے  
سے نااہل ہو تو کیا منصب خلافت کے عہدہ کیلئے اس کو ترجیح دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کسی مسلمان کی دینداری اور تقویٰ بے شک ایک تحسن چیز ہے جو کہ صرف  
اس کی اپنی ذات تک محدود ہے، منصب خلافت میں چونکہ ذاتی کردار سے ہٹ کر مخلوق خدا  
سے واسطہ پڑتا ہے اور اس میں معاشرہ کے غم و فزع اور حالات کے نشیب و فراز سے گزرنا  
پڑتا ہے اس لیے اس میدان میں امور خلافت سے واقفیت رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی۔  
تاہم ایسے منصب کے انتخاب میں دجل و تبلیس اور ظلم و زیادت سے بچنے کے لیے امیدوار کے  
ذاتی کردار و اخلاق کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ : تحت قول النسفی  
ولا یشرط فی الامام ان یکون معصوماً ولا ان یکون افضل من اہل  
زمانہ لان المساوی فی الفضیلة بل المفضول الاقل علماً وعملاً رہما کان  
اعرف بمصالح الامامة ومفاسدها واقدر علی القیام بمواجبها  
خصوصاً اذا کان نصب المفضول ادمع للشروا بعد عن اثارة الفتنة  
..... مع انه لا یجوز نصب امامین فی زمان واحد قلنا غیر الجائز

ہو نصب امامین مستقلین۔ (شرح العقائد النسفی ص ۱۱۳ الخلافۃ والامارۃ)

**قومی یا علاقائی امیر کی شرعی حیثیت** | سوال :- اگر ایک قوم متفقہ طور پر شریعت

کے نام پر ایک عالم دین کو اپنا امیر منتخب کرے تو شرعی نقطہ نظر سے اس کی کیا حیثیت ہے اور اس کے اختیارات کا دائرہ کار کیا ہے ؟

**الجواب :-** امیر کی شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر کسی قوم نے اجتماعی طور پر یا اکثریت کی رائے سے کسی معتمد شخص کو اپنا امیر مقرر کر لیا تو ایسا اقدام شرعاً قابل تحسین ہے بلکہ شرعی نقطہ نظر سے پھر کے علاوہ سفر میں بھی اس کی رعایت ضروری ہے۔

ماوردی الحدیث : عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا خرج ثلاثة فی سفر فلیثموا احدهم۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۵۱ کتاب الجہاد)

تاہم قوم پر لازم ہے کہ شرعی امور میں ایسے امیر کی اطاعت کرے البتہ غیر شرعی امور میں امیر کی اطاعت اور قول کو اعتبار نہیں دیا جائے گا۔

ماوردی الحدیث : عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال علی المرء المسلم السمع والطاعة فیما احب وکرہ الا ان یؤمر بمعصیۃ فان امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعة۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب الامارۃ)

ایسے امیر کو چونکہ کئی اختیارات حاصل نہیں ہوتے اس لیے حدود اور قصاص کی تنفیذ اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔

لما قال الامام علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی رحمہ اللہ : واما شرائط جواز اقامتها فمنها ما یعم الحدود کلها ومنها ما یخص البعض دون البعض اما الذی یعم الحدود کلها فهو الامامة وهو ان یکون المقیم للحد هو الامام او من ولاء الامام وهذا عندنا۔۔۔۔۔ لان للامام ولاية علی جمیع دار الاسلام ثابتة۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸، ۵۹ کتاب القضاء)

لہ وقال العلامة محمد عبدالعزیز الفرہاروی رحمہ اللہ : لان اعظم مدار سلطنة هو علی المہارة بامور الدنیا لا علی المہارة بالعلم الشرع وکثرة العبادۃ۔

(التبراس ص ۱۱۳ الخلافۃ والامارۃ)

ومثله فی رد المحتار ج ۱ ص ۴۵ باب الامامة۔



وقال الامام الهمام نجم الملة والدين عمر النسي: ويشترط ان يكون من اهل لولاية  
المطلقة الكاملة سائساً قادراً على تنفيذ الاحكام وحفظ حدود دار الاسلام وانصاف  
المظلوم من الظالم۔ (شرح العقائد النسي ص ۱۱۳، ۱۱۴ الخلافة والامامة) لے  
**ووٹ کی شرعی حیثیت** | سوال ۱۔ مروجہ طریقہ انتخاب میں ووٹ کی شرعی حیثیت  
کیا ہے؟

- الجواب ۱۔** عصر حاضر میں ووٹ کی مختلف حیثیتیں ہیں ۱۔  
(۱) اس کی حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے، ووٹر جس ممبر کو ووٹ دے رہا ہوتا ہے  
وہ اس بات کی گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ میں اس کو ملک و قوم کے لیے مفید و خیر خواہ  
سمجھتا ہوں۔  
(۲) اس کی حیثیت مشورہ کی سی ہے، ووٹر حکومت اور نظم و نسق کے سلسلہ میں اپنی رائے  
کا اظہار کرتا ہے کہ سیاسی امور میں کون زیادہ بہتر، ایما ندار اور دیا ندار ہے۔  
(۳) اس کی حیثیت سفارش کی ہے کہ ووٹر اس امیدوار کے لیے ایک اہم عہدہ سمجھا  
کے لیے سفارش کرتا ہے۔  
(۴) اس کی حیثیت وکالت کی ہے، ووٹر اپنے لیے حکومت کے گھر میں وکیل نامزد کرتا ہے  
کہ یہ شخص راہبیدوار حکومت سے میرے مسائل حل کرائے گا۔  
(۵) ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی ہے، ووٹر اپنے ووٹ کے ذریعے مقامی امیدوار  
کے واسطے سے سربراہ مملکت کی بیعت کرتا ہے۔ اس بیعت میں یہ ضروری نہیں کہ  
براہ راست سربراہ مملکت یا خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، بلکہ بیعت خط و  
کتابت کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے اور اسی طرح سربراہ مملکت کی جانب سے مقرر شدہ  
نمائندہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی خلیفہ کی بیعت شمار ہوتی ہے۔  
چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبادہ بن صامتؓ

لے قال العلامة الحسینی: ہی صغری وکبری فاکبری استحقاق تصرف عام علی  
الانام۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۰۴ باب الامامة)  
ومثله رد المحتار ج ۱ ص ۲۰۴ باب الامامة۔

سے فرمایا کہ لوگوں سے میرے لیے بیعت لے لو۔

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ يقول قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن في مجلس تبایعوني على ان لا تشركوا بالله شيئاً۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷ کتاب الاحکام)  
وعن عبد الله بن دينار قال شهدت ابن عمر رضی اللہ عنہما حيث اجتمع الناس على عبد الملك كتب اتي اقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبد الملك امير المؤمنين على سنة الله وسنة رسول الله ما استطعت وان نيتي قد اقدروا بمثل ذلك۔  
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ کتاب الاحکام)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے لیے اپنے حق رائے دہی ووٹ کے استعمال کا معاملہ بڑا نازک اور اہم ہے۔ اگر کسی نے نا اہل شخص کو ووٹ دے دیا تو یہ ووٹ شہادتِ زور غلط سفارش اور غلط مشورے میں داخل ہوگا اور اس قسم کے غلط افعال کا ارتکاب قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے۔

لما قوله تعالى: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حَقًّا لِلَّهِ  
غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ۔ (الحج آیت ۳۱)  
مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كُفْلٌ مِّنْهَا۔ (النساء آیت ۸۵)

وقال عليه الصلوة والسلام: المُسْتَشَارُ مَوْثِقٌ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۰۵)  
وعن تميم الداري رضی اللہ عنہ ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الدين النصيحة قلنا لمن قال لله وكتابه ورسوله ولائمة المسلمين وعامتهم۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴ کتاب الایمان۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴ کتاب الایمان)۔

**ووٹ کا حق استعمال نہ کرنا** | سوال: عصرِ حاضر میں انتخابات کے موقع پر ووٹنگ کے دوران بعض لوگ بالکل ووٹ کا استعمال نہیں

۱۔ ووٹ کی شرعی حیثیت کے لیے دیکھئے (۱) جواہر الفتنہ ج ۲ ص ۲۹۶ تا ص ۳۰۱۔

(۲) جدید فقہی مسائل ج ۱ ص ۲۶۵ تا ۲۶۶ متفرقات۔

وَمَثَلُهُ فِي النَّسَائِي ج ۲ ص ۱۶۴ کتاب الامارۃ۔

کرتے ہیں، کیا شریعت مقدسہ کی رو سے ووٹ کا حق استعمال کرنا لازمی ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** ووٹ کی حیثیت ایک قسم کی شہادت ہے اور شہادت میں یہ تفصیل ہے  
 کہ شہادت کبھی واجب اور کبھی فرض کی حد تک پہنچتی ہے اور کبھی استحباب اور اباحت کے  
 درجہ میں ہوتی ہے۔ جہاں کہیں شہادت کے ترک کرنے سے مدعی کا حق سلب ہوتا ہو تو وہاں  
 شہادت دینا واجب ہو جاتا ہے، اور جہاں کہیں گواہوں کی تعداد زیادہ ہو وہاں گواہی  
 دینا مستحب اور مباح ہے۔

لما قال الامام القرطبي في تفسير هذه الآية: "وَلَا يَأْبِ الشَّهَادَةُ إِذَا مَا دُعُوا"  
 فاذا كانت الفسحة لكثرة الشهود والامن من تعطل الحق فالمدعو مندوب  
 وله ان يتخلف لادفاهذم وان تخلف لغير عذر فلا اثر عليه ولا ثواب له  
 واذا كانت الضرورة وخيف تعطل الحق ادنى خوف قوى المندب وقرب مقى  
 الوجوب - واذا علم ان الحق يذهب ويتلف بتأخر الشاهد عن الشهادة فواجب  
 عليه القيام بها لاسيما ان كانت محصلة وكان الدعا الى ادائها -  
 راجع مع لاحكام القرآن ج ۳ ص ۳۹۸ سورة البقرة

انتخابات میں ووٹنگ کے دوران ہر شخص کو یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ اگر میں نے فلاں  
 حق دار شخص کو ووٹ نہ دیا تو اس کے مقابلے میں فاسق فاجر کامیاب ہو جائے گا، تو ایسی حالت  
 میں اس کے لیے ووٹ کا حق استعمال کرنا ضروری ہے، اور اگر یہ خطرہ موجود نہ ہو تو اس  
 کے لیے ووٹ کے عدم استعمال پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اسی طرح اگر کسی انتخابی حلقہ میں حصہ لینے والے امیدوار فاسق و فجار ہو تو ووٹر  
 کے لیے بھلائی اسی میں ہے کہ ووٹ کا بالکل استعمال نہ کرے۔ حقیقت میں ووٹ کے  
 استعمال کے دو پہلو ہوئے، اور یہ تو ووٹر کی اپنی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے کہ میرے لیے  
 ووٹ استعمال کرنے میں کیا فائدہ ہے اور عدم استعمال میں کیا نقصان ہے، اپنے  
 دینی اور دنیوی فائدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ووٹ کا استعمال کرے، اس لیے کہ ووٹ  
 کی حیثیت ایک قسم سفارش کی ہے، اور سفارش اگر اچھی ہو تو ثواب ورنہ گناہ کا  
 مستوجب ہوگا۔

قال الامام القرطبي في تفسير هذه الآية: "مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ"

نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا۔ (النساء آیت ۸۵)  
 وقال مجاهد والحسن وايت زياد وغيرهم هي في شفاعات الناس  
 بينهم في حوائجهم فمن يشفع لينفع فله نصيب ومن يشفع ليعضد فله كفل۔  
 (الجامع لاحكام القرآن ج ۵ ص ۲۹۵ سورة النساء)

سوال :- ایک شخص دیندار ہے اور شرع کا  
 پابند ہے، جب انتخابات کا وقت آتا ہے تو  
 وہ ایک دینی جماعت کو ووٹ دیتا ہے

دین کے لیے ووٹ کے استعمال میں  
 والدین کی نافرمانی میں گناہ نہیں

جبکہ اس کا والد سیکورڈ ہنریت رکھتا ہے اور اپنا ووٹ بھی غیر مذہبی پارٹی کو دیتا ہے اور  
 اپنے دیندار بیٹے سے بھی کہتا ہے کہ میری پسندیدہ پارٹی کو ووٹ دینا، اب دریافت طلب امر  
 یہ ہے کہ از روئے شرع بیٹے کے لیے والد کی یہ بات ماننا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایک سعادتمند بیٹے کے لیے والدین کی فرمانبرداری ضروری ہے لیکن ایسے  
 امور میں نہیں کہ جس سے دین کو نقصان پہنچتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہو۔  
 صورت مسئلہ میں بیٹا عند اللہ اپنی مسئولیت کا احساس کر کے کوئی ایسا فیصلہ کرے کہ جس سے  
 اللہ کے ہاں اس کی ذمہ داری فارغ ہو۔

لما قال عليه الصلوة والسلام : لا طاعة في معصية الله انما الطاعة في المعروف۔  
 (مصحف مسلم ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب الامارۃ - نسائی ج ۲ ص ۲۶۶ کتاب البيعة)  
 وعن ابن سيرين ان عمران بن حصين قال للحكم الغفاري اُسمعت النبي صلى الله عليه وسلم

له وقال الامام ابن جرير الطبري في تفسير هذه الآية : "وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا  
 مَا دُعُوا" يجب فرض ذلك على من دعي للشهادة على الحقوق إذا لم يوجد غيره  
 فاما اذا وجد غيره فهو في الاجابة الى ذلك مخير ان شاء اجاب وان شاء  
 لم يجب۔ (جامع البيان للطبري ج ۳ ص ۱۲۴ سورة البقرة)

وقال الامام احمد مصطفى المراغي رحمه الله : في حق الشهادة - وهو فرض كفاية  
 لا يجب على من دعي اليه الا اذا لم يوجد غير يقوم مقامه۔  
 (تفسير المراغي ج ۳ ص ۵۷ سورة البقرة)

يقول لاطاعة للمخلوق في معصية الخالق قال نعم۔ (کنز العمال ج ۵ ص ۹۲ حدیث ۱۳۲۰) لہ

**ووٹ دیتے وقت شخصیت یا پارٹی کو ترجیح دینا** | سوال :- عصر حاضر میں انتخابات

کے وقت اہل حلقہ کسی امیدوار مثلاً نیک کو صالح، دیندار اور مدبر سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے مقابلہ میں ووٹ بکر کو دیتے ہیں جو کہ مرتبہ میں زید سے حقور اساکم ہے، اہل حلقہ کا یہ اقدام شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب :-** انتخابات میں ووٹ دیتے وقت اہل اور صالح ترین آدمی کو ترجیح دینا ضروری ہے تاہم اگر صالح آدمی کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ اسمبلی میں پہنچ کر صدارتی انتخابات یا وزارت عظمیٰ کے انتخاب میں کسی فاسق فاجر کو ووٹ دے گا تو اس صورت میں اسے ترجیح نہیں دی جائے گی بلکہ جو شخص آگے کسی دیندار صدارتی امیدوار کو ووٹ دے گا اس کو صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات میں ترجیح دینی ضروری ہے۔

قال العلامة الحاکم نیسا بوری : عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن استعمل رجلاً من عصابة وفي تلك العصابة من هو ارضی للہ منه فقد خان اللہ وخان رسوله وخان المؤمنین۔ (المستدرک علی المعجمین ج ۲ ص ۹۲) لہ

**بیہوی کو ووٹ ڈالنے سے منع کرنا** | سوال :- ووٹنگ کے دوران ایک شخص اپنی بیوی کو ووٹ ڈالنے سے منع کرتا ہے اور بیوی اپنے

لہ عن ابن جریر کوش عن علیؑ قال لاطاعة لبشر في معصية الله۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۶۷۷ حدیث ۱۳۹۱۱)

وقال الامام شوکانی محمد بن علیؒ: وكل من كانت له ولاية شرعية لا ولاية طائفية والمراد طاعتهم فيما يأمرون به وينهون عنه ما لم تكن معصية فلا طاعة للمخلوق في معصية الله۔ (تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ۱ ص ۲۸۱ سورۃ اہترۃ)

لہ وعن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل استعمل رجلاً علی عشرة النفس علم ان فی العشرة افضل ممن استعمل فقد غش اللہ وغش رسوله وعش جماعة المؤمنین۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۹ حدیث ۱۳۶۵۳)

ومثله فی کنز العمال ج ۶ ص ۲۵ حدیث ۱۳۶۸۷۔



خاوند کے خوف کی وجہ سے ووٹ ڈالنے سے محروم ہو جاتی ہے، شریعت کی رو سے بیہوشی کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟

**الجواب :-** ووٹ ایک قسم کی شہادت ہے اور شہادت کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی فرض کفایہ، موجودہ حالات میں ووٹنگ کا جو نظام ہے اس میں ووٹ زیادہ ہوتے ہیں اس لیے ووٹ ڈالنا زیادہ سے زیادہ فرض کفایہ کے حکم میں داخل ہوگا، اور فرض کفایہ میں یہ قاعدہ ہے کہ ضرورت کے تحت اگر چند لوگ ووٹ کا حق استعمال کریں تو اوروں کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر خاوند بیہوش کو ووٹ ڈالنے سے منع کرے تو شرعاً کسی پر مواخذہ نہیں، نہ خاوند پر اور نہ بیہوش پر، بلکہ عورت کے لیے عزت اور حیاء اسی میں ہے کہ خاوند کی بات مان کر ووٹ ڈالنے سے احتراز کرے۔

ما قال العلامة ابن قھیم المصری: ان الشهادة فرض کفایة اذا قام بها البعض سقط عن الباقین وتتعین اذا لم یکن الا شاهدان۔ (المواظق ج ۲ کتاب الشہادۃ) لہ  
**رشتہ داری کی بنیاد پر ووٹ دینے کا حکم** | سوال :- کسی امیدوار کو اچھے برے کی تیز کیے بغیر محض برادری اور

رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اہل اور مقدار کے بجائے صرف رشتہ داری اور برادری کی وجہ سے کسی امیدوار کو ووٹ دینا عصییت اور جاہلیت کے مترادف ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصییت کی دلدل میں پھنسنے والوں سے بے زاری کا اظہار فرمایا ہے۔

ما ورد فی الحدیث: وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات میتة جاہلیة.....

لہ وقال الامام عبدالرحمن بن علی الجوزی القرشی: انما یلزم الشاهدان لا یأبى اذا دعی لائمة الشهادة اذا لم یوجد من یشہد غیرہ۔ فاما ان کان قد تحملها جماعة لم تتعین علیہ وكذلك فی حال تحملها لانه فرض علی الکفایة کالجہاد فلا یجوز لجمیع الناس الامتناع عنہ۔ (زاد السیر فی علم التفسیر ج ۱ ص ۳۳۹ سورۃ البقرۃ)

ومن قاتل تحت راية عمية يدعوا إلى عصبية او يغضب لعصبية فقتل  
فقتله جاهلية۔ (سنن النسائي ج ۲ ص ۵۱ کتاب المحاربة، باب التغلظ فيمن قاتل تحت راية عمية) <sup>۱</sup>

**دیندار امیدوار کے حق میں ووٹ دینے کی قسم توڑنا** | سوال :- زید نے انتخابات

قسم اٹھائی کہ میں اپنا ووٹ عمرو کو دوں گا، لیکن کچھ دن بعد عمرو کے مقابلہ میں بکر انتخابات کے لیے کھڑا ہو گیا اور تمام اہل محلہ کے نزدیک بکر، عمرو سے دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے اچھے کردار کا مالک ہے، اب زید کہتا ہے کہ میں نے جو قسم اٹھائی ہے اُسے بکر کے حق میں توڑ سکتا ہوں یا نہیں؟

**الجواب :-** بکر چونکہ دیندار اور دیندار ہونے کی وجہ سے ووٹ کا صحیح حقدار ہے اس لیے زید کو چاہیے کہ اپنی قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے اور اپنا ووٹ بکر کے حق میں استعمال کرے تو شرعاً اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

لما روی امام نسائی: عن عدي بن حاتم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
من حلف على يمين فرأى خيراً منها خيراً فليأت الذي هو خير وليكفر عن  
يمينه۔ (سنن النسائي ج ۲ ص ۱۱۱ کتاب اليمان والتذورات، باب من حلف على يمين فرأى خيراً منها) <sup>۲</sup>

**مسلمانوں اور مرزاؤں کی متحدہ جماعت کو ووٹ دینے کی شرعی حیثیت** | سوال :- ایک مسلم

پارٹی کا قادیانیوں سے انتخابی اتحاد ہوا ہے، ایسی متحدہ جماعت کو ووٹ دینا مسلمانوں

۱۔ لما في الحديث: وعن قسيلة قالت سمعت ابي يقول سألت النبي صلى الله عليه وسلم  
فقلت يا رسول الله امن | لعصبية ان يحب الرجل قومه قال لا ولكن من العصبية ان  
يعين الرجل قومه على الظلم۔ (سنن ابن ماجه ص ۲۸۳ باب العصبية)

وَمِثْلُهُ فِي كُنْزِ الْعَمَالِ ج ۳ ص ۵۱ رقم حديث ۷۵۷

۲۔ وقال الامام ابوالبركات عبد الله بن احمد بن محمود النسفي: ومن حلف على  
معصية ينبغي ان يحنت ويكفر۔ (كنز الدقائق ص ۱۵۵ کتاب اليمين)

وَمِثْلُهُ فِي سَنَنِ النَّسَائِيِّ ج ۲ ص ۱۱۱ کتاب اليمان والتذورات، باب من حلف على يمين فرأى خيراً منها۔

مسلمانوں کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قادیانی چونکہ مرتد اور خارج من الاسلام ہیں، ان سے اتحاد کرنے سے اگرچہ کسی وقتی مصلحت کی بناء پر کچھ معمولی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے ارتداد اور کفر کی وجہ سے ان کے جو مذموم مقاصد ہیں اتحاد کی صورت میں وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اس لیے قادیانیوں سے اتحاد کرنے میں فائدہ کم اور نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ یہودیوں سے اتحاد کیا تھا لیکن اس سے کوئی اسلامی شعائر متاثر نہیں ہوئے تھے۔

تاہم صورت مسئلہ کے مطابق اگر مسلمان کسی نیک مقصد کی تکمیل کے لیے قادیانیوں سے اتحاد کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بنیادی طور پر کفار اور مشرکین سے اتحاد کرنا ممنوع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُوا وَيَعِزُّكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ (سورة آل عمران آیت ۲۸)

لیکن جہاں کہیں مسلمانوں کو کفار اور مشرکین سے دینی اور دنیوی فائدہ ہو تو ایسی صورت میں ان سے اتحاد کرنا مرنہیں ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ منورہ میں آنے کے بعد یہودیوں کے دو مشہور قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ سے اتحاد کیا تھا، اور صلح حدیبیہ بھی اسی قسم کے اتحاد اور معاہدہ کی ایک کڑی تھی۔ اسی طرح آج بھی حالات کو دیکھا جائے گا کہ اگر مسلمانوں اور اسلام کو کفار کے ساتھ اتحاد کرنے میں کوئی معقول فائدہ ہو تو ان سے اتحاد کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

لما قال الامام شمس الدين السرخسي: ولان رسول الله صلى الله عليه وسلم صالح اهل مكة عام الحديبية على ان وضع الحرب بينهم وبينهم عشرين سنة فكان ذلك نظراً للمسلمين لمواظبة كانت بين اهل مكة واهل نجيد وهي معروفة ولان الامام نصب ناظراً ومن النظر حفظ قوة المسلمين اولاً فربما ذلك في المودة اذا كانت للمشركين شوكة. (المبسوط للسرخسي ج ۱۰ ص ۱۷۸ كتاب السير)

وقال الامام ابو بكر جصاص في تفسير هذه الآية: "وَإِنْ جَعَلُوا لِلْسَّلَامِ قَائِحًا لَهَا" قال

ابوبکر قد صکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاہد حین قدم المدینۃ اصنافاً ممت  
المشركين منهم التضيير وبنو قینقاع وقرینطۃ وعاہد قبائل من المشركين۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۸۷ سورۃ الانفال) ص

فاسق و فاجر کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا | سوال :- کسی فاسق اور فاجر شخص  
کے حق میں ووٹ کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ووٹ ایک امانت اور سفارش ہے یا ایک قسم کی شہادت ہے، اس  
اعتبار سے کسی فاسق یا فاجر شخص کو ووٹ نہیں دینا چاہیے، ووٹ کسی دیانتدار، امانتدار  
اور دیندار یا ایسے شخص کو دینا چاہیے جو قوم اور ملک کے لیے مفید ثابت ہوتا ہو، جہاں  
کہیں پارٹی کی بنیاد پر ایکشن ہو تو اس میں شخصیت کے مقابلہ میں پارٹی کے منشور کو مد نظر  
رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

قوله تعالى: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّواْ اَمَانَاتِىْ اِلٰى اَهْلِهَا. (النساء آیت ۵۸)  
۲، مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ  
لَّهِ كِفْلٌ مِّنْهَا۔ (النساء آیت ۸۵)

وَنَقْلُ الْاِمَامِ الْقُرْطُبِيِّ فِي تَفْسِيرِ هَذِهِ الْاَيَةِ: هِيَ شَفَاعَةُ النَّاسِ بَيْنَهُمْ فِي حَوَائِجِهِمْ مَنْ يَشْفَعُ  
يَنْفَعُ فَلَهُ نَصِيبٌ وَمَنْ يَشْفَعُ لِيُضِرَّ فَلَهُ كِفْلٌ۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۹۵ سورۃ النساء ص ۸۵)

لہ قال فی الہندیۃ: واذا رأى الامام ان يصلح اهل الحرب او فريقاً منهم وكان ذلك مصلحة  
للمسلمين فلا بأس به وان رأى الامام موادعة اهل الحرب وان يأخذ على ذلك ما لا  
فلا بأس به لكن هذا اذا كان بالمسلمين حاجة اما اذ لم تكن فلا يجوز۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۱۹۶ الباب الثالث فی المواعظ والامان الخ)

لہ وقال الدكتور الزحلی: ثانیاً، العدالة - ای الدیانۃ والاخلاق القاضیۃ وہی معتبرۃ  
فی کل الولایۃ وہی ان یکون صادق اللہجۃ ظاہر اللمانۃ عقیقاً عن المحام۔ متوقیاً الماثم۔ بعیداً عن  
الریب۔ ماموناً فی الرضا والغضب۔ مستعملاً لمروءۃ مثلاً فی دینہ ودنیاء۔

(الفقہ الاسلامی وأدلّتہ ج ۶ ص ۶۹۲ ابواب السادر نظام الحکم فی الاسلام،  
المبحث الرابع شرط الامام)

**ووٹ لینے کی غرض سے لوگوں میں رقم تقسیم کرنا** | سوال :- انتخابات کے موقع پر بعض امیدوار اپنے حلقہ کے لوگوں میں کچھ پیسے یا کھانے پینے کی بعض اشیاء اس غرض سے تقسیم کرتے ہیں کہ کل ووٹنگ کے وقت یہ لوگ اپنا ووٹ ان کے حق میں استعمال کریں، شرعاً ان تقسیم شدہ اشیاء کی کیا حیثیت ہے؟

**الجواب :-** اگر امیدوار کا مقصد یہ ہو کہ میں پیسوں کے ذریعے لوگوں سے ووٹ خریدتا ہوں تو اس غرض سے لوگوں کو پیسے دینا جائز نہیں، اس لیے ووٹ کی شرعی حیثیت یا تو شہادت (گواہی) کی ہے یا سفارش کی، اور فقہاء کے نزدیک شہادت پر پیسے لینا جائز نہیں۔

لما قال الامام ابن الھمام رحمہ اللہ : بخلاف الشھادة فانھا فرض یجب علی الشھادة اداھا فلا یجوز فیھا التعارض اصلاً۔ (فتح القدیر ص ۲۷۷ کتاب الشھادة) اور اگر امیدوار کی غرض خرید و فروخت کی نہ ہو بلکہ ویسے لالچ دینے کے لیے ہو کہ پیسے دیکھ کر لوگ مجھے ووٹ دیں گے تو اس صورت میں تقسیم شدہ اشیاء کی حیثیت رشوت کی ہے اور رشوت لینا اور دینا شرعاً حرام ہے، اس لیے ووٹ کے عوض میں کچھ لینا اور دینا دونوں نا جائز ہے۔

لقولہ علیہ السلام : لعن اللہ الراشی والمرتشی والرائش الذی یمشی بینھما۔  
 رکن العمال ج ۶ ص ۱۱۴۔ حدیث من ۱۵۰۸ ص ۱۷

**عورت کے لیے ووٹ کا حق استعمال کرنا** | سوال :- صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات کے موقع پر عورت اپنا حق رائے دہی (ووٹ) کا استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ووٹ درحقیقت ایک قسم کی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے، ووٹ کے

لے وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی فی الحکم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۸ ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی ومثله فی سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب القضاء، باب فی کراہیۃ الرشوة۔



ذریعہ ووٹر امیدوار کی اہلیت کی گواہی دیتا ہے اور اسی طرح ووٹر اپنے حلقہ کے امیدوار کے حق میں رائے اور مشورہ دیتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے عورت کو اہل الرائے، اہل مشورہ اور اسی طرح اہل شہادت قرار دیا ہے۔

بقولہ تعالیٰ : فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ . (البقرة ۲۸۲)

خلفاء راشدین کے روشن دورِ خلافت میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ختم ہوئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے لوگوں سے مشورہ اور رائے طلب کی تو اس موقع پر آپؓ نے پاکدامن عورتوں سے بھی مشورہ اور رائے طلب کی تھی۔

لما قال الامام ابن کثیر رحمہ اللہ : ثم نهض عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ يستشير الناس فيهما ويجمع رأي المسلمين بدائي روس الناس واقيا دهم جميعاً واشتاتاً مثنى وفرداً ومجتمعين سراً وجهراً حتى خلع إلى النساء المخدرات في حجابهن وحتى سأل الولدان في المكاتب وحتى سأل من يرد من الركبان والاعراب إلى المدينة في مدة ثلاثة أيام بلياليها . (البداية والنهاية ج ۱ ص ۱۵۱)

تاہم ایک مسلمان عورت کے ووٹ ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پردہ اور دیگر امور شرعیہ کا خیال کرتے ہوئے اپنے ووٹ کا حق استعمال کرے ورنہ معصیت کے ارتکاب سے ووٹ کا ترک کرنا افضل ہے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ”عورتوں کا ووٹ بنامتنوع نہیں ہے ہاں ووٹ دیتے وقت شرعی پردہ کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا“

(کفایت المفتی ج ۹ ص ۳۷۱ کتاب السياسة)

عورت کی شہادت (گواہی) کے بارے میں علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وما سوى ذلك من المعاملات ای وكل ما سوى ذلك یقبل نیہ رجلان أو رجل وامرأتان سواء كانت الحق ما لا أولا كالنكاح والطلاق والوكالة والوصية ونحو ذلك

کالعتق والموجعية والنسب۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۱، ۲۵۲ کتاب الشہادة) <sup>۱</sup>  
**مروجہ مغربی طرز پر ہونے والے انتخابات میں علماء کا حصہ لینا** | سوال: مروجہ

مغربی طرزِ جمہوریت پر ہٹا کرتے ہیں علماء کرام ان انتخابات میں حصہ کیوں لیتے ہیں؟  
 الجواب:۔ علماء کرام کے لیے لازم ہے کہ اپنے دینی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے  
 سیاسی لائن پر منکرات کا سترِ باب کریں اور برسرِ اقتدار طبقہ کو خلافِ شرع امور کی نشاندہی  
 کرتے ہوئے منکرات سے بچائیں۔ اور اس قسم کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر  
 انتخابات میں شرکت کیے بغیر صحیح طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتے، اسی لیے علماء کرام  
 ضرورت کے تحت مروجہ طریقہ انتخابات کے ذریعہ ایوانِ اقتدار میں پہنچ کر حق کی  
 آواز بلند کرتے ہیں۔

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے جسے علامہ ابن نجیم المصری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، آپ  
 فرماتے ہیں: من اُبتلی ببلیتین وہما متساویان یا خذ بایتھما شاء  
 وان اختلفا یختار اھونھما لان مباشرة الحرام لا تجوز الا لضررة ولا  
 ضررة فی حق الزیادة۔ (الاشباہ والنظائر مع شرح للمحوی ج ۱ ص ۲۸۶ اقاعدہ الخامسة الفرعین ذال) <sup>۲</sup>  
**انتخابات میں مروجہ طریقہ کے تحت حصہ لینا ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے**

۱۔ وقال العلامة ابن حجر العسقلانی: من مسروق... کانت عائشة افقہ الناس واعلم الناس  
 واحسن الناس رأياً فی العامة۔ (الاصابة فی تمیز الصحابة ج ۲ ص ۳۶ ذکر عائشة)

وقال العلامة عمر کمالہ فی ترجمة شفاء بنت عبد اللہ: یقول الشفاء بنت عبد اللہ  
 ..... صحابیة جلیلة ذات عقل وفصل وجودہ رأی کان عمر بن الخطاب رضی اللہ  
 یقدمها فی الرأی ویرضاها ویفضلها وربما ولاها شیئاً من امر السوق۔

(اعلام النساء یعمر کمالہ ج ۲ ص ۲۱)

۲۔ وقال الامام القرطبی فی تفسیر هذه الآية: "مَا كَانَ لِیَأْخُذَ أَخَاکَ فِی دِیْنِ الْمَلِکِ" ای سلطانہ.....  
 ..... عادتہ ای بظلم بلا حجة مجاہد فی حکمہ وهو استرقاق السراف۔  
 حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو روکنے کے لیے ملک مصر کے قانون کا لحاظ رکھتے ہوئے  
 اس پر عمل فرمایا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۲۳۸ سورة یوسف)

اھوُن ہے، اس وجہ سے بھی علماء کرام مغربی طرز جمہوریت کے مطابق منعقدہ انتخابات میں حصہ لیتے ہیں۔

**انتخابی مہم میں مخالف امیدوار پر نازیبا الفاظ استعمال کرنا** | سوال: انتخابات کے دوران بعض

امیدوار انتخابی جلسوں میں لاؤڈ سپیکر پر اعلانیہ ایک دوسرے (مخالف امیدوار) کو گالی گلوچ اور نازیبا الفاظ کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں، از روئے شرع کسی پر نازیبا الفاظ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** شریعت مطہرہ نے کسی مسلمان کی بے جا تحقیر کرنے یا اس کے بارے میں نازیبا الفاظ زبان سے نکلانے کو ایک بری خصلت قرار دیا ہے، اسی طرح کسی مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق و فجور کی علامت ہے، ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنی زبان کو ہر وقت قابو میں رکھے اور کسی کی دلائل زاری نہ کرے، جذبات کی زد میں بہہ کر اپنی مسئولیت کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہیئے، اسلامی اقدار کا ہر میدان میں خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

لما روی البخاری: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل اولی صمت۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۹ کتاب الادب باب لا تعقرون جارة لجار قہام) وایضاً: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ستاب المسلم فسوق وقتالہ کُفْر۔ (سنن النسائی ج ۲ ص ۱۵۶ کتاب المجاہدۃ) لہ

لہ ما فی الحدیث: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان العبد یتکلم بالکلمۃ ما یتبین فیہا یزل بہا فی النار ابعث ما بین المشرق۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۹ کتاب الرقاق۔ باب حفظ اللسان ومن کان یؤمن باللہ الخ) ایضاً: عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستاب المسلم فسوق وقتالہ کُفْر۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۳ کتاب الادب باب ما ینہی عن السبا واللعن) لہ

**انتخابات میں خود امیدوار بننا** | سوال ۱۔ ایم این اے اور ایم پی اے کی مراعات اور اسے منافع بخش کاروبار سمجھتے ہوئے لوگ خود

اس میدان میں اتر آتے ہیں جن میں سے اکثر کا نہ تو کوئی منشور ہوتا ہے اور نہ ہی ملک کی بہتری کا کوئی پروگرام ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ تو کیا ذاتی طور پر انتخابات میں امیدوار بننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** شریعت مطہرہ اصول طور پر کوئی بھی عہدہ طلب کرنے کے خلاف ہے، امارت یا وزارت وغیرہ کے عہدہ پر فائز ہونے کے لیے مناسب یہ ہے کہ عوام میں سے دانشور لوگ کسی کو منتخب کریں اور جو کوئی خود اپنے آپ کو امارت و وزارت کے لیے پیش کرتا ہو تو شریعت ایسے اقدام کی نفی کرتی ہے۔

لَقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَنَا وَاللَّهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ احْدًا سِوَا احْدٍ حَرَصَ عَلَيْهِ۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۱ کتاب الامارۃ)

وایضاً: عن عبد الرحمن بن سمرہؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسأل الامارة فانك ان اعطيتها عن مسئلة وكلت ايها وان اعطيتها عن غير مسئلة اعنت عليها۔ (السنن النسائی ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الامارۃ م ۱۷)

تاہم جہاں کہیں نا اہل نمائندوں کی وجہ سے عوام کے حقوق ضائع ہوتے ہوں یا بے دین اور فاسق و فجار کے ممبر منتخب ہونے سے معاشرہ میں بے دینی کی ترویج کا خطرہ ہو تو فواجش اور مظالم کے انسداد کے لیے انتخابی میدان میں آنا کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ امیدوار خود کسی خلاف شرع امور میں ملوث ہونے کا خطرہ محسوس نہیں کرتا ہو، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: اجعلنی علی خزانۃ الارض ص اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلَیْمٌ (یوسف) ورنہ جہاں کہیں ایسے میدان میں خود آنا بے دینی کا ذریعہ بننا یقینی ہو تو بے دینی کے لیے سبب بننا خود جرم ہے۔

لے لما ورد فی الحدیث: عن ابی ذرؓ قال قلت یا رسول الله الا تستعملنی قال فضر ب بیدۃ علی منکبئ ثم قال یا ابا ذر انک ضعیف وانھا امانة وانھا یوم القیامة حزی وندامة الا من اخذھا بحقھا وَاَدَّ الَّذِیْ عَلَیْہِ فِیْہَا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۱ کتاب الامارۃ م ۱۷)

**انتخابی وعدوں کا شرعی حکم | سوال :-** انتخاب مہم کے دوران ایک امیدوار نے لوگوں سے قسم قسم کے وعدے کیے اور لوگوں نے

بھی اس سے عہد و پیمان لیا کہ کامیاب ہونے کے بعد آپ فلاں فلاں کام کریں گے، لیکن جب وہ کامیاب ہو گیا تو اسے نہ وہ وعدے یاد رہے اور نہ ہی کوئی کام کیا بلکہ اپنی عیش و عشرت میں مصروف رہا، ایسے وعدے پورے نہ کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

**الجواب :-** شریعت میں کسی کے کام کرنے کے لیے قسم کے الفاظ مستعمل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کو کہتے ہیں وعدہ اور دوسرے کو کہتے ہیں معاہدہ۔ اب شریعت مطہرہ میں معاہدہ پورا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور کبھی کبھی تو معاہدہ قسم کی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے، اور اگر معاہدہ توڑ دیا جائے تو یمین یعنی قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔

ساقال الامام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فی تفسیر قولہ تعالیٰ: "وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا" العہد ینصرف علی وجوہ فمنہا الامر۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ" وقال: "أَلَمْ أَعْهِدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي آدَمَ" والمراد الامر وقد یکون العہد یمیناً ودلالة الآية علی ان المراد فی ہذا الموضع الیمین ظاہر لانه۔ قال: "وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا" ولذلك قال اصحابنا ان من قال علی عہد اللہ ان فعلت کذا انه حالف وقد روى فی حدیث حذیفة: حین أخذہ المشرکون وأباه فاخذ وامنه عہد اللہ ان لا یقاتلوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قدما المدینة ذکرآذ لك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال تفی لهم بعہدہم وتستنحین اللہ علیہم۔ (احکام القرآن ج ۳ سورۃ النحل ۲۳۵)

دوسری قسم وعدہ کہ ہے، وعدہ وفا کرنے کو شریعت مطہرہ نے مکارم اخلاق سے شمار کیا ہے، اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کرے کہ میں انشاء اللہ آپ کے لیے فلاں کام کروں گا، اور وعدہ کرتے وقت وہ کام کرنے کا ارادہ بھی تھا تو بعد میں کسی وجہ سے کام نہ کر سکنے پر گنہگار نہ ہوگا، تاہم وعدہ کو بروقت پورا کرنا ایک مستحسن فعل ہے اور



اور انسانی مروت کا شیوہ بھی ہے۔

لما روى ابو داؤد في سننه: عن زيد بن ارقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا وعد الرجل اخاه ومن نيته ان يفي فلم يفي ولم يجئ للميعاد فلا اثر عليه۔  
(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۲۶ کتاب الادب باب في العدة)  
وقال العلامة فخر الحسن الجنجوهي في شرح هذا الحديث: قوله، فلا اثر عليه قيل فيه دليل على ان الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعي بل هو من مكارم الاخلاق بعد ان كان نيته الوفاء (تعلیق المحمود علی هامش ابی داؤد ج ۲ ص ۳۲۶ کتاب الادب باب العدة)  
ان دونوں میں دیکھنا ہوگا کہ امیدوار کا وعدہ کس قسم سے تھا، اگر معاہدہ کی قسم سے ہو تو اسے اپنا معاہدہ پورا کرنا ہوگا ورنہ گنہگار ہوگا، اور اگر وعدہ کی تک ہو تو پھر بھی انسانی اخلاق و شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ وعدہ پورا کرے بصورت دیگر گنہگار نہ ہوگا، ہاں وعدہ کرتے وقت اسے پورا کرنے کی نیت کا ارادہ کرنا ضروری ہے ورنہ پھر نفاق کی علامت ہوگی۔

**کیا عورت پارلیمنٹ کی رکن بن سکتی ہے؟** | سوال:۔ عصر حاضر میں انتخابات کے موقع پر مرد اور عورتیں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، کیا اسلام میں یہ جائز ہے کہ عورت کو قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ کی رکن منتخب کیا جائے؟

**الجواب:۔** اس پُر فتن دور میں حالات کے پیش نظر عورت کو اسمبلی یا پارلیمنٹ کی رکنیت حاصل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے اس لیے کہ موجودہ حالات میں انتخابات

لہ وقال الامام ابن حجر العسقلاني: لان خلف الوعد لا يقدح الا اذا كان العزم عليه مقارنا للوعد۔ اما لو كان عازما ثم عرض له مانع او بدا له رأي فلهذا له توجب منه صورة النفاق۔ (فتحة الباری ج ۱ ص ۹ کتاب الايمان، باب علامات النفاق)  
وروى ابو داؤد: عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان للغادر ينصب له لواء يوم القيامة فيقال هذه عند رة فلان بن فلان۔  
(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳ في الباب في الوفاء بالعهد)

کے لیے مہم چلانے کے دوران عورت کے لیے پردہ برقرار رکھنا مشکل نظر آتا ہے، تاہم اگر عورت انتخابات میں اس طرح حصہ لے کہ شرعی پردے کا خاص خیال رہے اور کسی غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کرے تو اس صورت میں عورت کے لیے انتخاب لڑنا اور پارلیمنٹ میں اس کو رکنیت دینا شرعاً جواز کی گنجائش ہے۔

اس لیے کہ ارکان اسمبلی و پارلیمنٹ عوام اور قوم کی طرف سے ان کے وکلاء ہوتے ہیں اور عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ کسی فرد کی وکیل بنے، فقہ حنفی کی کتابوں میں وکیل کی شرائط میں کہیں بھی ذکوریت کی شرط موجود نہیں، اور بدایت المجتہد کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک عورت کی وکالت صحیح ہے، صرف عقد نکاح میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک عورت وکیل نہیں بن سکتی۔

لما قال الامام ابن رشد الحفید: و شروط الوکیل ان لا یكون منوباً بالشرع من تصرفه فی الشئ الذی دکل فیہ فلا یصح توکیل الصبی ولا المجنون ولا المرأة عند مالکؒ و الشافعیؒ علی عقد النکاح۔ بدایت المجتہد و نہایت المقتصد ج ۲، باب اول کتاب الوکالہ۔ اسی طرح ارکان اسمبلی و پارلیمنٹ کی حیثیت اہل حل و عقد کی ہے، ان ہی کے ووٹوں سے پھر وزیر اعظم اور صدر مملکت کا انتخاب ہوتا ہے۔ سیاست کے مشہور امام علامہ ماوردیؒ نے اہل حل و عقد کی شرائط میں ذکوریت کا ذکر نہیں کیا ہے، آپؒ فرماتے ہیں:-

فاما الاختیار فالشروط المعتبرة فیہم ثلاثة - احدها العدالة الجامعة لشروطها۔ والثانی: العلم الذی یتوصل بہ الی معرفة الامامة علی الشروط المعتبرة فیہا۔ والثالث: الرأی والحکمة المودیان الی اختیار من هو لامامة اصلح وبتدبیر اصالح اقوم واعرف۔ (الاحکام السلطانیة للماوردی ص ۱۰۰ باب الاول فی عقد الامامة)

لے قال العلامة ابو یعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ: أما اهل الاختیار فباعتبار فیہم ثلاث شروط احدها: العدالة والثانی: العلم الذی یتوصل بہ الی معرفة من یتحقق الامامة والثالث: ان یشاء من اهل الرأی والتدبیر المودیین الی اختیار من هو لامامة اصلح۔ (الاحکام السلطانیة ص ۱۹ فصول فی الامامة)



عموماً پارلیمنٹ میں عورتیں احیاء حقوق نسواں کے نام سے بے دینی کے کام زیادہ کرتی ہیں اس لیے انہیں اسمبلیوں میں نہ بھیجنا زیادہ رائج ہے۔

تاہم دلائل مذکورہ سے یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی کہ عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے اس لیے عورت کی سربراہی کے بارے میں احادیث اور قرآن مجید میں واضح دلائل موجود نہیں، اس کے علاوہ جہاں بھی امامت کبریٰ کی شرائط بیان ہوئی ہیں وہاں ذکور کی شرط لازمی ذکر ہوئی ہے۔

**سوال :- جمعیت علماء اسلام کجاعتی سیاہ و سفید رنگ کے جھنڈے کا ثبوت**

جھنڈا جو کہ سیاہ و سفید رنگ پر مشتمل ہے، اس سے وابستہ علماء اس جھنڈے کو علم نبوی کی شبیہ سمجھتے ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا رنگ بھی ایسا ہی تھا، تاریخ یا غرواں کی روشنی میں یہ بات کہاں تک درست ہے؟

**الجواب :-** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جنگوں میں مختلف رنگ کے جھنڈے استعمال کئے ہیں، کسی ایک رنگ کے جھنڈے کا مستقل استعمال کرنا آپ سے ثابت نہیں۔ تاہم بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”نمرة“ کا جھنڈا استعمال کیا ہے جس کا رنگ سیاہ اور سفید تھا، کیونکہ ”نمرة“ سفید اور سیاہ رنگ سے مرکب ہوتا ہے۔

لما قال ابن منظور: والنمرة شملة فيها خطوط بيض وسود۔ (لسان العرب ج ۱۲ ص ۲۹)

وعن يونس بن عبيد مولى محمد بن القاسم: قال بعثني محمد بن القاسم الى البراء بن عازب اسأله عن رؤية رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كانت سودا مرتبة من نمرة۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۹۷ ابواب الجهاد، باب في الرايات) ۱۷

۱۷ وعن يونس بن عبيد مولى محمد بن القاسم: قال بعثني محمد بن القاسم الى البراء بن عازب اسأله عن رؤية رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كانت سودا مرتبة من نمرة۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۹ کتاب الجہاد باب في الرايات والالوية)

**جنگ کے علاوہ جھنڈے کے استعمال کا حکم** | سوال :- آجکل لوگ گھروں اور بازاروں میں جھنڈے لگاتے ہیں

کیا خیر القرون میں جھنڈے کا اس قسم کا استعمال ہوتا تھا یا نہیں؟ اور شرعاً اس طرح جھنڈے استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنگ کے میدانوں میں جھنڈے کا استعمال کرتے تھے لیکن جنگ کے علاوہ صحابہ کرام سے جھنڈے کا استعمال قولاً فعلاً ثابت نہیں۔ تاہم آجکل جو لوگ گھروں، دوکانوں یا بازاروں میں جھنڈے لگاتے ہیں اگر بلا التزام ہو تو اباحت پر محمول ہوگا، اس لیے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: الاصل في الاشياء الاباحة۔

(الاشياء والنظائر مع شرحه للحموي ج ۱ ص ۲۲۳) لہ

البتہ اگر کسی جگہ دیندار لوگوں کی کثرت ظاہر کرنے کے لیے جھنڈے کا استعمال کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

**بے دین لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا** | سوال :- ایک شخص خود نہ تو کمیونسٹ ہے

اور نہ ہی مغربی جمہوریت کو پسند کرتا ہے لیکن وہ اپنے گھر اور دوکان وغیرہ پر کمیونسٹ، سوشلزم یا مغربی جمہوریت پسند پارٹیوں کے جھنڈے لگاتا ہے اور کسی دینی یا اسلامی پارٹی کا جھنڈا نہیں لگاتا ہے، تو شرعاً اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے؟

**الجواب :-** شریعت مطہرہ نے غیر مسلم لوگوں کے شعار اپنانے سے منع فرمایا اس لیے مذکورہ بالا شخص کو ایسے امور کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے جس سے غیر مسلم اقوام کی

لہ ونقل الشيخ احمد بن محمد الحموي، عن قاسم بن قطلوبغا ان المختار ان الاصل الاباحة عند جمهور اصحابنا۔ (غمر عيون البصائر ج ۱ ص ۲۲۳) قاعدة الاصل في الاشياء الاباحة (

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۲۷ باب المراجعة والتولية۔



مشابہت ہوتی ہو، یا کسی بے دینی کو تقویت ملتی ہو۔

لما ورد فی الحدیث : عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فہو منهم۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۰۳ کتاب اللباس) لہ سوال :- اگر کسی ایسے علاقہ میں جہاں کوئی حکومت مرتد کا قتل کس کی ذمہ داری ہے | نہ ہو کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا

معاملہ کیا جائے گا؟ اور اگر اس کو قتل کرنا ضروری ہو تو یہ کس کی ذمہ داری ہے؟  
الجواب :- مرتد کے بارے میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حاکم وقت اگر مناسب سمجھے تو اُسے تین دن کی مہلت دیدے تاکہ دین اسلام کے متعلق اگر اس کے ذہن میں کچھ شبہات ہوں تو وہ ختم ہو جائیں اور وہ دوبارہ اسلام قبول کر کے راہ راست پر آجائے لیکن اگر تین دن تک جملہ کاروائی کے بعد بھی مسئلہ جوں کا توں رہے تو حاکم اس کے قتل کا حکم دے لیکن عوام میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اسے قتل کرے، یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے ذاتی طور پر مرتد کو قتل کر دیا تو اس سے باز پرس کی جائے گی۔

لما قال العلامة ابن نجیم المصری : تحت قول کنزالدقائق : "قوله وکوة قتله قبله" ای قبل عرض الاسلام لان اسلامه مرجوہ قال فی الہدایۃ ومعنی الکراہۃ هنا ترک المستحب یعنی فحی کراہۃ تنزیۃ وهو مبني علی القول باستیجاب العرض واما من قال بوجوبہ فحی کراہۃ تحریم کما فی فتح القدیر اطلقہ فشمّل قتل الامام وغیرہ ولكن ان قتله غیرہ أو قطع عضوًا منه بغیر اذن الامام اذ به الامام۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۸ کتاب الجہاد) لہ

لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس منّا من تشبہ بغیرنا لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصارى۔ (ترمذی ج ۲ ص ۹۹ ابواب استئذان)

لہ لما فی الہندیۃ : فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیہ او قطع عضوًا منه کرہ ذلك کراہۃ تنزیۃ فلا ضمان علیہ لکنہ اذا فعل بغیر اذن الامام ادب علی ما صنع۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۳۵۲ کتاب السیر)

وَمِثْلُهُ فی رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۳ کتاب السیر۔

**حدود اور قصاص میں حاکم وقت کا دائرہ اختیار** | سوال :- کسی شخص پر قصاص

یا حدود کے ثبوت کے بعد حاکم وقت شرعاً اس میں کسی قسم کی ترمیم کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ جبکہ عام طور پر قصاص کے موقع پر سربراہ مملکت مروجہ قانون کی رو سے رحم کی اپیل کرنے پر قصاص کی معافی کا اعلان کر دیتا ہے؟

**الجواب**، حدود اور قصاص ایسی سزائیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خود مقرر اور متعین کیے ہیں، عوام الناس میں سے کسی فرد یا جماعت کو ان سزاؤں پر عملدرآمد کا حق نہیں، اسی طرح سربراہ مملکت کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان سزاؤں میں کسی قسم کی کوئی ترمیم یا رد و بدل کرے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الکاسانی رحمہ اللہ : واما صفات الحدود فتقول وبالله التوفيق لا خلاف في حد الزنا والشرب والسكر والسرقۃ انه لا يحتمل العفو والصلح والا براء بعد ما ثبت بالحجة لانه حق لله تعالى خالصا لاحق للعبد فيه فلا يملك اسقاطه۔

(البدائع الصنائع ج ۲، ص ۲۵۵ کتاب الحدود) لہ

البتہ قصاص میں مقتول کے اولیاء کو شریعت نے اختیار دیا ہے کہ وہ قاتل سے قصاص لیں یا دیت وصول کریں یا ویسے ہی قاتل کو معاف کر دیں، اس کے علاوہ کسی اجنبی شخص کو یا حاکم وقت کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مقتول کے اولیاء کی رضامندی کے بغیر قاتل کو معاف کر دے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الکاسانی رحمہ اللہ : واما بيان ما يسقط القصاص

لہ وقال العلامة عبد القادر عوده : والمحد هو العقوبة المقررة حقاً لله تعالى..... يعنون بذلك انها لا تقبل الاسقاط من الافراد ولا من الجماعة..... ولا انها عقوبات لازمة فلا يستطيع القاضي ان ينقص منها او يزيدها كما انه لا يستطيع ان يتبدل بها غيرها۔  
التشريع الجنائي الاسلامي ج ۱ ص ۶۲۵ الفصل الاول، العقوبات المقررة لجرائم الحدود

بعد وجوبہ فليسقط له انواع ..... ومنها العفو..... واما شرائط فمفہمها

ان يكون العفو من صاحب الحق لانه سقاط الحق واستقاط الحق ولاحق محل فلا

يصح العفو من الاجنبى لعدم الحق - (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۱ کتاب الحدود) لہ

**اصلاح کمیٹی کا دائرہ اختیار** | سوال :- علاقائی سطح پر اصلاح معاشرہ اور جرائم کے انسداد کے لیے اگر معززین علاقہ پر مشتمل کوئی ایسی

اصلاحی کمیٹی قائم کی جائے جس کو حکومت کی طرف سے مکمل اختیار حاصل ہو تو کیا ایسی کمیٹی حدود و تعزیرات کے مقدمات کے فیصلے کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- شرعی نقطہ نظر سے حدود اور تعزیرات کے قیام کا حق صرف حکومت یا

اس کے منتخب شدہ قاضی یا جج کو حاصل ہے، اس کے علاوہ شریعت رعایا میں سے

کسی شخص یا ادارے کو یہ اجازت نہیں دیتی، اس لیے حدود و قصاص کے مقدمات کے فیصلے

کرنا ایسی کمیٹی کے دائرہ اختیار سے خارج ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الکاسانی رحمہ اللہ : واما شرائط جواز اقامتها

فمنها ما يعم الحدود وكلها ومنها ما يخص البعض دون البعض اما الذي يعم الحدود

كلها فهو الامامة وهو ان يكون المقيم للحد هو الامام او من ولاه الامام وهذا عندنا -

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۱ کتاب الحدود)

وقال الامام سيد سابق رحمه الله : والتعزير يتولاها الحاكم لان له الولاية العامة

على المسلمين - (فقه السنة ج ۲ ص ۲۵ کتاب الحدود) لہ

لہ وقال عبد القادر عوده : تجيز الشريعة للمجنى عليه ادولى دمه ان يعفو عن

عقوبتي لقصاص والذیة - (التشريع الجنائي الاسلامي ج ۱ الباب السادس سقوط العقوبة)

ومثله في الهداية الاخرين ص ۵۵۶ کتاب الجنایات -

۲ وقال ابن الهمام : بخلاف الحدود فانها لم تثبت توليتها للولاة وبخلاف التعزير

الذي يجب حقا للعبد بالقدف ونحوه فانه لتوقفه على الدعوى لا يقيمه الا الحاكم الا

ان يحكم فيه - (فتح القدير ج ۵ ص ۱۱۳ فصل في التعزير)

ومثله في رد المحتار ج ۳ ص ۱۹۸ باب التعزير -

## جموعہ وعیدین میں شرط سلطان کی وضاحت | سوال :- نسوانی دور اقتدار میں نماز جمعہ وعیدین کے وجوب پر

کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ فقہاء نے وجوب ادا کے لیے سلطان یا اس کے نائب کی شرط لکھی ہے جبکہ نسوانی دور اقتدار میں یہ شرط منفقود ہوتی ہے۔

الجواب :- جموعہ وعیدین کی نماز کی صحت کے لیے سلطان کی شرط ہونا مقصود بالذات نہیں بلکہ ایسے مواقع پر اس شرط کا مقصد مسلمانوں کے باہمی معاملات کو سلجھانا ہے، مگر ان حالات میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے باہمی طور پر نزاع پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے ایسے مواقع پر سلطان یا اس کے مقرر کردہ شخص کو اعتبار دیا ہے تاکہ کسی کو بات کرنے کا موقع نہ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے لیے باہمی طور پر کہیں کسی کو خطیب مقرر کیا جائے تو پھر سلطان یا اس کا نائب نہ ہونے کے باوجود جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

لما فی الہندیۃ : ولو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعة جائز۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۱ باب الجمعة)

وقال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : والسلطان هو الوالی الذی لا ولی فوقہ وانما کان شرطاً للصحة لانہا تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقديم والتقدم وقد تقع فی غیرہ فلا بد منہ تنمیماً لامرہ..... ویولم یکن ثمنہ قاض ولا خلیفۃ لیسیت فاجتمع العامة علی تقدیم رجل جائز للضرورۃ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۳ کتاب الجنائز)

## حکومت کے غیر شرعی اقدامات کی تردید کرنا | سوال :- بسا اوقات ارباب اقتدار کچھ ایسے فیصلے کرتے ہیں جو قرآن و حدیث سے متصادم ہوتے ہیں، اس صورت میں رعیت میں سے کسی شخص کو اپنی

لہ لما فی الہندیۃ : بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعة ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیاً مسلماً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۱ باب الجمعة)

ذمہ داری کا احساس کہاں تک ہونا چاہیئے ؟

**الجواب :-** خلفاء راشدین کے دور خلافت میں جب کوئی کام اسلام کے خلاف ہوتا تو رعیت میں سے ہر شخص اور فرد کو باقاعدہ یہ حق حاصل تھا کہ حسب استطاعت اس غلط کام کا سد باب کرے، اگر بذات خود خلیفہ سے بھی بے خبری میں کوئی خلاف شریعت بات سرزد ہو جاتی تو رعایا میں سے کوئی نہ کوئی شخص ضرور اس کی نشاندہی کرتا اور خلفاء کی طرف سے اس شخص کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک تاریخی خطبہ میں رعیت کے عام افراد کو ہر حق دیتے ہوئے فرمایا: ”أَمَا بَعْدَ أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّانِي قَدْ وُلِّيتْ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِغَيْرِكُمْ فَإِنِ أَحْسَنْتُمْ فَأَعِينُونِي وَإِنِ أَسَأْتُ فَقُومُونِي..... اطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِذَا عَصَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ۔“ (البیہ والنہایہ ج ۶ مناقب ابو بکرؓ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عورتوں کے حق مہر کے بارہ میں فرمایا کہ آئندہ حق مہر چار سو درہم سے زیادہ نہیں ہوگا، اس پر ایک عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں: ”وَأَتَيْتُمْ أَحَدًا مِنْ قُنُطَارَاءٍ“ اور دس چکے ہو ایک کو بہت سامان۔ اس عورت کے اس طرح کہنے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بات سے رجوع کر لیا اور اس عورت کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

قال عمرٌو لا تغالوا فی مہور النساء فقالت امرأة یس ذلک یا عمرٌو: إن اللہ یقول: ”وَأَتَيْتُمْ أَحَدًا مِنْ قُنُطَارَاءٍ“ من ذهب..... فقال عمرٌو ان امرأة خاصمت عمرٌو مخصمة۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۷۔ سورۃ النساء) تاہم جہاں کہیں آدمی کو حق بات کہنے پر اپنی جان کے ضیاع اور گالی گلوچ کا خطرہ ہو اور اس پر صبر کرنے کی طاقت بھی نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

لما فی الہندیۃ: ولو علم باکبر رأیہ انه لو امرهم بذلک قد قوۃ و شتموہ فترکہ افضل و کذلک لو علم انہم یضربونہ ولا یصبر علی ذلک ویقع بینہم عداوۃ و یھیج منہ القتال فترکہ افضل۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۳، ۳۵۴)

لہ قال عمرٌو احب الناس الی من رفع الی عیوی۔ (کنز العمال ج ۹ ص ۲۵۵، ۲۵۶)



## جمہوری حکومت کے خلاف آواز بلند کرنا | سوال :- آج کل پاکستان میں زیادہ تر مغربی طرز کا جمہوری نظام نافذ العمل

ہے، اگر عوام الناس میں سے کوئی جماعت یا کئی افراد جمہوری نظام کی بعض خامیوں کے خلاف جلسے جلوس نکالیں اور برسر اقتدار طبقہ کے خلاف ہو جائیں تو کیا یہ لوگ حکومت کے باغی شمار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب :- مغربی جمہوری نظام میں حکومت کے خلاف آواز اٹھانا جمہوریت کا تقاضا ہے بلکہ جمہوری حکومت اپنے خلاف کسی رد عمل کو اپنی بقاء کا ذریعہ سمجھتی ہے، اس لیے اس میں جلسہ جلوس یا اور کسی مناسب طریقہ سے حکومت کے خلاف آواز اٹھانا جمہوری نظام کا حصہ ہے، ایسا کرنا نہ بغاوت ہے اور نہ مخالفین باغی شمار ہوں گے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین انکشافیؒ: فابغاة هم الخوارج وهم قوم من رأيهم ان كل ذنب كفر كبيرة كانت او صغيرة يخرجون على امام اهل العدل ويستحلون القتال والدماء والاموال بهذا التاويل ولهم منعة وقوة۔

(بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۲۷ کتاب السیر) لہ

## غیر اسلامی نظام کے خلاف تحریک چلانا | سوال :- موجودہ دور میں دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف غیر اسلامی نظام ہائے

زندگی مثلاً سوشلزم، کمیونزم وغیرہ کے قوانین چلتے ہیں، اور بعض مسلمان حکمران بھی اس قسم کے قوانین سے متاثر ہو گئے ہیں، اگر مسلمانوں میں سے کوئی گروہ یا جماعت اس قسم کے قوانین کے خلاف تحریک چلائے اور لوگوں کو اس کی قبا حثیں بتائے تو شرعاً اس قسم کی تحریک کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- سوشلزم، کمیونزم اور مغربی جمہوریت یہ تمام نظام ہائے زندگی اسلام

لہ وقال العلامة الحصکفیؒ، البغی لغة الطلب ومنه ذلك ما كنا نبغي وعرفا طلب ما لا یجوز من جور وظلم فتح وشرعاً هم الخارجون على الامام الحق یغیر حق فلو یعق فلیسوا ببغاة۔  
(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۸ کتاب السیر)

وَمِثْلُهُ فِي احكام السلطانية للماوردیؒ الباب الخامس فی الولاية حروب الصا۔

کے اصولوں سے متصادم ہیں، ایسے کسی بھی نظام کے خلاف آواز اٹھانا، جدوجہد کرنا یا کوئی تحریک چلاتا یہ سب امور موجب ثواب ہیں، اس لیے کہ یہ سب نطاہائے زندگی منکرات میں داخل ہیں، خاص کر جب ان نطاہائے زندگی میں دینی اقدار متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے ہوں اس وقت مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ ان منکرات کا سد باب کریں۔ اور اگر منکرات کو ختم کرنے کے لیے کوئی جماعت مقرر ہو جائے یا کوئی خاص تحریک چلائی جائے تو یہ ایک مستحسن اور قابل فخر عمل ہوگا۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورة آل عمران آیت ۱۰۴)  
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدٍ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ۔

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب الایمان ص ۱۷)

وعن جریر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یكون فی قوم یعمل قیہم بالمعاصی یقدمون علی ان یغیروا علیہ فلا یغیروا الا اصابہم اللہ بعقاب من قبل ان یموتوا۔ (ابوداؤد ج ۲ من ۲ کتاب الملاحم)

**پھانسی کی سزا کا شرعی حکم** | سوال :- پاکستان کے قانون میں قاتل کو پھانسی کی جو سزا دی جاتی ہے، شریعت کی رو سے یہ قصاص

شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت نے قصاص لینے کی جو شرائط مقرر کی ہیں موجودہ قانون کے مطابق پھانسی کی سزا میں وہ مفقود ہیں، اس لیے پھانسی کی سزا کو شرعاً تغذیر تو کہا جا سکتا ہے اسے قصاص کہنا صحیح نہیں، قصاص میں بنیادی تین شرطیں ہیں :-

(۱) قاتل سے قصاص لینا حقیقتاً مقتول کے ورثاء کے سپرد ہے، ورثاء چاہیں تو قصاص

لہو فی الہندیۃ، یقال الامر بالمعروف بالید علی الامراء وباللسان علی العلماء وبالقلب لعوام الناس۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۳ کتاب الکراہیۃ)  
ومثله فی جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۰۰ باب الفتن۔

یہیں چاہیں تو دیت قبول کریں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔

(۲) عین قصاص لینے کے وقت ورثاء کا حاضر ہونا لازمی ہے۔

(۳) اختلاف کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ قصاص تلوار سے لیا جائے، جبکہ آجکل پھانسی کی صورت میں یہ تینوں شرطیں نہیں پائی جاتیں۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الکاسانی: قَوْلَايَةِ اسْتِيفَادِ الْقَصَاصِ تَثْبِيتُ بَأْسِهَا مِنْهَا الْوَرَاثَةُ وَجُمْلَةُ الْكَلَامِ فِيهِ أَنَّ الْوَارِثَ لَا يَخْلُو..... فَإِنْ كَانَ الْكُلُّ كِبَاراً فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَكَلَايَةُ اسْتِيفَادِ الْقَصَاصِ حَتَّى لَوْ قَتَلَهُ أَحَدُهُمْ صَادَرَ الْقَصَاصُ مُتَوَفًى..... إِلَّا أَنَّ حُضُورَ الْكُلِّ شَرْطٌ بِجَوَازِ اسْتِيفَادِهِ وَلَيْسَ لِلْبَعْضِ وَكَلَايَةُ اسْتِيفَادِهِ مَعَ غَيْبَةِ الْبَعْضِ لِأَنَّ فِيهِ إِحْتِمَالُ اسْتِيفَادِهِ مَا لَيْسَ بِمُحَقَّقٍ لَهُ لِإِحْتِمَالِ الْعَفْوِ مِنَ الْغَائِبِ وَفِي فَصْلِ آخِرٍ - فَأَقْصَا ص لَا يَسْتَوْفِي إِلَّا بِالتَّيَمُّنِ عِنْدَنَا - (بَدَائِعُ الْمَنَائِعِ ج ۷ ص ۲۳۳-۲۳۵ کتاب الجنایات)

تاہم قاتل کو پھانسی دینا اگر قصاص نہ بھی ہو تو پھر بھی اس کا اجراء و نفاذ ناجائز نہیں بلکہ قاتل کو سزا دینے کے لیے پھانسی کا اقدام ایک مستحسن فعل ہے۔

سوال: سرکاری افسروں کو سیلوٹ (سلام) کرنے کی شرعی حیثیت

سرکاری اداروں میں افسران کو سیلوٹ (سلام) کرنے کی شرعی حیثیت

اداروں میں پرچم کشاں کے موقع پر لوگ کھڑے ہو کر پرچم کو بھی سلام کرتے ہیں، کیا اس قسم کا سلام شرعی سلام میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب: شریعت مطہرہ میں سنت سلام کے لیے سلام کے الفاظ زبان سے

لہ وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: "وَلَكِبَارِ الْقَوْمِ" أَيْ إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ لَدَى وَلِيٍّ كَبِيرٍ وَصَغِيرٍ كَانَ لِكَبِيرٍ أَنْ يَقْتُلَ قَاتِلَهُ..... لَوْ كَانَ الْكُلُّ كِبَاراً لَيْسَ لِلْبَعْضِ أَنْ يَقْتَصَ دُونَ الْبَعْضِ وَلَا أَنْ يُوَكَّلَ بِاسْتِيفَائِهِ لِأَنَّ فِي غَيْبَةِ الْمُوَكَّلِ إِحْتِمَالُ الْعَفْوِ وَالْقَصَاصِ لِيَحْقُقَ مَا لَهُ - (رد المحتار ج ۵ ص ۳۸۳ کتاب الجنایات)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتْاوَى الْهِنْدِيَّةِ ج ۶ ص ۶ کتاب الجنایات، الباب الثالث۔

ادا کرنا ضروری ہے تاہم جہاں کہیں ایک آدمی دوسرے آدمی سے اگر کچھ فاصلے پر ہوں میں  
میں ایک دوسرے کی آواز نہ سنی جاسکتی ہو تو زبان سے سلام کے الفاظ ادا کرنے  
کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا بھی مرنقص ہے۔

لما فی الہندیۃ : وفي التوازل رجل جالس مع قوم سلم علیہم رجل فقال  
السّلام علیک فردہ بعض القوم ینوب ذلک عن الذی سلم علیہ المسلم  
ولیسقط عنہ الجواب یرید بہ اذا اشار الیہم ولم یسلم لان قصده التسليم علی  
الکل ویجوز ان یشار الی الجماعۃ بخطاب الواحد هذا اذا لم یسلم ذلک الرجل  
فاما اذا استماہ فقال السّلام علیک یا ترید فاجابہ غیر زید لایسقط الفرض عن  
زید وان لم یسلم واشار الی ترید یسقط لان قصده التسليم علی الکل۔

الافتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۵ کتاب الکراہیۃ۔ الباب السابع فی السلام،

سرکاری محکموں میں سلام کا جو طریقہ رائج ہے اس میں اصل دخل ہاتھ اور پاؤں کے  
اشارہ کو ہے چاہے سلام کرنے والے ایک دوسرے سے دور ہوں یا قریب ہر حال میں سلام  
ہاتھ اور پاؤں کے اشارہ سے ہو گا، زبان سے سلام کے الفاظ کا ادا کرنا محض ضمتا ہوتا  
ہے۔ شریعت مطہرہ نے صرف ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے سلام کرنے کو مکروہ اور  
یہود و نصاریٰ سے مشابہت قرار دیا ہے۔

کما فی الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم : عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس منّا  
تشبہ بغيرنا لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصارى فان تسليم الیہود الاشارة بالاصابع  
وتسليم النصارى الاشارة بالاکف۔ (الجامع الترمذی ج ۲ ابواب الاستینازک والادب ص ۹۹)  
رہی یہ بات کہ پرچم کشائی کے موقع پر لوگ کھڑے ہو کر ہاتھ کے اشارہ سے تعظیم کیلئے

لہ روی الامام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، عن ابراہیم النخعی قال ترفع الایدی فی سبع مواطن  
فی افتتاح الصلوۃ وفي التکبیر للقتوت فی الوتر وفي العیدین وعند استلام الحجر وعلی  
الصفار والمروۃ وجمع عرفات وعند المقامین عند الجمرتین قال ابو یوسف  
فاما فی افتتاح الصلوۃ وفي العیدین وفي الوتر وعند استلام الحجر فیجعل  
ظہر کفّیہ الی وجہہ واما فی الثلاث الاخر فیستقبل بباطن کفّیہ۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۱ باب رفع الیدین)

پر حیم کو سلام کرتے ہیں تو یہ محض ایک رسم ہے شریعتِ مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔  
خیر القیرون میں بھی مجاہدین اسلام پر حیم رکھتے تھے لیکن کسی سے پر حیم کی اس طرح تعظیم کرنا  
ثابت نہیں، اس کے علاوہ شریعتِ مقدسہ میں جن مواقع پر ہاتھ اٹھا کر تعظیم کرنا ثابت  
ہے ان میں پر حیم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

**شرعی قوانین کے عدم نفاذ کی وجہ سے مجرم کی ذمہ داری** | سوال :- جس ملک  
میں حدود و قصاص جی

سزائوں کا اجراء نہ ہو وہاں اگر کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جو موجب حد ہو اور  
یہ شخص اپنے آپ کو حد کے لیے پیش بھی کرتا ہو لیکن حدود کے عدم اجراء کی بناء پر کیا یہ شخص  
صرف توبہ پر اکتفاء کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حدود اور قصاص کے اجراء کی ذمہ داری حکام پر ہے، اگر کسی ملک  
میں حکام حدود و قصاص وغیرہ شرعی سزائوں کا اجراء عملانہ کرتے ہوں تو ایسے ملک میں مُرتکبِ جرم  
کے صرف توبہ و استغفار پر اکتفاء کرنا صحیح ہے، اس لیے کہ مجرم کا کام عذاب سے بچنے کے  
لیے توبہ کرنا ہے اور حکام صاحبان اور قضاة حضرات کا کام مجرم ثابت ہونے کے بعد حدود  
قصاص کو عملاً نافذ کرنا ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصرى رحمه الله، والحاصل ان الواجب على العاصي في نفس  
الامر التوبة فيما بينه وبين الله تعالى والأتابة ثم اخاتصل بالامام ثبتت وجوب  
اقامة الحد على الامام ولا يمتنع من اقامة بسبب التوبة۔

البحر الرائق ج ۵ ص ۱۰۰ کتاب الحدود

**انگریزی قانون میں بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کا شرعی حکم** | سوال :- انگریزی قانون  
کے مطابق باپ کی میراث

لے وفی الہندیۃ : وکنہ اقامۃ الامام او نائبہ فی الاقامۃ۔۔۔۔۔ والتطہر من الذنب یست  
بحکم اصلی لاقامۃ الحد لانہا تحصل بالتوبۃ لا باقامۃ الحد ولہذا یقام الحد علی الکافر  
ولا طہرۃ لہ کذا فی التبین۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۱۴۳ کتاب الحدود، ابواب الاول)،  
ومثلہ فی رد المحتار ج ۳ ص ۱۵۴ کتاب الحدود۔



میں سے بیٹیوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا، تو کیا ایسے قانون کی آڑ لے کر بیٹیوں کو ان کے حق وراثت سے محروم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلامی قانون میں باپ کی میراث سے بیٹی کو باقاعدہ حصہ ملتا ہے، اس لیے مروجہ انگریزی قانون کا سہارا لے کر بیٹیوں کو ان کے حق سے محروم کر دینا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، ایک مسلمان کے لیے یہ لازمی اور ضروری ہے کہ وہ کسی غیر اسلامی قانون کا سہارا لینے کی بجائے شریعت مقدسہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اگرچہ بظاہر اس کو نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔

قال الله تبارك وتعالى : يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ  
فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا  
النِّصْفُ - (سورة النساء آیت ۷)

کسی چیز پر مدت دراز تک قبضہ مفید ملک نہیں | سوال :- ملک میں ایک ایسا

قانون رائج ہے کہ اگر اجارہ کی صورت میں کوئی زمین وغیرہ ساٹھ سال تک مستاجر کے پاس رہ جائے تو وہ زمین مستاجر کی ملک شمار ہوتی ہے، اس قانون کو ”زائد المیعاد“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تو کیا یہ قانون شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- انگریزی دور سے رائج ”زائد المیعاد“ نام کے اس ظالمانہ قانون کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، شریعت مطہرہ نے اجارہ میں مدت کا تعین نہیں کیا ہے بلکہ اگر اجیر نے کوئی زمین وغیرہ کسی کو اتنی زیادہ مدت کے لیے مستاجری پر دی ہو کہ جس میں اجیر اور مستاجر کا زندہ ہونا بھی محال ہو تو ایسا اجارہ صحیح ہے، لیکن اتنی مدت گزرنے کے باوجود بھی وہ زمین شرعاً مستاجر کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔

لہ وقال الامام سراج الدین محمد بن عبد الرشید لسجاوتدی : واما لبنات الصلب  
فاحوال ثلث، النصف للواحدة والثلاث للاثنتين فصاعداً ومع الابن للذكر مثل  
حظ الانثیین وهو یصیبن - (السراج ص ۷ کتاب الفرائض)  
وَمِثْلُهُ فِي شَرْيْفِيَّةٍ شَرْحِ سَرَاغِيَّةٍ ص ۲۱ الفرائض -

لما قال العلامة سليم رستم باز: (تحت قول مجلة الاحکام) "للمالك ان يوجر ماله وملكه لغيره مدة معلومة قصيرة كانت كيوم او طويلة كسنتين" او اكثر حتى لو اجدها الى مدة لا يعيش العاقدان الى مثلها عادة جاز واختاره الخشاف ومنعه بعضهم وظاهر اطلاق المتون ترجيح الاول -

(شرح المجلة ص ۲۱۱ المادة ۲۸۲ کتاب الاجارات) له

**تعزير بالمال کا شرعی حکم** | سوال :- اگر علاقائی سطح پر حکومت کی طرف سے قائم کردہ کمیٹیاں جرائم کے انسداد کے لیے مجرموں سے مالی جرمانے وصول کریں تو ایسی کمیٹیوں کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح تعلیمی اداروں میں بچوں سے غیر حاضری پر جرمانے وصول کیے جاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیلئے ہے؟

الجواب :- مالی جرمانہ کا مسئلہ فقہاء کرام کے درمیان اختلافی رہا ہے، اخاف کے اصل مذہب میں کسی پر مالی جرمانہ عائد کرنا صحیح نہیں، کیونکہ کسی بھی مسلمان کا مال بغیر اس کی رضامندی کے لینا جائز نہیں۔

لحديث النبي صلى الله عليه وسلم: لا يحل مال امرئ مسلم الا بطيب نفس منه. ركن العمال ج (ص ۳۹ - الفردوس للعلامة ج ۵ ص ۱۱ - رقم ۷۳۵)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله: تمت الدر المختار: "لا باخذ مال في المذهب" وعن ابي يوسف يجوز التعزير للسلطان باخذ المال وعندهما وباقي الاثمة فلا يجوز..... واقاد في البرازية ان معنى التعزير باخذ المال على القول به امساك شيء من ماله عنه مدة اذ لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعي..... وارى ان ياخذها فيمكها فان اُيس من توبته يصرفها الى ما يرى - وفي شرح الآثار التعزير بالمال كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ

له لما في الهندية: يصح العقد على مدة معلومة اي مدة كانت قصر المد أو كيوم ونحوه او طالت كالسنتين كذا في المصنفات ويعتبر ابتداء المدة مما سمي وان لم يسم شيئاً فهو من الوقت الذي استأجرها - (الفتاوى الهندية ج ۴ ص ۱۵ كتاب الاجارة - الباب الثالث) ومثله في البرازية على هامش الهندية ج ۵ ص ۱۸ كتاب الاجارة - تفريعات على الاجارة الطويلة -

والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال۔

(۷ د المحتار ج ۳ ص ۱۹۵، ۱۹۶ فصل فی تعزیر بالمال کتاب الحدود)

تاہم جہاں کہیں مالی جرمانہ کے بغیر چارہ نہ ہو اور مالی جرمانہ سے جرائم ختم ہوتے ہوں تو ایسی حالت میں اگر نظریہ ضرورت کے تحت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر عمل کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ چونکہ تعزیر کا مسئلہ قضاء سے تعلق رکھتا ہے اور فقہاء دینے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قضاء کے مسائل میں امام ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔

ما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : وكل فرع بالقضاء تعلقا۔۔۔ قول ابی یوسفؒ فیہ ینتفی۔۔۔۔۔ الفتاوی علی قول ابی یوسفؒ فیما یتعلق بالقضاء لزیادة تجریتہ۔  
(مجموعۃ رسائل ج ۱ ص ۳۴-۳۵)

وقال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ : وسمعت من ثقة ان التعزیر باخذ المال ان رأى القاضی والوالی جازوا من جملة ذلك رجل لا یحضر الجماعة یجوز تعزیرہ باخذ المال۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۲۳۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر)

**اشیاء خورد و نوش کے نرخ مقرر کرنا** | سوال :- روزہ استعمال کی اشیاء خورد و نوش کے نرخ مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے

تو یہ کس کو حق حاصل ہے؟

الجواب :- روزہ مرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتوں میں کمی یا زیادتی تجارتی منڈیوں میں اتار چڑھاؤ کی حالت پر مبنی ہے جس کا سبب ماہرین معاشیات ملکی حالات کو قرار دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں افراط زر پیدا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے اعمال کا نتیجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی ہے، اس لیے کسی حاکم یا والی کو روزہ مرہ استعمال کی اشیاء خورد و نوش کی قیمتیں مقرر

لہ وقل الامام سید سابق رحمہ اللہ : ویجوز التعزیر باخذ المال وهو مذهب ابی یوسفؒ  
وبہ قال مالک۔ وایضاً نقل عن معین الحکام ومن قال ان العقوبة المالية منسوخة  
تند غلط علی مذاہب الاثمة نقلاً واستدلالاً ولیس یسہل دعوی نسخها۔  
(فقہ السنۃ ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر)

کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ هو المسقر القابض الباسط الرزاق وافی لا یرجو ان اللہ ولیس احد منکم یطالبنی بمظلمة فی دم ولا مال۔  
رُستق ابی داؤد ج ۲ ص ۱۳۳ باب فی التسعیر

تاہم جہاں کہیں تاجر عوام کی مجبوریوں سے غلط فائدہ اٹھا کر مصنوعی مہنگائی پیدا کرتے ہیں، ایسی صورت میں قاضی یا حاکم کے لیے اشیاء خورد و نوش کی قیمتیں مقرر کرنا اور پھر اس کی نگرانی کرنا بھی ضروری ہے۔

لما قال الامام علی ابن ابی بکر المرغینانی رحمہ اللہ: ولا ینبغی للسلطان ان یسقر علی الناس فان کان ارباب الطعام یتحكمون یتعدون عن القيمة تعدیاً فاحشاً وعجز القاضی عن صیانة حقوق المسلمین الا بالتسعیر فحینئذ لا بأس به بمشورة من من اهل الرأیة والبصيرة۔ (الهدایة ج ۳ ص ۲۴۱-۲۴۲ کتاب الکراہیة۔ فصل فی البیع)۔

**حکومت کی طرف سے لگائے گئے ٹیکسوں کی شرعی حیثیت** | سوال: ہر آجکل ملک میں تقریباً

ہر طرف ٹیکسیشن کا نظام رائج ہے، کہیں انکم ٹیکس، ٹریڈ ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، سیلز ٹیکس ہے تو کہیں آبکاری ٹیکس کی شکل میں یہ عوام پر نافذ ہے، تو کیا شریعت مطہرہ حکومت کو زکوٰۃ اور صدقات کے علاوہ رعایا پر مزید ٹیکس لگانے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** شریعت مطہرہ میں صاف طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال خرچ کرنے کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ اغنیاء کے اموال میں فترار اور مساکین کا حصہ

لہ وقال الامام سید سابق رحمہ اللہ: الترحیص فیہ عند الحاجة الیہ علی ان التجار اذا ظلموا وتعدوا تعدیاً فاحشاً یضرب بالسوق وجب علی الحاکم ان یتدخل ویجدر السقر صیانة لحقوق الناس ومنعاً للاحتکار ودفعاً للظلم الرافع علیہم من جشع التجار۔ (فقہ السنۃ ج ۳ ص ۱۶، ۱۷ کتاب الکراہیة التسعیر)  
ومثله فی تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۸ کتاب الکراہیة، فصل فی البیع۔

موجود ہے۔

قوله تعالى : وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔ (سورة الذریت ۱۹)  
امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ  
بھی حق ہے اور انہوں نے اس بات پر اُمت کا اجماع نقل فرمایا ہے فرماتے ہیں :-

فقال ابن عمر والحسن والشعبي ومجاهد هو حق سوى الزکوٰۃ واجب في  
المال..... قال ابوبکر هذه الاخيار كلها مستعملة وفي المال حق سوى الزکوٰۃ  
باتفاق المسلمين۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۵۰۵، ۵۰۶ سورة الذریت)

اس کے علاوہ حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ اپنا دفاعی نظام مستحکم رکھے، اسی طرح  
رفاہ عامہ کے کاموں مثلاً ہسپتال، مسافر خانوں اور سڑکوں وغیرہ کے لیے مخصوص فنڈ مقرر  
کرے، فقراء و مساکین اور یتیموں کا خصوصی خیال رکھے، اگر بیت المال خالی ہو تو دفاعی  
نظام کے اخراجات کے لیے حکومت وقت اُغنیاء پر محدود انداز میں کچھ ٹھوڑا سا ٹیکس لگا  
سکتی ہے لیکن یہ ٹیکس اتنا زیادہ نہیں لگایا جائے گا کہ وہ ظلم کی حد تک پہنچ جائے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اما اذا دخلت الايدي من الاموال ولم يكن من  
مال المصالح ما يقي بغراجات العسكر ولو تفرق العسكر واشتغلوا بالكسب الخيف  
دخول الكفار بلاد الاسلام او خيف ثوران الفتنة من اهل العدا منة في بلاد  
الاسلام فيجوز للامام ان يوظف على الاغنياء مقدارا كفاية الجند۔

المستصفى للامام غزالي ج ۲ ص ۳۰۲

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم وقت ضرورت کے تحت مالدار لوگوں پر ٹیکس لگا سکتا  
ہے، تاہم اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ موجودہ دور میں ٹیکسیشن کا سارا نظام صحیح  
ہے، اس لیے کہ آج کل ٹیکسوں کا جو نظام ہے اس میں بعض ٹیکس غیر شرعی ہیں اور  
اسی طرح عام طور پر ٹیکسوں کی شرح فیصدی اتنی زیادہ ہے کہ عام انسان کی قوت برداشت  
سے باہر ہے، شریعت مقدسہ نے ٹیکسوں کی شرح کو زکوٰۃ کی شرح مقدار سے زیادہ نہیں  
بڑھایا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ  
ٹیکس کی وصولی کے لیے بھیجا تو ان کو یہ حکم فرمایا کہ مسلمانوں سے چالیسواں حصہ اور ذمیوں



سے بیسواں حصہ اور حربیوں سے دسواں حصہ وصول کر لیا کرو۔

قال الامام ابو يوسف رحمه الله : فان عمر بن الخطاب وضع العشور فلا بأس باخذها اذا لم يعتد فيها على الناس ويؤخذ باكثر مما يجب عليهم ..... قال وحدثنا ابو حنيفة عن القاسم عن انس بن سيرين عن انس بن مالك قال بعثني عمر بن الخطاب رضي الله عنه على العشور وكتب لي عهداً ان اخذ من المسلمين بما اختلفوا فيه لتجاراتهم ربع العشور ومن اهل الذمة نصف العشور ومن اهل الحرب العشر۔ ركتاب الخراج ص ۱۳۴ فصل في العشور (۱)۔  
 آج کل ملک کے ہر کونہ میں چوٹی ٹیکس وصول کیا جاتا ہے جسے ضلع ٹیکس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، شریعت مطہرہ میں اس قسم کے ٹیکس کا کوئی جواز نہیں ہے بلکہ صراحتاً اس کا عدم جواز نقل کیا گیا ہے۔

قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ اس قسم کے ٹیکس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک ملک کے اندر ایک علاقے سے دوسرے علاقے کو اشیاء منتقل کرنے پر جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے شریعت نے اس کو حلال قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس قسم کا ٹیکس حرام ہے اور عادلانہ سیاست کے بالکل منافی ہے اور اکثر یہ ٹیکس ظالموں کے ہذا دیں ہوتے ہیں۔

قال العلامة قاضي أبي يعلى: فاما اعشار المنتقلة في دار الاسلام من بلد الى بلد فحرمه لا يبيحها شرع ولا يسوغها اجتهاد ولا هي من سياسيات العدل وقلما تكون الا في بلاد الجائرة ولذلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يد نحل الجنة صاحب مكس وفي لفظ اخر ان صاحب المكس في النار يعني العاشر وفي لفظ اخر اذا القيتم عاشرًا فاقتلوه۔ (الاحكام السلطانية ص ۲۲۶ فاما اعشار الاموال)

۱۔ قال الامام ابن حزم الظاهري: قال ابو محمد وفرض على الاغنياء من اهل كل بلد ان يقوموا بفقرائهم ويجبرهم السلطان على ذلك ان لم تقم الزكاة بهم ولا في سائر اموال المسلمين بهم فيقام لهم بما يكفون من القوت الذي لا بد منه ومن اللباس للشتاء والصيف بمثل ذلك ..... برهان ذلك قوله تعالى: "وَاتَّكَ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْمَسْكِينِ"۔ (المحلى ج ۲ ص ۲۵۲، ۲۵۳ رقم ۲۵) كتاب الزكاة قسم الصدقات)

تاہم ایک ملک سے دوسرے ملک میں مال اور اشیاء منتقل کرنے پر جو کسٹم ڈیوٹی عائد ہوتی ہے اس کے جواز کی گنجائش ہے، لیکن عصر حاضر میں بعض ممالک میں کسٹم حد سے زیادہ وصول کیا جاتا ہے اس لیے اس کی مقدار میں اعتدال سے کام لینا چاہیے اور اس قسم کے ٹیکس کو ظلم کی حد تک نہیں بڑھانا چاہیے۔

لما قال القاضي ابو يعلى: ان كان البلد تغراً يتأخض دار الحرب وكانت اموالهم اذا دخلت دار السلام معشورة عن صلح استقر معهم اثبت في الديوان عقد صلحهم وقدر الماخوذ منهم من عشر أو خمس او زيادة عليه او نقصان منه وان كان يختلف باختلاف الامتعة والاموال فصلت فيه وكان الديوان موضوعاً لانخراج رسومه والاستيفاء ما يرفع اليه من مقادير الامتعة المحولة اليه۔ (الاحكام السلطانية ص ۲۲۵ تقدير العطاء۔ الفصل السادس)۔

**اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کی عبادت کا طریقہ کار** | سوال :- کیا اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو یہ حق حاصل

ہے کہ وہ اپنے مذہب کی اعلانیہ تبلیغ کریں یا کوئی نئی عبادت گاہ تعمیر کریں یا اپنے مذہب کے مطابق جملہ رسومات ادا کرتے رہیں۔

الجواب :- ایک اسلامی مملکت میں مسلمان حاکم پر لازم ہے کہ غیر مسلم اقلیت کی جان و مال کا تحفظ کرے، لیکن شریعت نے غیر مسلموں کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ بازاروں اور حجروں اور دیگر پبلک مقامات میں اپنے مذہب کا پرچار کریں، غیر مسلموں کی عبادت اپنے گھروں اور اپنی قدیم عبادت گاہوں و مندروں، گرجا گھروں اور چرچوں تک محدود رہے گی۔ اسی طرح غیر مسلم اپنے لیے کوئی نئی عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی نیا قبرستان یا اپنے مردوں کو جلانے کے لیے کوئی نئی جگہ تعمیر کر سکتے ہیں۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ : ولا يجوز ان يحدت ببيعة

لما قال الامام قاضي ابو يوسف : اما العتور قرأت ان توليها قوماً من اهل الصلاح والدين وتأمرهم ان لا يتعدو على الناس فيما يعاملونهم به فلا يظلموهم ولا يأخذوا منهم الا ثمة مما يجب عليهم۔ (كتاب الخراج ص ۱۳۲ فصل في العتور)



فیمنعون عنه فیما صار مصر اقرب أمصار المسلمين۔  
(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۱۳ کتاب السیر)۔

**حکومت کو زنا بالجبر اور بالرضاء کی تقسیم کا کوئی اختیار نہیں** | سوال: حکمران طبقہ میں سے بعض

افراد نے زنا کی دو قسمیں بنا رکھی ہیں، یعنی زنا بالجبر کو قابل حد اور زنا بالرضاء کو جائز قرار دے کر زانی اور مرتزبہ سے حد کو ساقط تصور کرتے ہیں، کیا شرعاً ان افراد کا یہ اقدام جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:**۔ علماء اُمت اور فقہاء کرام نے قرآن اور احادیث کی روشنی میں جس زنا کو قابل حد قرار دیا ہے اس میں زنا بالرضاء یا زنا بالجبر کی کوئی قید نہیں لگائی، بلکہ فقہاء عبارات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو زنا رضامندی کے ساتھ کیا جائے وہ تو بطریق اولیٰ

لہ وفي الهندية : وليس للنصارى ان يضربوا في منزله بالناقوس في مصر المسلمين ولا ان يجمع فيه بهم انما له ان يصلي فيه ولا ان يخرجوا الصليب او غير ذلك من كائناتهم ولورفعوا اصواتهم بقراءة الزبور والانجيل ان كان فيه اظهارا للشرك منعوا عن ذلك وان لم يقع بذلك اظهارا للشرك لا يمتنعون ويمنعون عن قراءة ذلك في اسواق المسلمين ---- ولا بأس باخراج الصليب وضرب الناقوس اذا جاوزوا اقلية مصر وفي كل قرية او موضع ليس من امصار المسلمين فانهم لا يمتنعون عن ذلك وان كان فيها عدد من المسلمين يسكنون فيها۔

(الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۵۱ کتاب الجہاد، الباب الثامن فی الجزية)  
وقال الامام علاؤ الدين الكاساني رحمه الله لا يمتنعون من اظهار شيء مما ذكرنا من بيع الخمر والخنزير والصليب وضرب الناقوس في قرية او موضع ليس من امصار المسلمين ولو كان فيه عدد كثير من اهل الاسلام وانما يكره ذلك في امصار المسلمين وهي التي بمقام فيها الجمع والاعياد والحدود۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۱۱۳ کتاب السیر)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۵ ص ۱۱۱ کتاب السیر۔

حد کا مستحق ہے۔

چونکہ عورت اور مرد پر اپنی اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا حقوق الشرع سے ہے اس لئے کسی عورت یا مرد کو اپنی شرمگاہ شریعت کے مقرر کردہ طریقہ کے علاوہ دوسرے طریقہ سے استعمال کرنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں، اس لیے رضا مندی سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہی وجہ ہے کہ اس کی سزا جب حد مقرر ہو جائے تو کسی کو معاف کرنے کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی حد کو ساقط کرنے کے لیے زنا میں بالجبر اور بالرضا میں تقسیم کر سکتا ہے، موجب حد زنا کی جو تعریف کی گئی ہے وہ دونوں کو شامل ہے :

لما قال العلامة علاؤ الدین الکاسانی رحمہ اللہ : اما الزنا فهو اسم للوطء المحرام فی قبْل المرأة الحیة فی حالة الاختیار فی دار العدل ممن التزم احکام الاسلام العاری عن حقیقة الملك وعن شبهته وعن حق الملك وعن حقیقة التکاح وشبهته وعن شبهة الاشتباه فی موضع الاشتباه فی الملك والتکاح جمیعاً۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳ کتاب الحدود)

تاہم جہاں کہیں زانی اور مزنیہ پر ایسی زبردستی کی گئی ہو جس سے انکار کی صورت میں جان کے چلے جانے کا خطرہ ہو تو ایسے اکراہ اور جبر میں زانی مکڑہ یا زانیہ مکڑہ سے حد ساقط ہو سکتی ہے۔

لما قال العلامة المرغینانی؛ قال ومن اكرهه السلطان حتى زنى فلا حد عليه..... وان اكرهه غير السلطان حد عند ابن حنيفة وقال لا يحد لان الاكراه عندهما قد يتحقق من غير السلطان۔ (الهداية ج ۲ ص ۴۹۹ کتاب الحدود، باب حد الزنا) لہ

لہ وقال الامام علی ابن ابی بکر المرغینانی؛ الوطی الموجب للحد هو الزنا، وانه فی عرف الشرع واللسان وطی الرجل المرأة فی القبْل فی غیر الملك وشبهته الملك لانه فعل محظور والحرمۃ علی الاطلاق عند التعدی عن الملك وشبهته یؤید ذلک قوله علیہ السلام ادرء والحدود بالشبهات۔

(الهداية ج ۲ ص ۴۹۹ کتاب الحدود۔ باب حد الزنا)

وَمِثْلُهُ فی فتح القدیر ج ۵ ص ۳ کتاب الحدود۔ باب حد الزنا۔



## غریب کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان عدالتی کارروائی کا حکم | سوال : نفقہ حنفی کی تمام

کتابوں میں لکھا ہے کہ شوہر کی غریب اور افلاس کی وجہ سے قاضی یا حاکم خاوند اور بیوی کے درمیان نکاح فسخ نہیں کر سکتا ہے بلکہ خاوند کو مجبور کرے کہ کسی سے قرض لے کر بیوی کا نفقہ ادا کرے۔ آج کل چونکہ بہت سی عورتیں شوہروں کی غریب و افلاس کی وجہ سے کئی قسم کے گناہوں کی مرتکب ہوتی جا رہی ہیں، لہذا موجودہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے آج کل کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟

الجواب :- اس مسئلہ میں ہندوستان کے بڑے بڑے علماء نے حالات کے پیش نظر ضرورت کے تحت ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر عمل کرنے کو جائز قرار دیا ہے، اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ مذکورہ مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کا مسلک اور طریقہ کیا ہے؟ ائمہ ثلاثہ کی کتب کے مطالعہ سے اس مسئلہ کا حل کچھ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند اس قدر غریب اور نادار ہو کہ وہ اپنی بیوی کو عام معمولی سی خوراک اور کپڑے وغیرہ نہیں دے سکتا ہو تو عورت کو اختیار ہے کہ خاوند کے ساتھ اس مفلسی کی حالت میں رہے یا خاوند سے علیحدگی اختیار کر لے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

فلما كان من حقها عليه ان يعولها ومن حقه ان يستمتع منها ويكون لكل على كل ما للزوج على المرأة وللرأة على الزوج احتمل ان لا يكون للرجل ان يمسك المرأة يستمتع بها ويمنعها غيره تستغنى به ويمنعها ان تضطرب

لہ قال الامام البيهقي: من ابى الزنا وقال سألت سعيد بن المسيب عن الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته قال يفرق بينهما قال ابو الزناد قلت سنة قال سعيد سنة قال الشافعي والذي يشبه قول سعيد سنة ان تكون سنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم - (السنن الكبرى ج ۷ ص ۶۹ کتاب التفقاء باب الرجل ريح نفقة امرأته)

فان امتنع الزوج عن الاتفاق فالزوجة بالخيار ان شاءت بقيت على نكاحها وان شاءت

طلبت التفريق - (موسوعة فقه عمر بن الخطاب ص ۶۴۱ نفقة)

فراقه فی فرقة بلا طلاق لانها ليست شيئاً اوقعه الزوج ولا جعل الى احد ايقاعه ..... ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كتب الى امرأ الاجناد في رجال غابوا عن نساءهم يا مؤمنون ان ياخذوهم ان ينفقوا أو يطلقوا فان طلقوا بعثوا بنفقة ما حبسوا - ركتاب الام للشافعي ج ۵ ص ۹۱ باب الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته له وقال الامام احمد بن محمد بن احمد الدرديزالي؛ فان اثبت الزوج عسر عند الحاكم تلوم له اي امحل بالاجتهاد من الحاكم بحسب ما يراه من حال الزوج لعنه ان يحصل النفقة في ذلك الزمن والا ثبتت عسره عند الحاكم امر الزوج اي امره الحاكم بها اي بالنفقة او بالطلاق بلا تلوم بان يقول له انا ان تنفق واما ان تطلقها فان طلق أو انفق فالامر ظاهر والاطلاق عليه بان يقول الحاكم فسخت نكاحه أو طلقته منه أو يا مؤمنون بذلك ثم يحكم به -

(الشرح الصغير ج ۲ ص ۴۵، ۴۶ باب وجوب النفقة على الغير)

تاہم تفریق کی صورت میں میاں بیوی شرعی عدالت سے رجوع کریں گے اور قاضی یا حاکم وقت عورت اور اس کے شوہر کے درمیان تفریق کرے گا۔ قاضی یا مسلمانوں کی بنائی ہوئی عدالت کے بغیر عورت اور خاوند کے درمیان تفریق نہیں ہو سکتی۔

لما قال الامام علاؤ الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی الحنبلی؛ ولا يجوز الفسخ في ذلك الا يحكم حاكم - رالانصاف ج ۹ ص ۳۹۱ کتاب النشقات

لہ وقال الامام ابوالحسن المرداوی الحنبلی رحمہ اللہ: قوله (وَإِنْ عَسَرَ الزَّوْجُ بِنَفْقَتِهَا) وبعضها او بالكسوة) وكذا ببعضها خیرت بین فسخ النكاح والمقام وتكون النفقة ديناً في دتمته یعنی نفقة الفقير ومحلله اذا لم تمنع نفسها الصحيح من المذهب ان لها الفسخ بذلك مطلقاً وعليه جماهير الاصحاب ونقله الجماعة عن الامام احمد رحمه الله قال الزركشي رحمه الله: هذا المشهور والمختار للاصحاب -

(الانصاف ج ۹ ص ۳۸۳ کتاب النفقات)

ومثله في مختصر المزني ۲۳۲ باب النفقة -

**پاسپورٹ اور ویزہ کی شرعی حیثیت** | سوال :- آجکل بین الاقوامی قانون کے مطابق جب کسی ملک میں کوئی غیر ملکی شخص

داخل ہوگا تو وہ لازماً ویزہ اور پاسپورٹ کے ساتھ اجازت طلب کرے اس ملک میں داخل ہوگا ورنہ وہ مجرم شمار ہوگا، تو اس اجازت کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

**الجواب :-** عصر حاضر میں دنیا کی تقسیم جغرافیائی اعتبار سے ہو چکی ہے، ہر ملک کے لیے الگ حدود مقرر ہیں، اب اگر ہر شخص کا بغیر اجازت کے کسی ملک میں داخلہ شروع ہو جائے تو اس سے ممالک کے اندرونی معاملات متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، ایک ملک ولے دوسرے ملک میں گڑ بڑ پیدا کریں گے اور اس طرح فتنہ و فساد کا ایک نہ بند ہونے والا دروازہ کھل جائے گا۔

اس لیے ملکی قوانین میں کسی غیر ملکی کے داخلہ کے لیے خاص شرائط رکھی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسی کوئی بھی پابندی کسی شرعی اصول سے متصادم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اسلامی ملک میں کسی غیر مسلم کا داخلہ وہاں کی انتظامیہ کی اجازت پر موقوف ہے، کیونکہ اس سے یعنی کسی غیر مسلم کا بلا اجازت کسی اسلامی ملک میں داخل ہونے سے وہاں فتنہ و فساد کا خطرہ ہے۔ شریعت مطہرہ میں ویزہ کی مثال مستأمن کا دوسرے ملک میں داخل ہونے کے لئے ایک معین مدت تک اسن طلب کرنے کی ہے، جس طرح ویزہ میں ایک معین مدت تک کسی دوسرے ملک میں رہنا پڑتا ہے اسی طرح مستأمن کو بھی معین مدت تک دوسرے ملک میں رہنا ہوتا ہے۔

كما قال شيخ الاسلام برهان الدين المرغيناني رحمه الله : واذا دخل المسلم دار الحرب تاجراً فلا يعل له ان يتعرض بشئ من أموالهم ولا من دماءهم لانه ضمن ان لا يتعرض لهم بالاستيذان فالتعرض بعد ذلك يكون غدرًا والغدر حرام..... قال واذا دخل الحربى اليئامستأمناً لم يكن ان يقسم في دارنا سنة ويقو له الامام ان اقامت تمام السنة وضعت عليك الجزية والاصل ان الحربى لا يمكن من اقامة دائمة في دارنا الا بالاسترقاق والجزية لانه يصير عيناً لهم وعوناً علينا فيلتحق المضرة بالمسلمين ويمكن من اقامة البسيرة لان في منعها

قطع السیر والجلب وسد باب التجارة ففصلنا بينهما سنة -

(الهدایة ج ۲ ص ۵۵ کتاب السیر فصل فی استئمان الکفار)

**سی آئی ڈی (جاسوسی) کی شرعی حیثیت** | سوال :- آجکل دنیا کے اکثر ممالک کے حکمران طبقہ کا یہ دستور ہے کہ اپنے آپ

کو حکومت مخالف سرگرمیوں سے واقف اور باخبر رکھنے کے لیے ایک ادارہ قائم کرتا ہے جسے عرف میں سی۔ آئی۔ ڈی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ایسے محکمے یا ادارے کا قائم کرنا شرعی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :** ملک کو انتظامی طور پر بہتر انداز میں چلانے کے لیے حکومتیں مختلف قسم کے ادارے بناتی ہیں، اسی طرح اگر حکومت کوئی ایسا ادارہ قائم کرے جو غیر ملکی جاسوسوں یا ملک کے اندر ایسے لوگوں کی خفیہ سرگرمیاں معلوم کرے جو کہ حکومت اور ملک کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہو، تو یہ ایک مستحسن اقدام ہے، حکومت کے قائم کردہ ایسے ادارے ملک کے استحکام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قال علی بن ابی بکر المرغینانی: واذا استخلف الوالی رجلاً لیعلمته بكل داعی دخل البلد فهذا علی حال ولايته خاصة لان المقصود منه دفع شره او شر غیره یزجره فلا یفید فائدتہ بعد زوال سلطنتہ -

(الهدایة ج ۲ ص ۵۶ کتاب السیر)

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت خلافت میں آپ کو ملک کے اندرونی حالات و واقعات، عمال کی کارکردگی اور باغیوں کے خروج کا جس سرعت سے علم ہوتا تھا شاید دوسرے ممالک میں بہت کم ایسے ہوتا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر علاقے میں اس قسم کے خفیہ حالات فراہم کرنے کے لیے پربہ نویس مقرر کئے ہوئے تھے

لہ وقال العلامة ابن عابدین فی شرح هذه العبارة: "قوله لانه یصیر عیناً لہم" قال الرملى هذه العلة تنادی بحرمۃ تمکینہ سنہ بلا شرط وضع الجزیة -

(منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ج ۵ ص ۱۰۲ کتاب السیر، فصل فی تاخیر استئمان الکافر)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۵ ص ۱۰۲ کتاب السیر فصل فی تاخیر استئمان الکافر۔

مملکت اسلامیہ کے جس حصہ میں بھی تھینے کام ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فوراً اس کی اطلاع پہنچ جاتی تھی۔

لما قال الامام طبری رحمہ اللہ : وكان عمر لا يخفى عليه شيء في عمله كتب اليه من العراق بخروج من نجران ومن الشام بجائزة من اجيز فيها۔  
 (تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۲ ص ۶) ذکر خبر عزل خالد بن ولیدؓ  
 اسی طرح نعمان بن عدی رضی اللہ عنہ ميسان کے علاقہ کے گورنر تھے انہوں نے اپنی بیوی کو خط میں کچھ نازیبا اشعار لکھے جن میں سے بعض اشعار کا کسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہو گیا، اشعار سننے ہی فوراً نعمان بن عدی کو خط لکھ کر گورنری سے معزول کر دیا۔

لما قال الامام دولابی رحمہ اللہ : وكان النعمان اول وارث في الاسلام وكان ابوه اول موروث في قول واستعمله عمر بن الخطاب على ميسان ولم يستعمل من قومه غيره واراد امرأته على الخروج معه الى ميسان فابت فكتب اليها ابیات - شعر وهي -

فمن مبلغ الحساء ان حليلها      بميسان يسقى في رجاج وحنتم  
 لعل امير المؤمنين يسوده      تناد منا يا لجوسق المتهدم  
 قبل ذلك عمر فكتب اليه - اما بعد فقد بلغني قولك -  
 لعل امير المؤمنين يسوده      تناد منا يا لجوسق المتهدم  
 وايم الله لقد ساني ثمر عزله - (اسد الغابة في ذكر نعمان بن عدی ج ۵ ص ۲۷۵) -

لہ وقال الامام علامہ دولابی رحمہ اللہ : وحذيفة صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنافقين لم يعلمهم احد الا حذيفة اعلمه بهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وسأله عمر أفي عمالي احد من المنافقين قال نعم واحد قال من قال لا اذكره قال حذيفة معزله كائنا دل عليه -  
 كان عمر اذا مات ميت يسأل عن حذيفة كان حضر الصلوة عليه صلى الله عليه وسلم وان لم يحضر حذيفة الصلوة عليه لم يحضر عمر -  
 (اسد الغابة - ذكر حذيفة بن اليمان ج ۱ ص ۳۹۱)



**مخبری کرنے والے پر ضمان کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص حکومت کی جانب سے

سی آئی ڈی کے محکمہ میں ملازم نہ ہو بلکہ اپنی طرف سے لوگوں کے احوال اور اسمگلنگ کے اموال کے بارے میں حکومت کو معلومات اور شکایات فراہم کرتا ہو، تو اگر ایسے شخص کی مخبری کی وجہ سے لوگوں کا کوئی نقصان ہو جائے تو آیا اس شخص پر ضمان ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جو شخص حکومت کی طرف سے خفیہ معلومات کی حکومت کو فراہمی پر باقاعدہ مامور نہ ہو اور وہ شخص لوگوں کے اموال وغیرہ کی حکومت کو سی آئی ڈی کرتا ہو تو وہ شرعاً مجرم شمار ہوگا اور جو مال وغیرہ اس کی شکایت کی وجہ سے بحق سرکار ضبط ہو چکا ہو اس کا ضمان اورتاوان اس شخص پر عائد ہوگا۔

لما قال العلامة سيد محمد امين بن عمر بن عبدالعزيز: اقول حاصله انه اذا شكاه بغير حق يضمن ما اتلفه الوالى او اعوانه من عضو او من مال دون النفس ..... افشى به المتأخرون على خلاف القياس زجراً عن السعاية. (فتاوى تنقيح الحامدية ج ۲ ص ۲۷۸ کتاب الجنایات)

تاہم اگر کسی نے خوف اور خود کو ضرر پہنچنے کی وجہ سے کسی کی شکایت کی ہو تو پھر شکایت کرنے والے پر ضمان نہیں۔

لما قال الامام حافظ الدين محمد بن شهاب البزازی: السعي الى السلطان على ثلاثة ان كان بحق بان كان يوزيه ولا يمكنه الدفع الا بالرفع او فاستقلا لا يمتنع الا بالامر بالمعروف لا يضمن الساعي. (فتاوى يرازية على هامش الحفدة ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب الاستعانة بالسلطان في السعاية)

لما قال العلامة احمد بن محمد الحوی المصری: تحت قول الاشباہ والنظائر "الافتاء بتضمن الساعي" وهو قول المتأخرين لغلبة السعاية "قيدة قارى الهداية بما اذا كان عادة ذلك الظالم ان من رفع اليه ويقول عنده ان يأخذ منه مالا مصادراً يضمن الساعي في هذه الصورة ما اخذ للظالم هذا هو المفتى به افشى به المتأخرون من علمائنا۔

والاشباہ والنظائر مع شرحه للحوی ج ۱ القاعدة التاسعة عشرة (ومثله في رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۵ کتاب القضاء۔

سوال :- پاکستان کے قبائل میں سے ایک گروہ کا مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کو جہاد قرار دینا اپنے ساتھیوں کو شہید اور زندہ رہ جانے والوں کو غازی تصور کرتے ہیں، اور پاکستانیوں سے اخذ شدہ مال کو مالِ غنیمت کہتے ہیں، اور اس گروہ کا امیر اس مال سے اپنے لیے خمس (۱/۵) لیتا ہے، شرعاً اس گروہ کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب :- مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے مال و جان کو مباح قرار دینا اور ان کے ساتھ قتال کو جہاد کے مترادف قرار دینا، یہ باغیوں اور قطاع الطريق کا کام ہے۔ فقہاء کرام نے باغیوں اور قطاع الطريق کی جو تعریفات ذکر کی ہیں وہ اسی قسم کے گروہوں پر حرف بحرف صادق آتی ہیں۔

لما فی الہندیۃ : اہل البغی کل فرقہ لہم منعة یتغلبون ویجتمعون ویقاتلون اہل العدل بتأویل ویقولون الحق معنا ویدعون الولاۃ۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۸۳ کتاب البغی اثر فی البغی) شریعت مقدسہ کی رو سے کسی مسلمان کا ناحق قتل کرنا اور اس کی رضا مندی کے بغیر لینا دونوں حرام اور ناجائز ہے۔

لقولہ علیہ السلام : لا یجوز دم امرئ مسلم یشهد ان لا الہ الا اللہ واتى رسول اللہ الا باحدی ثلاث، والنفس بالنفس والشیء الزانی والمفارق لدنیہ التارک الجماعۃ۔ (صحیح بخاری، دیات، ۱۰۱۶/۲ - صحیح مسلم، قسامہ، ۵۹/۲ - سنن النسائی ج ۲ ص ۱۶) وایضاً قال علیہ السلام : لا یجوز مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۳۹۷ - فردوس الدلیلی ج ۵ ص ۶۳۵ رقم ۲۱۵)

۱۔ وقال الامام فخرالذین الرازی : (فی تفسیر هذه الآية) : اِنَّمَا بَعْدُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا، المحاربون المذكورون فی هذه الآية هم القوم الذين یجتمعون ولم منعة من ارادهم بسبب انهم یحیی بعضهم بعضاً ویفصدون المسلمین فی ارواحهم ودمائهم۔ (التفسیر الکبیر ج ۱۱ ص ۲۱۵، ۲۱۶ - سورۃ المائدہ) وَمِثْلُهُ فِی احکام السلطانیۃ لا ینبغی علی ص ۵۷ اما قتال اہل البغی۔

**شریعت بل کا پس منظر | سوال :-** جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت میں شریعت بل کا شور و غوغا پورے ملک میں پھیلا ہوا

تھا۔ اس بل کی ابتداء، پس منظر اور بالآخر ایوان بالا (سینٹ) سے منظوری کے باوجود اس کے تعطل کا شکار ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟

**الجواب :-** شریعت بل اُن اسلامی دفعات کا مجموعہ ہے جس پر علماء کرام نے شب و روز محنت کی، علماء نے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے حکومتی ایوانوں میں یہ بل پیش کیا لیکن قیمتی سے نام نہاد جمہوری اداروں سے اس کو پذیرائی حاصل نہ ہوئی اور ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو سینٹ سے متفقہ طور پر پاس ہونے کے باوجود ابھی تک یہ بل آئین کا حقہ نہ بن سکا۔ اس بل کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر یہ بل تمام قانونی مراحل سے پاس ہو جاتا تو ملک کے پورے نظام میں یکسر تبدیلی آجاتی۔ معاشی اور اقتصادی اور عدالتی امور میں اس سے انقلاب برپا ہو جاتا لیکن حکومتی ایوانوں پر قابض بے دین طبقہ نے علماء کی آواز کو دبا کر سرد خانہ میں ڈال دیا، یہی وجہ ہے کہ حالات جوں کے توں ہی ہیں۔

**شریعت بل کا خاکہ یہ تھا :-**

**دفعہ ۱: (الف)** یہ قانون نفاذ شریعت کے نام سے موسوم ہوگا۔

**(ب)** یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں اور تمام باشندوں پر نافذ ہوگا، البتہ غیر مسلم باشندوں کے شخصی معاملات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

**دفعہ ۲: شریعت کی قانونی تعریف :-**

**(الف)** شریعت سے مراد دین کا وہ خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔

**(ب)** شرعی قوانین کا اصل ماخذ قرآن کریم اور سنت رسول ہے۔

**(ج)** اجماع امت کو قرآن اور سنت نے حجت قرار دیا ہے، اس لیے جو

قانون اجماع امت سے ثابت اور مانو، ہو وہ بھی شریعت کا قانون ہے۔

**(د)** جو احکام امت کے معتمد اور مستند مجتہدین نے قرآن و سنت اور اجماع کے

قواعد و ضوابط معینہ کے مطابق مستنبط کر کے مدون کر لے ہیں وہ بھی شریعت ہی کے قوانین

ہیں اس لیے کہ قیاس اور اجتہاد کو (بشرطیکہ وہ قرآن و سنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو) قرآن اور سنت نے حجت قرار دیا ہے۔

**دفعہ ۴:** شریعت کی بالادستی۔

مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو، اگر ایسا کوئی قانون یا قرارداد منظور کر لی گئی تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا اور چیلنج کرنے کے فوراً بعد عدالت کے آخری فیصلہ تک اس پر عمل درآمد ملتوی ہو جائے گا۔

**دفعہ ۴:** ملک کی تمام عدالتوں میں ہر قسم کے مقدمات بشمول مالی وغیرہ کے شریعت کے مطابق نہ کئے گئے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہوگی۔

**دفعہ ۵:** وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار سماعت و فیصلہ بلا کسی استثناء ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہوگا، اور عبوری دستوری حکم ۱۹۸۵ء کی دستوری ترمیم کے ذریعہ لگائی گئی پابندیاں فوراً ختم کر دی جائیں گی۔

**دفعہ ۴:** انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیراعظم شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا اور اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

**دفعہ ۴:** حکومت کے تمام عمال بشمول صدر مملکت اور وزیراعظم پر شرعی عدالت کا فیصلہ ملک کے تمام دوسرے باشندوں کی طرح یکساں طور پر نافذ ہوگا، اور کوئی بھی ملک کا باشندہ اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوگا۔

**دفعہ ۴:** مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کئے جائیں گے۔

**دفعہ ۴:** غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم اور اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اپنی مذہبی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

**دفعہ ۴:** تمام عدالتوں میں حسب ضرورت تجربہ کار جج اور مستند علماء دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت تقرر کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۱: علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور جموں کی تربیت کا ایسا مؤثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً اسلامی قانون کے ماہر تیار ہو سکیں۔

دفعہ ۱۲: قرآن اور سنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو صحابہ کرامؓ اور مستند مجتہدین کے تمام عام اصول تفسیر اور علم حدیث کے مسلمہ قواعد اور ضوابط کے مطابق ہو۔

دفعہ ۱۳: انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے ہر فرد کے لیے فرائض شریعت کی پابندی اور محرمات شریعت سے اجتناب کمرنا لازم ہوگا۔

دفعہ ۱۴: تمام ذرائع ابلاغ کو خلاف شریعت پروگراموں، فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۵: حرام طریقوں اور خلاف شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمائے پر پابندی ہوگی۔

دفعہ ۱۶: شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگان ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا، اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

(شریعت بل کا معرکہ ۴۵، ص ۴۶)

**اسلام اور مغربی جمہوریت کا تقابلی جائزہ** | سوال: دنیا کے اکثر ممالک میں جمہوری نظام رائج اور نافذ العمل ہے، کیا اسلام میں ایسی جمہوریت کی بقاء کے لیے کوئی جگہ ہے یا اسلام اور جمہوریت دونوں الگ الگ نظام ہیں؟

الجواب: اسلام ایک ایسا نظام حیات ہے جو اپنی خصوصیات کی وجہ سے مستقل شخص کا مالک ہے، اس کا تعلق جمہوریت یا سوشلزم سے جوڑنا اسلامی نظام حیات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ مغربی طرز کی جمہوریت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں، عوام جس طرح چاہیں ملک کے قانون پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، ملک کے کسی بھی رائج الوقت قانون کو محض اکثریت کے بل بونے پر ختم کر سکتے ہیں، اور اگر چاہیں تو بے دینی، فحاشی اور خلاف انسانیت قانون کو راتوں رات پاس کر کے



ملک پر نافذ کر سکتے ہیں۔ ایسے نظام میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہی ہوتے ہیں جبکہ عوام کے نمائندے وزیر اعظم کو ملک کی قسمت سے کھیلتے کے لیے لامحدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں، ایسے فرسودہ نظام میں صرف افراد گنے جاتے ہیں، باطنی معافی اور علم و دانش کی کوئی قدر نہیں ہوتی، معاشرہ کی قابل فخر شخصیت اور ادنیٰ فرد کی رٹے ایک شمار ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسی جمہوریت کے ذریعے قائم ہونے والی حکومت بظاہر اپنے آپ کو عوام کا ترجمان شمار کرتی ہے لیکن عوام کے حقوق سب سے زیادہ اسی کے ذریعہ پامال ہوتے ہیں۔ چنانچہ پاکستانی معاشرہ کے حوالہ سے یہ بات کسی سے دھکی چھپی نہیں کہ جمہوری نظام ہی میں قوم نے تباہی و بربادی اور ہلاکت کے کون سے مواقع نہیں دیکھے۔

جبکہ اس کے برعکس اسلام میں طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور خلیفہ صرف تنفیذ احکام الہی کے لیے نیابت کی ذمہ داری نبھاتا ہے۔

قوله تعالى: (إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ - سورة الانعام آیت ۷۳) ، سورة يوسف آیت ۲۱  
(۲) إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً - (سورة البقرة آیت ۳۱) - (۳) أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ  
(سورة الاعراف آیت ۵۴)

علاوہ ازیں جمہوری نظام میں طریقہ انتخاب بھی اسلام کے طریقہ انتخاب سے مختلف ہوتا ہے جس میں شوری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف کوئی فیصلہ کرے، شوری کی تمام سرگرمیاں دین کے ماتحت رہتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب تک خلیفہ اللہ تعالیٰ کے قانون کا تابع ہو تو اس کی خلاف ورزی ناجائز بلکہ بغاوت تصور ہوگی۔ قال الامام قاضی ابویعلیٰ: وہم الذین یخرجون علی الامام ویخالفون الجماعۃ ویفردون بھذہب اتبدعۃ - (الاحکام السلطانیۃ ص ۵۴) اما قتال اھل البغی، بہر حال اسلام ایک مستقل نظام حیات ہے جو مروجہ مغربی جمہوریت سے جدا ہے، یہ الگ بات ہے کہ جمہوریت بعض امور میں اسلام کی خوشہ چین ہے، ووٹنگ کے مروجہ نظام کے مقابلہ میں اسلام میں شوری اور استخلاف کا نظام موجود ہے۔

قوله تعالى: وَمَا أَرْهَمَهُمْ فِي الْأَمْرِ قِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ -

(سورة الاحزاب آیت ۱۵۹)

سیاست اسلامیہ کے نامور امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البغدادی الماوردی نے

خلافتِ اسلامیہ کے انعقاد اور خلیفہ مقرر کرنے کا تفصیلی نقشہ یوں کھینچا ہے :-

فصل: والامامة تنعقد من وجهين احدهما باختيار اهل العقد والحل - والثاني بعهد الامام من قبل اقامتنا انعقادها باختيار اهل الحل والعقد فقد اختلف العلماء في عدد من تنعقد به الامامة منهم على مذاهب شتى فقالت طائفة لا تنعقد الا بجمهور اهل الحل والعقد من كل بلد ليكون الرضا به عاماً والتسليم لامامته اجماعاً وهو مذهب مدفوع ببيعة ابي بكر رضي الله عنه على الخلافة باختيار من حضرها ولم ينتظر ببيعة قدوم غائب عنها - وقالت طائفة اخرى اقل من تنعقد به منهم الامامة فمتممة يجتمعون على عقدها او بعقدها احدهم برضا الاربعة استدلالاً بما روين احدهما انبيعة ابي بكر رضي الله عنه انعقدت بخمسة اجتمعوا عليها ثم تابعهم الناس فيها وهم عشرين الخطاب والوعيدة ابن الجراح وأسيد بن حضير وبشر بن سعد وسالم مولى ابي حذيفة رضي الله عنهم - والثاني ان عمر رضي الله عنه جعل الشورى في ستة ..... وقالت طائفة اخرى تنعقد بواحد لان العباس قال لعلي رضوان الله عليهما امدد يدك بايكت فيقول الناس عثم رسول الله صلى الله عليه وسلم بايع ابن عبيد فلا يختلف عليك اثنان - ولانه حكم وحكم واحد فذ - (الاحكام السلطانية لما ورد في ابنا الاول في عقدة الامامة ص ۱۸۵)

**سوشلزم اور اسلام کا موازنہ** | سوال :- سوشلزم (اشتراکیت) کیا چیز ہے، اور کیا اسلام اور سوشلزم میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب :- سوشلزم یا اشتراکیت یہ ایک کافرانہ نظام ہے اور اس کی تاریخ کا آغاز اٹھارہویں صدی کے اواخر میں ہوا، سب سے پہلے ہیکل نامی ایک شخص نے اس نظریہ کو ایک علمی نظریہ کی شکل میں پیش کیا اور اسے اقتصادی امور میں کامیابی کی بنیاد قرار دیا بعد میں اسے اقتصادی زندگی بنیاد بنائے اور تمدنی پروگرام میں ڈھالنے والا شخص "کارل مارکس" ہے، اور یہی نظریہ آج کل "کینوزم" کی شکل میں روس پر حاوی ہے۔

اسی نظریے کے بارے میں برصغیر کے مشہور مسلمان ماہر اقتصادیات حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

”کارل مارکس اور دوسرے اشتراکی راہنماؤں نے جس فلسفہ پر مارکسزم کی بنیاد قائم کی ہے اس میں خدا سے انکار اور الہیات کی نفی صفت اول میں درجہ پاتے ہیں۔۔۔ لہذا اس کے فلسفہ لادینیت کے ساتھ اسلام کا کوئی رابطہ اور تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔“  
اس کے بعد مولانا سیوہاروی رحمہ اللہ اسلام اور سوشلزم کے اقتصادی نظام کے فرق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلامی اقتصادی نظام کے اصول یہ ہیں :-

(۱) دولت و ذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدود قائم کر دی جائیں۔

(۲) حق معیشت کی مساوات کے اعتراف کے ساتھ بلحاظ معیشت اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے احتکار کو روکا جائے۔

جبکہ اشتراکی اقتصادی نظام ان امور پر قائم ہے :-

(۱) دولت و ذرائع دولت سے انفرادی ملکیت کو مٹا دیا جائے۔

(۲) بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوائی میں مساوات تسلیم کی جائے۔ (اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۲۲۲/۲۲۳)

**سوشلزم اور اسلام کا تقابلی جائزہ** | سوال :- سوشلزم کے بارے میں کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس میں انسانی

ضروریات کا تھقل ہے اور بغیر کسی معاوضہ کے حقوق دیئے جلتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اسلام میں سوشلزم کے مقابلے میں انسانی ضروریات کا خیال کیا جاتا ہے یا نہیں؟ کیا اسلام میں محنت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے یا صرف خیرات و صدقات پر بھروسہ کیا جاتا ہے؟

**الجواب :-** اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں انسان کی ضروریات کا حل اکل طریقہ سے موجود ہے، سوشلزم میں تو صرف چند لوگوں کو مفت روٹی، کپڑا اور مکان ملتا ہے، باقی سب لوگوں سے مزدوری زیادہ لی جاتی ہے اور معاوضہ تھوڑا دیا جاتا ہے اس لیے کہ پوری رعایا صرف حکومت کے لیے کام کرتی ہے، کوئی چیز کسی فرد کی ذاتی

ملکیت نہیں ہوتی، اس کے بالمقابل اسلام میں ضعیفاء، فقراء اور مساکین کو زکوٰۃ، صدقہ اور عام رعایا کو بھی بیت المال سے باقاعدہ تنخواہیں ملتی ہیں۔  
 خلفاء راشدین کے دورِ خلافت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ملازمین کے علاوہ عام مسلمانوں کے لیے مجھے بیت المال سے وظائف مقرر کئے تھے۔

لما قال الامام حافظ ابن تیمیۃ رحمہ اللہ: کما فعل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لساکنی البیاض اعطائهم عامة المسلمين فكان یبذل لکلی صنف من صنف من الفقراء دیوان عمر بن الخطاب غنیہم وفقیرہم..... ومع ہذا الجواب تقدیم الفقراء علی الاغنیاء الذین لا منفعة فیہم فلا یعطی غنی شیئاً حتی یفضل من الفقراء۔  
 (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۸ ص ۵۶۷ البیاض الشریعہ)

تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی محنت مزدوری اور کسب معیشت کو ترک کر کے صرف حکومتی وظائف ہی کو اپنی بقاء کا ذریعہ سمجھے اور یہاں تک کہ دستِ سوال پھیلانے کی نوبت آجائے، جو شخص بدن اور اعضاء کے اعتبار سے تندرست و توانا اور محنت مزدور محکم کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود صدقات و خیرات کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے، شریعت ایسے شخص کو کبھی بھی سوال کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی رحمہ اللہ محتسب کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وان رأى رجلاً ان يتعرض لمسالۃ الناس فی طلب الصدقة وعلم انه غنی  
 اما یبالی او عمل انکرۃ علیہ وادبہ فیہ وكان المحتسب بانکارہ اخص من  
 حامل الصدقة فعل عمر مثل ذلك بقوم من اهل الصدقة۔

(الاحکام السلطانیۃ للماوردی البیاض الشریعہ ص ۲۲۸)  
 قرآن کریم اور سنت نبوی کی تعلیمات قدم قدم پر انسان کو حلال روزی کمانے اور کسب معیشت کی ترغیب دیتی ہیں، مثلاً:-

قوله تعالى: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔  
 (سورة الجمعة آیت ۷)

وقال عليه الصلوة والسلام: طلب الحلال فريضة بعد الفريضة -  
 (كنز العمال ج ۴ ص ۴۰۲ رقم ۹۲۰۲ الفصل الاول في فضائل الكسب الحلال)  
 سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ تنخواہوں کی تفصیل امام ابوالحسن الماوردی  
 رحمہ اللہ نے کچھ یوں بیان فرمایا ہے:-

فلما وضع الديوان فضل بالسابقة ففرض لكل من شهد بدرًا من المهاجرين  
 الاولين خمسة آلاف درهم في كل سنة منهم علي بن ابي طالب وعثمان بن عفان  
 وطلحة بن عبيد الله والزبير بن العوام وعبد الرحمن بن عوف رضي الله عنهم وفرض  
 لنفسه معهم خمسة آلاف درهم والحق به العباس بن عبد المطلب والحسن  
 والحسين رضوان الله عليهم لمكانهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل  
 بل فضل العباس وفرض له سبعة آلاف درهم وفرض لكل من شهد بدرًا من  
 الانصار اربعة آلاف درهم ولم يفضل على اهل بدر احدًا الا ازواج رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم فانه فرض لكل واحدة منهن عشرة آلاف درهم..... الخ  
 (الاحكام السلطانية للماوردي ابواب الثامن عشر في وضع الديوان الخ)

**بائیکاٹ اور ہڑتال کی شرعی حیثیت** | سوال :- آج کل حکومت سے اپنے مطالبات

منوانے کے لیے بائیکاٹ اور ہڑتالوں کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ کیا شریعت مقدسہ میں اس قسم کی ہڑتالوں کی گنجائش ہے؟  
 الجواب :- عصر حاضر میں احتجاجات اور ہڑتالوں نے مختلف شکلیں اختیار کر  
 رکھی ہیں، بعض ہڑتالیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں لوٹ مار، سنگباری، توڑ پھوڑ اور چلتی  
 گاڑیوں کو آگ لگانے اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے جیسے غلط اور ناروا افعال کو  
 اپنایا جاتا ہے جو کہ کسی بھی مہذب قوم کو زیب نہیں دیتا۔

ظاہر بات ہے کہ اس قسم کی ہڑتالیں کرنا اور جلسے جلوس نکالنا شرعاً ناجائز ہے۔  
 اسی طرح بعض تعلیمی اداروں میں طلباء ان اداروں کے نظم و نسق کے بارے میں ہڑتالیں  
 کرتے ہیں اور اسباق میں حاضر نہیں ہوتے۔

اس قسم کی ہڑتالوں کے بارے میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے  
 عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: ”طلیہ مدارس کی اسٹرائک مفتظمین کے خلاف قواعد شرعیہ



کی رُو سے ناجائز ہے۔ اولاً اس لیے کہ اسٹرائٹک کا مقصد منتظمین پر دباؤ ڈال کر ان کو اپنے مطالبات کے ماننے پر مجبور کرنا ہے۔ اور طلبہ کو کسی حالت میں اس قسم کے دباؤ ڈالنے کا حق نہیں ہے کیونکہ طلبہ محکوم ہیں اور منتظمین حاکم، اور محکوم پر حاکم کی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک کہ ان کو کسی خلاف شرع امر کا حکم نہ دیا جائے۔ پس طلبہ کا منتظمین پر حکومت کرنا قلب موضوع اور شریعت کے حکم کو بدلتا ہے، لہذا اسٹرائٹک جائز نہیں ہو سکتی۔

(امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۰۳ کتاب العقائد والکلام)

تاہم اگر مطالبات جائز ہوں اور ہڑتال، بائیکاٹ اور جلسے جلوس پُر امن ہوں، اور غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ ہو تو ایسی حالت میں ہڑتال کرنے اور جلسے جلوس نکالنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ شرعی اور جائز مطالبات منوانے کے لیے ایسا اقدام کرنا مستحسن عمل ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسے وقت میں احتجاج کے طور پر جیل سے نکلنے سے انکار کیا تھا۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَقَالَ الْمَلِكُ اُتُوْنِي بِهٖ فَلَمَّا جَاۤءَ الرَّسُوْلُ قَالَ اَرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ يَكْفِيْهِنَّ عِلْمٌۭ (سورة يوسف آیت ۳۵)  
وقال الامام القرطبي: في تفسير هذه الآية: "فَلَمَّا جَاءَ الرَّسُوْلُ" اى بامر به بالخروج قال ارجع الى ربك فاسئله ما بال النسوة. اى حال النسوة التي قطعن ايديهن فابى ان يخرج ان تصح برأته عند الملك مما قذف به وانه جلس للجم. (الجامع لاحكام القرآن ج ۹ سورة يوسف ص ۱۳۵)

لے قال الامام ابن جرير الطبري، يقول فلما جاءه الرسول الملك يدعوه الى الملك: "قال ارجع الى ربك" يقول قال يوسف ارجع الى سيدك: "فاسأله ما بال النسوة التي قطعن ايديهن"، وابي ان يخرج مع الرسول واجابة الملك حتى يعرف صحة امره عندهم مما كانوا قذفوه به من شأن النساء فقال للرسول سئل الملك ما شأن النسوة التي قطعن ايديهن والمرأة التي سجنبت بسبها۔

(جامع البيان للطبري ج ۷ ص ۲۳۲ سورة يوسف)

وقال الامام جلال الدين في تفسيره: اخبرني ابن المنذر عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ قَالَ اراد يوسف عليه السلام العذراء قبل ان يخرج من السجن۔ (الدر المنثور في التفسير المأثور ج ۲ ص ۵۲۸ سورة يوسف)

**بھوک ہڑتال کی شرعی حیثیت** | سوال :- اپنے حقوق حاصل کرتے اور مطالبات منوانے کے لیے بھوک ہڑتال کا سہارا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** چونکہ آج کل اکثر ملکوں میں جمہوری حکومتیں ہیں اور بھوک ہڑتال کے ذریعہ حکومتیں عوام کے مطالبات کو تسلیم کر لیتی ہیں، اس لیے جائز مطالبات اور حقوق کے حصول کے لیے بھوک ہڑتال پر امن طریقہ سے ہونی چاہیے، کہیں یہ نہ ہو کہ اس کی وجہ سے جان خطرے میں پڑ جائے ایسی ہڑتال کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ تاہم اگر بھوک ہڑتال ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا بھوک ہڑتال کو اتنا لبا کر دیا جائے کہ بھوک کی وجہ سے کوئی مر جائے تو ایسی بھوک ہڑتال نہ صرف ناجائز اور ممنوع بلکہ خودکشی کے مترادف ہے۔

لما فی الہندیۃ ، فان ترک الاکل والشرب حتی هلك فقد عصى..... ولا تجوز  
الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء الفرائض فاما جموع النفس علی  
وجہ لا یجوز عن اداء العبادات فهو مباح وفيه ریاضۃ النفس۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ کتاب الکرامۃ ابن الحادی عسری لکریۃ فی الاکل

**عورتوں کا جلوس نکالنے کا حکم** | سوال :- جمہوری حکومت میں اپنے حقوق کیلئے جلوس نکالنا جمہوری عمل کا ایک حصہ ہے، تو کیا مردوں کی طرح عورتیں بھی اپنے حقوق کے لیے جلوس نکال سکتی ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** معاشرہ کی بقا مردوں کے باہمی اشتراک پر موقوف ہے، اس میں مردوں کی طرح عورتیں بھی حقوق رکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

(۱) وَلِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبْنَ۔ (سورة النساء آیت ۳۲)  
(۲) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ يَالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ ذَرَجَةٌ۔ (سورة البقرة آیت ۲۲۸)

لے وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : فان ترک الاکل والشرب حتی هلك فقد عصى لان فيه القاء النفس الى التهلكة وانه منتهى عنه في حکم التنزیل۔  
(۷۲ المختار ج ۵ ص ۲۳۸ کتاب الخطر والاباحة)

وقال الله تعالى : وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (سورة البقرة آیت ۱۹۵)

اپنے حقوق کے حصول کے لیے لڑنے یا اس کا مطالبہ کرنے پر شرعاً کوئی پابندی نہیں ہے جس طرح مرد اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتے ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کے لیے کوئی امر مانع نہیں، تاہم عورت کو اپنے حقوق کے احیاء کے لیے اپنی شخصیت کے تقدس کو پامال کرنا بددیانتی اور خیانت کے مترادف ہے۔ عورتوں کا جلوس نکالنے سے اگرچہ اپنے حقوق کا مطالبہ مقصود ہوتا ہے لیکن موجودہ حالات کی روشنی میں یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ اس میں عورتوں کا اپنے حقوق کے مطالبہ کے لیے نعرہ بازی کرنا یا اظہار نفرت کے لیے اپنے اپنے اعضاء کو ظاہر کرنا لازمی امر ہے جن کا بلاغ شرعی کھوتا شریعت میں حرام ہے جو کہ عورت کے لیے جائز نہیں، اس لیے عورتوں کا چلے جلوسوں یا دوسرے احتجاجی طریقوں میں مذکورہ امور کا ارتکاب ناجائز اور حرام ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال مثل الرافلہ فی التریئۃ فی غیر اہلہا کمثل ظلمۃ یوم القیامۃ لانور لہا۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳۹ ابواب الرضاع، باب ملجاء فی کراہیۃ خروج النساء فی التریئۃ)

تاہم اگر عورتوں کے ایسے جلوس نکالنے سے کسی بے حیائی اور خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ ہوتا، ہو بلکہ ایسے جلوسوں سے کسی دینی یا دنیوی حقوق کا احیاء مقصود ہو تو ان کے جواز کی گنجائش ہے۔

لما فی الحدیث : عن ایاس بن عبد اللہ بن ابی ذباب قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لا تقص بوا أماء اللہ فجاء عمرؓ راۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذنن النساء علی ازواجہن فرخص فی ضربہن فاطاف بال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساء کثیر یشکون ازواجہن فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد طاف بال محمدؐ نساء کثیر یشکون ازواجہن لیس اولئک بمعیار کھر۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹ کتاب النکاح)

**عائلی قوانین کی شرعی حیثیت** | سوال :- فیلڈ مارشل ایوب خان مرحوم نے اپنے دور حکومت میں جو عائلی قوانین نافذ کئے تھے

ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب :- ایوب خان مرحوم نے جن عائلی قوانین کا آرڈیننس جاری کیا تھا اس کی بعض

دفعات قرآن کریم اور احادیث سے مثلاً :-

(۱) دفعہ ۱: قابل توجہ ہے جس کی رو سے اگر کسی شخص کے چند لڑکوں اور لڑکیوں میں سے کوئی ایک لڑکا یا لڑکی اس کی زندگی میں ہی فوت ہو جائے اور اس نے لڑکا یا لڑکی اولاد پھوڑی ہو تو اس دادا یا نانا کی وفات کے وقت شرعی قاعدہ کی رو سے صلیبی بیٹوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے اور نواسے کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا، جبکہ اس قانون نے ان کو حصہ دلانے کے لیے مرنے والے بیٹے یا بیٹی کو زندہ فرض کر کے ان کا حصہ ان کی اولاد کو حصہ دلوا دیا ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے: "ولاد ابن مع الابن" یعنی کسی بیٹے کی موجودگی میں پوتا میراث نہیں لے سکتا۔

صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹ کتاب الفرائض

(۲) دفعہ ۲: اس دفعہ میں ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر کڑی پابندی عائد کی گئی ہے اس دفعہ کی رو سے کوئی بھی شخص ثالثی کونسل کی تحریری اجازت کے بغیر نہ تو دوسری شادی کر سکے گا اور نہ ہی مذکورہ منظوری کے بغیر کسی شادی کو اس آرڈیننس کے تحت رجسٹرڈ کیا جائے گا۔ حالانکہ اس کے مقابلے میں قرآن مجید کا فیصلہ بہت واضح ہے۔ قوله تعالیٰ: فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَّةً وَرُبْعًا (النساء ۳۴) اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شخص کو بیک وقت چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۳) دفعہ ۳: اس دفعہ میں طلاق اور عدت کے متعلق چند قوانین بیان کئے گئے ہیں اس دفعہ کی ذیلی دفعہ ۱ کے تحت کوئی طلاق اُس وقت تک مؤثر نہ ہوگی جب تک کہ چیئر مین یونین کونسل کو دیئے گئے نوٹس کی تاریخ سے نوٹسے دن نہ گزر گئے ہوں چاہے ایک طلاق ہو یا ایک سے زائد چاہے مطلقہ غیر مدخول بہا ہو یا مدخول بہا۔ حالانکہ کتاب اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ جب کسی غیر مدخول بہا عورت کو طلاق دی جائے تو فوراً شوہر کے نکاح سے نکل کر بغیر عدت گزارے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ قوله تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمِنْ غَوْهُنَّ وَسَرَحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (الاحزاب ۴۹)

اور جب مدخول بہا عورت کو طلاق دی جائے تو اس صورت میں بھی طلاق کا اپنا اثر فوراً ظاہر ہو کر اس عورت کو مطلقہ کہا جاتا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے عدت پوری کرے گی۔

قوله تعالى: وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (ال) وَبَعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا (سورة البقرة آیت ۲۲۸)

(۴) دفعہ ۱۲، اس دفعہ کی نشاء یہ ہے کہ کسی بڑی کا نکاح سولہ سال اور بڑی کے کا نکاح اٹھارہ سال کی عمر سے پہلے کرنا جرم ہوگا۔ حالانکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ حفرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر صرف چھ سال کی تھی اور رخصتی کے وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی۔

لما فی الحدیث: عن عائشہؓ قالت تزوجنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست سنین وبنی فی وانا بنت تسع۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶) لے یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اُس وقت اس قانون کے خلاف آواز اٹھا کر اپنی ذمہ داریاں پوری کیں اگرچہ اُس وقت سے لے کر اب تک قائم ہونے والی ہر حکومت انہی قوانین پر عمل پیرا ہے۔

حضرت حسنؓ کی خلافت خلافت راشدہ میں داخل ہے | سوال: حضرت حسنؓ ابن علی رضی اللہ عنہما

کا دور خلافت خلافت راشدہ میں داخل ہے یا نہیں؟ ورنہ بصورت دیگر حق چار یا رکا نعرہ لگانے کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی، پھر اس کے بعد بادشاہت اور امارت ہوگی۔ فقہاء کرام اور متکلمین علماء نے خلفاء اربعہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کا زمانہ خلافت اُن تیس سال اور چھ ماہ

لے عن عدوة تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ وہی ابنة ست وبنی بها وہی ابنة تسع ومکثت عندها تسعاً۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷) باب من بنی بامرأة وہی بنت تسع سنین۔ کتاب النکاح



بتایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلم اکثریت نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چھ ماہ کے بعد آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتے ہوئے خلافت آپ کے سپرد کر دی۔ اس بناء پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت خلافت راشدہ میں مشہود بہا داخل ہے۔ حق چار یار کے نعرہ سے اہل سنت والجماعت کا مقصد دوسروں کا انکار نہیں بلکہ ان چاروں کی حقانیت کا اعلان ہے۔

لما قال العلامة ملا علی القاری رحمہ اللہ: «خلافة النبوة ثلاثون سنة. منها خلافة الصديق سنتان وثلاثة اشهر وخلافة عمر عشر سنين ونصف وخلافة عثمان اثنتا عشرة سنة وخلافة علي اربع سنين وتسعة اشهر وخلافة ابنه ستة اشهر واول ملوك المسلمين معاوية وهو افضلهم لكنه انما صار اماماً حقاً لما فوض اليه الحسن بن علي الخلافة فان الحسن بايعه اهل العراق بعد موت ابيه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الى معاوية والقصة مشهورة وفي الكتب البسطة مسطورة» (شرح الفقه الاكبر ص ۶۸، ۶۹) لہ

لہ وقال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ: «قال النبي صلى الله عليه وسلم خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يؤتي الله ملكه من يشاء» وكانت خلافة ابي بكر سنتين وثلاثة اشهر وخلافة عمر عشر سنين نصفًا وخلافة عثمان اثنتي عشرة سنة وخلافة علي اربع سنين وتسعة اشهر وخلافة الحسن ستة اشهر واول ملوك المسلمين معاوية وهو خير ملوك المسلمين لكنه انما صار اماماً حقاً لما فوض اليه الحسن بن علي الخلافة فان الحسن بايعه اهل العراق بعد موت ابيه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الى معاوية نظر صدق قول النبي ان ابني هذا سيد وسيصلح الله به بيت فئتین عظیمین من المسلمین والقصة المشهورة في موضعها۔ (شرح العقيدة الطحاوية ص ۵۳۵ الخلافة والامارة)

وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْعَقَائِدِ عَلَى هَامِشٍ خِيَالِي ص ۱۵۱ الخلافة والامارة۔

**عورت کا سربراہ مملکت بننا** | سوال :- کیا اسلام میں عورت ملک کی سربراہ بن سکتی ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** دلائل شرعیہ کی روش سے عورت کو بادشاہ و سربراہ بنانا جائز نہیں ہے تفصیل درج ذیل ہے :-

شریعت اسلامیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم آسانی سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ شرعاً کسی چیز کا جواز یا عدم جواز اسلام کے چار مشہور اصول اور دلائل ہی سے ثابت کیا جاسکتا ہے ان دلائل کے بغیر کسی چیز پر جواز یا عدم جواز کا حکم لگانا اور اسے شرعی حکم سمجھنا سراسر ارجہالت ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ عورت کی سربراہی کو ان اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے تاکہ عورت کی سربراہی کے اصلی خدوخال اور اس کی شرعی حیثیت سامنے آجائے، اس سلسلہ میں ایک تفصیلی مضمون پیش خدمت ہے، امید ہے کہ اس سے صحیح صورتحال سامنے آسکے گی۔

(۱) قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الْزَّجَالَ قَوْمٌ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ**۔ (سورۃ النساء آیت ۳۴) اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے تحت ساتویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول اور معتبر مفسر علامہ ابن کثیرؒ اپنی مائتہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں:-  
يقول تعالى **الْزَّجَالَ قَوْمٌ عَلَى النِّسَاءِ** أي الرجل قيم على المرأة أي هو رئيسها وكيبرها والحاكم عليها ومؤديها إذا اعوجت (بما فضل الله بعضهم على بعض) أي لأن الرجل افضل من النساء والرجل خير من المرأة ولهذا كانت القيوة مختصة بالرجال وكذلك الملك الاعظم لقوله صلى الله عليه وسلم **لن يقيم قوم ولو امرهم امرأة**۔ (رواه البخاري من حديث عبد الرحمن بن ابي بكر عن اميه)۔ (تفسير ابن كثير ج ۱ ص ۲۹۱ سورة النساء)

(ترجمہ) جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد عورت کا حاکم و رئیس اور مرد اپنے اُسے درست اور ٹھیک ٹھاک رکھنے والا ہے اس لیے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں یہی وجہ ہے کہ نبوت مردوں میں رہی اور اسی طرح شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد ہی بن سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ کبھی نجات نہیں پاسکتے جو اپنا والی کسی عورت کو بنائیں (بخاری)

(۲) رالف، حدیث عثمان بن الہیثم قال حدثنا عوف عن الحسن عن ابي بكر قال لقد نفعني الله بكلمة سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم **ايام الجمل بعد ماكدت ان الحق ياصح الجمل فاقتل معهم** قال لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل فارس قد ملكوا

عليهم بنت كسرى قال لن يفلح قوم ولوا امرهم امراءاً۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۴، ص ۵۲ کتاب النبیؐ الی کسری و قیصر)

(ترجمہ) ”ہم سے عثمان بن ہشیم نے بیان کیا کہ ہم سے عوف نے انہوں نے امام حسن بصریؒ سے انہوں نے ابی بکرؓ سے انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جنگِ جبل کے دن مجھ کو اس بات سے فائدہ دیا جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی ورنہ قریب تھا کہ میں جبل والوں کے ساتھ یعنی حضرت عائشہؓ کے لشکر میں شریک ہو کر مسلمانوں سے لڑتا، ابوبکرؓ نے کہا وہ بات یہ تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ایران والوں نے کسری کی بیٹی (بوران بنت شبر) کو تخت پر بٹھا دیا ہے تو فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے (ملک کے) امور کا حکم والی کسی عورت کو بنایا ہو۔“

بخاری شریف کے حاشیہ میں حدیث ابوبکرؓ پر قسطلانی کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عورت کی سربراہی جائز نہیں۔

اور اسی طرح محدث شہیر فقیر تبیل ملا علی قاری رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ تالیف ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :-

فی شرح السنة: لا تصلح المرأة ان تكون اماماً ولا قائماً لانهما محتاجان الى الخروج للقيام بامور المسلمين والمرأة عورة لا تصلح لذلك۔ ولان المرأة ناقصة وانقصاً من کمال المولات فلا يصلح لها الا الکامل من الرجال۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۷ ص ۳۱۵ کتاب الامارة والقضاء)

شرح السنۃ میں ہے کہ عورت کی سربراہی اور ریاست عامہ دو وجہوں سے جائز نہیں :-

(۱) سربراہی قیام بامور المسلمین کے لیے آزادانہ چلنے پھرنے کا تقاضا کرتی ہے اور عورت کو قرار فی البیت اور حجاب کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) عورت عقل کے لحاظ سے ناقص ہے اور ریاست عامہ کمال ولایت ہونے کی وجہ سے کمال عقل کو چاہتی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ اور ملا علی قاریؒ جیسے محدثین نے اس حدیث کو عام لیکر اس سے عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر استدلال فرمایا ہے، لہذا اس حدیث کو بنت کسری کے ساتھ مخصوص کرنا سوائے غالی دعوے کے اور کچھ نہیں بخود راوی حدیث صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے اسلوب کلام

سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اس حدیث کو عام لے رہے ہیں۔ (کمالی مخفی علی المتامل)  
 (ب) ما رأیت من ناقصات عقل و دین اغلب لادی لب منکن قالت یا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم ما نقصان العقل والدين قال اما نقصان عقلها فشهادة امرتين تعدل شهادة  
 رجل فهذا نقصان العقل وتمکت الیالی لا تصلی وتطرق فی رمضان فهذا نقصان  
 الدین۔ رواہ مسلم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۵ سورۃ البقرہ)

(ترجمہ) میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کی کمی کے مردوں کی عقل مارنے والی تم سے  
 زیادہ ہو، اس نے پھر پوچھا کہ حضور! ہم میں دین کی اور عقل کی کمی کیسی ہے؟ فرمایا عقل کی کمی تو  
 اس سے ظاہر ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کی کمی یہ ہے کہ  
 ایام حیض میں نہ نماز ہے نہ روزہ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۳۵ سورۃ البقرہ)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عورت ناقص العقل ہے اور ریاست عامہ نامہ ہے کمال  
 ولایت کا لہذا اس کے لیے کمال عقل کی ضرورت ہے اور یہ حدیث کی رو سے عورت میں مفقود  
 ہے اس لیے عورت کی سربراہی اور ریاست عامہ جائز نہیں۔

(۳) تشریح عقائد کی مشہور شرح نیز اس میں ہے:-

قد اجمع الامة على عدم نصبها حتى في الامامة الصغرى۔

والنیراس شرح شرح العقائد ص ۳۲۱ نصب الامام بشرط ان يكون الامام من اهل الولاية  
 (ترجمہ) امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ  
 عورت کی ریاست عامہ امامت کبریٰ اور ریاست خاصہ امامت صغریٰ دونوں جائز نہیں۔  
 ذیل میں مشہور محدثین و فقہاء اور متکلمین ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیجئے تاکہ مسئلہ کی مزید توضیح  
 ہو جائے۔

(۱) علامہ علاء الدین الحنفیؒ فرماتے ہیں:-

ولیشترط کونه مسلماً عاقلاً بالغاً ذكراً۔ والذی المختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ باب الامامة  
 (ترجمہ) یعنی ریاست عامہ کیلئے مرد ہونا شرط ہے لہذا عورت کی سربراہی جائز نہیں۔

(۲) علامہ ابن عابدینؒ عورت کی سربراہی کے عدم جواز کی تعلیل میں لکھتے ہیں:-

لان النساء من بالقرار فی البيوت فكان مینى حالهن علی الستروالیہ اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 حیث قال کیف یفلم قوم تملکهم امرة۔ (رد المحتار جلد ۱ ص ۲۰۵ باب الامامة)

(ترجمہ) ”کیونکہ عورتوں کو قراری البیوت کا حکم دیا گیا ہے، لہذا ان پر حجاب اور ستر میں رہنا لازم ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی سربراہی کے عدم جواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہ پاسکے گی جس پر عورت حکومت کر رہی ہو۔“

(۳) علامہ تفتازانی رحمہ اللہ ”شرح مقاصد میں لکھتے ہیں: یشترط فی الامام ان یکون مکلفاً بالحدود والفساد ناقصات عقل و دین ممنوعات عن الخروج الى مشاهد الحكم ومعادك المحارب۔ (شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۷۷)

(ترجمہ) ”عورت کی سربراہی دو وجہ سے جائز نہیں ہے عورت عقل اور دین کے لحاظ سے ناقص ہے۔ ۱۔ اس کو پردہ میں رہنے کا حکم ہے۔“

(۴) علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اپنی مشہور زمانہ تفسیر ”روح المعانی“ میں اس آیت انی وجدت امرأۃ تملکھم (الآیت) کے تحت رقمطراز ہیں:-

ولیس فی الایۃ ما یدل علی جواز ان تكون المرأة ملکة ولا حجة فی عمل قوم کفر علی مثل هذا المطلب۔ وفي صحيح البخاری من حديث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغه ان اهل فارس قد ملکوا علیہم بنت کسری قال لن یعلم قوم ولوا امرهم امرة۔ (روح المعانی ص ۱۸۹ ج ۱۰، الجزء ۱۹۔ الکلام علی نکاح الانس والجن)

(ترجمہ) ”یعنی عورت کی سربراہی جائز نہیں کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے ملک کا بادشاہ کسری کی بیٹی کو بنادیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہ پاسکے گی جس نے اپنے اقتدار کا مالک عورت کو بنادیا۔“

(۵) حضرت علامہ مولانا آزادؒ الرجال قوامون الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:-

”اللہ نے دنیا میں ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں مزیت دی ہے اور ایسی مزیت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے، مرد عورت کی ضروریات معیشت کے قیام کا ذریعہ ہے اس لیے سربراہی و کارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر انہی کیلئے ہو گیا ہے۔“ (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۳۱۱ سۃ النساء)

(۶) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی معروف و مقبول تفسیر ”معارف القرآن“ میں لکھتے ہیں: ”کیا کسی عورت کا بادشاہ ہونا یا کسی قوم کا امیر و امام ہونا جائز ہے؟“

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے ملک کا بادشاہ کسری کی بیٹی کو بنادیا ہے، تو آپ نے فرمایا:-



لن یفلح قوم ولوا امرهم امراً یعنی وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے اقتدار کا مالک عورت کو بنا دیا۔ اس لیے علماء امت اس پر متفق ہیں کہ کسی عورت کو امامت و خلافت یا سلطنت و حکومت سپرد نہیں کی جاسکتی بلکہ نماز کی امامت کی طرح امامت کبریٰ بھی صرف مردوں کو سزاوار ہے۔ رہا بلقیس کا ملکہ سبا ہونا، تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے خود نکاح کیا اور پھر اس کو حکومت و سلطنت پر قائم رکھا، اور یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں جس پر احکام شرعیہ میں اعتماد کیا جاسکے۔

(معارف القرآن ج ۶ سورۃ النمل)

(۷) مشہور محدث حضرت مولانا عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث لن یفلح قوم الخ کی شرح میں فرماتے ہیں: ”ازیں معلوم می شود کہ زن قابل ولایت و امامت نیست۔“ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۰۹ کتاب الامارۃ والقضاء)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی ریاست عامہ اور سربراہی جائز نہیں ہے۔

(۸) علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی ”مظاہر حق شرح مشکوٰۃ“ میں اس عنوان ”عورت کو اپنا حاکم بنانے والی قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی“ کے تحت حدیث لن یفلح قوم الخ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولایت و حکمرانی کا اہل مرد ہی ہو سکتا ہے، عورت حکمرانی و سربراہی کے منصب کی اہل نہیں“ (مظاہر حق ج ۳ ص ۶۷۲ کتاب الامارۃ والقضاء)

(۹) حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی اپنی مشہور زمانہ تفسیر مظہری میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی بما فضل اللہ بعضهم علی بعض کے تحت لکھتے ہیں:-

یعنی الرجال علی النساء فی اصل الخلقة بکمال العقد و حسن التدبیر و بسطة فی العلم والجسم و مزید لقوة فی الاعمال و علو الاستعداد و لذّٰی لك حضوا بالنبوة و الامامة و الولاية و القضاء و الشهادة فی الحدود و القصاص و غیرها و وجوب الجهاد و الجمعة و العیدین و الاذان و الخطبة و الجمعة و زیادة السهم فی الامرات و مالکية النکاح و تعدد المنکوحات و الاستبداد بالطلاق و کمال الصوم و الصلوة من غیر فتور و غیر ذلک و هذا امر وہی۔

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۹۸ سورۃ النساء)

(ترجمہ) ”اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو یعنی مردوں کو بعض پر یعنی عورتوں پر تحقیقی برتری عطا فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد کو کمال عقل، حسن تدبیر، وسعت علم، عظمت جسم، زیادتی قوت اور

صلاحیت و استعداد کی بیشی تخلیقی طور پر عطا کی ہے اتنی کہ عورت کو یہ چیزیں نہیں دی گئیں ایسی لیے مندرجہ ذیل خصوصیات و احکام مرد کے لیے ہیں عورتیں ان احکام و خصوصیات سے محروم ہیں نبوت، امامت و حکومت، قضاء، تعزیری جرائم کی شہادت، وجوب جہاد، وجوب جمعہ، وجوب عیدین، اذان و خطبہ، نماز باجماعت، میراث میں حصہ کی زیادتی، نکاح کی مالکیت، تعدد ازواج، اختیار طلاق، پورے رمضان کے روزوں کی اور ہر زمانہ میں پوری نمازوں کی قرضیت وغیرہ، اور یہ عطا الہی ہے۔

(۱۰) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی مشہور اور بے حد مقبول تفسیر ”بیان القرآن“ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”اور ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے پس باقیس کے حصہ سے کوئی خبیثہ نہ کرے، اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا، دوسرے اگر شریعت سلیمانہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں“

(بیان القرآن ج ۲ ص ۴۴)

(۱۱) تفسیر نسفی میں الامام الجلیل علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ رقمطراز ہیں:-

یعنی انما كانوا مسيطرين عليهم لسبب تفضيل الله بعضهم وهم الرجال على بعض وهم النساء بالعقل والعزم الى قوله والنبوة والخلافة والامامة. (المذكر ج ۲ ص ۲۲۳)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے بعض باتوں میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے عقل، عزم، جزم، رائے و قوت و جہاد و کمال، صلوة و صوم، نبوت و خلافت و امامت وغیرہ:-

(۱۲) حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، حدیث ابن یفلح قوم الخ کی شرح میں لکھتے ہیں:-

قوله ولوا امرهم امرؤة في شرح السنة لا تصلح المرءة ان تكون اماما ولا قائما لان الامام والقاضي محتاجان الى الخروج للقيام بامور المسلمين والمرءة عورة لا تصلح لذلك ولان المرءة ناقصة والقضاء من كمال الولاية فلا يصلح لها الا الكمال من الرجال. (التعليق الصريح ج ۱ ص ۱۰۰)

(ترجمہ) شرح السنہ میں ہے کہ عورت کی سربراہی اور ریاست عامہ و دو وجہ سے جائز نہیں ہے۔ پہلی قیام بامور المسلمین کیلئے آزاد چلنے پھرنے کا تقاضا کرتی ہے اور عورت کو قرار فی البیت اور حجاب کا حکم دیا گیا ہے۔ عورت عقل کے لحاظ سے ناقص ہے اور ریاست عامہ کمال ولایت ہونے کی وجہ سے کمال عقل کو چاہتی ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ اپنی مقبول ترین تفسیر ”الجامع للحکام القرآن“ میں لکھتے ہیں :-

العاشرہ - روی البخاری من حدیث ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغہ ان اهل قارس قد ملکوا بنت کسوی قال لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ قال القاضی ابوبکرؓ العربی ہذا نص فی ان المرأة لا تكون خلیقة ولا خلاف فیہ - (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۸۹ سورۃ النساء ترجمہ) امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ ایران والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو تخت پر بٹھا دیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے ملک کے امور کا حاکم و والی کسی عورت کو بنایا ہو۔  
قاضی ابوبکرؓ بن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ عورت خلافت کی اہل نہیں ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

الشیخ الامام العلامہ بدرالدین ابن محمد محمود بن العینیؒ بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں حدیث لن یفلح قوم الخ کی شرح میں لکھتے ہیں :-

قال الخطابی فی الحدیث ان المردۃ لا تلحق الامارۃ ولا القضاء - عمدۃ القاری ج ۸ کتاب الامارۃ والقضاء (ترجمہ) علامہ خطابیؒ نے ارشاد فرمایا کہ عورت حکومت اور قضاء کی اہل نہیں ہے۔

**ازالہ شبہات** | بعض حضرات کو حدیث لن یفلح قوم الخ کے متعلق خصوصاً کا شبہ ہوا ہے اس وجہ سے کہ بعض اقوام میں عورتیں ان کی سربراہ رہ چکی ہیں اور وہاں بجائے عدم فلاح کے فلاح دیکھا گیا ہے۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جن اقوام میں عورتیں سربراہ رہ چکی ہیں تو وہ ضرور کسی نہ کسی درجہ میں عدم فلاح کا شکار رہ چکی ہیں اور تاریخ اس کی شاہد ہے۔ اور بعض ایسی اقوام تو بڑے عبرتناک زوال اور عدم فلاح سے دوچار ہوئی ہیں۔ چنانچہ برطانیہ کی مثال لیجئے کہ ایک زمانہ لے اور یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ بعض اقوام کا زوال بغیر عورت کی سربراہی کے بھی آیا ہے اسلئے کہ زوال کے بڑے مختلف وجوہ ہیں جس طرح کہ موٹے بڑے مختلف ہوتے ہیں کوئی بخار سے مر رہا ہے اور کوئی ہیضہ سے، اور اس کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ جائز ہے کہ ان بیگمات کی حیثیت واقعہً صرف مشیر کی ہوتی ہو گو بظاہر وہ صور شاہ حکمران تھیں اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ یہ بیگمات اگرچہ حکمران تھیں مگر التزاماً اپنی انفرادی اسلئے سے کام نہ لیتی تھیں، اور یہ دونوں صورتیں حد کے تحت داخل نہیں آتی۔ اسلئے کہ عورت اہل مشورہ ہے اور دوم اسلئے کہ علت عدم فلاح کا نقصان عقل ہے، اور جب مشورہ رجال سے اسکا انجاء ہوتا تو علت مرتفع ہو گئی تو معلول یعنی عدم فلاح بھی منفی ہو گئی، تو ان وجوہ کی بناء پر یہ بعض اقوام عدم فلاح کا شکار نہ ہوئیں۔

میں برطانیہ کے قلمرو میں سورج نہ ڈوبتا تھا آج وہی عظیم برطانیہ دنیا کے ایک چھوٹے سے گوشے میں محصور ہو کر عظیم سے صغیر و حقیر برطانیہ بن گیا ہے۔ اور ان میں سے بعض اقوام میں یہ ظاہر جو فلاح نظر آتی ہے اس سے حدیث نبوی پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ فلاح کلی مشکک ہے اور اس کے مراتب مختلف ہیں، تو بظاہر کسی ایک مرتبہ فلاح کے وجود سے تمام مراتب فلاح کا وجود لازم نہیں آتا، حتیٰ کہ عدم فلاح متحقق نہ ہونے کی وجہ سے حدیث نبوی کے متاثر ہونے کا خدشہ لازم آجائے۔ اس کے علاوہ حدیث کے استنباطی صیغہ لن یفلم کے پیش نظر عین ممکن ہے کہ مستقبل میں یہ اقوام کسی خاص زوال اور ناکامی میں مبتلا بھی ہو جائیں اور بتقدیر عدم ابتلاء کے جواب وہ ہے جو پہلے گذر چکا ہے۔ اس حدیث کو تمام اکابر امت سلفاء و خلفاء نے عموم کا درجہ دیتے ہوئے انشاء کے معنی میں لیا ہے، اور دوسرے نصوص کے علاوہ اس حدیث سے بھی عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔

(۲) بعض کو یہ شبہ ہو گیا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے عورت کی ریاست عامہ اور سربراہی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ حضرات یا تو مولانا تھانویؒ کے مقصد کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں جو فتویٰ دیا ہے اس کی عبارت سے یہ واضح ہے کہ وہ دو صورتوں میں جواز کے قائل ہیں۔

۱۔ عورت صرف صوری سربراہ ہو حقیقی نہ ہو بلکہ حقیقتاً صرف مشیر ہو اور حاکم اور حقیقی سربراہ پارلیمنٹ ہو، اور وجہ جواز یہ ہے کہ عورت اہل مشورہ ہے، لیکن ہمارے ہاں تو یہ صورت نہیں بلکہ یہاں حقیقی سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے اور پارلیمنٹ کی حیثیت صرف مشیر کی ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عورت حقیقتاً حکمران ہو مگر التزاماً اپنی انفرادی رائے سے کام نہ کرتی ہو اور اس صورت میں جواز میں راز یہ ہے کہ علت عدم جواز کا نقصان عقل ہے، اور جب مشورہ رجال سے اس کا انجبار ہو گیا تو علت مرتفع ہو گئی تو معلول یعنی عدم جواز و عدم فلاح بھی منفی ہو گیا، مگر سہارے ہاں یہ صورت بھی بلکہ یہاں وزیر اعظم مستبد بالرائے ہوتا ہے اور پارلیمنٹ کو صرف اپنی رائے کا تابع بناتا ہے۔

اور جبکہ عورت حقیقتاً حکمران اور سربراہ مملکت ہو اور اپنی انفرادی رائے سے کام کرتی ہو تو اس صورت کو حضرت تھانویؒ بھی ناجائز اور داخل حدیث سمجھتے ہیں، لہذا حضرت تھانویؒ کے فتویٰ سے عورت کی مطلق سربراہی کا جواز نکالنا یقیناً حضرت تھانویؒ کے مقصد کو نہ جاننے یا تجاہل عارفانہ کا نتیجہ ہے۔



(تنبیہ) گذشتہ صفحات میں جو دو صورتیں جائز قرار دی گئی ہیں وہ بے جانی سے اجتناب کے ساتھ مشروط ہیں، چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ کی تعلیل مراحت کے ساتھ اس پر دال ہے۔  
 (۳) بعض لوگ قرآن پاک میں مذکور ملکہ بلیقہ کے قہر سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں کہ ان سے انتزاع سلطنت کیا گیا ہو، پس بظاہر حکایت سلطنت اور عدم حکایت انتزاع سے اس سلطنت کا بجا لہا باقی رہنا معلوم ہوتا ہے اور تاریخ صراحتہ اس کی مؤید ہے اور قاعدہ اصولیہ ہے اذ اقص الله ورسوله علينا امرا من غير نكير عليه فهو حجة لنا لهذا القرآن پاک سے ثابت ہوا کہ عورت کی سربراہی جائز ہے۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ملکہ بلیقہ کی حکومت کی صورت ان دو صورتوں میں سے ایک تھی جن کو حضرت عثمانؓ نے جائز قرار دیا ہے اور اس کا قرینہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عالی ہے: ما كنت قاطعة امرا حتى تشهدون۔ (بلیقہ نے کہا) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔

اور اس قرینہ سے صرف نظر کرتے ہوئے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مسلمان ہونے کے بعد ملکہ بلیقہ کی حکومت کی صورت وہ تیسری صورت تھی جس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے تو پھر گذشتہ قاعدہ اصولیہ کی رو سے جواب یہ ہے کہ چونکہ اس صورت پر شریعت مقدسہ میں انکار آیا ہے لہذا یہ حجت نہیں بن سکتی۔  
 (۴) بعض صحابی حضرات نے حدیث لن یفلح قوم الخ کے متعلق ضعف کا دعویٰ کیا ہے جو سراسر جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی مشہور کتاب سنن ترمذی میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

حدثنا محمد بن المثنی ثنا خالد بن الحارث عن حميد الطويل عن الحسن عن ابی بکرۃ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لما هلك كسرى قال من استخلفوا قالوا ابنته فقال النبي صلى الله عليه وسلم لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة فلما قدمت عائشة يعني البصرة ذكرت قول رسول الله عليه وسلم فعصمني الله به۔ قال الترمذی هذا حديث صحيح۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۵ ابواب الرؤيا)  
 (ترجمہ) حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (جنگ جہل کے دن) مجھ کو اس بات کی وحی سے بچایا جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، وہ بات یہ تھی کہ جب کسری ہلاک ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایران والوں نے کس کو حکمران بنایا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کسری کی بیٹی کو خلیفہ و حکمران بنایا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے



ملک کے امور کا حاکم و والی کسی عورت کو بنایا ہو۔ توجب حضرت عائشہؓ بصرہ تشریف لے آئیں تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بن یفلح قوم الذی یادایا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا اور میں جبل والوں کے ساتھ شریک نہ ہوا۔“ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ بعض لوگ جنگِ جبل کے واقعات سے ناکام اور ناتمام استدلال کر رہے ہیں، اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس موقع پر ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے امامت و خلافت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی امامت و خلافت کا مطالبہ کیا بلکہ وہ اور ان کے ساتھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔

دیکھئے یہ حضرات، حضرت قتیبہؒ کو کیا جواب دے رہے ہیں :-  
 ”اگر حضرت علیؓ کے یہی خیالات ہیں جو آپ نے بیان کئے اور وہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر پڑاٹی اور مخالفت کی کوئی بات باقی نہیں رہتی ہم اب تک یہی سمجھتے رہے کہ ان کو قاتلین عثمانؓ سے ہمدردی ہے۔“ (تاریخ اسلام جلد ۳۹ ص ۳۹۶)  
 صحیح بخاری کا حاشیہ بھی ملاحظہ کیجئے :-

قوله ایام الجمل متعلق بقوله نفعتی اللہ وایام الجمل وقعة وقعت بالبصرة بین علی و عائشة رضی اللہ عنہما سنة ست ثلاثین وکاء عائشہ یومئذ علی الجمل فسمیت بہ اصحاب الجمل یعنی عسکرہ۔ قالہ الکرمانی ولہر تکن عائشہ ولا غیرھا طالبین الامارة والخلافة بل طلبوا دم عثمان من قتلتہ وكان علی رضی اللہ عنہ کذا فی الفتح۔

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۳۷ کتاب النبیؐ الی کسریٰ و فیہ)

(ترجمہ) ”جنگِ جبل ۳۶ھ میں سیدنا حضرت علیؓ اور ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہما کے درمیان بڑی گٹھی، اس دن ام المؤمنینؓ ہل داؤٹ پر سوار تھیں اس لیے ان کے لشکر کا نام اصحاب الجمل پڑا، اور ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھی امارت یا خلافت کے طالب نہ تھے، یہ حضرات صرف اور صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔“

لہذا اس واقعہ سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس واقعہ میں امامت یا خلافت کی کوئی بات نہیں تھی، البتہ اس واقعہ کی سرپرستی کرنے کی وجہ سے صوتِ خلافت و امامت ضرور آئی تھی جو جائز نہیں مگر حقیقتِ خلافت و امامت بالکلیہ موجود نہ تھی کیونکہ اس موقع پر نہ تو خود

ام المؤمنینؓ نے امامت کا دعویٰ فرمایا اور نہ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو امام و خلیفہ بنایا بلکہ یہ حضرات مشترکہ طور پر حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لیے سعی و کوشش کر رہے تھے البتہ تحریک و سرپرستی حضرت ام المؤمنینؓ کی تھی، جیسے ایک گھر میں بچے ماں کی تحریک و سرپرستی میں کام کرتے ہیں، اس لیے اس واقعہ سے عورت کی سربراہی اور امامت و خلافت کا جواز پیش کرنا درست نہیں، مگر چونکہ اس سے صورت امامت تو آئی تھی اس لیے حدیث لن یفلح قوم الخ کے راوی حضرت ابوبکرؓ جیسے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حدیث لن یفلح قوم الخ ہی کی دوسری عبارت تقویٰ اور خشیت الہی کی وجہ سے ام المؤمنینؓ کے لشکر میں شمولیت نہ فرمائی۔ اور خود ام المؤمنینؓ حضرت عائشہؓ بھی اس حدیث کی صوری مخالفت اور اس فساد کی وجہ سے جو اس واقعہ جمل میں واقع ہوا اتنی غمگین اور پریشان تھیں اور اکثر یہ فرمایا کرتیں :-

”کاش میں اس واقعہ کے پیش آنے سے بیس برس پہلے ہی مر جاتی :-“

(۶) بعض لوگ یہ بے بنیاد اور بے سرو پا الزام لگاتے ہیں کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم کے مقابلہ میں جمعیتہ علماء اسلام کے اکابر علماء نے فاطمہ جناح کی حمایت کی تھی، اگر عورت کی سربراہی شرعاً ناجائز ہوتی تو شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ در خواستی، حضرت مولانا مفتی محمود، محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جیسے علماء فاطمہ جناح کی تائید و حمایت نہ کرتے۔

اس شبہ کا جواب صرف اور صرف یہ ہے، سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ  
معتزین پر لازم ہے کہ دجل و فریب سے کام نہ لیں اور ماضی قریب کی تاریخ کی ورق گردانی کریں اور ایوبی دور کا سرکاری ریکارڈ ملاحظہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جمعیتہ علماء اسلام کے اکابر فاطمہ جناح کی مخالفت کرتے رہے یا حمایت! حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر جمعیتہ علماء اسلام کے اکابر نے ایوب خان اور فاطمہ جناح کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت مولانا عبید اللہ انور لاہوریؒ کو صدارتی امیدوار نامزد کیا تھا اور جمعیتہ کے اکابر فاطمہ جناح کی مخالفت اس لیے کر رہے تھے کہ عورت کی سربراہی شرعاً ناجائز نہیں۔  
تنبیہ، شریعت مطہرہ نے عورت کو ریاست عامہ کی ذمہ داری سے مستثنیٰ کیا ہے اس پر عین شفقت اور مہربانی فرمائی ہے، کیونکہ عورت کے نازک اور ضعیف کندھوں پر ریاست عامہ کا عظیم بوجھ ڈالنا حکمت کا تقاضا ہے نہ عقل و دانش کا۔

**امامت کبریٰ (خلافت) کے مستحق کا حکم** | سوال :- مملکت اسلامیہ میں ایک شخص متقی پرہیز اور عالم دین ہے لیکن انتظامی امور میں تجربہ نہیں رکھتا جبکہ اس کے برعکس ایک دوسرا شخص عالم اور متقی و پرہیزگار تو نہیں ہے لیکن مملکت کے انتظامی امور میں وسیع تجربہ رکھتا ہے، تو شرعاً ان دونوں میں سے کون خلافت کا زیادہ مستحق ہے؟

**الجواب :-** کتب کلام میں مذکور ہے کہ امام (خلیفہ) کا معصوم ہونا شرط نہیں اسی طرح اس کا اپنے ہم عصروں میں سب سے افضل ہونا بھی شرط نہیں، لہذا ایسا شخص جو کہ ماہر ہو اور مملکت کے انتظامی امور کا تجربہ رکھتا ہو اگرچہ غیر عالم اور غیر متقی ہی کیوں نہ ہو اس کو امام (خلیفہ) بنانا درست ہے تاہم جو شخص حدود شرعیہ سے تجاوز کرتا ہو اس کی امامت (خلافت) ناجائز ہے۔

لما قال العلامة التفتازانی رحمہ اللہ ، ولا يشترط في الامام ان يكون ولان يكون افضل من اهل زمانه لان المساوي في الفضيلة بل المفضل الاقل علماً وعملاً اي كان اعرف بمصالح الامامة ومفاسدها واقدر على القيام بمواجبها خصوصاً اذا كان المفضل ادفع للشّر وابعده عن اثاره الفتنه ۔

(شرح العقائد ص ۱۵۱ الخلافة والامارة)

**آئین پاکستان میں گستاخی رسول ایکٹ میں زمیم کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب پاکستانی آئین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے موت کی سزا تجویز کی گئی ہے جس میں اب ارباب اقتدار ترمیم کر کے اس سزا کو کم یا ختم کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا شرعاً ارباب اقتدار کو یہ سزا کم یا ختم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور جو شخص کسی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر میں شک کرے تو اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ کہنا ایک

لے قال العلامة سليم رستم با رحمه الله : يجوز تقليد الفاسق وتنفيذ قضاياء اذا لم يجاوز فيها حد الشرع ۔ (شرح المجلة ص ۱۱۶ المادة ۱۹۴ فصل في القضايا ومثله في رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۲ باب الامامة ۔

نا قابل معافی جرم ہے اس لیے علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرتد اور واجب القتل ہے۔ فتاویٰ شامیہ میں ہے کہ اجمع المسلمون ان شاتمہ کافر (ج ۳ ص ۳۱۸ باب المرتد) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رنغوز باللہ (گالی دینا بالاجماع کفر ہے۔ اور رد المحتار میں ہے، ص ۳۱۸ فی آخر المشافیان حکمہ کالمرتد۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کا حکم مرتد کا ہے اور اس پر مرتد کے احکام جاری کئے جائیں گے۔ رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۸ باب المرتد)

قال العلامة ابن عابدین: قال ابو بكر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبي صلى الله عليه وسلم يقتل ومن قال ذلك مالك بن انس والليث واحمد واسحاق ومذهب الشافعي وهو مقتضى قول ابى بكر رضى الله عنه ولا تقبل توبته عنده هؤلاء وبمثلہ قال ابو حنيفة واصحابه والثوري واهل الكوفة والاوزاعي في المسلم لكنهم قالوا هي ردة وروى مثله الوليد بن مسلم عن مالك وروى الطبراني مثله عن ابى حنيفة واصحابه فيمن ينقصه صلى الله عليه وسلم او يري منه او كذب به اء۔ وحاصل انه نقل الاجماع على كفر سباب ثم نقل عن مالك ومن ذكر بعده انه لا تقبل توبته فعلم ان المراد من نقل الاجماع على قتله قبل التوبة ثم قال وبمثلہ قال ابو حنيفة واصحابه الخ قال انه يقتل يعين قبل التوبة لا مطلقا الخ۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۸ باب المرتد)

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ بالاجماع کافر، مرتد اور واجب القتل ہے ہاں اختلاف اس میں ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم توبہ سے قتل سے بچ جاتا ہے یا نہیں! نیز رد المحتار میں ہے: اجمع المسلمون ان شاتمہ کافر وحکمہ القتل ومن شك فمأذابه وكفره كفر۔ یعنی گستاخ رسول کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرتا ہو وہ بھی کافر ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اہانت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالاجماع کفر اور ارتداد ہے۔ (ج ۲ ص ۲۶۳ باب المرتد) ان حوالہ جات مذکورہ اور عبارت مسطوروں سے واضح ہوا کہ گستاخ رسول بالاجماع کافر اور مرتد ہے اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر اور خارج عن الاسلام ہے، اور مرتد کی سزا قتل ہے لہذا گستاخ رسول کی سزا بھی قتل ہی ہے۔ حدیث میں ہے: من



بدل دینے یا قتل وہ۔ (الدر المختار ج ۳ ص ۳۱۳ باب المرتد۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۳۴)  
نیز اصحابہ العرب لما ارتدت بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجمعت  
الصحابۃ علی قتلہم (ج ۲ ص ۱۳۴) اور رسائل ابن غابدین جلد ۱ ص ۱۳۸ میں ہے  
اعلم ان المرتد یقتل بالاجماع کما سیرعین اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ مرتد کی  
سزا قتل ہی ہے۔

راقم الحروف کہہ رہا ہے کہ اس سے پہلے یہ گذر چکا ہے کہ امت کا اس پر بھی  
اجماع ہے کہ گستاخ رسول کافر اور مرتد ہے۔ نیز العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی  
الحامدیۃ میں ہے: فمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او احد من الانبیاء  
صلوات اللہ علیہم وسلامہ فانه یکنز ویجب قتله شاتم النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم ونبی من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کافر اور مرتد ہے اور دونوں  
واجب القتل ہیں۔ (ج ۱ ص ۱۸۱ باب المرتد)

وقال ابن نجیم: کل من ابغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلہ کات  
مرتدا فالسب بطریق الاولی ثم یقتل حدا عندنا فلا تقبل توبتہ فی اسقاطہ  
القتل الخ۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵، ۱۲۶ باب المرتد) یعنی جو شخص پیغمبر اسلام  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھے یا آپ کو سب و شتم کرے تو وہ شخص کافر اور مرتد اور  
واجب القتل ہے۔ اور کفایت المفقی میں ہے کہ جناب رسالت مآب روحی فداہ صلی اللہ  
علیہ وسلم یا ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان رفیع میں گستاخی کرنے  
والا یا کسی گستاخی کرنے والے سے ناراض نہ ہونے والا کافر ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ  
اجمعین اس پر متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا  
کافر ہے۔ الخ (جلد اس کے باب المرتد)۔ اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ جو شخص  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں رنغوز باللہ، استغفر اللہ گالی بکھے وہ مرتد  
اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس کو چاہیے کہ فوراً توبہ اور تجدید اسلام و تجدید  
نکاح لازم ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے الخ (جلد ۱ ص ۱۲۲)  
اور امداد الفتاویٰ میں ہے: "اہانت و گستاخی کردہ جناب انبیاء کفر است" (جلد ۵ ص ۳۹۱)  
باب العقائد)۔ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۲ ص ۲۵۹ باب المرتد میں ہے کہ سب النبی



کفر ہے۔ اور الاشباہ والنظائر میں ہے: لا تصم ردة السکران الا الردة بسبب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانه یقتل ولا یعفی عنه۔ کتا فی الیئازیة کل کافر تاب ذنوبہ مقبولة فی الدنیا والآخرۃ الاجماعۃ الکافر بسبب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سائر الانبیاء یعین۔ سبب النبی کفر ہے اگرچہ حالت سکر میں ہو اور سبب النبی کی توبہ قبول نہیں (جلد ۱ ص ۲۸) نیز فتاویٰ البرزازیہ علی ہامش الہندیۃ میں ہے کہ استخفاف النبی کفر ہے۔ (جلد ۶ ص ۳۳۸)۔ اور فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ میں ہے: اذا عاب المرء الرجل النبی علیہ السلام فی شیء کان کافرا۔ الی قوله وتکفر فی الاصل ان شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لفر۔ (رج ۳ ص ۵۷۳) یعنی استخفاف و اہانت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر و ارتداد ہے۔

**سیاسی جلسوں میں نعرہ بازی کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! آج کل سیاسی جلسے اور جلسوں میں نعرے بازی ہوتی ہے، مثلاً مسلم لیگ زندہ باد، پیپلز پارٹی زندہ باد، بختونستان زندہ باد، جیسے سندھ وغیرہ کے نعرے بکرتے لگاتے جاتے ہیں۔ تو کیا ایسی نعرہ بازی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ہر وہ نعرہ جس سے کسی خلاف شرع امر کی تائید و تاکید ہوتی ہو تو اس سے اجتناب کرتا چاہیے اور جن نعروں میں اس قسم کی خرافات نہ ہوں تو ان میں شرعاً کوئی قباحت نہیں تاہم جو نعرے تعصب اور قوم پرستی کی ترغیب دیتے ہوں موجب اجتناب ہیں۔

لما قال العلامة المفتی کنایت اللہ الدہلوی، قومی نعرہ ہندوستان زندہ باد، ہندوستان آزاد ہونا چاہیے " لگانا جائز ہے

{ کنایت المفتی ج ۹ ص ۲۹۱ کتاب سیاسیات  
{ فصل چہارم، قومی ترانہ اور قومی نعرہ



## مسلمان کی تعریف

مملکت خداداد پاکستان کے قومی اسمبلی میں جب عبوری آئین بنانے کے لیے کام ہو رہا تھا تو ایوان کے اندر اور باہر علماء کرام اور دین جماعتوں کے قائدین نے حکومت سے پر زور مطالبہ کیا کہ آئین پاکستان میں جہاں صدر مملکت کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے وہاں مسلمان کی تعریف بھی لازمی درج ہونی چاہیے۔ لیکن حکمران طبقہ نے علماء کرام کے اسے جائز مطالبہ کو مسترد کر دیا جس پر مرزا، پرویزی اور دیگر لادین عناصر بہت خوش تھے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور ”آئین پاکستان میں مسلمان کی تعریف مسلم و غیر مسلم کا تشخص کیوں ضروری ہے؟“ کے نام سے ایک مضمون ماہنامہ الحق میں شائع کیا۔ مضمون کے اہمیت اور جامعیت کے پیش نظر فتاویٰ حقانیہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (موتی)

قومی اسمبلی میں عبوری آئین پر بحث کے دوران علماء کے مختلف مکاتیب فکر نے متفق ہو کر ہورے شد و مد کے ساتھ مطالبہ کیا کہ آئین میں جہاں ملک کی صدارت اور دیگر کلیدی آسامیوں کے لئے مسلمان کا ہونا لازمی قرار دیا جائے وہاں مسلم کی تعریف بھی ہونی چاہیے کیونکہ کسی چیز کی ماہیت اس کی جامع اور مانع تعریف ہی سے واضح ہو سکتی ہے۔ مسلمان قوم کی ایک مستقل تشخص ہے جو اسے دوسری اقوام اور مل سے ممتاز کرتی ہے۔ یہی انفرادی اور امتیازی تشخص ہی وہ قومی نظریہ کی بنیاد تشکیل پاکستان کا ذریعہ بنا ہے۔ اور آج بھی کوئی اسلامی مملکت اور مسلم قوم اپنے وجود

کو صرف اس صورت میں برقرار رکھ سکتی ہے کہ وہ ایک واضح اور غیر مبہم مفہوم کے ذریعہ مار آستین اسلام نمائندوں اور کافروں سے اپنی ملت کی حفاظت کر سکے۔ برصغیر پاک و ہند کی مختلف الاقوام حیثیت پھر موجودہ حالات میں پاکستان کی نزاکتیں اس مطالبہ کو ایک جائز اور معقول مطالبہ قرار دیتی ہیں۔ مگر حزب اقتدار نے جس زور شور سے اس مطالبہ کو مسترد کرنا چاہا اس کی کوئی مناسب وجہ بجز ”مرزائیت نوازی“ اور الحاد بدوری کے اور سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بالآخر وہی ہوا کہ چور کو داڑھی کا تنکا نظر آنے لگا۔ اور مرزائیوں نے اور کسی حد تک منکرین حدیث پر دیزیوں نے حکومت کے اختیار کردہ موقف پر خوشی اور مسرت کا طوفان اٹھایا۔ آج ان لوگوں کے پریس پر سطحی نظر ڈال کر بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

لیکن اس مطالبہ پر مرزائی جتنے بھی سیخ پا ہوں گے اور پر دیزی یا منکر خدا اور رسول کیونست جتنی ناگواری ظاہر کریں گے اتنی ہی اس مطالبہ کی معقولیت اور گہرائی و دور رس ظاہر ہوتی چلی جائے گی جس سے اسمبل کے حزب اقتدار نے محترم وزیر اطلاعات کی قیادت میں علماء کے باہمی اختلافات کی آڑ میں فرار اختیار کرنا چاہا، مگر علماء کی متفقہ پیش کردہ تعریف نے آئینی کمیٹی کے لئے یہ راستہ بھی مسدود کر دیا ہے۔

تعجب تو مرزائی گروہ پر ہے جو ایسے مطالبات کو مسلمانوں میں تفرقہ انگیزی سمجھ رہا

۱۔ قریب اسمبلی کے پہلے ہی اجلاس میں مولانا کوثر نیازی نے اختلافات علماء آل آڑ نے در تعریف مسلم کے مطالبہ کو ٹالنا چاہا مگر علماء کرام نے اپنے متفقہ موقف سے اس چیلنج کا جواب دے دیا اور اسی اجلاس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے تمام علماء اراکین اسمبلی کی تائید و تصویب سے مسلمانوں کی متفقہ تعریف پیش کر دی جسے بعد میں آئین کا حصہ بنایا گیا اور جو قادیانیوں کے سلسلہ میں ان حضرات کی پہلی دستوری فتح تھی۔ ”س“

ہے جب کہ اس گروہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام کے قلعہ اتحاد و ستم نبوت میں شکاف ڈالنے کی رگتا رگمی کی اور مسلمانوں میں اختلاف و انتشار اور نفاق کا بیج ڈالنے کے لئے ایک مستقل مذہب کھڑا کر دیا۔ اسلام اور کفر کے درمیان خط امتیاز کھینچنے پر یہ لوگ چلا رہے ہیں۔ جبکہ ان کے پیروں میں شدت پسندی کذاب قادیانی نے اپنے نہ ماننے والوں کو قطعی کافر، تہذیبی اور دلائل اسلام سے خارج قرار دیا، خواہ کسی نے اس کا نام تک بھی نہ سنا ہو مگر وہ ادلک ہم الکافرون حقاً کا مصداق بنا جو اپنے نہ ماننے والے تمام عالم اسلام سے معاشرتی اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا حرام سمجھتا ہو اور جو لوگ اس ”جرم انکار“ بانی پاکستان مسٹر جناح کو بھی مستحق جنازہ و دعائے سمجھتے ہوں، جو گروہ اپنے دائرہ میں اپنے پیروؤں کے لئے ایک مستقل دین، مذہب اور انفرادی و امتیازی خصوصیات اور تشخصات کا طلبگار رہا ہو۔ ملاحظہ ہو مرزا قادیانی اور ان کے خلفاء وغیرہ کی تصانیف رسائل الفضل، آئینہ صداقت، کلمۃ الفصل وغیرہ، مرزائی لٹریچر

ستم بالائے ستم مرزائیوں کے لاہوری ٹوٹے پر ہے جو آج اس واویلہ میں قادیانیوں کا ہمنوا ہے۔ اگر وہ صرف کلمہ کہنے کو اسلام کا سٹیفکیٹ سمجھتا ہے تو پھر وہ کس بنیاد پر قادیانیوں کو کافر قرار دیتا ہے اور قادیانی انہیں کیوں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

اس وقت مرزائیت کا فتنہ جس انداز میں مسلمانوں اور بقایا پاکستان کے لئے خطرہ کا الارم بنا ہوا ہے۔ اس شجرہ خبیثہ کے ہاتھوں مستقبل میں جو خطرات پاکستان کو درپیش آ سکتے ہیں ہم اس پر بہت کچھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں بہت سے درونِ خانہ اسرار و رموز کا علم ہے۔ اگر خدا نے اس بے بس ملک پر خاص نگاہِ کرم نہ فرمائی تو سازشوں کے شکار ہونے کا خطرہ یقین سے بدل سکتا ہے۔ دفائی نقطہ نظر سے ہم دن بدن ان لوگوں کے ہین منت

بنتے جا رہے ہیں جو عقیدتاً جہاد کو حرام سمجھتے اور اس ملک کے باشندوں کو قلعی کافر سمجھتے ہیں۔ اقتصادیات میں ان کے عمل دخل کے نتیجہ میں ملک دو ٹکڑے ہوا۔ ایم ایم احمد ہی کی وجہ سے دونوں صوبوں کے درمیان نفرت کی خلیج بڑھتی رہی۔ معاشی لحاظ سے ملک کا دیوالیہ ہوا۔

سیاسی عیاریوں کی یہ حالت کہ ایک طرف استعماری اور سامراجی اغراض کی خاطر ہمیں کاسٹ گڈائی لے کر یورپ کی در یوزہ گری پر مجبور کر دیا گیا، ملک پر اربوں روپے کا بوجھ لڑتا چلا گیا۔ دوسری طرف اپنی سفیر بذات خود ربوہ کی یاترا کرنے جا رہا ہے، روس کانفرنس سیکریٹری خفیہ طور پر ربوہ جا چکا ہے۔ خفیہ سے خفیہ مذاکرات ہو رہے ہیں۔ مگر پریس میں نہ تو اس بارہ میں کوئی خبر شائع ہوتی ہے، نہ مرزائی اسے مصلحتاً ظاہر کرنے دیتے ہیں جبکہ چین آزادی اور حریت کا دعویدار ہے اور ربوہ سامراجی اور صیہونی سازشوں کا اڈہ۔ بانبر لوگ اس اجتماع ضدین پر محو حیرت ہیں۔ کیا یہ سب کچھ زیر زمین کسی سازش کی غمازی نہیں کرتا جو حکومت ان سب باتوں سے بانبر ہوگی مگر نوٹس تو کیا باہمی عہد و پیمان جیسا سلوک ہے۔ کہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے ارکان مرزا بیت کو کفر سے بچانے کے لئے اسمبلی میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا چاہتے ہیں۔ ادھر مرزائی کن کن طریقوں سے اس احسان کا صلہ چکائیں گے۔ اخبارات میں آچکا ہے کہ لائل پور کے انتخاب میں پیپلز پارٹی کے افضل رندھاوا کے حق میں ”بوگس ووٹ“ بھگتानے کے لئے ربوہ سے بھاری تعداد میں عورتیں آل خفیں و جنگ یکم جون ۱۹۷۲ء ان عورتوں کو ایک ٹورٹ کے مقابلہ میں پی پی پی کے مساندہ سے دلچسپی تھی تو کیوں۔ یہ سب باتیں قوم کے لئے لمبے فکر یہ ہیں۔ اور ملت مسلمہ کے شجرہ طوبی کے لئے یہ اکاش بیل دن بدن خطرہ ہلاکت بنتا جا رہا ہے ایسے حالات میں اگر اسلام اور کفر کے درمیان





ہنا رہے۔ پھر کیا وہ اپنے الگ تشخص اور کسی انفرادی امتیاز کو قبول کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہیں علامہ اقبالؒ نے کتنی حقیقت بینی کا ثبوت دیا کہ۔

”ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو ٹرے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار اپنی جماعت کا بنیاد نام مسلمانوں کے قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کا فرہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں زیادہ دور ہیں جتنے سکھ ہندوؤں سے، کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں مگر وہ ہندو کے مندروں میں پوجا نہیں کرتے“ (دعوتِ اقبال ص ۱۳)

اس علیحدگی اور مقاطعہ و متارکہ کے باوجود مرزاؒ ہم سے رواداری اور حسن ظن کی امید رکھتے ہیں۔ وہ تو ہمیں کافر سمجھیں مگر ادھر سے اسلام کی تعریف کا مطالبہ بھی تفرقہ انگیزی اور شرپسندی ہو، ان دو طرفہ مفادات کی آخر وہ ملتِ مسلمہ سے کس بنیاد پر توقع رکھتی ہے؟ کیا اس وجہ سے کہ اس نے مسلمانوں کی آبروبے دنیا و دین متعارض اولین و آخرین روح کائنات سرورِ عالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ردائے ختم نبوت اور خلعتِ ختم المرسلین پر ڈاکہ ڈالا اور ملتِ مسلمہ کی غیرتِ ایمانی کو مجروح کیا۔ کیا کسی ملت کے قلعہ وحدت کو پاش پاش کرنے کی جرأت کا اتنی فراخ دلی سے صلہ دیا جاسکتا ہے جس کی مرزائیت ہم سے طلبگار ہے اور کیا حصارِ اسلام میں پے درپے نقب لگانے کے بعد بھی مرزائیت مسلمانوں کی کسی حکومت کی اتنی کرم فرمایوں کی مستحق ہو سکتی ہے۔ کہنے کو تو بہت کچھ

ہے مگر اپنے بعض کرم فرماؤں کی آزر وہ دلی کو ملحوظ رکھتے ہوئے آج کی یہ تقریب اقبالؒ ہی کے الفاظ پر ختم کر کے دوسری فرصت پر اٹھانا چاہتے ہیں۔

”میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ اس قابل نہیں کہ جو حق جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبے کا انتظار نہ کیا اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کا کیوں انتظار کر رہی ہے۔“

دعوت اقبال ص ۱۳۸ (جون ۱۹۲۷ء)



# اذلالنا خلت لا من تقوى



## باب الاكل والشرب

(کھانے پینے کے آداب و احکام)

کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھونے میں کس کو مقدم کیا جائے؟ سوال: کم عمر اور عمر رسیدہ لوگ اکٹھے کھانا کھا رہے ہوں تو کھانا شروع کرنے سے قبل ہاتھ دھونے میں کس کو پہلے موقع دیا جائے گا؟

الجواب: ۱۔ کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھونا مسنون طریقہ ہے، چونکہ احادیث نبوی میں بچوں اور اپنے سے چھوٹوں پر شفقت اور محبت سے پیش آنے کا حکم آیا ہے علاوہ انہیں بچے اکثر کھانے پینے کے زیادہ حریص اور مشتاق ہوتے ہیں اس لیے کھانا کھانے سے قبل پہلے بچوں کو ہاتھ دھونے کا موقع دیا جائے اس کے بعد عمر رسیدہ بزرگوں کو موقع دیا جائے، اور کھانا کھانے کے بعد بزرگوں کا اکرام مد نظر رکھتے ہوئے پہلے انہیں موقع دیا جائے۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري: وفي واقعات الناطقي اكد في غسل الايدي قبل الطعام ان يبدأ بالشيخان ثم بالشيوخ۔

(البحر الرائق ج ۸ ص ۸۳ کتاب الکراہیۃ) ۱۔

کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھونا سوال: بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھونے کی بجائے صرف انگلیاں دھونے پر اکتفاء کرتے ہیں، تو کیا صرف انگلیاں دھونے سے سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

۱۔ لما في الهندية: وآداب غسل الايدي قبل الطعام ان يبدأ بالشيخان ثم بالشيوخ وبعد الطعام على العكس۔ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۴۷ الباب الحادي عشر في الكراهية في الاكل) ومثله في الخانية على هامش الهندية ج ۳ ص ۲۰۵ كتاب الخطر والاباحة۔

**الجواب:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھویا کرتے تھے، اب اگر کوئی شخص کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھونے کی بجائے صرف انگلیاں دھو لے تو بلاشبہ اس سے صفائی تو حاصل ہو جائے گی لیکن سنت ادا نہیں ہوگی، سنت کی ادائیگی کے لیے پوسے ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے جبکہ انگلیاں دھونا ہاتھ دھونا نہیں ہے۔

لما فی الہندیۃ: قال نجم الاثمة البخاری وغیرہ غسل الید الواحدة او اصابع الیدین لا ینفی للسنة غسل الیدین قبل الطعام: (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۴ الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل) ۱۔ لہذا المذکور غسل الیرق وذلک (الخ)۔

**دسترخوان پر روٹی رکھ کر سالن کا انتظار کرنا** | سوال: اگر دسترخوان پر روٹی حاضر ہو لیکن تا حال سالن نہیں

لایا گیا ہو تو روٹی کھانا شروع کی جائے یا سالن کا انتظار کیا جائے؟  
**الجواب:** روٹی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جس کا اکرام ضروری ہے، فقہارے تصریح کی ہے کہ روٹی حاضر ہونے کی صورت میں سالن کے انتظار میں نہ بیٹھ بلکہ روٹی کے اکرام کے پیش نظر روٹی کھانا شروع کی جائے جب سالن حاضر ہو تو وہ بھی استعمال کر لیا جائے۔

لما قال العلامة ابن نجیم: وینبغی ان لا ینتظر الا دام اذا حضر الخبز ویأخذ فی الاکل قبل ان یأتی الا دام۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۳ کتاب الکراہیۃ) ۲۔

۱۔ قال العلامة ابن نجیم: ویستحب غسل الیدین قبل الطعام فان فیہ بركة وفي البرہانیۃ والسنة ان یغسل الایدی قبل الطعام ویعدہ۔

(البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۳ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی الاکل والشرب)

۲۔ لما قال فی الہندیۃ: ومن اکرام الخبز ان لا ینتظر الا دام اذا حضر۔ کذا فی الاختیار فی شرح المختار۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۴ الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل)

ومثله فی البزانیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۶ ص ۳۶۵ کتاب الکراہیۃ۔

**سوال :-** آجکل لوگوں میں کھڑے ہو کر کھانے پینے کا رواج عام ہو چکا ہے، خصوصاً شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں بھی کھڑے ہو کر کھانا کھایا جاتا ہے، کیا کھڑے ہو کر کھانا پینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ہمارا موجودہ معاشرہ چونکہ مغرب سے زیادہ متاثر ہے اس لیے مغرب ہی کے عادات و اطوار ہم نے اپنا رکھے ہیں، کھڑے ہو کر کھانا پینا مغربی اقوام کا طریقہ ہے جو کہ سنت اور ادب کے خلاف ہے، تاہم فقہاء نے کھڑے ہو کر کھانے کو مکروہ تنزیہی کے درجہ میں ذکر کیا ہے۔

لما ورد في الحديث : عن قتادة عن النس عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى ان يشرب قائماً فقلنا الأكل فقال ذلك اشروا خبث۔

(الصحيح المسلم ج ۲ ص ۱۴۳ باب في الشرب قائماً) لے

**سوال :-** کھانا کھاتے وقت باتیں کرنا جائز ہے یا سکوت کرنا بہتر ہے؟ مہانوں

کے ساتھ بیٹھ کر کھانا افضل ہے یا اس کے خلاف کیا جائے؟

**الجواب :-** کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کو فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کی عادت ہے، اس لیے اچھی اور دینی باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کھانا کھایا جائے۔ میزبان کے لیے مہمان کی جہان توازی اور عزت افزائی ضروری ہے، لہذا اگر مہمان ساتھ بیٹھ کر کھانے پر خوش ہوتا ہو تو ساتھ کھانا افضل ہے ورنہ مہمان کی ذاتی طور پر خدمت کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

لما في الهندية : يكره السكوت حالة الأكل لانه تشبه بالمجوس ..... فلا يسكت

لے قال الامام محي الدين يحيى بن شرف النووي رحمه الله : ليس في هذه الاحاديث اشكال ولا فيها بحمد الله ضعف بل كلها صحيحة والصواب ان النهي محمول على التنزيهة۔ (شرح المسلم للامام النووي ج ۲ ص ۱۴۳ باب في الشرب قائماً) ومثله في كبرى ۳۶ آداب الوضوء۔

على الطعام ولكن يتكلم بالمعروف وحكايات الصالحين۔ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۲۵)  
الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات۔

**تکبیر لگا کر کھانا پینا** | سوال :- بعض لوگ تکبیر لگا کر کھانے پینے کے عادی ہوتے ہیں، آیا تکبیر لگا کر کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کھانے پینے کے دوران اگر مسنون طریقہ مد نظر رکھا جائے تو ضرورت بھی پوری ہوگی اور ثواب بھی مل جائے گا۔ جہاں تک تکبیر لگا کر کھانے پینے کا تعلق ہے تو فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر تکبیر کا خدشہ نہ ہو تو تکبیر لگا کر کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، تاہم خلاف ادب ہونے کی بناء پر اس طرح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لما فی الہندیۃ : لا بأس بالأکل متکئاً اذا لم یکن بالتکبروفی الطہریۃ هو المختار۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۳ ابن العاشق فی الکراہیۃ فی الاکل) ۲

**تین انگلیوں سے کھانا** | سوال :- بعض لوگ کھانا کھاتے وقت ہاتھ کی پانچوں انگلیاں استعمال کرتے ہیں، تو کیا اس طریقے سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تین انگلیوں سے کھانے کی تھی لہذا تین انگلیوں سے کھانا مسنون طریقہ ہے، البتہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جہاں کہیں تین انگلیوں سے کھانے میں حرج ہو، تکلیف کی وجہ سے یا سالن نرم ہونے کی وجہ سے، تو کھانے میں تین سے زائد انگلیاں استعمال کرنا بھی مرفوع ہے۔

لما فی الہندیۃ : وینبغی ان یمخدم الضیف بنفسہ اقتداءً بما براہیم علی نبینا وعلیہ السلام۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۵ الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات۔ کتاب الکراہیۃ)۔

۳ قال العلامة ابن عابدین : لا بأس بالأكل متکئاً او مكشوف الرأس وهو المختار۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۴۲ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی البیع) ومثله فی الخانیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۴۰ کتاب الخطر والاباحۃ۔

لما ورد في الحديث: عن كعب بن مالك عن أبيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل بثلاث أصابع - (الصحيح المسلم ج ۲ ص ۱۷۵) باب لعق الأصابع والقصعة

سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک سے زیادہ گلاس پانی پیتے کا مستنون طریقہ اگر جی کے موسم میں پیاس کی شدت

کے باعث انسان ایک ہی وقت میں کئی گلاس پانی پی جاتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں ہر گلاس کو تین سانسوں میں پینا ہوگا یا ہر گلاس کے بعد ایک مرتبہ سانس لینا کافی ہوگا اور اس سے سنت کی ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- مستنون طریقہ یہ ہے کہ پانی کو تین سانسوں میں پیا جائے صورتِ مسئلہ میں چونکہ ہر گلاس مستقل پانی پینا ہے اس لیے ہر گلاس کو تین سانسوں میں پینے سے ہی سنت کی ادائیگی ہوگی۔

لما قال الشيخ اشرف على التهانوى رحمه الله: هـر گلاس کو تین سانس میں پینا کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرا تیسرا گلاس کچھ فصل سے پیوے تو وہ مجموعی طور پر کئی بار کا پینا ہوگا اور سانس لینا ایک بار کے پینے میں ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۱۰۳ کتاب الخطر والاباحة - کھانے پینے کی حلال و حرام الخ)

سوال :- ایک شخص گاڑیوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا ہے اور سودی لین دین کے علاوہ بعض

اوقات دیگر ناجائز ذرائع سے بھی مال حاصل کرتا ہے، تو کیا ایسے شخص کی دعوت میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

لہ قال الامام النووی رحمہ اللہ: واستحب اب الاکل بثلاث اصابع ولا یضم الیہ الرابعة والخامسة الا لعذر بات یكون مرقاً وغیره فلا یمکن بثلاث وغیر ذلک من الاغذار۔

{ شرح صحیح المسلم للامام النووی ج ۲ ص ۱۷۵ }  
{ باب لعق الاصابع والقصعة }



**الجواب :-** اگر یہ بات واضح اور یقینی ہو کہ اس شخص کا پورا مال حرام اور ناجائز ذرائع سے کمایا گیا ہے تو دعوت میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، البتہ اگر یہ بات یقینی نہ ہو یا یہ معلوم ہو کہ اس شخص کا کچھ مال تو حرام ہے لیکن مال کا اکثر حصہ حلال ہے تو پھر شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ موجودہ دور میں اکثر لوگوں کے مال میں کچھ نہ کچھ ملاوٹ پائی جاتی ہے۔

قال العلامة قاضی خانؒ، وان كان غالب المهدى من الحلال فلا بأس بان يقبل الهدية  
ويأكل ما لم يتبين انه حرام لان اموال الناس لا يخلوا عن قليل حرام فيعتبر الغالب  
(الفتاوى الخانية على هامش الهمدية ج ۳ ص ۳۳۲ کتاب الخطر والباحة) ۳

**سوال :-** بعض لوگ شادی بیاہ کے مواقع پر دعوت ولیمہ میں گانے بجانے اور لہو و لعب کا اہتمام ہو اس میں شرکت کا حکم

اجاب واقارب کو مدعو کیا جاتا ہے، تو کیا ایسی دعوت ولیمہ میں شرکت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قبول دعوت کو علماء کرام نے ضروری قرار دیا ہے، لیکن آج کل چونکہ لادینیت اور فحاشی کا دور دورہ ہے لہذا اگر یہ بات یقینی ہو کہ وہاں گانے بجانے اور لہو و لعب کا پروگرام ہوگا تو ایسی دعوت میں نہیں جانا چاہیے، البتہ اگر وہاں پہنچ کر یہ بات معلوم ہو تو واپس نہ آنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یاد رہے کہ یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے اور جہاں تک خواص کے واپس آجانے کا تعلق ہے تو ان کے واپس آنے میں مصلحت یہ ہے کہ الدعی پر ان کی ناراضگی واضح ہو کر وہ اپنے عمل بد سے باز آجائیں۔

لما قال العلامة ابن نجيمؒ: اذا كان هناك لعب وغنا قبل ان يحضر فلا يحضر

لما في لهندية: ولا يجوز قبول هدية امرء الجودن الغالب في مالهم الحرام الا اذا علم ان اكثر  
ماله حلال بان كان صاحب زرع او تجارة فلا بأس به لان اموال الناس لا تخلو عن  
قليل حرام فيعتبر الغالب وكذا اكل طعامهم - (الفتاوى الهمدية ج ۵ ص ۳۳۲ الباب  
الثاني عشر في الهدايا والضيافات - كتاب الكراهية)

ومثله في البزازية على هامش الهمدية ج ۶ ص ۳۶ ابواب الرابع في الهدايا والميراث۔

لأنه لا يلزمه الاجابة اذا كان هناك منكر۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۸ کتاب الکراهية) ۱۔  
**سوال:** چونا کھانے کا حکم؟  
**الجواب:** چونا بمقدار ضرورت پان وغیرہ میں ملا کر کھانا مرتخص ہے۔

لما قال العلامة محمد عبدالحی الکنہوی: یباح اكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند لأنه قليل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها۔ (نصاب الاحتساب بحواله مجموعة الفتاوى ج ۲ ص ۲۰۲) ۲۔  
**سوال:** افیون کھانے کا حکم؟  
**الجواب:** افیون مسکرا شیار میں سے ہے جس کا بغیر عذر شدید کے کھانا حرام ہے تاہم اگر مباح و حلال اشیا و ادویات میں کوئی تداوی کے لیے مفید نہ ہو اور مسلمان طبیب نے بطور دوائی کے کھانے کا کہا ہو تو اس صورت میں کھانا مرتخص ہے۔

لما قال الشيخ محمد کامل بن مصطفى الطرابلسي: اتفق مشايخنا ومشايخ الشافعي على تحريم الخشيش وأفتوا باحرقه وأموت بآديب بائعہ والتشد على اكله فهو يذوق مبتدع۔ (الفتاوى الكاملية) ۳۔  
 وفي الهندية: يجوز لتعليل شرب الدم والبول وأكل اذا أخبره طبيب مسلم ان شفاؤه فيه ولم يجد من ألباح ما يقوم مقامه۔ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۵ الباب الثامن عشر في التداوي المعالجات) ۴۔

لما في الهندية: هذا كله بعد الحضور ما اذا علم قبل الحضور فلا يحضر لأنه يلزمه حق الدعوة۔ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۲۲۳ الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات) ۵۔  
 ومثله في البزانية على هامش الهندية ج ۶ ص ۳۶۲ کتاب الکراهية۔  
 ۶۔ قال العلامة عبدالحی الکنہوی: نعم وفي نصاب الاحتساب يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند لأنه قليل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها وهو الحمرۃ۔ (رفع المفتي والسائل ص ۹ کتاب الکراهية)  
 ۷۔ قال العلامة ابن عابدین، (تحت قوله والنتن الذي حدث) وهو من محر في حرمۃ البنج والافیون لا لدواء۔ (مر والمختار ج ۶ ص ۲۵۴ کتاب الاشرية)  
 ۸۔ ومثله في نصاب الاحتساب بحواله مجموعة الفتاوى ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب الکراهية۔

**سوال :-** پیاز، لہسن اور دیگر بدبودار حلال اشیاء کھا کر مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** پیاز، لہسن وغیرہ اشیاء کھانا فی ذاتہ جائز اور مباح ہے تاہم مساجد اور ایسی مجالس جن میں خلق خدا کو ایذا پہنچنے کا خدشہ ہو کھا کر جانا جائز نہیں۔

لما قال الشيخ فضل الله الشهير بشيخنا محمد العثماني (رحمته الله) قوله صلى الله عليه وسلم من أكل من هذه الشجرة يعني الثوم فلا يأتي المساجد ليس في هذا تفيد النهي بالمساجد فيعتدل بعمومه على الجاق الجامع بالمساجد كصلى العيد والجماعة ومكان الوليمة وجمهورية الأمة على إباحة أكلها۔ (الفتح الملهم ج ۲ ص ۱۵۱/۵) باب نهى من أكل ثوماً له

**سوال :-** بھنگ کا استعمال بطور نشہ اور تلوئی کے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بھنگ کا شمار جو نیک مسکراشیاء میں ہوتا ہے اس لیے اس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے تاہم بوقت ضرورت کسی مسلمان طبیب کے مشورے سے بقدر ضرورت استعمال سے مرخص ہے بشرطیکہ حلال اشیاء میں معالجے کے لیے کوئی شے نہ ہو۔

لما قال شيخ الاسلام ابو بكر بن محمد الحداد اليمني: ولا يجوز أكل البنجر والخشيشة والافيون وذلك كله حرام۔ (الجوهر النيرة ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب الاشرية) ۱۵

۱۔ رواہ الامام مسلم بن الحجاج القشيري: عن ابي سعيد الخدري قال لم نعدان فتحت خيبر فوقعنا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في تلك البقلة الثوم والناس جياعاً فاكلنا منها اكلًا شديدًا ثم رجنا الى المسجد فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم الریح من اكل هذه الشجرة الجشيشة شيئاً فلا يقربنا في المسجد فقال للناس حرمت فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال ايها الناس انه ليس في تحريمه ما احل الله لي ولكمها شجرة اكره ريحها۔

(المصحيح المسلم ج ۱ ص ۲۸۲ باب نهى من أكل ثوماً الخ)

وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ لِلنَّوَوِيِّ ج ۲ ص ۲۸۲ باب نهى من أكل ثوماً۔

۲۔ قال العلامة ابن عابدين: وهو مريح في حرمة البنجر والافيون لا للدواء۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۲۵۴ کتاب الاشرية)

وَمِثْلُهُ فِي خُلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۲ ص ۲۵۴ کتاب الاشرية۔

**بغیر اجازت کسی کے مال سے نفع لینا** | سوال :- کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مسلمان کا مال جان شرعاً معصوم ہے اور بغیر مالک کی اجازت کے لینا جائز نہیں اور نہ اس مال سے بغیر اجازت کے نفع اٹھانا جائز ہے۔

لما رواہ الاکامام علی بن عمر الدارقطنی: عن عمرو بن یثرب قال شهدت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجة الوداع بمثی فسمعتہ یقول لا یحل لامرء من مال اخیه شیء الا ما طابت به نفسه۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۵ کتاب البیوع۔ رقم حدیث ۸۹) لہ

**کافر کے ساتھ کھانے کا حکم** | سوال :- کیا کسی غیر مسلم کے ساتھ ایک برتن میں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** غیر مسلموں کے ساتھ ایک برتن میں کھانے پینے کو معمول بنانا درست نہیں تاہم کبھی کبھار ایسا کر لینا مکرہ ہے۔

لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: والا کل والشرب فی ادائی المشرکین مکروہ ولا بأس بطعام المجوس الا ذبیحتهم و فی الاکل معهم وعن الحاکم عبد الرحمن لو ابتلی به المسلم مرة او مرتین لا بأس به اما الدوام علیه فمکروہ۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۴ کتاب الکراہیۃ) لہ

لہ لما ذکرہ الشیخ ولی الدین ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطیب: وعن ابی حویرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرء الا بطیب نفس منه۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۵۵ باب الغصب والعاریۃ، الفصل الاول) ومثله فی نصب الراية ج ۴ ص ۱۶۹ کتاب الغصب۔

لہ وفی الہندیۃ: الاکل مع المجوس ومع غیرہ من اهل الشرك انه هل یحل ام لا عن الحاکم عبد الرحمن الکاتب انه ان ابتلی به المسلم مرة او مرتین فلا بأس به وامر الدوام علیه فیکرہ۔ (الفتاوی الہندیۃ ج ۵ ص ۳۴۴ الباب الرابع عشر فی اهل الذمۃ۔ الخ)۔

**خلافت شریعت و دعوت میں شرکت کا حکم** | سوال :- آجکل تشادی بیاہ اور خوشی کی دیگر تقریبات میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات

اور طور طریقوں کے خلاف کیا جاتا ہے جن میں غیر محرم مردوں اور عورتوں کا بے پردگی میں میل جول، ناچ گانا، ہندوؤں اور عیسائیوں کے مختلف طور طریقے قابل ذکر ہیں۔ اگر کسی کو ان خلاف شرع کاموں سے روکا جائے تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو خوشی کا موقع ہے اس کے بغیر تو خوشی کا انہاں ہی نہیں ہو سکتا۔ جبکہ بعض اہل علم اور دیندار طبقہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کو اس قسم کی تقاریب میں شرکت کرتے دیکھا گیا ہے جس کی وجہ سے لوگ ان لغویات کو جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ کام ناجائز ہیں تو فلاں عالم یا دیندار شخص نے کیوں شرکت کی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کی تقاریب میں شرکت کرنا خصوصاً علماء اور دیندار طبقہ کا شرکت کرنا اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اس طرح کی تقریبات میں شرکت کرنا ناجائز ہے اور جہاں احکام شریعہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہو اور منکرات موجود ہوں وہاں اکل و شرب یعنی کھانا پینا بھی ناجائز ہے۔ اسی طرح اس قسم کی تقریبات میں کسی عالم یا دیندار شخص کی شرکت کی بناء پر کوئی خلاف شرع کام جائز نہیں ہو سکتا۔

قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ، دعی الی ولیمة وثمة لعب او غنا قعد واکل لوللمنکر فی المنزل فلو علی المائدة لا ینبغی ان یقعد بل ینخرج معرّضاً الی قوله فان قدر علی المنع فعل والا صیر ان لم یکن ممن یقتدی بہ فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین الخ (الدرا المختار ج ۵ ص ۲۲۵ کتاب الخطر والاباحۃ) لہ

لہ وفق الہندیۃ : ومن دعی الی ولیمة فوجد ثمة لعباً او غناء..... ولو کان ذلک علی المائدة لا ینبغی ان یقعد وان لم یکن مقتدی بہ وھذا کلمہ بعد

الحضور واما اذا علم قبل الحضور فلا یحضر الخ  
 { الفتاوی الہندیۃ ج ۵ ص ۲۲۳ کتاب الکراہیۃ  
 الباب الثانی عشر فی الهدایا والفضیقات }



## باب التداوی

(علاج معالجہ کے احکام و مسائل)

**انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا حکم** | سوال :- دورِ حاضر میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری

کا دور دورہ ہے، کئی لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کے کچھ اعضاء مثلاً آنکھیں، گردے وغیرہ نکال کر کسی ضرورت مند کو لگا دیئے جائیں، تو کیا شریعت مقدسہ میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اپنے اعضاء کو معالجتاً استعمال کرنے کیلئے دوسرے انسان کیلئے وصیت کرنا اور ان اعضاء کی پیوند کاری کرنا شرعاً حرام ہے، اگرچہ یہ بار آجکل کافی عروج کہے جس سے اجتناب لازمی ہے، تاہم متاخرین فقہاء نے حالتِ اضطرارِ شدیدہ کے وقت مرخص قرار دیا ہے۔

لما قال الامام محمد بن احمد السرخسی : لا يجوز الانتفاع به بحال ما والادى مختوماً بعد موته على ما كان عليه في حياته كلما يعمود التداوى بشئ من الادى المحت اكراماً له كذا لا يجوز التداوى بعظم الميت۔ (شرح کتاب السیر الکبیر ج ۱ ص ۱۲۸ باب دواء الجراحة) لہ

**انگریزی ادویات کے استعمال کا حکم** | سوال :- دورِ حاضر میں اکثر امراض میں

بھی استعمال ہوتا ہے، شرعی نکتہ نگاہ سے ان ادویات کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** انگریزی ادویات کے بارے میں متاخرین علماء کرام کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر ان میں شراب یا دیگر محرم اشیاء کا استعمال یقینی یا ظن غالب سے ثابت ہو تو بغیر

لہ قال العلامة علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی : ولو سقط سنہ یکرہ ان یاخذ من الميت فیثدھا مکان الاوی بالاجماع۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۵ ص ۳۲ کتاب الاستحسان)

ومثله فی الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۲ الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ۔

شدید ضرورت کے استعمال کرنا درست نہیں، ویسے انگریزی ادویات کا استعمال  
مرخص ہے۔

لما قال العلامة فخر الدین عثمان بن علی الزلیعی، وکوة شرب دردی الخمر  
والامتنشاط لان فیہ اجزاء الخمر فکان حراماً نجساً والانتفاع بمثلہ  
حراماً۔ (تبیین الحقائق ج ۶ ص ۹۹ کتاب الاشربة) ۱

**سوال ۱۔** عصر حاضر میں اگر کوئی قتل ہو جائے یا کسی حادثہ میں ہلاک  
ہو جائے تو ہسپتال میں اس کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے جس میں اعضا

کی قطع برید ہوتی ہے، تو شریعت مقدسہ میں اس عمل کا کیا حکم ہے؟  
الجواب ۱۔ جس طرح انسان کا احترام اس کی زندگی میں مسلم ہے اسی طرح موت  
کے بعد بھی قابل احترام ہے، جس طرح زندہ انسان کو ایذا دینا موجب جرم و گناہ ہے  
اسی طرح مردہ انسان کو بھی ایذا دینا موجب جرم و گناہ ہے اس لیے فقہاء کرام نے  
بعد الموت انسانی اعضا کی قطع برید کو خلاف شرع قرار دے کر پوسٹ مارٹم کو ایک  
فبیح و ناجائز عمل کہا ہے۔

لما قال الباجی، یرید ان لہ من الحرمۃ فی حال موتہ مثل مالہ منہا  
حال حیاتہ وان کسر عظامہ حال موتہ یحرم کما یحرم کسرها حال حیاتہ  
(موطأ امام مالک حاشیہ ص ۲۲ ما جانی الاحتفاد وھو البشی) ۲

۱۔ لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ: (وکوة شرب دردی الخمر ای  
(والامتنشاط) بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کما مر۔  
(الدر المختار علی ص ۲۵۷ رد المحتار ج ۶ ص ۲۵۷ کتاب الاشربة)

ومثلہ فی البحر الرائق ج ۸ ص ۲۱۹ کتاب الاشربة۔

۲۔ رواہ الامام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، عن عائشۃ ان  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت کسره حیاً۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۱۱ باب الحفار یجد العظم هل ینتکب ذلک المكان)

ومثلہ فی سنن ابی ماجہ مع حاشیہ ج ۱ ص ۱۱۱ باب ماجاء فیمن مات مریضاً۔

خاندانی منصوبہ بندی اور مانع حمل ادویات کا حکم | سوال :- آجکل کے دور میں خاندانی منصوبہ بندی

کی اشاعت بکثرت ہو رہی ہے، شرعی لحاظ سے خاندانی منصوبہ بندی اور مانع حمل ادویات کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- خاندانی منصوبہ بندی کے اہداف کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں کہ یہ تمام تر پروگرام رزق کی تنگی کے خوف سے ہو رہے ہیں جو خالق کائنات جل مجدہ کی صفت خاصہ یعنی رزاقیت سے بغاوت کے مترادف ہے، اس لیے منصوبہ بندی کے بنیادی نظریہ (رزق کی تنگی کا خوف) کو مد نظر رکھتے ہوئے اس پر عمل کرنا شرعاً حرام ہے، تاہم کسی شرعی عذر کی بناء پر مانع حمل ادویات کا استعمال اور دیگر ذرائع اختیار کرنا مضر نہیں ہے۔

لما قال العلامة عالم بن العلا الانصاری رحمہ اللہ : شرب الدواء لأجل إسقاط الحمل قبل أن يصير مصورة بمحور عند الفسودة والكف عن هذا خير أولى - (الفتاوی التاتارخانیة ج ۲ ص ۲۱۲ کتاب النکاح: الفصل السادس والعشرون) انجکشن کے ذریعے مادہ جانوروں کو حاملہ کرنے کا حکم | سوال :- افزائش نسل کے لیے گائے بھینس وغیرہ کو انجکشن لگوانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- چونکہ حیوانات میں نسب کا لحاظ رکھنا شرعی لحاظ سے ضروری نہیں اس لیے کہ ماں جانوروں میں اصل ہے اور بچہ بھی حلت و حرمت میں ماں کا

لما قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله (ويكره أن تسقى لإسقاط الحمل) وجاز لعذر (كل مرضعة إذا ظهر بها الحمل وانقطع لبنها وليس لابن الصبي ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاك الولد قالوا يباح لها أن تعالج في استئصال الدم مادام الحمل مضغنة أو علقة ولم يخلق له عضو وقد روي تلك المدة بمائة وعشرين يوماً - (رد المحتار ج ۶ ص ۲۲۹ کتاب الحظر والاباحة - فصل في البيع) ومثله في الطحاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۱۲ کتاب الحظر والاباحة - فصل في البيع -

تابع ہے، بنا بریں جانوروں کو افزائش نسل کے لیے انجکشن لگوانا کوئی قبیح عمل نہیں۔

لما قال الامام السيد احمد بن محمد الحموی المصری: والمولود بین الاهلی والوحشی یتبع الام لان الاصل فی التبعية الام حتی ان نزی الذئب علی الشاة یضئ بالولد۔ (غمر عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر ج ۳ ص ۳۳) لہ

**سوال ۱۔** بوقت ضرورت کسی بیمار کی جان بچانے کیلئے بیمار کو خون دینے کا حکم | انسانی خون سے انتفاع کا شرعی حکم کیسا ہے؟

**الجواب ۱۔** بوقت ضرورت (حادثہ یا شدید بیماری کی صورت میں) جان بچانے کے لیے انسانی خون سے استفادہ مخصص ہے۔

لما قال العلامة الشیخ محمد کامل بن مصطفى الطولبسی الحنفی: قال فی التہذیب يجوز لعلیل شرب البول والدم والمیئة للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاہہ فیہ ولہ مجرد من المباح ما یقوم مقامہ۔ (الفتاوی الکاملیة ص ۲۶۷ کتاب الکراہیة)

**سوال ۲۔** دفع ضرر و جلب منفعت کے لیے قرآنی آیات اور ادعیہ ماثورہ سے تعویذ کر کے پہننے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب ۲۔** غیر شرعی الفاظ کے علاوہ آیات قرآنی و ادعیہ ماثورہ سے تعویذ کرنے یا کرانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں بلکہ یہ ایک مسنون طریقہ ہے اور پہننا بھی جائز ہے۔

لما قال الامام اللغوی ابو الفتح ناصر الدین المطرزی: قال القتیبی وبعضہم یتوہم ان المعاذات ہی التائم وليس كذلك انما التمیمۃ الخرزۃ ولا بأس بالمعاذات

لہ لما قال الامام ابو بکر احمد بن علی الرازی البصاص رحمہ اللہ: وولدت حمارة وحشیة من حمار اهلی اکل ولدها فان الولد تابعاً لأمہ دون ابيه۔ (احکام القرآن للبصاص ج ۵ سورۃ النحل)

لہ لما فی الہندیۃ: يجوز لعلیل شرب البول والدم وأکل المیئة للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاہہ فیہ ولہ مجرد من المباح ما یقوم مقامہ۔

(الفتاوی الہندیۃ ج ۳ ص ۳۵۵ ابواب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات)

ومثله فی البحر الرائق ج ۸ ص ۲۰۵ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی البیع۔

اذا كتب فيها القرآن واسماء الله تعالى۔ (المغرب في ترتيب المعرب ج ۱ ص ۱۷۸) لہ  
 مردہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکالنے کا حکم | سوال :- اگر کوئی حاملہ عورت فوت  
 کی تصدیق ہو جائے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ ابھی زندہ ہے تو کیا اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ  
 نکالنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام نے انتہائی مجبوری کے تحت مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے  
 بچہ نکالنے کو مخصص کہا ہے مگر اس شرط پر کہ بچہ پیٹ میں حرکت کر رہا ہو یعنی اس کا زندہ ہونا  
 یقینی ہو، چونکہ موجودہ دور میں سائنسی ترقی کی وجہ سے مذکورہ بالا صورت میں الٹراساؤنڈ کے  
 ذریعے بچے کا زندہ ہونا معلوم کیا جاسکتا ہے، لہذا جب الٹراساؤنڈ کے ذریعے معلوم ہو جائے  
 کہ بچہ واقعی زندہ ہے تو مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکالنا شرعاً مخصص ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: حامل ماتت وولدها يضطر شق بطنها ويخرج  
 ولدها۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۸ باب الجنائز، مطلب في دفن الميت سلم)  
 شوہر کو راغب کرنے کے لیے تعویذات کا سہارا لینا | سوال :- بیوی شوہر کو اپنی  
 کسی تعویذ کا سہارا لے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اصلاح بین الزوجین کے لیے عملیات یا دیگر تعویذات کا سہارا لینا شرعاً

لہ لما خرج ابوداؤد سليمان بن اكا شعث السجستاني في سننه: عن عمرو بن شعيب عن ابيه  
 عن جداه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمهم من الفزع كلما اعوذ بكلمات الله التامة  
 من غضبه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون وكان عبد الله بن عمر يعلمهن من  
 عقل من بنيه ولم يعقل كتبه فاعلقه عليه۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۲۲ باب كيف الرقى۔  
 ومثله في رد المحتار ج ۶ ص ۳۶۳ كتاب الغطر والباحة، فصل في اللبس۔

لے قال الشيخ اشرف على التهانوي: اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لینا اس وقت جائز  
 ہے جب بچہ زندہ حرکت کرتا ہو معلوم ہو ورنہ اگر بچہ بھی مر گیا تو پیٹ چاک کرنا جائز نہیں۔

(امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۰۶ کتاب الغطر والباحة)



قیح نہیں بشرطیکہ شوہر کو اپنا غلام بنانا مقصود نہ ہو بلکہ بے اختلاقی سے بچنے کی نیت ہو، تاہم کتب فتاویٰ میں جو عدم جواز کا فتویٰ موجود ہے وہ غیر شرعی تعویذات و تسخیرات وغیرہ یا دیگر بدعتی پر محمول ہے۔

لما قال العلامة ابو الفتح ناصر الدین المطرزی: بعضهم يمتوههم أن المعاذات هي التمايم وليس كذلك إنما التسمية الخرزة ولا بأس بالمعاذات اذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالى..... وأما ما كان من القرآن وشئ من الدعوات فلا بأس به (المغرب في ترتيب المعرب ج ۱ ص ۱۰۸) ۱۔

**تعویذات میں یا بدوح لکھنا** | سوال ۱۔ اکثر عابدين تعویذات میں یا بدوح لکھتے ہیں، اس بارے میں بعض علماء سے سنا ہے کہ یا بدوح لکھنا درست نہیں، کیا واقعی ایسا لکھنا جائز ہے؟

الجواب ۱۔ بدوح عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور تعویذات میں اسماء اللہ لکھنا جائز ہے لہذا تعویذات میں یا بدوح لکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

لما قال العلامة المفتی محمد شفیع: احقر نے اپنے استاذ محترم حضرت العلامة مولانا محمد انور شاہ صاحب اکثمیریؒ سے سنا ہے کہ لفظ ”بدوح“ بلا تشدید دال عبرانی زبان میں اللہ کا نام ہے۔ (عزیز الفتاویٰ المعروف بہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۱۳۹) ۲۔

۱۔ لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: وبعضهم يمتوههم أن المعاذات هي التمايم وليس كذلك إنما التسمية الخرزة ولا بأس بالمعاذات اذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالى۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۶۳ کتاب الخطر والاباحة۔ فصل في اللبس)

وَمِثْلُهُ فِي نِيلِ الْاَوْطَارِ ج ۵ ص ۳۰۱ باب ما جاء في الاجرة على الضرب۔

۲۔ لما قال العلامة المفتی محمد شفیع: بدوح یہ لفظ عام طور پر بضم باد و تشدید دال مشہور ہے مگر یہ صحیح نہیں، صحیح لفظ بدوح بفتح باد و تخفیف دال ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ نہیں بلکہ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

۳۔ (امداد المفتیین المعروف بفتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۳۸ کتاب الکراہیہ)

**غیر شرعی الفاظ سے تعویذات لکھنا** | سوال :- تعویذات میں غیر شرعی الفاظ مثلاً 'یا فرعون' یا 'یا مان' وغیرہ لکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** تعویذات میں قرآنی آیات و ادعیہ ماثورہ کے علاوہ غیر شرعی الفاظ مثلاً جن، بھوت یا کسی بڑے کافر کا نام وغیرہ لکھنا شرعاً ناجائز ہے۔

لما رواه الامام مسلم بن الحجاج القشيري : عن عوف بن مالك الاشجعي قال لنا نزل في الجاهلية فقلنا يا رسول الله كيف توى في ذلك فقال اعرضوا على زناكم لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك - (الصحيح لم ج ۲ ص ۲۲۲) باب جواز اخذ الاجرة على الرقية (۱)۔

**بیماری کا علاج کرنا سنت ہے** | سوال :- بیماری کا علاج کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اگر کوئی بیمار علاج نہ کرنے پر ہلاک ہو جائے تو

کیا وہ گنہگار ہو گا یا نہیں؟

**الجواب :-** علاج ایک ظاہری سبب ہے اور سنت عمل ہے تاہم اگر کوئی بیمار اپنا علاج نہ کرنے کی وجہ سے مر جائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔

لما قال الامام الفقيه ابواليث السمرقندي : ولو مرض ولم يعالج حتى مات لم يأت بخرافات الجائع اذا لم يأكل حتى مات بالجوع يا ثمربہ - (فتاویٰ نوازل من کتاب الکراہیۃ) (۲)۔

لما قال العلامة الحسكي : التيممة المكروهة ما كان بغير العربية - قال العلامة ابن عاين : (في قوله التيممة المكروهة) قول الذي رأيته في المجتبى التيممة المكروهة ما كان بغير القبريات -

(مرد المختار ج ۲ ص ۳۶۳) کتاب الخطر والاباحة فصل في اللبس (۳)

وَمِثْلُهُ فِي حَاشِيَةِ الْجَامِعِ التِّرْمِذِيِّ لِلشَّيْخِ أَحْمَدَ عَلِيٍّ السَّهَارَنُفَوِيِّ ج ۲ ص ۲۵۲ باب مجاز الجرة على التعويز (۴)

لما قال العلامة ابن البرزاز الكوفي : امتنع عن الأكل حتى مات جوعاً اتروا عن التداوي حتى تلف مرضاً لان عدم الهلاك بالأكل مقطوع والشفاء بالمعالجة متظنون -

(افتاویٰ البرازیة علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۳۶۳) نوع فی التداوی - کتاب الکراہیۃ (۵)

وَمِثْلُهُ فِي الِاخْتِيَارِ عَلَى تَعْلِيلِ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۳۶۱ کتاب الکراہیۃ -

**خاندانی منصوبہ بندی کا شریعت مطہرہ کی روشنی میں جائزہ** | سوال: مکرری جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اسلام منون!

دنیا کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی ماہرین اقتصادیات و عمرانیات کے پیش نظر ایک ہولناک مسئلہ کی صورت میں جلوہ گر ہے، اگر اس مسئلے پر محض اقتصادی یا عمرانی نقطہ نظر سے بحث کی جائے تو تحدید النسل ناگزیر معلوم ہوتی ہے تاہم ایک مسلم معاشرے میں کسی تحریک کے آغاز سے پیشتر اس کی شرعی حیثیت کا تعین ضروری ہے۔

میں ایک تحقیقی ادارے سے وابستہ ہوں اور اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر کام کر رہا ہوں میرے پیش نظر کوئی سیاسی مصلحت نہیں، ہر قسم کے دباؤ سے بے نیاز محض دین کی خدمت کے جذبے کے تحت میں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے، اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مجھے ہر وقت علماء کرام کی راہنمائی کی ضرورت ہے، اُمید ہے آپ اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحات نکال کر میری راہنمائی کے لیے مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالیں گے۔

الف۔ آپ کے خیال میں ”خاندانی منصوبہ بندی“ مذہبی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟  
ب۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں عزل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟  
ج۔ فقہاء کرام نے کن صورتوں میں ایک شادی شدہ جوڑے کو عزل پر عمل پیرا ہونے کی اجازت دی ہے؟

د۔ آیا تحریک کی صورت میں ضبط تولید کے مختلف طریقوں کی ہمہ گیر اشاعت شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

س۔ اگر نہیں تو اس سے کون سی خرابیوں کے پیدا ہونے کا احتمال ہے؟ نیز ان خرابیوں کے تدارک کے لیے آپ کی تجاویز؟

س۔ عزل کے علاوہ ضبط تولید کے دیگر جدید طریقوں پر عمل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** آنجناب کا سوال نامہ ملا، خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں ہماری رائے جو شرعی نصوص اور فقہاء اُمت کی آراء پر مبنی ہے، حسب ذیل ہے۔

دنیا کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے ہولناک نتائج کی بناء پر تحدید النسل کرنا جبکہ جبر اور

حاکمانہ طور سے ہو یا تحریک کے طور سے ہو مسلمانوں کے شایان شان نہیں ہے، ایک موحد اور مسلم قوم کے لیے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ املاک اور تنگدستی کے خطرہ کی بناء پر مشرکین عرب کی طرح (خفی) میں مبتلا ہو، نیز جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین جنس کی عاقبت اندیشی، ہمدردی اور شفقت علی الخلق میں کوئی شبہ نہیں ہے انہوں نے عرب جیسے ریگستان اور بے آب و گیاہ ملک میں تحدید النسل کا حکم یا مشورہ نہ دیا حالانکہ وہاں قحط کا خطرہ بلکہ اس کا متحقق ہونا ان کو محسوس تھا بلکہ بجائے تحدید کے تکثیر نسل کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا: تَذَوُّوا لَوَدُّدِ الْوَلُودُ فَاَنَّى مَكَاتِرُكُمْ الْاَلَامُ۔ تو ایک مسلمان معاشرہ کے لیے یہ کب زیبا ہو سکتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اتباع چھوڑ کر ہر معاملہ میں مغرب کی اندھی تقلید کرے اور تقلید بھی اس درجہ کی کہ اگر آج ہی مغرب کی طرف سے تکثیر نسل کا اشارہ ہو جائے تو فوراً اس کے صواب اور حق ہونے پر مبصر ہوں گے۔

الغرض اس مسئلہ کا حل اقتصادی و عمرانی نقطہ نظر سے تحدید نسل نہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان رزاقیت پر اعتماد اور توجید کے خلاف ہے، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین اور کائنات میں رزق و معاش کے جو بے انتہا اور بے حد و حساب خزانے ودیعت فرمائے ہیں خدا کی عطا کی ہوئی عقل و ادراک سے کام لے کر رزق بڑھانے اور زیادہ سے زیادہ پیداوار فراہم کرنے کے ذرائع اور طریقے اختیار کیے جائیں، بنجر زمین کو قابل کاشت بنایا جائے، زمینداروں کی زرعی ترقی کے لیے جدید طریقوں سے راہنمائی کی جائے، زمین کی غیر ضروری پیداوار از قسم تمباکو، افیون وغیرہ کی تحدید یا ان کا خاتمہ کیا جائے جس پر انسان کی بنیادی ضروریات کا کوئی مدار نہیں۔

اس تمہیدی بحث کے بعد بالترتیب آپ کے سوالوں کے جوابات مختصراً عرض

کئے جاتے ہیں۔

الف۔ حاکمانہ اور جبری طور سے، نیز ہمہ گیر اور اجتماعی تحریک کے طور سے ناجائز ہے۔ اور بلا جبر و اکراہ انفرادی طور سے کسی شدید ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔

ب۔ جائز تو ہے مگر خلافت اولیٰ ہے لیکن یہ جواز بھی اس وقت ہے جبکہ یہ امر مفسد پر مشتمل نہ ہو جو مباحات مفسد کا ذریعہ بنیں وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ناجائز ہیں، اسی طرح اس کے

حرکات اور بواغت بھی از روئے شرع مذموم نہ ہوں۔

ج۔ ضرورت مند اور معذور اشخاص کے لیے عزل جائز ہے اور اہل مقرب کی تقلید کی وجہ سے یا اقتصادی نقطہ نگاہ سے ناجائز ہے، جیسا کہ کھڑے ہو کر پیشاپ کرنا، اور جو لوگ اسے ایک تحریک کی شکل دے رہے ہیں ان کے نزدیک اس ایک معاشی مسئلہ کا حل ہونا ذہنی غلامی کا ثبوت ہے۔

د۔ ضرورت مند اور معذور کے لیے انفرادی طور پر بلا جبر و اکراہ جائز ہیں جبکہ مفسد پر مشتمل نہ ہوں، لیکن مفسد پر اشتغال یقینی ہے، اس لیے اسے تحریک کی شکل میں چلانا بہر حال ناجائز ہے۔

س۔ اللہ تعالیٰ کی صفت رزاقیت اور صفت تقدیر سے غفلت اور کثرت زنا کی لعنت اس کے اہم مفسد ہیں جن کا تدارک اگرچہ زبانی طور سے تو ممکن ہے لیکن عملی طور سے ناممکن ہے۔

س۔ صاحب عذر اور ضرورت مند کے لیے دوسرے طرق بھی انفرادی طور پر جائز ہیں البتہ جو طریقے مفسد پر مشتمل ہوں جیسے نس بندی کی صورت یا مستقل طور پر قوت تولید زوج یا زوجہ کا خاتمہ کرنا جو از قبیل تغیر خلق اللہ بھی ہے، اس کا ارتکاب ناجائز ہے اس قسم کے مفسد پر اشتغال ضروری ہے، لہذا ہم اس تحریک کے جواز کا فتویٰ نہیں دے سکتے ہیں۔ اور جو لوگ نصوص کتاب و سنت اور فقہائے کرام کے اقوال و آراء کو کھینچ تان کر اپنی مطلب برآری کے لیے اس تحریک کا جواز ڈھونڈنا چاہتے ہیں ان کی تحقیقات کا رجحان دراصل تاویل و تحریف ہے (کوئی اعتبار نہیں)۔



**سوال :-** جند بیدستر کو ادویات میں استعمال کرنا |

اور طبی ماہرین اسے ادویات میں بکثرت استعمال کرتے ہیں، اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ جبکہ بعض اوقات اس کا استعمال تبادلہ دوائی نہ ملنے کی وجہ سے ناگزیر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ جند بیدستر پاک نہیں بلکہ ناپاک است اگرچہ حرام ہے۔ شریعت مقدسہ کی روشنی میں اس بارے میں تفصیل درکار ہے؟

**الجواب :-** دریائی جانور سب پاک ہیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، مذبوح ہوں یا غیر مذبوح، البتہ ان میں سے سوائے مچھلی کے کسی اور کا کھانا مذہب حنفی میں درست نہیں مگر ادویات میں تمام دریائی حیوانات کا یا ان کے کسی بھی اجزاء کا خارجی استعمال درست ہے الا آنکھ مینڈک کا مارتا کراہت سے خالی نہیں۔ لو رد النص فیہ۔ ہاں اگر مرل ہوا ہو تو خارجی استعمال میں کوئی حرج نہیں، یہ حکم صرف دریائی مینڈک کا ہے، جند بیدستر کا داخلی استعمال کسی کے نزدیک بھی درست نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک تو دو وجہ سے درست نہیں، ایک تو اس لیے کہ جند دریائی جانور ہے، دوسرے اس لیے کہ یہ خفصہ ہے جس کی ممانعت حدیث میں منصوص ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک صرف اخیر وجہ سے اور بوجہ پاک ہونے کے خارجاً درست ہے، عطر میں ڈالنا جائز ہے۔ (اصلی طبی جوہر ص ۱۰۴ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی)

وفي الهندية: (واما حكمها) فطهارة المذبح وحل اكله من المأكول و طهارة غير المأكول للانتفاع لاجهة الاكل۔ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۲۸۹ کتاب الذبائح۔ الباب الاول)

وفي الهندية: الحيوان في الاصل نوعان نوع يعيش في البحر ونوع يعيش في البر اما الذي يعيش في البحر فجميع ما في البحر عن الحيوان يحرم اكله الا التملك خاصة فانه يحل اكله الخ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۲۸۹ کتاب الذبائح۔ الباب الثاني في بيان ما يؤكل لحمه من الحيوان وما لا يؤكل)

## باب اللباس

( لباس کے احکام و مسائل )

**سوتے چاندی کی گھڑی پہننا** | سوال :- سوتے، چاندی یا لوہے اور تانبے کی بنی ہوئی گھڑی پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب** :- گھڑی اگر خالص سوتے یا چاندی کی بنی ہوئی ہو تو مردوں کے لیے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں لیکن اگر اندر سے سونا یا چاندی کی ہو اور باہر سے لوہا وغیرہ کی ہو تو مردوں کے لیے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ لوہے وغیرہ کا استعمال صرف انگوٹھی میں ممنوع ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: (ولا يتحلى للرجل بذهب وفضة) مطلقاً.... ولا يتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها في عزم (بغيرها كالحجر) وذهب وحديد و صفر و رصاص وغيرها لما مر فاذا ثبت كراهة لبسها للتختم۔

والدالمختار على صمد المدد المختار ج ۶ ص ۳۵۹ کتاب الخطر والاباحت۔ فصل فی اللبس۔ لہ  
**عورتوں کے لیے سفید کپڑے پہننے کا حکم** | سوال :- خواتین کے لیے رنگین کپڑوں پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب** :- شریعت اسلامیہ میں عورتوں کے لیے کسی خاص رنگ کے کپڑے پہننے کی کوئی پابندی نہیں تاہم ان کے لیے ایسے لباس سے اجتناب ضروری ہے جس سے مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہو۔

لما قال العلامة الحصكفي: وكراه لبس المعصفر والمزعفر والأحمر صفر للرجال

لما قال العلامة البوابركات النسفی: ولا يتحلى للرجل بالذهب والفضة إلا بالختام.... و حرم التختيم بالحجر والحديد والصفر والذهب۔ (کنز الدقائق ص ۲۲ کتاب الکراهیۃ فصل فی اللبس۔ ومثله فی الجوهرة النيرة ج ۲ ص ۳۸۳ کتاب الخطر والاباحت۔

مفادہ انہ لا یکرہ للنساء روکلا یأس بسائر الالوان۔ المختار المختار علی صدر المختار ج ۶ ص ۳۵۸ کتاب  
الخطر والاباحۃ۔ فصل فی اللبس ۱۰

**سوال :-** زمانہ حال میں اکثر خواتین اتنا باریک  
خواتین کا باریک لباس پہننا  
لباس زیب تن کرتی ہیں جس میں ان کے جملہ اعضاء  
نمایاں نظر آتے ہیں اور بعض اوقات ان پر کسی غیر محرم کی نگاہ بھی پڑ جاتی ہے۔ از روئے شرع  
ایسے لباس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** اسلام نے خواتین کو پردے کا حکم دیا ہے اور ایسے ملبوسات کے  
استعمال سے منع فرمایا ہے جو بے حیائی کا موجب ہوں، لہذا خواتین کا ایسا لباس پہننا جس  
میں خیم کے پوشیدہ اعضاء کی وضاحت ہوتی ہو حرام و ناجائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین ۱۰ قول مفادہ ان ردیۃ الثوب بحیث یصف حجم  
العضو ممنوعة ولو کثیفاً لا تری البشرۃ منه۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۶۲ کتاب  
الخطر والاباحۃ۔ فصل فی النظر واللبس ۱۰)

**سوال :-** خالص تیلہ جو سونے چاندی کا بنا  
مردوں کے لیے تیلہ کے استعمال کا حکم  
ہو مردوں کے لیے استعمال کرنا شرعاً جائز  
ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** خالص تیلہ جو سونا چاندی کا بنا ہو اس سے بنی ہوئی اشیاء کا استعمال  
کرنا مردوں کے لیے ناجائز ہے، تاہم مروجہ تیلہ جو سونا چاندی پر مشتمل نہ ہو کی بنی ہوئی

۱۰ قال العلامة السید احمد الخطاوی ۱۰ بقولہ والمزعفر والاحمر والاصفر یعنی ان المزعفر یقسمہ مکروہاً وأما الاصفر  
من غیر المزعفران فلا کراہۃ فیہ ولا یأس بسائر الالوان من الابيض والازرق والاشقر۔ الخ  
خطاوی حاشیۃ المختار ج ۸ ص ۱۸ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی اللباس

۲۰ رواہ الامام محمد بن اسماعیل البخاری ۱۰ عن ام سلمۃ قالت استیقظ النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فقال۔۔۔۔۔ فرُب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ۔  
(الصیحیح البخاری ج ۱ ص ۲۲ باب العلم والعظۃ باللیل)  
وَمِثْلُهُ فی تبیین الحقائق ج ۶ ص ۱ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی اللبس۔

اشیاء کا استعمال مردوں کے لیے درست ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ، یکرہ أن یلبس الذکور قلنسوة من الحریر  
والذهب والفضة والکرباس۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۵۲ کتاب الخطر والاباحۃ۔  
فصل فی اللبس) ۱

**دانت جوڑنے کے لیے سونا، چاندی استعمال کرنا** | سوال: ٹوٹے ہوئے دانت کو  
استعمال ہوتا ہے، تو کیا اس طرح سونا، چاندی کا استعمال مردوں کیلئے جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب: ٹوٹے ہوئے دانت کو جوڑنے کے لیے سونے کا استعمال ناجائز ہے  
اس لیے کہ سونا مردوں کے لیے حرام ہے، تاہم صرف چاندی کا نخل چڑھانے میں کوئی  
قباحت نہیں ہے۔

لما قال الامام المجتہد محمد بن حسن الشیبانیؒ، ولا تشد الا سنان بالذهب  
وتشد بالفضة۔ (الجامع الصغير ص ۳۱۹ کتاب الکراہیۃ) ۲

**لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم** | سوال: مرد وزن کو لوہے وغیرہ کی انگوٹھی پہننا جائز ہے  
یا نہیں؟ نیز سونے چاندی کی انگوٹھی کا شرعاً کیا حکم ہے؟  
الجواب: لوہے کی انگوٹھی مرد وزن کو پہننا مکروہ ہے اور سونے کی انگوٹھی صرف  
مردوں کیلئے پہننا حرام ہے جبکہ چاندی کی انگوٹھی بمقدار مازون جائز ہے اور خواتین کے لیے مطلقاً جائز  
ہے تاہم محتاج الیہ کے علاوہ مردوں کو انگوٹھی پہننا مستحسن نہیں۔

لما قال الامام عبد اللہ بن محمود الموصلیؒ، ویجوز للنساء التحلی بالذهب والفضة

۱۔ لما فی الہندیۃ، یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوة من الحریر والذهب والفضة  
والکرباس۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۲ ابواب التاسع فی اللبس۔ الخ)  
ومثله فی الفتاویٰ السراجیۃ ص ۵۷ کتاب الکراہیۃ۔

۲۔ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البعاریؒ: ویشد الانسان بالفضة ولا یشدھا  
بالذهب۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳ کتاب الکراہیۃ۔ الفصل السابع فی اللبس)  
ومثله فی الفتاویٰ الکاملیۃ ص ۲۶۱ کتاب الکراہیۃ۔

ولا يجوز للرجال الا الخاتم.... من الفضة (وقال في شرح كتابه) ثم التغم سنة لمن يحتاج اليه كالسلطان والقاضي ومن في معناها ومن لا حاجة له اليه فتركه افضل.... و يكره التغم بالحديد والصفر للرجال والنساء لانه حلية اهل النار وقد نهى عنه -  
(الاختيار لتعليل المختار ج ۳ ص ۵۹۹ کتاب الکراهية. فصل في اللباس)

**عورت کیلئے پازیب پہننے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! آجکل بڑے گھرانوں کی خواتین میں پازیب پہننے کا رواج ہے، عورت

جب پازیب پہن کر راستے میں چلتی ہے تو اس کی چھن چھن کی آواز کانوں میں پڑتی ہے جس کی وجہ سے آوارہ قسم کے بڑکے ایسی عورتوں پر آوازے کئے لگتے ہیں جو کہ فساد کا ذریعہ ہے کیا شرعاً عورت کے لیے پازیب کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اسلام نے عورت کو حجاب (پردہ) کا حکم دیا ہے اور اسے ہر اس عمل سے منع کیا ہے جو بے حیائی کا باعث بنتا ہو، چونکہ عورت کے پازیب پہننے میں ایک قسم کی بے حیائی ہے اور اس کی وجہ سے بعض اوقات بڑے بڑے فتنے و فساد پیدا ہو جاتے ہیں اور دوسرا یہ کہ پازیب حجاب شرعی کے بھی منافی ہے اس لیے اس کا استعمال ہر چھوٹی بڑی خاتون کے لیے ناجائز و حرام ہے ۔

لما قال الله تعالى: وَلَا يَضُرُّنَّ بِأَزْجُلِهِنَّ لِيَعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۔

(سورة النور آیت ۳۱) ۲۰

۱۔ لما قال الامام ابوالبركات ابو عبد الله بن احمد النسفي: ولا يتجلى الرجل بالذهب والفضة الا بالخاتم والمنطقة حلية السيف من الفضة والا فغير سلطان والقاضي ترك التغم بالحجر والحديد والصفر (كنز الدقائق ص ۲۲۳، ص ۲۲۴ کتاب الکراهية)

۲۔ وَ مَشْكُوهُ فِي الْفَتَاوَى الْإِهْنَدِيَّة ج ۵ ص ۳۳۵ الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة ۔

۳۔ ومن بنانة مؤلة عبد الرحمن بن حبان الانصاري كانت عند عائشة إذ دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن فقالت لا تدخلنني على الا ان تقطعن جلاجلها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس۔ (رواه ابو داود)

(مشكوة ج ۲ ص ۳۷۹ کتاب اللباس۔ باب النعال)

۴۔ وَ مَشْكُوهُ فِي إِمْدَادِ الْفَتَاوَى ج ۴ ص ۱۳۷ کتاب الخطر والاباحة ۔



**بدن پر خال یا نام لکھوانا جائز نہیں** | سوال :- پیشانی یا جسم کے کسی عضو پر خالیں بنانا یا نام لکھو دوانے کا شریعت میں کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** بدن پر نام گدوانا یا پیشانی پر خالیں بنانا تخلیق خداوندی میں تغیر کے مترادف ہے جو کہ ناجائز عمل ہے اس لیے بدن پر نام لکھو دینے یا خال بنانا حرام ہے لیکن اگر ایک دفعہ نام لکھا گیا ہو تو اس کو مٹانے کے لیے چڑا کا ٹنا بھی ضروری نہیں اور اس سے وضو اور غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے ۔

لما رواه الامام محمد بن اسماعيل البخاري : عن عون بن ابى جحيفة عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الدم و ثمن الكلب و كسب البغى و لعن اكل التبر و مؤكله و الواشمة و المستوشة و المصوّر .

والصحيح البخاري ج ۲ ص ۸۸ باب من لعن المصور له

**بالوں کو سیاہ خضاب لگانا** | سوال :- سفید بالوں کو سیاہ خضاب لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** سفید بالوں خصوصاً داڑھی کو سیاہ خضاب لگانے کے متعلق فقہاء کرام کی عام روایات سے ممانعت کا رجحان غالب معلوم ہوتا ہے ، جبکہ صوفیاء کے نزدیک حرام ہے اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے ، تاہم دشمن پر رعب ڈالنے کے خاطر مجاہدین کے لیے رخصت موجود ہے ۔

لما قال العلامة علي بن سلطان محمد القاري : ذهب اكثر العلماء الى كراهة الخضا بالسواد و جئنا النووي الى انها كراهة تحريم وان من العلماء من رخص فيه في الجهاد ولم يرخص فيه . (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۲۸۸)

لما رواه الامام ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري : عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة . (الصحيح المسلم ج ۲ ص ۲۰۲ باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة)

وَمِثْلُهُ فِي سنن النسائي ج ۲ ص ۲۸ وصل الشعر بالخرق .

لما قال العلامة ابن عابدین : رقله ويكره بالسواد اي لغير العرب قال في الزخيرة اما الخضا بالسواد للغزو ليكون اهيأ في عين العدو فهو محمود بالاتفاق .

(رد المحتار ج ۶ ص ۳۲۲ كتاب الخطر والاباحة - فصل في البيع)

وَمِثْلُهُ فِي الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۹ الباب التاسع عشر في الختان والحضار .

**سوال :-** بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ بچوں کے کانوں میں سونے کی بابیاں ڈالنا چھوٹے بچوں یعنی لڑکوں کے کانوں میں سونے کی بابیاں پہنائی جاتی ہیں، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

**الجواب :-** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے سونے اور زینم کا استعمال ممنوع و حرام قرار دیا ہے، البتہ عورتوں کے لیے یہ جائز ہے۔ اس لیے سونے کا استعمال بھی بالغ مردوں کے لیے ممنوع و حرام ہے اور اس کا وبال والدین یا سرپرست کے ذمہ ہوگا۔

لما ورد فی الحدیث : عن ابی موسیٰ الاشعرئی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احل الذہب والحریر للاثاث من امتی احرم علی ذکورہا۔

در رواہ مشکوٰۃ عن الترمذی ج ۲ ص ۲۷۷ کتاب اللباس - الفصل الثانی ۱۷

**سوال :-** شریعت مطہرہ میں پگڑی کے شملے کی مقدار کی پگڑی کے شملے کی مقدار کا تعین کیا ہے اور کہاں بھوڑنا چاہیئے؟ یعنی آگے کی طرف

ہو یا پیچھے کی طرف ہو؟

**الجواب :-** عمامہ پگڑی، باندھنا سنت نبوی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ مبارک کا شملہ اکثر پیچھے کی طرف دونوں کندھوں کے درمیان ہوتا تھا، اور شملہ کی مقدار میں فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں، بعض کی رائے ایک شبر ہے اور بعض کی رائے نصف النظہ ہے، اور بعض نے موضع الجلوں تک رکھنے کا قول فرمایا ہے۔

کما فی الہندیۃ : ندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین الکفتین الی الی وسط النظہ، کذا فی الکنز : واختلفوا فی مقدار ما ینبغی ذنب العمامۃ منہم

۱۷ قال العلامة علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود انکاسا فی رحمہ اللہ، ومنہا الذہب لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الذہب والحریر فی التحریم علی الذکور۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۲ کتاب الاستحسان)

لما قال العلامة التمرتاشی، وکرۃ الباس الضبی ذہباً او حریراً فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ وشرابہ۔ (تنویر الابصار علی مدرد المتحار ج ۶ ص ۳۶۶ کتاب الکرامیۃ)

من قد رشداً ومنهم من قال إلى وسط الظهر ومنهم من قال إلى موضع الجلوس۔  
(الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۳ الباب التاسع في اللبس) ۱۰

**مسلمانوں کے لیے ٹائی باندھنا جائز نہیں** | سوال :- بعض جَدّت پسند مسلمان نصیحتیں

معاشرہ میں ٹائی کا استعمال بڑے شوق سے کرتے ہیں، تو کیا ایک مسلمان کے لیے ٹائی باندھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ٹائی کا استعمال مسلمان کے قطعاً شایانِ شان نہیں، علماء کرام فرماتے ہیں کہ ٹائی صلیب کی نشانی ہے اور صلیب چونکہ نصاریٰ کا مذہبی شعار ہے، لہذا مسلمان کے لیے اس کا استعمال کفار سے مشابہت کے مترادف ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قوم کے لیے غیر مسلموں سے مشابہت کو ممنوع قرار دیا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن آدمی اُسی قوم کے ساتھ اٹھے گا دنیا میں جس کی مشابہت اختیار کی ہوگی، لہذا ٹائی کا استعمال جائز نہیں۔

لما قال الله تبارك وتعالى: وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمْ النَّارُ۔ (سورة هود آیت ۱۱۸) ۱۰

**دانتوں کے ارد گرد چاندی کا خول لگانا** | سوال :- بعض لوگ اپنے دانتوں کو مضبوط اور خوبصورت بنانے کے لیے

۱۰ لما قال العلامة ابن البرزاز الكردي: ويستحب ارسال ذنب العمامة بين كتفيه إلى وسط الظهر وقيل إلى موضع الجلوس وقيل مقدار شبر۔  
(البرزازیة علی هامش الہندیة ج ۶ ص ۳۶۸ کتاب الکراہیة إنباسا مع فی اللبس)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۶ ص ۳۵۵ کتاب الکراہیة، فصل فی اللبس۔

۱۱ لما ورد في الحديث: عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳ کتاب اللباس)

وَالْيَضَاءُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتْرِكُ فِي

بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصْلِيبٌ إِلَّا قَصَبَةً۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۴ باب الصليب في الثوب)

ان کے ارد گرد سونے چاندی کا خول لگاتے ہیں اور وہ خول اس طریقہ پر لگایا جاتا ہے کہ اسے دوبارہ دُور نہیں کیا جاسکتا، تو کیا اس طرح چاندی کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب:-** اسلام میں مردوں کے لیے سونے کا استعمال خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو، ممنوع قرار دیا ہے، اور جہاں تک چاندی کا تعلق ہے تو شریعت نے مردوں کے لیے اس کا استعمال جائز قرار دیا ہے، لہذا دانتوں کی مضبوطی کے لیے چاندی کا استعمال شرعاً جائز ہے۔

لما قال العلامة ابن بکر الكاساني: اما شد السن المتحرك بالذهب كالمجنون...  
 ولو شد هاباً لفضة يجوز باجماع - (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۱ کتاب الاستحسان) لہ  
**سوال:-** بعض لوگ سفید وارٹھی پر ہندی لگاتے ہیں،  
**دارٹھی پر ہندی لگانا** تو کیا دارٹھی پر ہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** سر یا دارٹھی کے سفید بالوں پر ہندی یا سرخ خضاب لگانا شرعاً نہیں ہے بلکہ فقہاء نے اسے مستمن قرار دیا ہے۔

لما في الهندية: وعن الامام ان الخضاب حسن لكن في الخناء والكتف والوسمة  
 واراد به اللحية وشعر الرأس - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۹) الباب التاسع عشر  
 في المختار والخضاء لہ

**سوال:-** بعض لوگ شلوار یا پاجامہ ٹخنوں  
**شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا** سے نیچے رکھنے کے عادی ہوتے ہیں ایسے

لہ قال العلامة ابن نجيم: ولا يشد الاسنان بالذهب ولو وجد عانفه لا يتخذ  
 انفاً من الذهب ويتخذها من الفضة - (البحر المرائق ج ۳ ص ۱۸۶ کتاب الکراہیۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةِ ج ۵ ص ۳۲ الباب التاسع في اللبس... الخ

لہ قال العلامة قاضي خان: والخضاب يا الخناء والوسمة حسن -

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الهندیۃ ج ۳ ص ۱۸۶ کتاب الکراہیۃ)

وَمِثْلُهُ وَرَدٌ فِي الْحَدِيثِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْرَجَتْ

الْبِئْسَ شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْضُوبًا. (الصحيح البخاري ج ۲ ص ۸۴۵ باب ما يذكر في الثيب)

نماز کے دوران اوپر اٹھالیتے ہیں، تو کیا شلوار یا پاجامہ کا اٹھانا صرف نماز تک خاص ہے یا ہر وقت ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے؟

**الجواب :-** تجر چونکہ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے لہذا بندوں کے لیے متکبرانہ چالیں اور لباس کا استعمال مناسب نہیں، شلوار، پاجامہ یا چادر وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا عام طور پر تجر اور غرور کی نشانی ہوتی ہے اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، شلوار اور پاجامہ وغیرہ جس طرح نماز میں ٹخنوں سے نیچے رکھنا حرام اور ممنوع ہے ویسا ہی نماز کے باہر بھی حرام اور ممنوع ہے۔

لما ورد فی الحدیث : عن ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما أسفل من الکعبین من الارض الا فی النار۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۹۵ کتاب اللباس) **ریشمی لنگی استعمال کرنے کا حکم** | سوال :- بعض علاقوں میں ریشمی لنگیاں ربطور بکڑی استعمال کرتا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور سونا اپنی امت کے مردوں پر حرام فرمایا ہے اس لیے ریشم کا استعمال خواہ کپڑوں کی شکل میں ہو یا لنگی کی شکل میں ہو حرام میں یکساں ہے۔

لما ورد فی الحدیث : عن ابی موسیٰ الاشعری ان النبی صلی علیہ وسلم قال احل الذہب والحریر للاناث من امتی واحرم علی ذکورہا۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۹۵ کتاب اللباس۔ الفصل الثانی) ۲۔

۱۔ لما فی الہندیۃ : ینبغی ان یکون الذار فوق الکعبین الی نصف الساق وهذا فی حق الرجال واما النساء فیرخین ازوارھن اسفل من کعب یتترظھرقہ مہق۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۳ الباب التاسع فی اللبس)

وَمِثْلُهُ فِي الصَّحِيحِ الْبُخَارِيِّ ج ۲ ص ۸۶ کتاب اللباس باب من جرأذادہ من غیر خیلۃ۔ ۲۔ قال ابن نجیم المصری : حرم للرجل لا للمرأة لبس الحریر الا قدر اربع اصابع۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۹ کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس)

وَمِثْلُهُ فِي تَنْوِيرِ الْبَصَامِ عَلَى صَدْرِهِ دَا الْمُحْتَارِ ج ۶ ص ۱۵۱ کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس۔



**سونا چاندی کے برتن استعمال کرنا | سوال :-** آجکل بعض لوگ کھانے پینے کے لیے ایسے برتن استعمال کرتے ہیں جو کہ

چاندی یا سونے کے بنے ہوئے ہیں، کیا از روئے شریعت ایک مسلمان کے لیے ایسے برتنوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سادگی اور بے تکلفی کا مظہر ہیں، سونا چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا تکلف اور تجر کا ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے لہذا ایسے برتنوں کا استعمال جائز نہیں۔

عن حذیفۃ قال نہانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تشرب فی انیۃ الذهب و الفضة وان تاكل فیہا وعن لبس الحریر والدیبا ج وان تجلس علیہ۔  
 {الصحيح البخاری ج ۲ ص ۸۶ کتاب اللباس}  
 {باب من الحریر من غیر لبس}

**عورتوں کے لیے لوسہ کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں | سوال :-** بعض عورتیں

زیورات کے علاوہ لوسہ یا دیگر دھاتوں کے زیورات مثل انگوٹھی وغیرہ بھی استعمال کرتی ہیں، کیا عورتوں کیلئے لوسہ وغیرہ کی انگوٹھی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اسلام میں خواتین کے لیے سونا چاندی کے زیورات کا استعمال اگرچہ مشروع ہے لیکن اس کے علاوہ لوسہ، پیتل وغیرہ دھاتوں کی انگوٹھی اور دیگر زیورات کا استعمال کرنا جائز نہیں؟

قال العلامة التمرناشی: ولا یتختم بغيرها کحجر و ذهب و حديد و صفر و رصاص و زجاج و غیرہا لما مر۔ (تنویر البصار علی صمد المتار ج ۶ ص ۲۶ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی اللبس) ۱۷

۱۸ قال العلامة ابن نجیم: ذکرہ الاکل والشرب والادھان والتسطیج انا و ذهب و فضة للرجال والنساء۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۵ کتاب الکراہیۃ)۔ ومثله فی بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۱ کتاب الاستحسان۔

۱۹ قال فی الہندیۃ: والتختم بالحديد والصفر والنحاس مکروه للرجال والنساء فافہم۔

۲۰ (افتاؤ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۵) باب العاشر فی استعمال الذهب والفضة۔ ومثله فی البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۱ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی اللبس۔

**کپڑوں میں سونے کے بٹن استعمال کرنا** | سوال :- کپڑوں میں اگر عام بٹن کی بجائے سونے کے بٹن استعمال کیے جائیں تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام میں مردوں کے لیے سونے اور ریشم کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے مردوں پر ان دونوں ریشم اور سونے کا استعمال حرام قرار دیا ہے، لیکن فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ مرد اگر حریر یعنی ریشم یا سونے کے بٹن کپڑوں میں استعمال کرے تو اگرچہ یہ امر فحش ہے لیکن حرام نہیں ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: وفي التاتارخانية عن السيرالکبیر لایأس باذراء الدیباج والذهب۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۵ کتاب المحظورات لا بائنا۔ فصل فی اللبس) ۱

**مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا** | سوال :- بعض علاقوں میں مرد بھی سونے کی انگوٹھی استعمال کرتے ہیں، خصوصاً شادی کے موقع سسرال والوں کی طرف سے لڑکے کو بطور تحفہ سونے کی انگوٹھی دی جاتی ہے تو کیا مردوں کے لیے ایسی انگوٹھی کا استعمال مشروع ہے یا نہیں؟

الجواب :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور ریشم کو اپنی امت کے مردوں پر حرام قرار دیا ہے، سونا خواہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا دیگر زیورات کی شکل میں ہو مردوں کے لیے حرام ہے، لہذا اسلام میں مردوں کے لیے سونے کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لما قال فی الہندیۃ: التختم بالذهب حرام فی الصحیح کذا فی الوجیز لکرمندی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۵ الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضۃ) ۲

۱۔ قال العلامة برهان الدین المرغینا فی رحمہ اللہ: ولا یأس بمسما الذہب یجعل فی حجر الفص ای فی ثقبہ لانه تابع کا لعل فی الثوب فلا یعد لباسا ۱۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۲۵ کتاب الکراہیۃ۔ فصل فی اللبس)

۲۔ قال العلامة ابن نجیم: التختم بالذهب حرام۔ (المحررات ج ۱ ص ۱۹ کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس) ومثله فی البزازیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۶ ص ۳۶۸ کتاب الکراہیۃ فصل تابع فی اللبس۔

چاندی کی انگوٹھی کا بلا ضرورت استعمال مناسب نہیں | سوال :- بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ

یا حاکم ہے ہر شخص کے لیے اس کی اجازت نہیں، کیا واقعی چاندی کی انگوٹھی صرف حاکم اور قاضی کے لیے مشروع ہے یا ہر شخص اس کو استعمال کر سکتا ہے ؟

الجواب :- حاکم اور قاضی کو چونکہ دستاویزات وغیرہ پر مہر لگانے کی ضرورت ہوتی ہے اور پہلے زمانے میں یہ مہریں انگوٹھی میں ہو ا کرتی تھیں اسلئے وہ ایسی انگوٹھی استعمال کرتے تھے لیکن فقہاء نے فرمایا ہے کہ قاضی اور حاکم کے علاوہ دوسرے لوگ بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت استعمال نہ کیا جائے اور استعمال کی صورت میں نیت اور بکبر نیت بھی احتراز کیا جائے۔

قال العلامة ابن عابدین : وان تخطع یا لفضة قالوا ان قصد به یکره وان قصد به الختم ونحوه کایکرة - (رد المحتار ج ۶ ص ۳۵۹ کتاب الکراهیة فصل فی البس) ۱۰

سٹیل اور لوہا وغیرہ کے زیورات کا استعمال کرنا | سوال :- آج کل بعض لوگ سونے چاندی کے علاوہ سٹیل، لوہے اور جیٹ وغیرہ کے

زیورات استعمال کرتے ہیں، کیا اس قسم کے زیورات کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : بکبر نیت، عورتوں کے لیے سونے اور چاندی کے ہر قسم کے زیورات استعمال کرنا جائز ہے جبکہ مردوں کے لیے صرف چاندی کا استعمال مشروع قرار دیا گیا ہے اور سونا چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے زیورات کا استعمال مکروہ ہے لہذا ایسے زیورات استعمال نہیں کرتے چاہئیں۔

لما قال فی الہندیۃ : والتختم بالحیدر والصقر والنحاس مکروہ للرجال والنساء فافہم - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۵ الباب العاشر فی استعمال الذہب والفضۃ) ۱۰

لہذا فی الہندیۃ : يجوز التخنم بالفضۃ اذا کان علی ہیئۃ الرجال اما اذا کان علی ہیئۃ النساء یکرہ ..... ویکرہ للرجل بما سوی الفضۃ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۵ الباب العاشر فی استعمال الذہب والفضۃ) ومثله فی البزانیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۶ ص ۳۶۸ کتاب الکراهیۃ السابغ فی البس۔

لہذا فی البزانیۃ التمر تاشی : ولا یتخنم بغيرها الحجر وذهب و حیدر و صفر و صابون و ترچاج و غیرہا بما مر۔ (تنویر الا بصار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۳۶۸ کتاب الکراهیۃ فصل فی البس)

ومثله فی البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۱ کتاب الکراهیۃ۔ فصل فی البس۔

**سوال :-** آجکل بعض خواتین مردوں جیسے بال عورتوں کا مردوں جیسے بال بنانا | بنواتی ہیں اور اسے ایک فیشن سمجھا جاتا ہے، تو کیا عورتوں کے لیے ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

**الجواب :-** اسلام نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ مشابہت سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں کو لعنت کا مستحق قرار دیا ہے، اس لیے خواتین کا ایسی ہیئت بنانا جس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہونا جائز و حرام ہے۔ اسی طرح خواتین کا ایسے بال بنانا بھی حرام اور موجب لعنت ہے جس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہو۔  
ماوردی الحدیث : عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔  
(مشکوٰۃ المصابیح من کتاب النکاح۔ باب الترجیل) ۳۸

**سوال :-** آجکل بڑے بڑے ناخن رکھنے کا رواج ہے، خصوصاً خواتین فیشن کے طور پر بڑے بڑے لیے ناخن رکھتی ہیں۔ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ نے ناخن وغیرہ کٹوانے کو امور فطرت میں شمار کیا ہے اور اس کے لیے دن بھی مقرر کیے ہیں، یعنی ہفتہ میں ایک بار کٹوانا مستحب اور پندرہ دنوں کے بعد جائز جبکہ چالیس دن سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے خواتین اور مردوں کے لیے فیشن کے طور پر لمبے ناخن رکھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة التمرناشی رحمہ اللہ : (ولستمب قلم اظافیرہ یوم الجمعة وكونه بعد الصلوة افضل الا اذا اخره الیہ تاخیراً فاحشاً فیکولان من

لہ وفي صحیح البخاری : عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔

صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۹ کتاب اللباس۔ باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال  
ومثله فی سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲ کتاب اللباس۔ باب فی لباس النساء۔

كان ظفره طويلاً كان رزقه ضيقاً الخ - (تنوير الابصار مع شرحه لد المختار ج ۵ ص ۲۸۷ كتاب الخطر والاباحة - فصل في النظر والمس) له

**غیر ضروری بالوں کی صفائی کے بال صفا پاؤڈر استعمال کرنا** | سوال: کیا مردوں کے لیے غیر ضروری بال اُسترے سے صاف کرنا ضروری ہے یا بال صفا پاؤڈر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مردوں کے لیے غیر ضروری بال اُسترے سے صاف کرنا لازمی ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے، اس مقصد کے لیے ایسے کیمیکل پاؤڈر استعمال کرنا (جن سے بال صاف ہو جائیں) اگرچہ مرنحس ہے مگر کراہت سے خالی نہیں، تاہم نواتین کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

قال العلامة عبدالحی الکنہوی: هل يجوز قطع شعرا العانة بالمقراض؟ الاستبشار هو خلاف السنة. قال الملا علی القاری فی المرقاة: قال ابن الملک لو ازال شعرا بغیر الخلق لا یكون علی وجه السنة وفيه ان ازالته قد یكون بالنورة وقد ثبت انه علیہ الصلوة والسلام استعمل النورة علی ما ذکره السيوطی فی رسالته نعم لو ازالها بالمقراضة لا یكون آتیا للسنة علی وجه الکمال - والله اعلم

(رفع المفتی والسائل ص ۳۱۳ کتاب الخطر والاباحة - ما يتعلق بالنوم والقیام... الخ) ۲

له وفي الهندية: لا فضل ان يقلم اظفاره ويغشى شاربه ويخلق عانته وينظف يده بالاغتسال في كل أسبوع مرة فان لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوماً ولا يعذر في تركه وراى الاربعين في الأسبوع هو الافضل الخ - الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۷ کتاب الکراهية - الباب التاسع عشر في الختان والخصاء الخ ومثله في فتاوى قاضى خان على هامش الهندية ج ۳ ص ۳ کتاب الخطر والاباحة فصل في الختان

له الافضل ان يقلم اظفاره ويغشى شاربه ويخلق عانته ..... وبعد اسطر قال ويبتدئ في خلق العانة من تحت السرة ولو عالج بالنورة في العانة بجون -

الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۸ کتاب الکراهية - الباب التاسع عشر في الختان والخصاء الخ ومثله في الدر المختار ورد المحتار ج ۵ ص ۲۸۸ کتاب الخطر والاباحة - فصل في البیع -



**مصنوعی بھنویں رابروم بنانے کا حکم** | سوال :- آجکل بعض خواتین زیبائش کے لیے مصنوعی طریقے سے بھنویں رابروم بناتی ہیں جس میں چھوٹے بلکہ بعض بڑے بالوں کو کسی طریقہ سے نکال دیتی ہیں، کیا ان کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے بدن کو گوندتی ہے یا اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال لگاتی ہے، چونکہ زیب و زینت کے لیے بھنویں بنانے میں بھی ان امور کا ارتکاب ہوتا ہے اس لیے خواتین کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

لما ورد في الحديث: عن ابن عمر قال لعن النبي صلى الله عليه وسلم الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة - (الصحيح البخاري ج ۲ ص ۸۷۹ کتاب اللباس) **سوال :-** اگر کسی عورت کے چہرے پر عورتوں کے چہرے پر سیاہ بال نکل آنے کا حکم **سوال :-** اگر کسی عورت کے چہرے پر وہ ان کو صاف کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کسی عورت کے چہرے پر غیر معتاد بال نکل آئیں جس کی وجہ سے اس کا حسن و جمال متاثر ہوتا ہو تو فقہاء کرام نے اس کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے چہرے سے غیر معتاد سیاہ بال صاف کر سکتی ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله (النامصة التي تنتف الشعر من الوجه) ولعله محمول على ما اذا فعلته للزينة لا الجانب والافلوكان في وجهها شعر ينفرز وجهها عنها بسببه في تحريم ازالته بعد لان الزينة للنساء مطلوبة للتحسين لا ان يحمل على ما لا ضرورة اليه لما في تنفقه بالتماس من الايذاء وفي تبين المحام ازالة الشعر من الوجه حرام الا اذا ثبت للمرأة لحيه او شوارب فلا تحرام ازالته بل تستحب الخ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۳ کتاب الخطر والاباحه فصل في النظر والمس)

۱۔ قال المحقق: ووصل الشعر بشعر لادمي حرام سواء كان شعرا او شعر غير لقوله صلى الله عليه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والواشقة والمستوشقة والنامصة والمتنمصة الخ (رد المحتار على هامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۳، ۲۶۴ کتاب الخطر والاباحه. فصل في النظر والمس) ومثله في الهندية ج ۵ ص ۳۵۸ کتاب الکراهية. الباب التاسع عشر في الحناء والخصاء وقلم الاظفار الخ ۲۔ قال العلامة عبدالحی الکنہوی: الاستفسار: لو ثبتت للمرأة لحيه ماذا تفعل؟ الاستفسار يستحب تنفها وحلقها الخ - (نفع المقتی والسائل ص ۱۰۶ کتاب الخطر والاباحه. ما يتعلق بالنساء من الحيض والنفاس)

وسمہ استعمال کرنے کا حکم | سوال: جناب مفتی صاحب! میں بائیوٹر سکاٹس خارا ملاکنڈ ایجنسی کے شعبہ تعلیمات سے وابستہ ہوں، ۱۱ جون ۱۹۶۵ء

کو جمعہ کی نماز کے مسائل بیان کرتے ہوئے ایک عالم دین نے خضاب روسمہ کی ممانعت شرعی کے بارے میں بھی فرمایا، بعد میں ایک آدمی نے اس کی دلیل قطعی اور حوالہ کتاب کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے اپنی معلومات کے مطابق جلالین شریف کے حاشیہ سے کسی حد تک ثابت کیا (پارہ ۵ رکوع ۱۸) مگر قطعی جواب کے لیے آنجناب سے رجوع کر رہے ہیں۔ امید واثق ہے کہ آنجناب اس بارے میں شرعی فیصلہ (حکم) سے آگاہ فرمائیں گے۔

(۲) انگریزی طرز کے بال کٹوانے، داڑھی منڈانے یا کتروانے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) علماء محققین کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ خضاب کرنا سرخ یا زرد دیا اور کسی رنگ کا سوائے سیاہی خالص کے مستحب ہے، اور خضاب نہ کرنا اور سفیدی قائم رکھنا بھی جائز ہے اور سیاہ خضاب ممنوع اور گناہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ الخضاب بالحناء وحسن۔ انتہی۔ اور صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ غیرواہذا الشیب واجتنبوا السواد۔ یعنی تغیر کرو سفیدی کو اور اجتناب کرو سیاہی سے۔ اور سنن ابی داؤد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: یکون فی النحر الزمان قوم یغضبون بالسواد کما وصل الحمام لا یجدون داتحة الجنة۔ یعنی آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے مثل رنگ کبوتر کے سینہ کے، وہ لوگ جنت کی خوشبو کو بھی نہ پائیں گے۔ اور معجم الطبرانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: من غضب بالسواد سودا للہ وجہہ یوم القیمة انتہی۔ یعنی جو شخص سیاہ خضاب کرے گا قیامت کے روز وہ سیاہ محسوس ہوگا۔ اور شیخ محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: خضاب بحناء باتفاق جائز است ومختار در سواد حرمت است۔ انتہی۔ اور مؤطا امام محمد میں ہے: لا نری بالخضاب بالوسمة والحناء والصفرة باسا وان ترکہ ابيض فلا بأس بذلك کل ذلك حسن۔ انتہی۔

(۲) داڑھی کی مقدار کے بارے میں بعض قوی اور مشہور روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ

داڑھی کو اپنی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے: عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعفوا اللہی واحفوا الشوارب۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۸۱) یعنی داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹو۔ اس کے علاوہ ابن عمرؓ کی دوسری روایت میں ہے۔ عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللہی۔ امام ترمذیؒ نے دونوں روایات کو حسن اور صحیح کہا ہے اور ان کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ احادیث داڑھی کی مقدار کے بارہ میں مطلق ہیں اور مطلق اعفاء (بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے) جس سے داڑھی لمبی کرنے کا مسنون اور مامور یہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں امام ترمذیؒ نے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ من لحيته من عرضها وطولها۔ (الحديث) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول و عرض سے کٹواتے تھے۔ اس روایت کو امام ترمذیؒ نے حدیث غریب کہہ کر اس کی سند پر جرح بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ خود ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کے بارہ میں بھی منقول ہے کہ وہ مٹھی سے زیادہ کٹواتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ابی شیبہ)

بہر حال ان تمام روایات و اقوال کو سامنے رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی داڑھی کو کٹوانا بھی چاہے تو مٹھی بھر سے زیادہ کٹوا سکتا ہے اور مٹھی بھر سے کم کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ اور اگر کوئی حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ بالا روایات پر عمل کرنا پسند کرے تو مٹھی سے بڑھا بھی سکتا ہے اور دونوں صورتیں سنت کے خلاف نہیں ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لمعات شرح مشکوٰۃ میں مٹھی بھر سے زیادہ بال کٹوانے کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص داڑھی کو مٹھی سے زیادہ کاٹ دے تو جائز ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

امام شعبیؒ اور امام ابن سیرینؒ بھی اس کو پسند کرتے تھے جس سے مٹھی سے زیادہ کا کٹوانا جائز معلوم ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض سلف داڑھی بڑھانے اور لمبا کرنے کو پسند کرتے تھے۔ جیسے حضرت حسن بصریؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت عثمانؒ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے بارہ میں بھی یہی منقول ہے۔ یہاں تک کہ امام غزالیؒ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں تصریح کی ہے: وکان یغنی لحيته ویاخذ شاربہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک بڑھاتے تھے۔

اور منجھ مبارک کٹواتے تھے۔ (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۳۸۳)

شیخ ابوبکر مالکیؒ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں، ان ترک لحيته، فلاح حرج علیہ۔

(شرح ابی بکر مالکیؒ ج ۱۰ ص ۲۱۹)

ملا علی قارئی جو احناف کے بلند پایہ امام ہیں نے ابن الملک کی ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کو مختار اور بہتر کہا ہے، قال ابن الملک اما لاخذ من اطراف اللحية من طولها و عرضها لتناسب محسن لكن المختار ان لا يأخذ منها شيئا يرفع قوت المعتزى حاشیہ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹

اسی طرح شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارہ میں بھی حاشیہ مذکور میں ہے: قال عندی اخذ اللحية ما فوق القبضة جائز لكن اکاوی ترکھا۔

**خلاصہ** یہ کہ ان روایات اور اقوال سے داڑھی کا بڑھانا اور لپکانا ہی افضل اور بہتر و مسنون معلوم ہوتا ہے۔ اور جن روایات سے مٹھی سے زائد کاٹنا معلوم ہوتا ہے وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہیں، روایات میں تعارض نہیں ہے۔ حضرت الاستاذ شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اعفاء اللحية کو اطلاق پر حمل کر کے اس کو بڑھانا ہی افضل اور بہتر سمجھتے تھے اور مٹھی بھر سے زیادہ نہیں کٹواتے تھے۔ کئی صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور مشائخؒ کا نمونہ ان کے سامنے موجود تھا۔ جس کی وجہ سے بعض علماء کرام نے مٹھی بھر ہی کو قدر مسنون کہہ کر اسے افضل قرار دیا ہے مگر انہوں نے بھی بڑھانے کو ناجائز نہیں کہا۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم۔ آپ کے اس فرمان کے مطابق انگریزی بال رکھنا ناجائز ہے کیونکہ اس میں غیر مسلم قوم کے ساتھ تشبیہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! بندہ پی ایف پی ٹی (P.T) میں نیکر پہننے کا حکم

(۲۸۶) رسالہ پور میں ملازم ہے جہاں تمام ملازمین نیکر پہن کر پی ٹی (دوبی مشین) کرتے ہیں جس سے ران وغیرہ ننگے ہوتے ہیں۔ میں نے افسران بالا کو درخواست دی کہ چونکہ نیکر میں پردہ نہیں رہتا اور اسلام کا حکم یہ ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک مخفی ہونا چاہیے، اس لیے مجھے پی ٹی (P.T) کے موقع پر پتلون پہننے کی اجازت دی جائے۔ جواب میں مجھے یہ کہا گیا کہ اس کے لیے قرآن مجید یا حدیث شریف سے حوالہ پیش کروں۔ آپ سے

استدعا ہے کہ جلد از جلد قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور اگر مناسب سمجھیں تو ایک سے زائد احادیث کا حوالہ بھی دے دیں۔ واضح ہو کہ نیکر ہم اپنی خوشی سے نہیں پہنتے بلکہ کھیل کود یا بعض دیگر فوجی مشقوں میں نیکر پہنا گورنمنٹ نے لازمی قرار دے رکھا ہے۔ امید ہے اس اہم شرعی مسئلہ میں آپ ضرور راہنما فرمائیں گے۔

**الجواب :-** مسلمان کے لیے ستر عورت کا چھپانا ہر حالت میں فرض ہے اور بلا عذر شرعی اس کے خلاف کرنا قانون اسلامی کی رو سے سخت گناہ ہے، قرآن و حدیث کی نصوص اس پر شاہد ہیں۔ منجملہ ان نصوص کے خداوند قدوس کا ارشاد گرامی ہے: **خُذُوا زِينَتَكُمْ (الآیۃ)** ای مایواری عورتکم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: **عن عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر الرجل الی عورة الرجل ولا المرأة الی عورة المرأة ولا یفشی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفشی المرأة الی المرأة فی الثوب الواحد۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۵۴)** مسلم شریف کے ستر عورت کے باب میں جتنی احادیث رسولؐ مذکور ہیں اس کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس باب میں جتنی احادیث رسولؐ ہیں ان سے یہ حکم ثابت ہوا، **اففیہ تحريم نظر الرجل الی عورة الرجل والمرأة الی عورة المرأة وهذا الاختلاف فیہ وکذا لک نظر الرجل الی عورة المرأة والمرأة الی عورة الرجل حرام باجماع۔** آدمی کا آدمی کے عورت رستر کو دیکھنا اور عورت کا عورت کے عورت رستر کو دیکھنا حرام ہے اور اس میں کچھ خلاف نہیں ہے، اسی طرح آدمی کا عورت کے عورت رستر کو دیکھنا اور عورت کا آدمی کے عورت رستر کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے۔

اب آدمی کے عورت کی تحدید کیا ہے، یعنی اس کے بدن کا کتنا حصہ عام حالات میں عورة ہے جس کا چھپانا اس پر فرض ہے؟ تو یہ احادیث سے بھی ثابت ہے اور فقہاء اسلام نے بھی اس کی تحدید کی ہے۔ **قال علیہ السلام، عورة الرجل بین سورتہ الی ركبته۔ (الحديث)** راخرجه الحاكم فی المستدرک۔ نیز امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **واما ضبط العورة فعورة الرجل مع الرجل ما بین السرة والركبة۔** اور الدر المختار میں ہے: **وجوبہ عام ولو فی الخلوة علی الصحیح الی قوله وهي للرجل ما تحت ركبته۔** علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ركبته (گھٹنہ) بھی عورت



پردہ ہے، چنانچہ کہتے ہیں: فالركبة من العورة لرواية الدارقطني ماتحت  
السرة الى الركبة من العورة والحديث على قال قال رسول الله صلى الله  
عليه وسلم الركبة من العورة۔

ان نصوص اور فقہاء کرام کی عبارات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو ستر عورت  
کا چھپانا فرض ہے اور کسی حالت میں بھی اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم  
مردوں کے لیے زرد رنگ کے لباس کا حکم [سوال: جناب مفتی صاحب!]  
اَجَل بعض نوجوان زرد رنگ کا لباس  
پہنتے ہیں، اسلامی نقطہ نظر سے اس کا کیا حکم ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرما  
کر مشکور فرمائیں؟

الجواب :- بعض الوان درنگ (یہ ہیں کہ اسلام نے ان کے استعمال سے  
مسلمان مردوں کو منع فرمایا ہے، ان میں سے ایک زرد رنگ بھی ہے۔ احادیث نبویہ  
علاء الصلوۃ والسلام میں اس رنگ کے استعمال کی ممانعت آئی ہے، اس لیے فقہاء اسلام  
نے مردوں کے لیے زرد رنگ کے کپڑے استعمال کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: وکرہ لبس المعصفر والمزعفر  
الاحمر والاصفر للرجال۔ الخ (الدر المختار علی صدرہ المختار ج ۴)  
کتاب الکراہیۃ، باب اللبس، لم



لم نقل العلامة المفتی عبد القادر الراغبی، عن عبد الله بن عمرو بن العاص  
قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ثوبين معصفرين فقال ان هذا  
من ثياب الکفار فلا تلبسها۔ الخ  
وفي رواية المسلم رأى على ثوبين معصفرين فقال اأملك امرئک  
بهذا قلت اغسلها قابل احرقها۔ الخ

(التقریرات للرافعی ج ۲ ص ۳۰۶ فصل فی اللبس)

## باب التصاویر (تصویر کے احکام و مسائل)

**خواتین کی تصاویر کو دیکھنا اور رکھنا حرام ہے** | سوال :- آجکل بازاروں و دکانوں اور محروں میں خواتین کی تصاویر لگی ہوتی ہیں، تو کیا ان تصاویر کو دیکھنا اور ان سے لطف اندوز ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- جب ذی روح اشیاء کی تصاویر اتارنا اور ان کو دیکھ کر لطف اندوز ہونا حرام ہے تو پھر اجنبی عورتوں کی تصاویر کو دیکھ کر لطف اندوز ہونا تو بعینہ اس خاتون کو دیکھنے کے مترادف ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے۔

لما رواه الامام محمد بن اسماعيل البخاري: عن عبد الله بن مسعود قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تباشر المرأة المرأة فتنتعها لزوجها كأنه ينظر إليها۔ (الصحيح البخاري ج ۲ ص ۸۸ باب لا تباشر المرأة المرأة)۔  
**کسی جاندار کی تصویر کا حکم** | سوال :- کسی جاندار کی تصویر بنانا اور کھینچنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ذی روح اشیاء کی فوٹو گرافی کرنا یا شبیہ بنانا تخلیق خداوندی کا مقابلہ کرنے کے مترادف ہے جو کہ گناہ کبیرہ ہے، اس لیے جاندار اشیاء کی تصاویر بنانا شرعاً حرام و ناجائز ہے۔

لما رواه الامام محمد بن اسمعيل البخاري: عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اصحاب هذه الصور

لما رواه الامام ابو داود سليمان بن اشعث السجستاني: عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تباشر المرأة المرأة لتنتعها لزوجها كما نما ينظر اليها۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۲ باب ما يومر به من غص البصر) وَمِثْلُهُ فِي مَشْكُوتِ الْمُصَابِيحِ ج ۱ ص ۲۶۸ كِتَابُ النِّكَاحِ، الْفَصْلُ الْأَوَّلُ۔

يعذبون يوم القيامة ويقال احيوا ما خلقتم وقال ان البيت الذي فيه الصور  
لا تدخله الملكة۔ (الصحيح البخاری ج ۲ ص ۸۸) باب من يدخل بيتاً فيه صورة

بٹوہ میں رکھی ہوئی تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا | سوال :- ایک شخص کے پاس  
بلکہ آدمی ہے اور بٹوہ میں بند کر کے جیب میں رکھی ہوئی ہے، تو کیا جیب میں رکھی ہوئی  
تصویر کے ساتھ نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کشی سے ہر حال میں منع فرمایا ہے  
جہاں کہیں دیواروں پر جاندار شیا کی تصاویر لٹکائی گئی ہوں وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہوگی،  
لیکن جب تصویر چھوٹی ہو اور بٹوہ وغیرہ میں بند کر کے جیب میں رکھی گئی ہو تو اس سے  
نماز کی صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

ما قال شیخ الاسلام علاؤ الدین الحسینی: ولا یکرہ لو كانت تحت قدمیه  
او فی یدہ او فی بدنہ لانہما مستورۃ بثیابہ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین۔  
والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۵ مکرورات الصلوۃ

کسی پیر یا بزرگ کی تصویر تبرکاً لٹکانا | سوال :- ایک شخص نے اپنی دوکان  
اپنے مرشد کی تصویر لگا رکھی ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

لہ لما رواہ الامام مسلم بن الحجاج القشیری: عن نافع ان ابن عمر اخبرہ ان رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم قال الذین یصنعون الصور یعذبون يوم القيامة یقال لہم احيوا  
ما خلقتم۔ (الصحيح المسلم ج ۲ ص ۲۰۱) باب تحريم تصوير صورة الحيوان

وَمِثْلُهُ فِي مَشْكُوتِ الْمَصَابِيحِ ج ۲ ص ۳۸۵ باب التّصاویر۔ الفصل الاول۔  
قال ابراهيم الحلي: اما اذا كانت مقطوعة الرأس یعنی بہ اذا لم يكن له رأس او كان فحاه خفيط  
او كانت صغيرة لا تبدو للناظر اذا كان قائماً وهي على الارض اي لا تبتين تفاصيل  
اعضائہا فلا یکرہ حينئذ۔ (کبیری ص ۳۵۹ مکرورات الصلوۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثاني فيما يكره في الصلوۃ۔

**الجواب :-** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کبھی بزرگ کی تصویر لگانے میں کسی قسم کی خیر و برکت نہیں بلکہ معصیت میں عام آدمی کی تصویر کے ساتھ برابر ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس گھر یا دوکان میں (عام آدمی یا کسی بزرگ کی) تصویر ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ لہذا مذکورہ بالا مقصد کے لیے کسی بزرگ کی تصویر لگانے سے اجتناب ضروری ہے۔

ماوردی الحدیث : عن عائشةؓ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا مستترۃ بقراۃ فیہ صوۃ قتلون وجہہ ثم تناول السترفہتک ثم قال ان اشد الناس عذاباً یوم للقیامۃ الذین یشبہون بخلق اللہ۔ (الصیحح المسلم ج ۲ ص ۲۰۲)  
باب تحریم صوۃ الحیوان ۱۷

**آرائش کے لیے گھر میں نصف فوٹو لگانا | سوال :-** ضرورت کے تحت اگر نصف تصویر بنائی جائے اور پھر اس قسم کی دوسری تصویروں کو گھر کی بھاوٹ کے لیے دیواروں پر لگایا جائے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** متاخرین فقہاء کرام نے ضرورت کے تحت نصف تصویر بنانے کے اجازت دی ہے لیکن ضرورت کے لیے بنائی گئی تصویر کو اُسی ضرورت میں ہی استعمال کیا جاسکتا ہے، ایسی تصویروں کو گھر کی دیواروں پر بغرض زیب و زینت لگانا جائز نہیں،  
ماوردی الحدیث : عن ابی طلحۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل المملکۃ بیتاً فیہ کلبٌ ولا صوۃ۔ (الصیحح المسلم ج ۲ ص ۲۰۲) باب تحریم تصویر صوۃ الحیوان ۱۷

ماوردی الحدیث : عن ابی ہریرۃؓ قال استاذن جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادخل فقل کیف ادخل وفي بیتک ستوفیہ تصاویر فاما ان انقطع رؤسہا وتجعل بساطاً یوطأ فاما معتز المملکۃ لا تدخل بیتاً فیہ تصاویر۔ (سنن النسائی ج ۲ ص ۳۰۱ ذکر اشد الناس عذاباً)  
وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْبَارِي ج ۱۰ ص ۳۲۲ باب لا تدخل المملکۃ بیتاً فیہ صوۃ۔  
۲۷ قال الامام النورانی : قال العلماء سبب امتناعہم من بیت فیہ صوۃ کونها معصیۃ فاحشۃ وفيہا مضاہاتۃ لخلق اللہ۔ (شرح المسلم للامام النورانی ج ۲ ص ۲۰۲) باب تحریم تصویر  
وَمِثْلُهُ فِي سُنَنِ النَّسَائِي ج ۲ ص ۳۰۱ ذکر اشد الناس عذاباً۔

**شادی کی تقریبات کی تصاویر بنانا** | سوال: بعض لوگ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں فوٹو گرافی کرتے ہیں، تو کیا ایسے مواقع پر تصاویر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی جاندار کی تصویر بنانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے خواہ شادی بیاہ کے موقع پر ہو یا دیگر تقریبات کے مواقع پر ، اس میں ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوتی ہے اور دوسرے بلا ضرورت مال ضائع ہوتا ہے جس سے منع فرمایا گیا ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز قیامت مصویرین کے لیے سخت ترین سزا کی پیشین گوئی فرمائی ہے ۔

لما ورد في الحديث : عن عائشة قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا مستترَةٌ بقِرام فيه صورة فتلون وجهه ثم تناول الستر..... ثم قال ان أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يشبهون بخلق الله.

(الصحيح المسلم ج ٢ ص ٢٠٢ باب تعزيم تصويره) له

خانہ کعبہ کی تصاویر میں چھوٹی چھوٹی انسانی تصاویر کا حکم | سوال :- بعض مساجد میں ہوتی ہیں ان میں حاجیوں کی انتہائی چھوٹی چھوٹی تصویریں بھی ہوتی ہیں جو کہ قریب سے دیکھے بغیر انسانی تصویریں معلوم نہیں ہوتیں، کیا اس قسم کی تصویروں والے کتبے مساجد میں آویزاں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جو انسانی تصاویر اتنی چھوٹی اور باریک ہوں کہ انتہائی قریب سے دیکھے بغیر پہچانی نہ جاسکتی ہوں، اور قریب سے دیکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تصویر کے عوضاً واضح طور پر نظر نہ آئیں، تو اس قسم کی تصویروں کا حکم عام تصویروں کی طرح نہیں

لما ذكر في الحديث : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم احيوا ما خلقتم - (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۱۶ باب نقض الصور)

وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْمُسْلِمِ لِلنَّوَوِيِّ ج ٢ ص ٢٠٢ بَابُ تَحْرِيمِ تَصْوِيرِ -



جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں، لہذا اس قسم کے کتبے مساجد اور گھروں میں آویزاں کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑتا ہے۔  
لما قال العلامة الحصفیؒ: ولا یکرہ لو كانت تحت قدمیه اوفی یدیه اوفی یدیه لانہا مستورۃ بثیابہ اوعلى خاتمه بنقش غیر متبیین۔

رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۶ مکروہات الصلوٰۃ

**جدید آلات رٹی وی، وی سی آر، حکم | سوال :-** آلات جدیدہ یعنی ٹیلیوژن، اور دیگر آلات جازز ہے یا نہیں؟

الجواب :- آلات جدیدہ کا استعمال بذات خود مباح ہے لیکن ٹی وی اور وی سی آر میں چونکہ تصویر بینی کے علاوہ بعض فحش پروگراموں کی نمائش بھی ہوتی ہے جن کا دیکھنا ایک شریف آدمی کے لیے بہت مشکل ہے، لہذا ٹی وی اور وی سی آر وغیرہ کے دیکھنے سے اجتناب ہی لازم ہے۔  
لما قال العلامة ابن عابدینؒ: وقوله کرہ کل لہو مای کل لعب وعبث فالشلاشۃ بمعنی واحد کما فی شرح التاویلات والأطلاق شامل لنفس الفعل واستماعہ كالرقص والسخریۃ والتصفیق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنع والبوق فانہا کلہا مکروہۃ لانہا زی الکفار واستماع ضرب دف والمزمار وغیرہ ذلک حرام۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۹۵ کتاب الخطر والاباحۃ - فصل فی البیع)۔

الحال الشیخ ابراہیم الحلبيؒ: اما اذا كانت مقطوعة الرأس یعنی بہ اذا لم یکن لہ رأس او کان فحاجہ بخفی او كانت صغيرة لا تبد والمتاظر اذا کان قائماً وہی علی الارض ای لا تبین تفاصيل اعضائها فلا یکرہ جینیڈ۔ (حلبی کبیر ص ۳۵۹ مکروہات الصلوٰۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲ مکروہات الصلوٰۃ۔

لہ رواہ الامام محمد بن اسماعیل البخاری: عن عبد اللہ بن مسعود قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اشد الناس عذاباً عند اللہ المصورون۔ (الصمیم البخاری ج ۲ ص ۱۸ باب عذاب المصورین یوم القیامۃ) ومثله فی البحر الرائق ج ۸ ص ۲۰ کتاب الکراہیۃ - فصل فی البیع۔

**تصویر والی گھڑی کے ساتھ نماز پڑھنا** | سوال :- اگر کسی شخص کی گھڑی یا انگوٹھی میں اتنی چھوٹی تصویر ہو جو کہ انتہائی غور

سے دیکھے بغیر نظر نہیں آتی ہو تو کیا اس قسم کی گھڑی یا تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** اسلام میں تصاویر رکھنا، دیکھنا اور بنانا سب ممنوع ہے اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، لیکن اس سے مراد وہ تصاویر ہیں جو ظاہر اور مستبین ہوں، صورتِ مشولہ میں یہ تصویر صاف طور پر دکھائی نہیں دیتی لہذا اس سے اگرچہ نماز متاثر نہیں ہوتی لیکن پھر بھی ایسی گھڑی رکھنا مناسب نہیں۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی: ولا یکرہ لو كانت تحت قدمیه اوفی یدیه اوفی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اوعلى خاتمہ بنقش غیر مستبین۔  
والدہما اختار علی مدرہ رد المحتار ج ۱ ص ۶۰ فصل فی مکروہات الصلوۃ (۱)

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! گائے بھینس بچھڑے کی کھال سے تصویر بنانا رکھنے والوں میں یہ رواج ہے کہ جب ان کی

گائے یا بھینس کا بچہ مر جائے تو اس کی کھال اتار کر اس میں بھوسہ بھر لیتے ہیں جسے گائے یا بھینس اپنا بچہ تصور کر کے دودھ آسانی سے دیدیتی ہے، تو کیا شرعاً یہ تصویر کے حکم میں داخل ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** صورتِ مشولہ میں بچھڑے کی کھال پر تصویر کی تعریف صادق نہیں آتی اور نہ یہ تصویر کے حکم میں ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے قدرتی پیدا کردہ جسم کو ایک گونہ محفوظ رکھا جاتا ہے اس لیے یہ تصویر کے حکم میں داخل نہیں ہے بلکہ بوقتِ ضرورت ایسا کرنا مخصص ہے۔

قال الشيخ ابراهيم الحلبي: اما اذا كانت مقطوعة الرأس یعنی بہ اذا لم يكن له رأس او كان فحاه بخيط او كانت صغيرة لا تبد والناظر اذا كان قائماً وهي على الارض اي لا تنبئ تفاصيل اعضائها فلا يكره حينئذ۔ (رجلی کبیر ص ۳۵۹ مکروہات الصلوۃ)  
ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۶ الفصل الثاني فيما يكره في الصلوۃ۔

## باب الملاحی

(کھیل کود کے مسائل و احکام)

**خوشی کی تقریبات میں ناچ گانے کا حکم** | سوال :- شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات میں ناچ گانا اور ڈھول و سرور کا شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** خوشی کی تقریبات ہوں یا عام تقریبات ان تمام مواقع پر ناچ گانا اور ڈھول وغیرہ بجا نا شرعاً حرام ہے تاہم شادی بیاہ کے موقع پر صرف دف بجانا جو بغیر غناء کے ہو، مرنحس ہے۔

لما قال العلامة ابن البزاز الكردي، استماع صوت الملاحی كالضرب بالقضيب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاحی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفرای بالنعمه۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش المہندیة ج ۶ ص ۳۵۹)

الباب الثالث فیما يتعلق بالمناهی (۱)

**کیرم بورڈ کھیلنا** | سوال :- آجکل بعض نوجوان جمع ہو کر کیرم بورڈ نامی کھیل بڑے شوق سے کھلتے ہیں، کیا ایسا کھیل کھیلنا جائز ہے؟

**الجواب :-** وہ امور جن میں نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا بلکہ وقت اور دولت کا ضیاع ہو جیسا کہ کیرم بورڈ وغیرہ کہ اس میں نہ تو صحت کا فائدہ ہے اور نہ دنیا و آخرت کا تو ایسے بے معنی اور بلا ضرورت کاموں پر اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا کوئی دانشمندی کا کام نہیں اور شریعت مقدسہ نے بھی ایسے لہو و لعب سے منع فرمایا ہے۔

قال العلامة ابن نجيم، ويكره اللعب بالشطرنج والنرد والامر بعة عشر لقوله

لما رواه الامام محمد بن اسماعيل البخاري، عن ابن عباس، ان من الناس من يشتري لهو الحديث رسول لقمان، قال الغناء واشباهه۔ (ادب المفرد ص ۲۰۲ باب الغناء واللهو ومثله في المختار على مدر المختار ج ۶ ص ۳۲۹) كتاب المنظر والاباحه۔

عليه السلام كل لعب حرام الا ملاعبة الرجل مع زوجته وقوسه وفرسه لانه يصد عن  
الجمع والجماعات وسبب لوقوع في فواحش الكلام۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۹ کتاب الکراہیۃ) لے  
**شطرنج کھیلنا** | سوال :- بعض لوگ شطرنج کھیلنے کے عادی ہوتے ہیں، تو کیا شطرنج  
کھیلنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جس کام میں دین اور دنیا کا فائدہ نہ ہو بلکہ قیمتی وقت ضائع ہوتا ہو  
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے، شطرنج چوتھ  
ایسا ہی ایک کھیل ہے جس میں سوائے تفریح اوقات اور خواہش پرستی کے اور کچھ بھی  
ماصل نہیں ہوتا لہذا اس قسم کے کھیل سے بچنا چاہیے۔

لما قال العلامة ابن نجيم، ويكره اللعب بالشطرنج والنرد والادبعة عشر لقوله عليه  
السلام كل لعب حرام الا ملاعبة الرجل زوجته وقوسه وفرسه لانه يصد عن الجمع  
والجماعات وسبب لوقوع في فواحش الكلام۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۹ کتاب الکراہیۃ) لے  
**جوڑو کراٹے کھیلنا** | سوال :- آج کل بعض مقامات میں جوڑو کراٹے سیکھنے کے مراکز  
کھلے ہوئے ہیں، اس کے سیکھنے سے بدن کو قوت اور مضبوطی ملتی ہے  
اس کھیل میں اگر آدمی اس غرض سے حصہ لے کہ صحت اور جسم کو مضبوط بنا کر جہاد میں حصہ  
لے سکوں تو کیا اس کا کھیلنا جائز ہوگا؟

**الجواب :-** انسان پر دیگر حقوق کے علاوہ اپنی صحت کا بھی حق ہے، اگر انسان کی صحت  
ہی خراب ہو تو باطل قوتوں کا مقابلہ تو درکنار عبادات بھی بطریق احسن ادا نہیں کر سکے گا،

لے قال العلامة الترمذی رحمہ اللہ: وکرہ کل لہو لقولہ علیہ السلام کل لہو حرام الا  
ثلاثۃ الخ (تنویر الابصار علی صدر رد المحتار ج ۶ ص ۳۹۵ کتاب الکراہیۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبِدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۵ ص ۱۲۸ کتاب الاستحسان۔

لے قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: والشطرنج وانما کرہ لان من اشتغل بہ ذهب غناؤہ  
الدنیوی وجلده الغناء الاخری فهو حرام وکبیرۃ عندنا۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۳۹۲ کتاب الخطر والاباحۃ۔ فصل فی البیع)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۵ ص ۱۲۸ کتاب الاستحسان۔

جوڈ و کرائے میں چونکہ صحت کا فائدہ ہے، لہذا اگر پردہ اور شرعی حدود قیود کا اہتمام کرتے ہوئے اس میں حصہ لیا جائے تو جائز ہے بلکہ ثواب کی بھی امید ہے کیونکہ اہل قوتوں اور دشمنان اسلام کے مقابلے میں تیاری پر مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔

لما قال الله تبارك وتعالى: «وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ» (سورة الانفال آیت ۷)۔

**کھیل کود میں رانوں کو کھلا رکھنے کا حکم** | سوال :- بعض کھیلوں مثلاً پی ٹی اور کبڈی وغیرہ میں عورت غلطی کے علاوہ رانوں کو نہ کھلا رکھنا

پڑتا ہے جس پر لوگوں کی نظریں پڑتی ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟  
الجواب :- مرد کے لیے ناف سے گھٹنوں تک عورت (پردہ) ہے جس کا چھپانا شرعاً لازمی ہے، ان حدود کو کھلا رکھنا اور لوگوں کو دکھانا معصیت ہے اس لیے کھیل کود کے وقت اس کے چھپانے کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة شيخ الاسلام ابو بكر بن علي الحداد اليمني: قوله ينظر الرجل من الرجل الى جميع البدن الاما بين سرته الى ركبته لقوله عليه السلام لعلي لا تنظر الى فتحتي ولا مئيتي - (الجوهرة النيرة ج ۲ ص ۳۸۵ باب المحظر والاباحة)۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: ويكره اللعب بالشطرنج والنرد ولا ربة عشر لقوله عليه السلام كل لعب حرام الا ملاعبة الرجل زوجته وقوسه وفرسه لانه يصد عن الجمع والجماعات وسبب لوقوع في فواحش الكلام۔

(البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۹ کتاب الکراہیۃ)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۵ ص ۱۲۸ کتاب الاستحسان۔

لما قال العلامة علي بن سلطان محمد انقاري: تحت قول النبي صلى الله عليه وسلم لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة الخ فيه بيان تحريم النظر الى ما لا يجوز وعورة الرجل ما بين سرته وركبته - (مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۱۹۵ باب النظر الى المخطوبة وبيان العورات)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ دَا الْمُخْتَارِ ج ۶ ص ۳۶۴ کتاب الکراہیۃ فصل في البيع



**ورزش کرنا | سوال :-** ورزش کی نیت سے کھیل کود کا شرعاً کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** جس کھیل کود میں دینی یا دنیوی منفعت ہو تو اس کھیل میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن اگر نیت جہاد کی تیاری ہو تو موجب اجر و ثواب ہے۔ تاہم ایسے کھیل سے اجتناب ضروری ہے جس میں کشفِ عورت (بے پردگی) یا کسی دوسرے حرام کا ارتکاب ہو۔

لما روی الامام مسلم بن الحجاج القشیری: عن عائشةؓ قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترقی بردائہ وانا انظر الی الحبشة وہم یلعبون۔ (الجامع الصحیح المسلم ج ۱ ص ۲۹۱ کتاب صلوة العیدین) لہ  
**تاش کھیلنے کا حکم | سوال :-** جناب مفتی صاحب! آجکل ڈیروں اور سبک مقامات میں لوگ تاش کھلتے ہیں جسے وہ تریپ کہتے ہیں، اگرچہ یہ کھیلنا صرف تفریح کے لیے ہوتا ہے اور اس پر عموماً کوئی خاص شرط وغیرہ بھی نہیں لگائی جاتی لیکن بسا اوقات اس میں چائے، حلوا وغیرہ کی شرط لگائی جاتی ہے جو کہ بازی ہار جانے والے کے ذمہ ہوتا ہے کیا شرعاً ایسا کھیل جائز ہے؟

**الجواب :-** اگر دینی ورزش یا تفریح کیلئے تاش کھیلنا جاتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ ہارجیت پر شرط لگانا صحیح نہیں، اس صورت میں یہ کھیل قمار کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ شرعاً حرام ہے۔

لما قال العلامة مولانا اشرف علی التھانوی: اگر ہارجیت (پر شرط) نہ ہو تو جائز ہے۔  
 { رآمد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵۲ کتاب الخطر والاباحۃ }  
 غناء، مزامیر اور لہو و لعب کے احکام



لما رواہ الامام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی: عن عائشةؓ انها کانتم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر قالت فسا بقنتہ فسبقنتہ علی رجلی فلما حملت اللحم سابتہ فسبقنی فقال ہذا بتلک السبقۃ۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ باب السبق علی الرجل) ومثله فی رد المحتار ج ۶ ص ۴۰۴ کتاب الخطر والاباحۃ، فصل فی البیع۔

# بَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

(امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا بیان)

تبلیغ دین فرض کفایہ ہے | سوال :- کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے یا فرض کفایہ ؟

الجواب :- خلق خدا کو ادا امر کی دعوت دینا اور نواہی سے منع کرنا شرعاً فرض کفایہ ہے جو کہ بعض کے انجام دینے سے کل کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، فرض عین کی رائے رکھنا خطاً پر محمول ہے، تاہم اپنے آپ کو ردائل سے پاک کرنا فرض عین ہے۔

لما قال حجة الاسلام ابو بكر احمد بن علي الرازي الجصاص، قال ابو بكر قد حوت هذه الآية معنيين احدهما وجوب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر والاخر انه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل احد في نفسه اذا قال به غيره لقوله تعالى (وتكن منكم امة) وحقيقته تقتضي البعض دون البعض فدل على انه فرض على الكفاية اذا قام به بعضهم سقط عن الباقيين۔ (احكام القرآن ج ۳ ص ۲۷۵ باب فرض الامر بالمعروف والنهي عن المنكر)

مستورات کی تبلیغی جماعات کا حکم | سوال :- دیور حاضر میں تبلیغی جماعت والے مستورات نکالتے ہیں جبکہ خواتین کے سامعہ انکے اپنے محارم اور دیگر حدود شرعیہ و پردے کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے، کیا ان شرعی حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے مستورات کا تبلیغ دین کے لیے نکلنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- مروجہ تبلیغ کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور تعلیم و تعلم ہے جس کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت کی شرعی ذمہ داری ہے اور دونوں کو تبلیغ دین کا حق حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ

لما قال العلامة شهاب الدين الآكوسي: منشاء الخلاف في ذلك ان العلماء اتفقوا على ان الامر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات۔ (مروحة المعاني ج ۲ ص ۲۱ سورة آل عمران) ومثله في الاكليل في استنباط التنزيل ص ۵۶ سورة آل عمران۔

بیشمار نیک خواتین قرآن و حدیث کے علوم کی ماہر اگدری ہیں، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں خواتین اسلام کا جہاد میں شریک ہونا بھی ثابت ہے، اس لحاظ سے خواتین کی جہاد میں شرکت کی بناء پر تبلیغی جماعات میں خواتین کی شرکت جائز معلوم ہوتی ہے۔ تاہم پردہ، محارم اور دیگر حدود شرعی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

لما رواہ الامام محمد بن اسماعیل البخاری: عن انس قال لما كان يوم أحد انهزم الناس عن النبي صلى الله عليه وسلم ولقد رأيت عائشة بنت ابی بکر وأم سلیم وانهما مشمرتان اولى خدم سوقهما تنفزان القرب وقال غيره تنقلان القرب على متونهما ثم تفرغانه في افواه القوم ثم ترجعان فتملأنها ثم تجيان فتفرغانه في افواه القوم۔  
 والصحيح البخاری ج ۱ ص ۲۱۲ باب غزوة النساء وقتالهن مع الرجال لہ

**سالانہ چلہ لگانے کا حکم | سوال :-** اگر کوئی شخص اپنی اصلاح و تحصیل علم کے لیے تبلیغ میں سالانہ چلہ لگاتا ہے تو کیا تحصیل علم و اصلاح کے لیے مزدوری چھوڑ کر چلے کے لیے نکلنا بہتر ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** چوبیس گھنٹے زندگی کو شریعت اسلامیہ کے مطابق گزارنے کے لیے ضروری احکامات کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے، اس کے علاوہ دیگر علوم کی تحصیل نفلی عبادات سے افضل ہے، لہذا اگر کوئی شخص ضروری علوم کے علاوہ مزید علم کی تحصیل اور اصلاح نفس کے لیے سالانہ چلہ لگانا چاہے اور اس سے اہل و عیال کا نان نفقہ متاثر نہ ہوتا ہو تو اس کے لیے تبلیغ میں سالانہ چلے پر جانا بہتر ہے۔

لما قال العلامة ابن البرزازی الکردی: طلب العلم والفقہ اذا صحت النية افضل اعمال البر وكذا الاشتغال بزيادة العلم اذا صحت النية لانه اعم نفعاً لكن بشرط أن لا يبدخل النقصان في فرائضه۔ (الفتاویٰ البرزازیة علی هامش الہندیة ج ۶ ص ۳۴۸ کتاب الکراہیة ص ۳۴۸)

لما ورد في الحديث: وعن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو با أسلم ونسوة من الانصار معه اذا غزا فيسقين الماء ويؤوين الجرحى۔ (الصحيح المسلم ج ۲ ص ۱۱۶ باب غزوة النساء مع الرجال ومثله في شرح كتاب السير الكبير ج ۱ ص ۱۸۵ باب قتال النساء مع الرجال۔)

۲ قال العلامة ابن عابدین: طلب العلم والفقہ اذا صحت النية افضل من جميع اعمال البر وكذا الاشتغال بزيادة العلم اذا صحت النية لانه اعم نفعاً لكن بشرط أن لا يبدخل النقصان في فرائضه رد المختار ج ۶ ص ۲۴۸ کتاب النذور۔ (فصل في البيع)

مروجہ طریقہ تبلیغ میں انچاس کروڑ کا ثواب | سوال: تبلیغی جماعت وقت لگانے پر ایک  
نیک پر انچاس کروڑ نیکیوں کا ثواب ملنے کا بتایا  
جاتا ہے، شرعاً اس کا ثبوت کیا ہے؟

الجواب :- تبلیغ کے لیے وقت لگانے پر انچاس کروڑ تک تضاعف اعمال کا مسئلہ  
دو احادیث کے ضرب دینے سے ثابت ہے لیکن یہ زیادت مطلقاً فی سبیل اللہ لگانے سے  
والبتہ ہے اس کو محض تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کے ساتھ خاص کرنا مناسب نہیں۔

لما رواہ الامام ابوداؤد سليمان بن اشعث السجستاني في سننه، عن سهل بن معاذ  
عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصلوة والصيام والذكر تضاعف  
على النفقة في سبيل الله عز وجل بسبع مائة ضعف۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۳۸)

ورواه ابو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجه في سننه :- عن علي بن ابي  
طالب و ابی الدرداء و ابی هريرة و ابی امامة الباهلي و عبد الله بن عمر  
و جابر بن عبد الله و عمران بن الحصين كلهم يحدثن عن رسول الله صلى الله  
عليه وسلم انه قال من ارسل بنفقة في سبيل الله و اقام في بيته فله  
بكل درهم سبع مائة درهم و من غزى بنفسه في سبيل الله و انفق في وجه  
ذلك فله بكل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلا هذه الآية و الله يضاعف  
لمن يشاء۔ (سنن ابن ماجه ص ۱۹۸ باب من يجهز غازياً له)

لے وقد ذكر الشيخ العلامة جلال الدين السيوطي رحمه الله :- عن عمران بن الحصين  
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ارسل بنفقة في سبيل الله  
و اقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم و من غزى بنفسه  
في سبيل الله و انفق في وجهه ذلك فله بكل درهم يوم القيامة سبع مائة  
الف درهم ثم تلا هذه الآية و الله يضاعف لمن يشاء۔

و عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم النفقة في سبيل الله تضاعف  
سبع مائة ضعف۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۳۶ سورة آل عمران)  
و مثله في تفسير القرآن لابن كثير ج ۱ ص ۳۱۷ سورة آل عمران۔

**تبلیغی جماعت کو فرقہ جبریم سے تعبیر کرنا درست نہیں** | سوال: تبلیغی جماعت

تعبیر کرنا کیسا ہے، اور کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: تبلیغی جماعت فی زمانہ ایک فعال دینی جماعت ہے، اس کی ہر کوشش خلق خدا کو راہِ راست پر لانے کے لیے ہے، اس کو فرقہ جبریم و کفریم وغیرہ سے تعبیر کرنا ضلالت اور گمراہی ہے اور ایسا کہنے والے پر کفر کا خطرہ ہے جو موجب تعزیر ہے۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی: اذا قذف مسلماً بغير الزنا فقال

يا فاسق او يا كافر او يا خبيث او يا سارق لانه اذا ه والحق الشين به ولا مدخل

مقياس في الحدود فوجب التعزير۔ (الهداية ج ۲ ص ۱۸۳ کتاب الحدود) لے

**تبلیغی چلے کی حقیقت** | سوال: آج کل تبلیغی جماعت والے تبلیغ میں چلے لگانے پر

بہت زور دیتے ہیں کیا تبلیغ کے یہ دنوں کی یہ تعداد قرآن و سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: روحانی امراض سے شفا کیلئے ضروری ہے کہ طبیعت میں تبدیلی پیدا ہو جائے،

چونکہ تبلیغ میں چلے یعنی چالیس دن لگانے والے میں کافی تبدیلی آجاتی ہے اسلئے تبلیغ والے چلے لگانے

پر زور دیتے ہیں، یہ کوئی واجب، سنت یا فرض نہیں بلکہ صرف روحانی علاج کیلئے چلے مقرر کیا گیا

ہے جس طرح چالیس دن تک تکبیر اولیٰ سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے تبدیلی رونما ہوتی

ہے اسی طرح تبلیغ میں چلے لگانے سے بھی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

لما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى الله اربعين يوماً في جماعة يدرك التكبيرة

الاولى كتب له برأتان برائة من النار وبرائة من النفاق۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۱ باب ما

على المأموم من المتابعة وحكم المسبوق۔ الفصل الثاني)

لے قال العلامة سراج الدین علی بن عثمان: اما اذا قال لاخر يا فاسق او

بليد او يا اكل الربوا..... او يا كافر او يا خبيث او يا فاجر يعز وخيار التعيين

إلى الامام۔ (الفتاوى السراجية ص ۱۰۱ کتاب الحدود)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النُّبْرَةِ ج ۲ ص ۲۵۳ کتاب الحدود۔ فصل في التعذير۔



تبلیغی جماعت کا طریقہ بدعت نہیں | سوال - (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین موجودہ طریقہ تبلیغ کے بارے

میں کہ کیا اس طریقہ سے تبلیغ بدعت سیئہ ہے۔ یا ناجائز ہے ہمارے علاقے میں ایک مولوی سے جو موجودہ طریقہ تبلیغ کو بدعت سیئہ کہتا ہے۔ اور لوگوں کو اس سے منع کرتا ہے۔ اور تبلیغ والوں کو مسجد سے نکالتا ہے۔ اس مولوی کا یہ عمل اور قول خلاف شرع ہے یا موافق شریعت ہے۔ اگر خلاف شریعت ہو۔ تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا تبلیغی جماعت اہل سنت والجماعت میں نہیں ہے کیا تبلیغی جماعت ضال اور مضل ہے اور گمراہ فرقہ ہے۔ ہمارے علاقے میں عالم موصوف تبلیغی جماعت کو اہل سنت والجماعت میں شمار نہیں کرتا ہے۔ اور تبلیغی جماعت کو فرقہ گمراہ کہتا ہے اور ضال اور مضل تصور کرتا ہے۔ کیا اس عالم کا یہ کہنا شریعت کی رو سے صحیح ہے یا غلط؟ اس کے مقابلے میں دیگر علماء تبلیغ والوں کے احترام کرتے ہیں۔ اور اس طریقہ سے تبلیغ کو جائز کہتے ہیں اور تبلیغی جماعت کو اہل سنت والجماعت میں شمار کرتے ہیں؟

الجواب: دین کی اشاعت اور اعلام کلمۃ اللہ کے لیے سعی اور کوشش کرنا امر خداوندی ہے اس کی تعمیل لوگوں کے ذمے لازمی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر کئی مقامات پر اس ذمہ داری کا مسلمانوں کو احساس دلایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱) وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الایۃ)

(۲) دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلُ اللَّهِ عَلَىٰ لُبِّهَا أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (الایۃ)

(۳) اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (الایۃ)

ان آیات کے علاوہ بھی آیات موجود ہیں جن سے اس امر کی ذمہ داری کا پتہ چلتا ہے اس لیے حضرات مفسرین نے وضاحت کے ساتھ اس کو فرض کفایہ لکھا ہے، کما قال العلامة محمود الوسی: ان العلماء اتفقوا على ان الامر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات ولم يخالفوا ذلك الا النذر روح المعاني ۲/۲۰

اور علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

فی هذه الآية وفي التي بعدها وهي قوله تعالى (كنتم خير أمة أخرجت للناس) دليل على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرض على الكفاية -  
(احکام القرآن ۲/۴۹)

اسی طرح علامہ ابوبکر الجصاص الرزنی لکھتے ہیں۔

قال أبو بكر قد حوت هذه الآية معنيين أحدهما وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والآخرا أنه فرض على الكفاية (احکام القرآن ۲/۴۱۵)  
اور یہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر سب کے لیے ہے چاہیے کفار ہو یا مسلمان یہی حکم اکابر مفسرین کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ علامہ سید محمود الالوسی فرماتے ہیں۔  
يدعون الى الخير: المراد من الدعاء الى الخير الدعاء الى ما فيه صلاح ديني او ديني: روح المعاني ۴/۲۱  
ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

دعائى الله اى الى توحيد الله تعالى وطاعته والظاهر العموم في كل داع اليه تعالى روح المعاني ۱۲/۱۸۸۔

اسی طرح علامہ قاضی شاد الشریانی پتی فرماتے ہیں۔

يدعون الى الخير اى خير العقائد والخلق والاعمال التي فيها صلاح الدين والدنيا: تفسير مظہری ۲/۱۱۴۔  
اور ہذا سبیلی کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الدعوة الى التوحيد والاعداد للمعاد: تفسير مظہری ۵/۲۰۶  
اسی طرح دعا الی اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وما الى الله اى الى عبادة الله وتوحيد - (تفسير مظہری ۸/۲۹۴)

ان کے علاوہ تفسیر بیان القرآن، تفسیر عثمانی، اور تفسیر معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی وغیرہ تفاسیر میں بھی اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ دعوت الی اللہ مسلمان اور کافروں کے لیے ہے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں۔  
پھر دعوت الی الخیر کے بھی دو درجے ہیں، پہلا یہ کہ غیر مسلموں کو خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت

دنیا ہے، مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کے تمام قوموں کو خیر یعنی اسلام کی دعوت دے .... دعوت الی الخیر کا دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو دعوت خیر دینا ہے کہ تمام مسلمان علی العموم اور جماعت خاصہ علی الخصوص مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرے اور فریضہ الی الخیر انجام دے۔

(رمعارف القرآن ۲/ ۱۴۰، ۱۴۱)

اور نہ ہی طریقہ کار کوئی انوکھا ہے بلکہ سلف صالحین اور دور صحابہ میں اس طرز عمل کی مثالیں موجود ہیں، چنانچہ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے لکھا ہے تبلیغی جماعت جس طرز پر دعوت الی اللہ کا کام کر رہی ہے یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ سلف صالحین کے عین مطابق ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۹/ ۳۶۳)

مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے جواب سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے چنانچہ جب آپؒ سے تبلیغ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب میں فرمایا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً تبلیغ دین ہر زمانے میں فرض ہے، اس زمانہ میں بھی فرض ہے لیکن فرض علی الکفایۃ ہے، جہاں جتنی ضرورت ہو اسی قدر اس کی اہمیت ہوگی اور جس جس میں جیسی اہمیت ہو اس کے حق اسی قدر ذمہ داری ہوگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صراحت قرآن کریم میں ہے، سب سے بڑا معروف ایمان اور سب سے بڑا منکر کفر ہے، ہر مومن اپنی اپنی حیثیت کے موافق مکلف ہے کہ خدا سے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کو حضرت رسول مقبول کی ہدایت کے موافق پہنچا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲/ ۲۴۶)

اسی بنیاد پر اکابر علماء دیوبند نے اس کام کی تعریف کی اور اس کو ضروری قرار دیا ہے۔

مفتی ہند مفتی کفایت اللہ صاحب نے لکھا ہے۔

کہ یہ تحریک تبلیغی جماعت، اصل حقیقت کے اعتبار سے تو اسلام کی بنیادی چیز سے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچایا اور ان کے گھروں پر جا کر خود پہنچانا اصل تبلیغ ہے کفایت المفتی ۲/ ۹۹

حضرت حکیم الامتہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آخر میں مولانا محمد الیاسؒ کے اس تحریک کو ان الفاظ سے سراہا ہے۔

کہ مولانا الیاسؒ نے پاس کو اس سے بدل دیا ہے۔

(مولانا الیاس اور ان کی دعوت ۱۱۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ میرے محترم بزرگ یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کر رہی ہے بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا قوی جذبہ پیدا اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجے کے نتائج اور ثمرات کی قومی امیدیں پیدا ہوتی ہیں۔ بنابرین میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جائیں والسلام حسین احمد غفرلہ ۱۶ صفر ۱۳۶۱ھ

(تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ص ۴۴)

ایک اور مکتوب میں (جو آپؒ نے پہلی بار تبلیغی باحث کو جو افغانستان جا رہی تھی اپنے تلامذہ کے نام دیا تھا) فرماتے ہیں

عرض ان کہ عالمین عربیہ ہمارے چند احباب خدات عالیہ میں حاضر ہوئے ہیں ان کا مقصد کوئی سیاسی اور ملکی نہیں ہے فقط خدات دینیہ اور فرائض تبلیغیہ ادا کرنا ہے اور مسلمانان افغانستان کو وہ مقصد یاد دلانا جس کو عام مسلمانوں نے بھلا دیا ہے مقصود ہے، امید انکہ آپ حضرات ان کی امداد و اعانت میں کوتاہی روا نہ رکھیں گے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ممکن تہمیدات سے درگزر نہ فرمائیں گے والسلام شنگ اسلام حسین احمد غفرلہ تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ص ۴۵

ان کے علاوہ شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا منظور احمد نعمانی مولانا مفتی محمد شفیعؒ مولانا محمد ذکریا، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی وغیرہ نے بھی اس کی افادیت کا اعتراف کیا ہے اور اس کو اشاعت دین کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے ان کے اجتماعات میں شریک ہوئے اور اس میں بیانات کیے، لوگوں کو اس جماعت میں شامل ہونے کی تلقین فرمائی، تو اس کے باوجود بھی اس کو بدعت سیئہ لکھنا جہات اور نا سمجھی کی دلیل ہے، بدعت سیئہ پر نواسیاد امر کو نہیں کہا جاتا بلکہ بدعت سیئہ پر وہ امر ہوتا ہے جس کے لیے شریعت مقدمہ میں کوئی اصل و بنیاد نہ ہو، اکابرین امت نے بدعت کی یہ تعریف کی ہے اور یہ تعریف چاروں مذاہب کا متفقہ تعریف ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجرؒ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والبدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع في مقابل

السنة فتكون مذبذومة رفتح الماری ۲/۱۹۱

اور علامہ زبیدی حنفی فرماتے ہیں۔

كل محدثة بدعة انما يريد ما خالف اصول الشريعة ولم يوافق السنة۔

(تاج العروس ۵/۲۷۱)

علامہ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔

المراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له في الشريعة يدل عليه وامامنا

كان له اصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعاً وان كان بدعة

لغة (جامع العلوم والحكم ص ۱۹۳)

اسی طرح علامہ قرطبی اور شیخ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں۔

كل بدعة صدرت من مخلوق فلا يخلو ان يكون لها اصل في الشرع ام

لا فان كان لها اصل فهي في خيال المدح ويعقده قول عمر نعت البدعة هذه

والا فهي في خيال الذم والذم انكار۔ (تفسير قرطبی ۲/۸، وتفسير صابونی ۱/۹۲)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ تبلیغ کرنا مسلمانوں کو دین کی دعوت دینا ان کو نمازی، حاجی اور پابند

صوم و زکاة بنانا اور اس کے لیے کوشش کرنا فرض کفایہ اور دینی ضروریات میں سے ہے، سلف

صالحین اور صحابہ کرام سے ایسا کرنا ثابت ہے اس لیے اس کو بدعت سیئہ کہنا ضرور غناد یا جاہلیت و

ناسمجھی کے سوا کچھ نہیں یہ کام نہ بدعت ہے اور نہ اس میں بدعت ہونے کا کوئی شبہ ہے ورنہ کبھی بھی

اکابر علماء اس کو سرانجام نہ دیتے، لہذا ان لوگوں کو مساجد سے روکنا اور ان کو منع کرنا ان کو مسجد سے

نکالنا وغیرہ گناہ ہے اور مانع عن الخیر کی قبیح صفت سے موصوف ہونے کے مترادف ہے، اس امر

کا ترکیب شخص فاسق و فاجر ہے اس لیے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔

(۲) گذشتہ تفصیل سے خوب واضح ہوا ہے کہ یہ جماعت اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل جماعت

ہے اس کو ضال اور مضل کہنا جاہلیت کی دلیل ہے یہ ایک حق جماعت ہے جو دین کی اشاعت کے لیے

مصرف عمل ہے، ان کا احترام کرنا چاہیے اور ان کی حوصلہ افزائی ہر مسلمان کا فریضہ مذہبی ہے،

واللہ اعلم وعلیہ



## باب مسائل المتفرقة

(متفرق مسائل کے بیان میں)

**والدین کو گالی دینے والے کا حکم** | سوال ۱۔ والدین کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟  
الجواب:۔ اسلام میں جب کسی عام مسلمان کو گالی دینا موجب فسق ہے تو والدین کو گالی دینا تو بدرجہ اولیٰ عظیم گناہ ہے، اس فعل بڑا ارتکاب قرآن مجید کے صریح حکم کی خلاف ورزی ہے۔

قال الله تعالى: وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَلَّا تُعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَيَالُو الَّذِينَ إِحْسَانًا... وَلَا تَقُلْ لَهُمَا آيَاتٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا۔ (سورة الاسراء آیت ۲۱) لہ

**گالی کلوج کرنے والے کا حکم** | سوال ۱۔ کسی مسلمان کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟  
الجواب:۔ کسی مسلمان کو بے عزت اور سب و شتم کرنا موجب فسق و گناہ کبیرہ ہے اور گالی دینے والا فاسق و گنہگار ہو جاتا ہے۔

لما رواه الامام ابو عيسى محمد بن عيسى الترمذی: عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقاله كفر۔ (الجامع الترمذی ج ۲ ص ۱۹)  
باب ما جاء في الشتم لہ

لہ لما رواه الامام ابو عيسى محمد بن عيسى الترمذی: عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ألبأثران يشتم الرجل والديه قالوا يا رسول الله وهل يشتم الرجل والديه قال نعم يسبُّ أبا الرجل فيسب أباه ويشتم أمه فيشتم أمه۔ (الجامع الترمذی ج ۲ ص ۱۲) باب ما جاء في عقوق الوالدين

وَمِثْلُهُ فِي مَشْكُوتِ الْمَصَابِيحِ ج ۲ ص ۱۹ باب البر والصلة، الفصل الأول۔

لہ رواه الامام محمد بن اسمعيل البخاری: عن عياض بن حماد قال قلت يا رسول الله الرجل يسبني قال النبي صلى الله عليه وسلم المستبثان شيطانان يتهاثران ويتكاذبان۔ (ادب المفرد باب سباب المسلم ومِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْمُسْلِمِ لِلنَّوَوِيِّ ج ۲ ص ۳۲۱) باب النهي عن السباب۔

والدین میں سے کسی ایک کے حکم سے دوسرے سے حسن سلوک نہ کرنا

سوال :- ایک شخص کے ماں باپ کسی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراض ہیں، باپ بیٹے کو ماں سے حسن سلوک بند کرنے پر مجبور کرتا ہے جبکہ درمیان میں کوئی شرعی مقاطعہ بھی نہیں، تو کیا بیٹے کے لیے باپ کے حکم سے ماں کے ساتھ حسن سلوک بند کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعت نے اولاد کے لیے والدین کو حسن سلوک اور تعاون میں برابر کے شریک قرار دیئے ہیں جبکہ بعض احادیث کی روشنی میں والدہ زیادہ حسن سلوک کی مستحق ہے، لہذا والد کے کہنے سے بیٹے کے لیے والدہ سے حسن سلوک سے پیش نہ آنا مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں کسی ایک کی تخصیص نہیں فرمائی ہے لہذا دونوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور فرمانبرداری کرنا ضروری ہے۔

لما قال الله تبارك وتعالى: وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا تِيًّا ۖ وَالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ (سورة بنی اسرائیل آیت ۳۱) لے

بلا کسی شرعی عذر کے والدین کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا

سوال :- ایک شخص اپنی بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص کی بیوی رہائش کے لیے علیحدہ مکان چاہتی ہے اور اپنے شوہر کے والدین سے جدا ہونا چاہتی ہے، تو کیا یہ شخص اپنی بیوی کی بات مان کر والدین سے جدا ہو جائے یا والدین کی بات مان کر بیوی کو طلاق دے دے؟

الجواب :- واضح رہے کہ ہر انسان پر والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا لازمی ہے اور حتی الامکان اپنے والدین کی فرمانبرداری کرنا ضروری ہے، لیکن بعض اوقات اگر والدین خواہ مخواہ سخت مزاجی سے پیش آئیں اور

لے قال الله تبارك وتعالى: فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ (سورة بنی اسرائیل آیت ۳۱)

بغیر کسی شرعی عذر کے بیٹے کو مجبور کریں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو والدین کی یہ بات نہ مانتے میں شرعاً کوئی مواخذہ نہیں اور جہاں تک مذکورہ معاملہ میں والدین کے مطالبہ پر بیوی کو طلاق دینے کا تعلق ہے تو شریعت نے عورت کو علیحدہ رہائش اور نفقہ کے مطالبہ کا حق دیا ہے اور اس کی حق تلفی کرنا گناہ ہے، لہذا بیوی کے حقوق پورا نہ کرنے میں والدین کی بات ماننا گناہ ہے اور معصیت خالق (نافرمانی) میں اطاعت مخلوق کی کوئی گنجائش نہیں لہذا شخص بذکور کے لیے بیوی کے حقوق پورے کرنا لازمی ہے اور اس کے والدین کو بھی نرمی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

لما فی الہندیۃ : تجب التکفی لہا علیہ فی بیت خال عن اہلہ و اہلہا الا ان تختار ذلک ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵۷ الباب السابع عشر فی التفقات الفصل الثاني فی التکفی)۔

**سوال :-** ایک آدمی اپنے بوڑھے اور ضعیف والدین کی نافرمانی بدترین جرم ہے والدین کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا بلکہ ان کی نافرمانی، توہین اور سب و شتم بھی کرتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** والدین کی نافرمانی اور ان کی گستاخی کرنا شریعت میں بدترین جرم اور دنیوی و آخروی تباہی و بربادی کا باعث ہے اور ان کی خوشنودی اور تابعداری جنت میں داخلے کا ذریعہ و سبب ہے، بلکہ حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت کو تحت اقدام الامتحانات قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی باپ کی خوشنودی سے جوڑ رکھی ہے۔ تو والدین کا نافرمان یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا مجرم ہے اور ایسا شخص سزا کے قابل ہے، البتہ دنیا میں زجر و سزا راٰی الامام کے حوالے ہے وہ جتنا اور جیسا مناسب سمجھے وہ ہی بہتر ہوگا۔

لہ قال علامۃ طاہرین عبدالرشید البخاری : تجب التکفی لہا علیہ فی بیت خال عن اہلہ و اہلہا الا ان تختار ذلک ۔ (علامۃ الفتاویٰ ج ۲ کتاب النکاح الفصل الخامس عشر فی الخطر والامۃ) ومثله فی الحانیۃ علی ہامش المہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۲ باب التفقۃ ۔

لما قال الله تعالى: وَلَا تَقْتُلْ لَهْمَا أُيَّةٌ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهْمَا قَوْلًا  
كَرِيمًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۷) ۱۷

علم دین کے حصول کے لیے والدین کی اجازت کا حکم | سوال: ایک شخص کو علوم دینیہ حاصل کرنے

کا بڑا شوق ہے، جبکہ اس کا کچھ نہ کچھ کاروبار بھی ہے اور کاروبار کے علاوہ بھی اُسکی مالی حالت اچھی ہے، تو کیا یہ شخص بلا اجازت والدین حصول علم کے لیے جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور نکلنے سے والدین کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق علم دین کا حصول ہر مسلمان مرد و عورت کی ذمہ داری ہے، کم از کم اتنا علم ہو کہ دین کی بنیادی ضرورتوں سے آگاہ ہو سکے اور اس کے لیے والدین کا منع کرنا کوئی شرعی عذر نہیں بلا اجازت والدین بھی بالغ بیٹا حصول علم کے لیے سفر کر سکتا ہے اور صورت مذکورہ میں والدین کے ضعف اور محتاج نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیٹا عاق اور نافرمان بھی نہ ہوگا

لما فی الہندیۃ: رجل خرج فی طلب العلم بغیر اذن والدیہ فلا یأس بہ  
ولم یکن ہذا عقوباً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۷۱ الباب السادس  
والعشرون فی الرجل یشرب الی السفر... الخ) ۱۷

۱۷ لما ورد فی الحدیث: عن ابی بکرۃ (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کُلُّ الذَّنُوبِ یَغْفِرُ اللہُ مَتَهَا مَا شَاءَ مَا لَا عَقُوقَ الْوَالِدَیْنِ فَانْهَ یُعْجَلُ لِصَاحِبِهِ فِی الْحَیْوۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

(مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۲۱ باب البر والصلۃ)  
وَمِثْلُهُ رَوَاهُ النَّسَیُّ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۲۱ باب البر والصلۃ)  
۱۷ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ: ولو خرج لطلب العلم بلا اذن ابویہ لا یشیر عاقاً کما ذکرنا فی الخزائنۃ۔ (علامۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۷ کتاب الکراہیۃ)

وَمِثْلُهُ قَالَ الْعَلَمَةُ شَبِیرُ أَحْمَدَ الْعُثْمَانِیُّ فِی الْفَقْرِ الْمَلَمِّ ج ۱ ص ۲۵۲ باب الکبائر واکبرہا۔

کسی مسلمان کو بُرے القابات سے پکارتا | سوال: اگر کوئی شخص بلا کسی شرعی وجہ کے دوسرے مسلمان کو فاسق اور

فاجر کے القاب سے متہم کرے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟  
الجواب:- ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت اور آبرو کی حفاظت لازمی ہے اور ایسے بُرے القاب اور یہودہ کلمات جن سے مسلمان کی عزت پر حرف آتا ہو، اس سے بھی پرہیز از حد ضروری ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایسے فسق و فجور والے القابات سے کسی کو متہم کرنے سے منع فرمایا ہے، کسی مسلمان کو فاسق اور فاجر کہنے والا شخص قابلِ تعزیر ہے، اس بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ مزا حاکم کی صوابدید پر مبنی ہے وہ جیسا مناسب سمجھے سزا دے سکتا ہے البتہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں، اور اگر واقعی یہ فاسق اور فاجر ہو تو یہ بہت بُرا کام ہے لیکن ایسا کہنے والے پر تعزیر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

لما قال الله تبارك وتعالى: وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأَسْمُ الْفُسُوقَ بَعْدَ الْإِيمَانِ۔ (سورة الحجرات آیت ۱۲) لے

مسلمان کی توہین اور استہزاء کرنا | سوال:- ایک شخص بلا کسی وجہ کے مسلمان

ان کا تمسخر اڑاتا ہے، ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟  
الجواب:- قرآن و حدیث کی رو سے ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا استہزاء اور تمسخر کرنا سخت گناہ ہے، خواہ عالم ہو یا جاہل ہو، گناہ کار ہو یا پرہیزگار، اس کا مذاق اڑانا شرعاً ممنوع ہے۔ سورة الحجرات میں جو اخلاقی تعلیمات بیان

لے قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: لو قال لا خير يا ديوت يا فاسق يا فاجر لا يجب الحد لكن يعزره هذا اذا قال للصالح اما اذا قال للفاسق يا فاسق حذف يسير لا يجب شيء واختيار التعزير الى رأى الامام من واحد الى تسع وثلاثين۔

(مخلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الحدود)

ومثله في بدائع والصنائع ج ۲ ص ۶۲ کتاب الحدود۔



کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی مسلمان کا مذاق نہ اڑایا جائے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دے کر اس کے مسخر اور مذاق سے منع فرمایا ہے، ایسے شخص کے لیے بروز قیامت سخت سزا ہوگی۔

قال الله تبارك وتعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ۔

(سورة الحجرات آیت ۱۱) ۱۱

**استمناء بالید کا حکم** | سوال ۱۔ استمناء بالید رہا تو سے جنسی تسکین حاصل کرنا کہ مرتکب کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

**الجواب:** قرآن و سنت کی تصریحات کے مطابق استمناء بالید بدون عذر شدید کے حرام و ناجائز ہے اور ایسا کرنے والا مستحق تعزیر ہے تاہم اگر کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اھوں البیتین کی رو سے رخصت کا امکان ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: الاستمناء حرام وفيه التعزير۔ وقال العلامة ابن عابدین: وتحت قوله الاستمناء حرام ای بالکف اذا كان الاستغلاب الشهوة اما اذا غلبته الشهوة وليس له زوجة ولا أمة ففعل ذلك لتسكينها فالرجاء انه لا وبال عليه۔  
(رد المحتار ج ۴ ص ۲۷۷ کتاب الحدود، فصل في التعزير) ۱۲

۱۔ لما ورد في الحديث، عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تعاسدوا ولا تباغضوا ولا تتباغضوا ولا تباروا ولا يبيع بعضكم على بعض وكونوا عبادا لله اخوانا المسلم اخ المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره التقوى ههنا ويشير الى صدره ثلاث مراتب يحسب امرء من الشر أن يحقر أخاه المسلم كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه۔

(الصحيح المسلم ج ۲ ص ۳۱۱ باب تحت ظلم المسلم)

۲۔ قال العلامة السيد محمود الآلوسی: وكذا اختلف في استمناء الرجل بيده ويسمى التخصفة وجلد غيره فجمهور الائمة على تحريمه وهو عندهم داخل فيما وراء ذلك قال ابن الهمام: يحرق فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء الا يعاقب۔ (روح المعاني ج ۸ ص ۱۸۱ سورة المؤمنون)

ومثله في تفسير المظهر ج ۷ ص ۳۶۵ سورة المؤمنون۔

**ہاتھ پاؤں پھونسنے کا حکم** | سوال :- کسی قابل تعظیم شخص کے ہاتھ پاؤں چومنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قابل تعظیم شخصیات کی دست بوسی میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ بوسہ دیتے وقت رکوع یا سجدہ کی کیفیت پیش نہ آئے۔

لما قال العلامة الحصکفی: (ولا بأس بتقبیل ید الرجل (العالم) المتوسر علی سبیل التبرک۔ الدر المختار علی مدرد المحتار ج ۶ ص ۳۸۳ کتاب الخطر والاباحۃ، فصل فی الاستیوار وغیرہ) لہ  
**کفار سے مصافحہ کرنے کا حکم** | سوال :- آج کل مسلمان حکمران غیر ملکی دورے کے دوران وہاں کے کفار سے مصافحہ کرتے ہیں، تو کیا اسلام میں کفار سے مصافحہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کفار کی عزت و حریم کی نیت سے ان سے مصافحہ کرنا ایمانی غیرت کے منافی ہے، تاہم اگر مواسات کے درجہ میں ہو یا کفار کی اسلام میں رغبت کے لیے ہو تو ان سے ہاتھ ملانے میں کوئی حرج نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ ہاتھ ملاتے وقت السلام علیکم نہ کہا جائے۔

لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: ویکرہ مصافحۃ اہل الذمۃ۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۳۲ کتاب الکراہیۃ، نوع منہ فی السلام) لہ  
**مرشد کے قدموں پر گرنے کا حکم** | سوال :- بعض مریدین اور چھوٹے اپنے بڑوں یا مرشد سے ملاقات کرتے وقت ان کے قدموں پر گر جاتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

لہ لما رواہ الامام محمد بن اسماعیل البخاری: عن صہیب قال رأیت علیاً یقبل ید العباس ورجلیہ۔ (ادب المفرد ص ۲۵۴ باب تقبیل الید والرجل۔  
ومثله فی البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۸ کتاب الخطر والاباحۃ۔  
لہ قال العلامة الحصکفی: کما کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی۔

(الدر المختار علی مدرد المحتار ج ۶ ص ۳۸۳ کتاب الخطر والاباحۃ، فصل فی البیع)

ومثله فی الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۸ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ الخ۔

الجواب ۱۔ ماسوی اللہ کے کسی کی ایسی تعظیم کرنا جس میں رکوع کی طرح جھکاؤ سمجھو  
بغیر اللہ کے مترادف ہے جو شرعاً ممنوع و ناجائز ہے، اس لیے فقہاء کرام نے اس قسم کی  
تعظیم کو مکروہ لکھا ہے۔

لما فی الہندیۃ : ویکرہ الانحناء عند التَّحیَّۃ و بہ ورد النہی ۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۶۹ الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک ص ۱۰

حشرات الارض کو جلانے کا حکم | سوال :- حشرات الارض یعنی کھٹل، پتو وغیرہ کو  
جلانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ذی روح اشیاء کو آگ سے جلانا یا ان پر گرم پانی ڈالنا ایک مکروہ عمل ہے  
اس لیے کہ تغذیب بالنار خالق حقیقی (اللہ تبارک و تعالیٰ) کا خاصہ ہے اس لیے اس عمل سے  
اجتناب ہی بہتر ہے۔

لما قال العلامة علی بن سلطان محمد القاریؒ، وأما فی شرعنا فلا یجوز احراق  
الحيوان بالنار الا با لاقتصاص وسواء فی منع الاحراق بالنار القمل وغیرہ للحدیث  
المشہور ولا یعذب بالنار الا الله تعالى۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۱۳۹ باب ما یحل اكله وما یحرم) ۱۰

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا | سوال ۱۔ مساجد میں گم شدہ اشیاء کا  
اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۱۔ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں، عبادت الہی  
کے علاوہ دوسرا کوئی بھی دنیاوی عمل کرنا سوء ادب ہے اور خصوصاً کسی گم شدہ چیز کے  
اعلان کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے منع فرمایا  
ہے، تاہم اگر کوئی چیز مسجد ہی میں گم ہوئی ہو تو اس کا اعلان کرنا مرتضیٰ ہے لیکن

لما قال العلامة عبد الرحمن بن شیخ محمد المدعو بشیخ زادة : ویکرہ الانحناء لانه یشبه فعل  
الجوس۔ (مجمع الانہر شرح ملتقى الاבעرج ۲ ص ۵۲۵ کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع) ۱

لما فی الہندیۃ : واحراق القمل والعقرب بالنار مکروہ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۶۹)  
الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراجات الخ

پھر بھی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

لما رواه الامام ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، عن شاذان بن الهاد انه سمع  
ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سمع رجلاً ينشد بضالة في  
المسجد فليقل لا ردها الله عليك فان المساجد لم تبين لهذا۔

(الصحيح المسلم ج ۱ ص ۲۱۱ باب نشد الضالة في المسجد) ۱۔

**مسجد میں سوال کرنے کا حکم** | سوال ۱۔ مسجد میں سوال کرنا اور سائل کو کچھ دینا  
جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب ۱۔** مساجد کی تاسیس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کی گئی ہے، اس لیے  
اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ دیگر اعمال کرنا مناسب نہیں، تاہم سائل کو بدوکان ایذا  
کے دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ مسجد کی ضروریات، مدرسہ اور جہاد وغیرہ کے لیے  
چندہ کرنا بھی مرنقص ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا مول کے لیے چندہ  
کرنا ثابت ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی: ويحرم فيه السؤال۔ وقال العلامة  
ابن عابدین: يكره اعطاء سائل المسجد الا اذا لم يتخطر قاب الناس في المختار۔  
والدر المختار على ص ۲۵۹ مکروہات الصلوة ۲۔

۱۔ قال العلامة محمد يوسف بنوی: وأما انشاد الضالة فله صوتان أحدهما وهي اقيم واشنع بأن  
يضل شيء خارج المسجد ثم ينشد في المسجد لأجل اجتماع الناس فيه ولثانية أن يضل  
في المسجد نفسه فينشد فيه وهذا يجوز اذا كان من غير لقط و  
شغب۔ رمعارف السنن ج ۳ ص ۳۱۳ باب جاء في كراهية البيع والشراء وانشاد الضالة الخ  
ومثله في سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۸ باب في كراهية انشاد الضالة في المسجد۔  
۲۔ قال العلامة علی بن سلطان محمد القاری، ويدخل في هذا كل أمر لم يبين له المسجد من  
البيع والشراء ونحو ذلك وكان بعض السلف لا يرى ان يتصدق على السائل المعترض في  
المسجد۔ رمرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۹۹ باب المساجد ومواضع الصلوة۔  
ومثله في الاختيار لتعليل المختار ج ۲ ص ۱۷۱ کتاب الكراهية۔ فصل الكسب۔

**مسجد میں سونے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! مسجد میں بلا عذر شرعی سونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- مساجد کی تائیس عبادت اور ذکر اللہ کے لیے کی جاتی ہے لہذا ان میں علاوہ عبادت اور ذکر اللہ کے اور کام مثلاً نوم (نیند) وغیرہ بلا عذر شرعی کے کرنا فقہاء کرام کے ہاں مکروہ ہے، تاہم اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر مسجد میں سو گیا تو اس میں کوئی قیاحت نہیں، البتہ مسافر، معتکف اور طلباء علوم دینیہ کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی، (یکرہ) واکل ونوم الا لمعتکف وغریب۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۱ ص ۶۶ مکروہات الصلوٰۃ)

لما ورد فی الحدیث: وعن ابن عمر قال کنا ننام فی المسجد علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابن ماجہ ص ۵۲ باب تنشید المساجد) لے  
**بار بار چھینک آنا** | سوال :- ایک شخص کو زکام لگا ہوا ہے اور بار بار اس کو چھینک آتی ہے، تو ایک دفعہ چھینک آنے پر اس کا جواب دینا تو سننے والے مسلمان کا حق ہے، لیکن اگر بار بار چھینک آئے تو کیا پھر بھی جواب میں یرحمک اللہ کہنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعت اسلامیہ میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق مقرر کیے گئے ہیں ان حقوق میں سے ایک چھینکنے والے کو الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا بھی ہے، لیکن اگر اس کو بار بار چھینکیں آتی ہوں تو تین دفعہ سے زائد پر جواب نہ دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، کیونکہ بار بار جواب دینے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔

لما قال الشیخ عبد الفتی المجدی الدہلوی، (تحت قولہ کنا ننام) وهذه رخصة لابن السبیل والمسافر فان ابن عمر ما كان له حينئذ اهل وامال غيره فیکره الاعتیاح بالنوم فيه (حاشیة ابن ماجہ ص ۵۱۵ باب تنشید المساجد)

ومثله فی مرقاة المفاتیح ج ۲ ص ۱۹۸، ۱۹۹ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ۔



لما فی الہندیۃ : فان عطس اکثر من ثلاث مرات فالعاطس یحمد اللہ  
کل مرۃ فمن کان بحضرۃ ان شتمت فی کل مرۃ فحسن وان لم یثمت  
بعد الثلاث تحسن ایضاً - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۶ الباب السابع  
فی السلام وتشمیت العطس) لے

زانی کا سوشل بائیکاٹ کرنا اور نماز جنازہ پڑھنے کا حکم | سوال ایک شخص

اجنبی عورت کو بغیر نکاح کے اپنے پاس رکھتا ہے جبکہ پودے معاشرے پر اس کی یہ بیح  
حرکت واضح ہے جبکہ اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اجراء حد مشکل ہے، تو ایسے  
حالات میں اس شخص کے ساتھ سماجی تعلقات قائم کرنے یا لین دین کرنے اور نماز جنازہ  
پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- بشرط صحت سوال اگر شخص واقعی زانی ہو اور محسن بھی ہو تو شرعی  
شہادت کے ثابت ہونے کے بعد قابل رحم ہے لیکن یہ رحم کرنا قاضی اور حکومت اسلامیہ  
کی ذمہ داری ہے عوام الناس کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اس سے مالی جرمانہ  
لینے کی عوام کو اجازت ہے، البتہ فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ اسلامی مملکت میں  
بسا اوقات مالی تعزیر (جرمانہ) کے بغیر کسی کی اصلاح ممکن نہ ہو اور قاضی مناسب سمجھے  
تو مالی تعزیر بھی دے سکتا ہے لیکن عوام کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے،  
عوام الناس کو چاہیئے کہ ایسے شخص کا بائیکاٹ کر کے اس سے تمام تر تعلقات اور لین دین  
بند کر دیں اور اس کے غم و خوشی میں بھی شریک نہ ہوں تاکہ وہ اپنے اس خلاف شریعت  
فعل کے ارتکاب سے باز آنے پر مجبور ہو، اور جہاں تک نماز جنازہ کا تعلق ہے  
تو علماء اہل سنت کے نزدیک ایک مسلمان گناہوں کا ارتکاب کرنے سے ایمان سے

لے قال العلامة طہر بن عبد الرشید البخاری : وفي العطاس فوق الثلاث ان  
شمتوه فحسن وان لم يفعلوا فلا بأس به والعاطس یحمد اللہ -

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۳۲ کتاب الکراہیۃ، نوع منہ فی اسلام)  
وَمِثْلُهُ فِي الْخَانِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهَنْدِيَةِ ج ۳ ص ۳۳۲ کتاب الکراہیۃ فصل التبیہ والتلیم الخ۔

خارج نہیں ہوتا خواہ کبیرہ گناہ ہوں یا صغیرہ! البتہ گنہگار اور قابلِ سزا ہے، مذکور صورت میں جنازہ بھی پڑھایا جائے گا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی کیا جائے گا۔

لما قال العلامة التمرقاشی: التعزیر هو التأدیب دون الحد۔۔۔ لا يأخذ مال فی المذهب۔ (توزیل الباعث علی مدرد المختار ج ۲ ص ۶۱ باب التعزیر) لہ

کسی کو ظلم و ستم سے بچانے کیلئے جھوٹ بولنے کا حکم | سوال ۱۔ اگر کسی ہو جبکہ کذب بیانی کے بغیر اس کا دفع ہونا ناممکن ہو تو اس کو ظلم و ستم سے بچانے کے لیے کذب بیانی کی شریعت میں اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب :- جھوٹ اور کذب بیانی ایک ایسی عادت ہے جو کہ ہر وقت ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور احادیث نبوی میں بھی اس کے بارے میں وعیدیں وارد ہیں۔ لیکن بسا اوقات اگر کسی انسان پر ظلم و ستم کا ایسا اندیشہ ہو کہ کذب بیانی کے علاوہ اس کی تلافی ناممکن ہو تو ایسے حالات میں تو یہ کرنا مباح ہے جو کہ حقیقتاً جھوٹ نہیں اگرچہ بظاہر جھوٹ ہی لگتا ہو یا دین پر چوٹ لگنے کا خطرہ ہو جبکہ ظاہری کذب بیانی کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہو تو ایسی صورت میں جھوٹ بولنا مخصص ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ: الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لآب عین الکذب حرام۔ (الدر المختار علی صدر مد المختار ج ۲ ص ۲۴ کتاب الخطر والاباحۃ، فصل فی البیع ص ۲۷)

لہ قال العلامة ملا علی القاری رحمہ اللہ: ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وان كانت کبیرۃ اذا لم يستعملها۔ (شرح الفقہ الاکبر الکبیرۃ لا تعزیر المؤمن عن الایمان) لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: جوز الکذب فی ثلاثۃ مواضع فی الصلح بین الناس و فی الحرب ومع امرئہ۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۶ الفصل الثالث فیما يتعلق بالمعاصی، کتاب الکراہیۃ)۔

ومثله فی البرازیلۃ علی هامش المہندیۃ ج ۲ ص ۳۹۵ ب لث ابنا الثانیما يتعلق بالمناہی۔

**زلزلہ کے وقت گھروں سے باہر نکلنا** | سوال :- بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ زلزلہ کے وقت کمروں اور گھروں سے فوراً باہر نکل آتے ہیں، کیا شریعت مقدسہ میں بوقت زلزلہ ایسا کرنا جائز ہے؟  
**الجواب :-** زلزلہ کے دوران چونکہ عمارتوں کے گرنے یا اور کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، اور اپنی جان کی حفاظت کرنا بھی انسان پر لازم ہے اس لیے اس لیے اسی اوقات میں گھروں سے باہر نکلنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے کیونکہ نہ نکلنے کی صورت میں اپنی جان کو ہلاکت اور خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

لما قال الله تبارك وتعالى: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرة آیت ۱۹۵)۔

**گلانے بجانے کو ذریعہ معاش بنانا** | سوال :- فحاشی اور بے دینی کے اس دور میں بعض لوگوں نے گلانے بجانے کو اپنا ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے یعنی فلموں اور ریڈیو وغیرہ کے لیے گلانے لکھ کر اور گانا بجا کر رقم حاصل کرتے ہیں، تو کیا گلانے بجانے کو ذریعہ معاش بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** گلانے بجانے کے ذریعے کمائی کرنا اور اس کو ذریعہ معاش بنانا جائز نہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، اس لیے گلانے بجانے سے دل میں سختی اور دین سے دوری پیدا ہوتی ہے لہذا اس کے ذریعہ کمایا ہوا مال حرام ہوگا۔

لما قال العلامة ابن الہمام رحمہ اللہ: ویکرة کسب المغنیة والناثجة کذا

لما قال العلامة ابن البزاز الکردی رحمہ اللہ: واذا تزلزلت الارض وهو فی بیتہ له الفرار الی الصحراء۔ وافتاویٰ البزازیة علی هامش الہندیة ج ۶ ص ۳۷۱ (الباب التاسع فی المتفرقات)

وَمَثَلُهُ فِی الدَّر الْمَخْتَارِ عَلٰی صَدْرِ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۶ ص ۴۶۱ کتاب الکراہیة۔

فی الجوامع الفقہ علی ان التغنی للہمو اوجع المال حرام۔ (فتح القدیر ج ۳، کتاب اکرامیہ) لے  
**بغیر طہارت کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا** | سوال ۱۔ ایک شخص نجاست چمکی سے  
 کے لیے وضو کیا جاتا ہے، تو کیا اس شخص کے لیے قرآن پاک کو چھونا جائز ہے یا نہیں؟  
 الجواب ۱۔ قرآن پاک چونکہ کلام الہی ہے اس لیے اس کا مقام و مرتبہ بھی بلند و  
 بالہ ہے اس کو ہاتھ لگانے کے لیے ظاہری اور باطنی ناپاکی دور کرنا ضروری ہے کیونکہ  
 قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ناپاک آدمی قرآن پاک کو مس نہیں کر سکتا  
 اس لیے بے وضو انسان کے لیے قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے، البتہ غلاف کی  
 موجودگی میں چھونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مصحف سے لگا ہوا غلاف نہیں بلکہ  
 وقایہ سے غیر محیط کپڑا مراد ہے۔

لما قال اللہ تبارک وتعالیٰ: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلُ مِثْقَلِ رَيْبٍ  
 الْعَالَمِينَ ۝ (سورة الواقعة آیت ۸۰، ۸۱) لے

**قاری یا سامعین تلاوت پر سلام کرنا** | سوال ۱۔ ایک قاری قرآن پاک  
 کی تلاوت کر رہا ہو اور لوگ اُس کے  
 ارد گرد بیٹھ کر قرآن پاک سن رہے ہوں تو کیا اُن کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور  
 حاضرین مجلس (سامعین) پر اس سلام کا جواب دینا لازم ہے یا نہیں؟  
 الجواب ۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مقامات میں افشاء السلام کی

لہ لما فی الہندیۃ: امرؤ ناثحۃ اوصاحب طبل او مزمارا کتسب مالاً.... با زاد الیناحۃ  
 .... او با زاد الغناء فکان الاخذ معصیۃ والسبیل فی المعاصی مردھا۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۹ ابنا الخامس عشر فی الکسب)

ومثله فی مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۹ کتاب الخطر والاباحۃ۔

لے قال العلامة ابن عابدین: ومثله ایّام القرآن ولوح اودرہم اوحائط  
 ..... الا بغلافہ۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۲ باب الحیض)

ومثله فی الفوائد العثمانیۃ ص ۱۲ للعلامة شبیر احمد عثمانی۔

تاکید فرمائی ہے لیکن بعض مقامات ایسے ہیں کہ ان میں سلام کرنا مکروہ ہے ان مقامات میں ایک مجلس تلاوت قرآن پاک بھی ہے قرآن پاک کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے تلاوت کے وقت سلام نہیں کرنا چاہیئے، اور فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ ایسی محفل پر سلام کرنے سے جواب لازم نہیں آتا۔

لما فی الہندیۃ : ویکرہ السلام عند قرأۃ القرآن جہراً وکن عند مذاکرۃ العلم وعند الاذان والاقامۃ والصحیح انہ لا یرد فی ہذا الموضع (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ صفحہ ۳۲۵ الباب السابع فی السلام)

**غائب کو سلام پہنچانے کا حکم** | سوال :- بسا اوقات کسی آدمی کے ذریعے غائب کو سلام بھیجا جاتا ہے تو کیا اس آدمی پر غائب کو سلام پہنچانا ضروری ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی کو سلام کہنا مسنون عمل ہے لیکن اس کا جواب دینا واجب اور ضروری ہے اور کسی کو اگر کسی غائب کو سلام پہنچانے کی ذمہ داری سونپی جائے تو اس پر سلام پہنچانا واجب ہے اور جس کو سلام پہنچایا جائے اس کو چاہیے کہ پہلے مبلغ سلام کو جواب دے اور پھر سلام بھیجنے والے کو سلام کا جواب دے یعنی جواب میں وعلیک وعلیہ السلام کہنا چاہیے۔

لما ورد فی الحدیث : عن اسماعیل عن غالب قال اتانا لجلوس بباب الحسن اذ جاء رجل فقال حدثنی ابی عن جدی قال بعثنی ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ائتہ فاقراہ السلام قال فایتہ فقلت انت ابی یقرئک السلام فقال علیک وعلی

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ : ویکرہ علی عاجز عن الترد حقیقۃً کاکلی او شرعاً مکصلاً او قاریءً ولو سلم لا یتحقق الجواب وهو الصحیح۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۵ صفحہ ۴۱۵ کتاب الخطر والاباحۃ) ومثلہ فی فتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیۃ ج ۳ کتاب الکراہیۃ فصل فی التبع والتیم۔



ابنک السلام۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۶۳ باب فی الرجل یقول فلان یقرئک السلام) لے  
**سوال**۔ بعض لوگ بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے اور یہ ان  
 کے سر نماز پڑھنا کی عادت ہوئی ہے، کیا ننگے سر نماز پڑھنا شرعاً  
 جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ اگر کوئی شخص محض سستی اور غفلت کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھتا ہو  
 اور ٹوپی یا پگڑی استعمال کرنے اور سر ڈھانپنے کا خیال نہیں رکھتا تو مکروہ ہے  
 البتہ اگر عاجزی اور تذلل کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس میں کوئی گراہت  
 نہیں اور اگر اس کام کو حقارت و نفرت کی نظر سے دیکھے تو اس کے بفر کا خطرہ ہے۔  
 لما قال العلامة الحصکفی: ویکره صلاته حاسراً ای کاشفاً رأسه  
 للتکاسل ولا بأس به للتذلل اما الالهانة بها فکفر ولو سقطت قلنسوته فاعادتها

افضل۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۲ مکروهات الصلوة) لے  
**سوال**۔ کیا مونچھوں کا حلق اولیٰ ہے یا انہیں کاٹ کر کم  
 کرنا اولیٰ ہے؟ بعض لوگ بلیڈ کے ذریعے کاٹنا مناسب نہیں  
 سمجھتے کیا یہ صحیح ہے؟

**الجواب**۔ مونچھوں کے بارے میں علماء کرام نے قصر اور حلق دونوں پر قول کیا ہے  
 حلق کرنے میں یا قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اکثر علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ کاٹنے  
 میں اتنا مبالغہ کیا جائے کہ گویا حلق نظر آئے، تو اس طرح کرنے سے حلق اور قصر دونوں پر

لے لما فی الہندیۃ: واذا امر رجلاً ان یقرء سلامه علی فلات یجب علیہ ذلك۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۶ الباب السایع فی السلام الخ)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۴ ص ۱۵۴ باب الْخَطَرُ وَالْإِبَاحَةُ۔

لے قال الشیخ ابراہیم الحبیبی: یکره ان یصلی حاسراً ای حال کونہ کاشفاً رأسه تکاسلاً  
 ای لاجل الکسل وبسببہ ان استقل لغطیته ولم یرها امرأً مہتماً فی الصلوة ولا بأس به اذا فعل  
 به تذلاً وخشوعاً۔ (حبیبی کبیر ص ۳۳۸ مکروهات الصلوة)

وَمِثْلُهُ فِي الْخَانِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۳۵ کتاب الصلوة فصل فی مکروہات الصلوة۔

عمل ہو جائے گا۔

لما قال العلامة الشیخ احمد الطحاوی: ویستحب احفاء الشوارب ونراه افضل من قصها وفي شرح شرعة الاسلام - قال الامام الاحقاد قریب من الحلق - (الطحاوی ۲۸۷ باب الجمعة) لہ

**عورتوں کا سر کے بال کٹوانا** | سوال: مآجکل بعض فیشن ایبل عورتیں سر کے بال کٹواتی ہیں، تو کیا عورتوں کے لیے سر کے بال کٹوانا یا کم کروانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** عورتوں کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں سے مشابہت ممنوع قرار دی ہے، چونکہ سر کے بال کم کرنے یا کٹوانے کا معمول مردوں کا ہوتا ہے اس لیے عورتوں کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے حرام ہے، البتہ کسی بیماری یا عذر ہونے کی صورت میں عورتوں کے لیے بھی بال کاٹنے یا کم کروانے کی شرعاً اجازت ہے، حج اور عمرہ میں عورتوں کے لیے بھی قصر کی اجازت ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: واذا حطقت المرأة شعر رأسها فان كان لوجع اصابها فلا بأس به وان حطقت تشبيهاً بالرجال فهو مكروه -  
 (البحر الرائق ج ۸ ص ۲۵۸ کتاب الکراهية، فصل في البيع) لہ

لما في الهندية: ويأخذ من شابه حتى يصير مثل الحاجب... قص الشارب حسن..... وتقصيران يأخذ حتى تنقص من الاطار -

(الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۸ الباب التاسع عشر في الختان والحضاء)

ومثله في البحر الرائق ج ۸ ص ۲۵۸ کتاب الکراهية، فصل في البيع)

لما في الهندية: ولو حطقت المرأة رأسها فان فعلت بوجع اصابها فلا بأس به وان فعلت ذلك تشبيهاً بالرجال فهو مكروه -

(الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۸ الباب التاسع عشر في الختان والحضاء)

ومثله في الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۶ ص ۴۰ کتاب الخطر والاباحة -

**مغربی فیشن کے مطابق سر کے بال کٹوانا** | سوال :- اگر کوئی مسلمان اپنے سر کے بالوں کا بعض حصہ زیادہ کٹوائے اور بعض حصہ کم کٹوائے یا دیگر مغربی فیشن کے مطابق سر کے بال کٹوائے، تو کیا اس طریقے سے سر کے بال کٹوانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو سر کا حلق کیا ہے اور یا تین طریقوں سے یعنی وفرہ، لمہ اور جتہ، سر کے بال رکھے ہیں۔ لہذا اگر سر کے بعض بال زیادہ کاٹ دیئے جائیں اور بعض رکھے جائیں تو یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بہت کر غیر مسلم اقوام کا مشابہت ہے اس لیے ان غیر مسلم اقوام کی وجہ سے اس قسم کے بال بنانے سے اجتناب ضروری ہے۔

لما ورد فی الحدیث: عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فہو منهم۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳ کتاب اللباس) لے

**غیر ضروری بالوں کی صفائی کا حکم** | سوال :- زیر ناف بالوں کے ازالہ کے لیے مستحسن طریقہ کیا ہے؟

**الجواب :-** مرد و زن کے لیے کسی بھی طریقے سے اپنے بدن کے غیر ضروری بالوں کا ازالہ ضروری ہے، ان کے ازالہ کے لیے کسی دوائی یا آلہ کا سہارا لینا جائز ہے تاہم خواتین کے لیے انگلیوں سے نکلانا مستحسن ہے۔

لما قال العلامة ملاحی القاری: قالوا الاولى للمرأة النتف لانه أنطف وأبعد نفق الخیل من بقایا الخلق ولان شهوة المرأة أضغاث شہوات الرجل اذ جاء ان لها تسعاً وتسعين جزءاً منها وللرجل جزءان وثلثون يعضها والخلق يقويها فأمر كل منها بما هو انصب به۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۷۷ لے

لے لما فی الہندیۃ: ان السنة فی شعر الرأس اما الفرق واما الخلق وذكر لطحاوی ان الخلق سنة۔

رافتاوی الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۷ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء (

لے قال العلامة ابن عابدین: (قوله ويستحب حلق عانتہ) قال فی الہندیۃ ویبتدی من تحت السرة ولوعالج بالنورة یجوز، کذا فی الغرائب وفي الاشباہ والسنة فی عافة المرأة النتف۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۴۶ کتاب الخطر والایاحۃ، فصل فی البیوع)

**زیرِ ناف بالوں کی صفائی کی حد** | سوال :- از روئے شریعت زیرِ ناف بالوں کی کہاں سے کہاں تک صفائی کرنا ضروری ہے ؟

**الجواب**، عام شراح حدیث و فقہاء کے بقول شرمگاہ کے ارد گرد بالوں کا صاف کرنا ضروری ہے ناف تک صاف کرنا لازمی نہیں ہے ۔

لما قال الامام محی الدین ابوزکریا عیسیٰ بن شرف النوویؒ، المراد بالعانة الشعر الذي فوق ذكر الرجل وحواليه وكذلك الشعر الذي حول فرج المرأة ۔

(شرح صحيح المسلم للنووي ج ۱ ص ۱۲۸ باب خصال الفطرة) ۱۷

**زیرِ ناف بالوں کی صفائی کا مستحب وقت** | سوال :- زیرِ ناف بالوں کی صفائی کا مستحب وقت کیا ہے ؟

**الجواب** :- زیرِ ناف بال ہفتے میں ایک بار صاف کرنا مستحب ہے اور چالیس دن تک تاخیر کرنا مکروہ ہے ۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ: (ويستحب) حلق عانة وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل اسبوع مرة) والا فضل يوم الجمعة وبجاز في كل خمسة عشر وكراه تركه وراء الامر بعين . والظاهر على صدور المختار ج ۴ ص ۲۳۲ كتاب الخطر والاباحة فصل في البيع ۱۷

۱۷ قال الشيخ القاضي محمد بن علي الشوكاني رحمه الله: والمراد بالعانة الشعر فوق ذكر الرجل وحواليه وكذلك الشعر الذي حول فرج المرأة ۔

(نيل الاوطار ج ۱ ص ۱۲۳ باب الختان)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْمَلْهَم ج ۱ ص ۴۱۹ باب خصال الفطرة ۔

۱۷ وفي الهندية: والا فضل أن يقلم اظفاره ويحفي شاربه ويحلق عانة وينظف بدنه بالاغتسال في كل اسبوع مرة فان لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوماً لا يعذر في تركه وراء الاربعين فالاسبوع هو الا فضل والخمسة عشر الا وسط والاربعون الا بعد ولا عذر فيما وراء الاربعين ويستحق الوعيد ۔

(الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۵۴ الباب التاسع عشر في الختان والخصاء الخ)

ومثله في مجمع الانهر في شرح ملتقى الابحر ج ۲ ص ۵۵۶ كتاب الكراهية ۔

**پیدائشی طور پر مختون بچے کے ختنہ کا حکم** | سوال :- اگر کوئی بچہ مختون پیدا ہو یعنی اس کا حشفہ پوست سے باہر نظر آتا ہو اگرچہ

مکمل طور پر باہر نہ ہو تو کیا اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے گا یا نہیں ؟  
الجواب :- مختون بچے کے بارے میں اہل الرائے سے مشورہ کیا جائے، اگر اس کا مختون ہونا یقینی ہو تو دوبارہ ختنہ کرنا ضروری نہیں۔

لما قال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاري: الصبي اذا كانت حشفته ظاهرة ولا يمكن ان يمد جلد ذكره الا بتشديد وظهور حشفته بحاله لو راها انسان يربها صانته اختن لا يتشدد عليه ويترك ولا يتعرض - (خلاصة الفتاوى ج ۴ ص ۲۴۲ کتاب الکراهية، جنس آخر) لہ

**بعد البلوغ ختنہ میں شرمگاہ پر نگاہ پڑنے کا حکم** | سوال :- بالغ ہونے کے بعد ختنہ کرنے کی صورت میں نگاہ شرمگاہ

پڑنے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب :- ختنہ شعائر اسلام میں شمار ہوتا ہے جو شرعاً ہر مسلمان کے فتنے لازمی ہے، اس لیے ضرورت کے تحت ڈاکٹر یا حجام کی نگاہ کا عورت غلیظہ پر پڑنا مریض ہے۔

لما قال العلامة الكاساني: فلا بأس ان ينظر الرجل من الرجل الى موضع الختان ليختنه او يداويه بعد الختن - (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۵ ص ۱۲۳ کتاب الاستحسان) لہ

لہ وفي الہندیۃ: الصبی اذا لم یختن ولا یمکن ان یمد جلدہ لتقطع الا بتشدید وحشفہ ظاہرۃ اذا راہ الانسان یراہ کأنہ ختن ینظر الیہ الثقات واهل البصر من الحجامین فان قالوا هو علی خلاف ما یمکن الاختتان فأنہ لا یشدد علیہ ویترك۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۴ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء)

لہ قال العلامة ابن البرزازی الكردي: يجوز النظر الى فرج الرجل للختن۔

والفتاویٰ البرزازیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۶ ص ۳۴۲ کتاب الکراهية۔ الباب التاسع فی المتفرقات

ومثله فی رد المحتار ج ۶ ص ۳۴۲ کتاب الخطر والاباحۃ، فصل فی النظر والمس۔



چہرے کے زائڈ بال دور کرنے کا حکم | سوال :- چہرے سے داڑھی کے علاوہ  
 یا نہیں ؟

الجواب :- داڑھی کی حدود کے علاوہ چہرے کے زائڈ بالوں کے دور کرنے  
 میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے تاہم اس میں اتنا مبالغہ نہ کیا جائے کہ مخنث سے  
 مشابہت ہو جائے۔

لما قال العلامة ابن عابدین : ولا بأس بأخذ الحاجين وشعر وجهه ما لم  
 يشبه المخنث - (مراد المختار ج ۶ ص ۲۸۷ کتاب الخطر والاباحۃ ، فصل فی البیع )  
 سوال :- جناب مفتی صاحب ! شریعت مقدسہ میں  
 داڑھی رکھنے کی کوئی حد مقرر ہے یا نہیں ؟

الجواب :- داڑھی انبیاء علیہم السلام کی سنت قدیمہ ہے اور شعائر اسلام میں  
 اس کا شمار ہوتا ہے ، فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں داڑھی کا رکھنا واجب جس کی  
 مقدار ایک مشت ہے اس سے کم داڑھی رکھنا خلاف سنت ہے۔

لما رواه امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري : عن ابن عمر انه  
 كان يقبض على لحيته فيأخذ منها ما جاوز القبضة - (كتاب الآثار للإمام  
 ابو يوسف ص ۲۳۲ فی الخضاب والاخذ من اللحية ، رقم حدیث ۱۰۳۹) ۱۰

لما قال العلامة الاستاذ محمد الشهير بالطوري في تكملة البحر : ولا بأس بان يأخذ  
 الحاجين وشعر وجهه ما لم يشبه المخنث - (البحر الرائق ج ۸ ص ۲۸۷ کتاب  
 الكراهية ، فصل فی البیع )

لما قال العلامة علي بن سلطان محمد القاري : وفي الاحياء قد اختلفوا فيما طال  
 من اللحية ان قبض الرجل على لحيته وأخذ ما تحت القبضة فلا بأس به  
 وقد فعله ابن عمر من التابعين واستحبه الشعبي وابن سيرين -

(مرقاۃ المفاتیح ج ۸ باب الترحیل : الفصل الاول)

ومثله في كتاب الآثار للمحمد ص ۱۹۸ باب حف الشعر من الوجه -

**مصافحہ کے بعد ہاتھوں کو چومنا** | سوال :- جناب مفتی صاحب! بعض لوگوں کو

کے بعد اپنے ہاتھ چومتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ چومنا مکروہ ہے، شریعت مقدسہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

لما قال العلامة المحقق: وكذا ما يفعله الجهال تقبيل يد نفسها اذا لقي غيره فهو مكروه فلا رخصة فيه۔

رالد المختار علی ہامش رد المختار ج ۵ ص ۲۲۵ کتاب الکراہیۃ (

**بے دین خواتین سے پردہ کرنے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! بعض خواتین

اور دیندار گھرانوں میں اُن کے آنے جانے سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہر وقت رہتا ہے۔ تو کیا شرعاً اس بات کی اجازت ہے کہ دیندار گھرانوں کی باپردہ خواتین ان سے پردہ کریں؟

**الجواب :-** اسلام انسان کی عفت و عصمت اور عزت و آبرو کا خیال رکھتا ہے، اور جن عوامل سے اس کی عفت و عصمت پامال ہوتی ہو وہاں سے منع کرتا ہے، جیسا کہ دیندار اور باپردہ گھروں میں برے اور گندے اخلاق والی خواتین کے آنے جانے سے معصوم بچوں خصوصاً عفت مآب خواتین کے متاثر ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ لہذا فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے بے دین اور برے اخلاق والی عورتوں سے عقیف اور دیندار خواتین کو پردہ کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ، ولا ينبغي للمرأة الصالحة ان تنظر اليها المرأة الفاحشة لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها۔ رد المختار ج ۵ ص ۲۳۸ کتاب الخطر والاباحۃ۔ فصل فی البیج۔



## ٹیلیوژن کے برے اثرات اور مسلمانوں کی ذمہ داری | سوال و محرومی حضرت

یہاں کلیرنس سٹریٹ بولٹن یو کے میں گھر گھر دل بہلانے کے لیے ٹیلیوژن نصب ہیں جس کے پروگرام عموماً یہ ہیں کہ برہنہ یا نیم برہنہ لڑکیاں رقص و سرود کرتی ہیں۔ گانا بجاتا، بوس و کنار، دھینکا مستی اور فحاشی کی اشاعت ہوتی ہے، عیسائیت کا پرچار اور عالمی حسیناؤں کے انتخاب کے دھڑاٹے مناظر اور مختلف فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ غیر محرم مرد و عورتیں اور خاندان کے افراد باہر بیٹا، بہن بھائی، باپ بیٹی اکٹھے بیٹھ کر ان فلموں کے جیسا سوز مناظر کو دیکھتے ہیں، تعلیم اور دنیاوی روبا سب کاموں میں اس سے رکاوٹ اور پیداوار میں کمی واقع ہو رہی۔ رنگون کے ایک مفتی صاحب نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ آئینہ اب ہمیں اسکی شرعی حیثیت سے مطلع فرمائیں، ہم آپ کی تحریر کی کاپیاں سائیکلوٹائل کر کے انگلینڈ میں آباد تمام مساجد میں فریم کرا کے رکھ دیں گے تاکہ مسلمانوں کو انتباہ ہو سکے اور وہ اس کے برے اثرات اور تباہ کاریوں سے بچ سکیں؟

**الجواب:-** ٹیلیوژن کے بارے میں آپ کے خیالات بالکل صحیح ہے۔ تصویر پرستی اور تصویر کشی اسلام میں حرام ہے، پھر جبکہ ٹیلیوژن پر فحاشی اور عریانی کا غلبہ ہو تو اس کا نتیجہ سوائے اخلاقی بے راہروی، مادہ پرستی، خرافہ پرستی، بیچاری اور وقت ضائع کرنے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہو سکتا، خاص کر یورپی ممالک میں تو ایسی چیزوں کی ہلاکت آفرینی اور بھی زیادہ ہے۔ تصویر کشی غلط تاویلات سے جائز نہیں ہو سکتی اور نہ مرد و عورت کا نامحرموں کی طرف دکھانا وہ آئینہ یا تصویر کی شکل میں ہو جائز ہو سکتا ہے۔ | لخصاً اس کے مفاسد اور قلعہ یقینی ہیں اس لیے تمام مسلمانوں کو اس لعنت سے احتراز کرنا ضروری ہے، خصوصاً یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کی ذمہ داری تو بہت نازک ہے، ان میں سے ہر ایک کو اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور مبلغ بننا چاہیئے نہ کہ خود یورپی تہذیب میں ضم ہو کر اپنی اسلامی حیثیت ہی ختم کر دی جائے۔ افسوس کہ یہ برائی اب ہمارے ملک میں بھی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ افراد خانہ اور بیوی بچوں کے اخلاق اور نفسیات پر اس کے جو قبضے اثرات پڑ رہے ہیں پوری مسلم قوم اس سے غافل ہے۔ نتیجہ عام خرابی اور وسیع بربادی کی شکل میں ظاہر ہوگا مگر اس وقت تدارک انتہائی مشکل ہوگا۔

## ٹیلیوژن اور وی سی آر کا شرعی حکم

سوال: کیا ٹیلیوژن اور وی سی آر پر غیر محرم مرد و زن کو دیکھنا اور غیر محرم عورت کا نغمہ اور ترنم سننا اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے سرود سننا جائز ہے یا ناجائز؟  
الجواب: ٹی وی اور وی سی آر پر غیر محرم مرد و زن کو شہوت کے طور سے دیکھنا اور غیر محرم عورت کا نغمہ اور ترنم سننا اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے سرود سننا ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ جو شیطانی لذت اصل کو دیکھنے اور سننے سے حاصل ہوتی ہے تو اس جیسی لذت اس کے عکس اور صوت سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تصویر اور عکس میں فرق ہے، وہ یہ کہ جو شکل دھات، تار، رنگ، پلاسٹک وغیرہ ذی جرم اشیاء سے بنائی جائے اس کو تصویر اور صورت کہا جاتا ہے اور وہ قدرتی طور سے بقاء اور ثبات رکھتی ہے، اور جو شکل آئینہ وغیرہ سے تقابل کے وقت دکھائی دے اس کو عکس کہا جاتا ہے، یہ عکس صرف انتقالش ہوتا ہے ذی جرم اور ذی جسد نہیں ہوتا اور طبعی طور سے بقاء اور ثبات نہیں رکھتا بلکہ تقابل کے زوال سے وہ بھی زائل ہو جاتا ہے البتہ اس کو مصنوعی طور سے باقی اور برقرار رکھا جاتا ہے اور تصویر جیسا دکھائی دیتا ہے بلکہ عرف عام میں اس کو بھی تصویر کہا جاتا ہے، جیسا کہ عرف عام میں اصل آواز کے عکس اور آواز باز گشت کو مصنوعی طور سے باقی رکھنے کے بعد اصل آواز کہا جاتا ہے، اور شرعی اصول کی بناء پر صورت اور عکس میں دیگر فرق بھی موجود ہے وہ یہ کہ زندہ اور جاندار اشیاء کی تصویر کشی شرعاً ناجائز ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

جس نے کسی زندہ چیز کی صورت بنائی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو مکلف اور مجبور کرے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے اور وہ اس میں روح نہیں ڈال سکے گا۔

من صور صورة في الدنيا كلف يوم  
القيامة ان ينفخ فيها الروح وليس  
بنافع - صحيح بخاری ج ۲ ص ۸۸  
باب من لعن المصور

اور آئینہ وغیرہ کو دیکھنے سے عکس بنانا ناجائز نہیں ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھتے تھے۔  
فیض القدر میں بحوالہ سنن ابن ماجہ، طبرانی اوسط، بیہقی مسطور ہے:-  
کان اذا نظرت المرأة قال الحمد لله - | یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو اللہ کی حمد بیان کرتے۔

واضح رہے کہ عکس کی طرح بت اور تصویر کو دیکھنا بذات خود ناجائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (الاعراف ۷۷) | اور تو دیکھے کہ تیکتے ہیں تیری طرف اور حالانکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔  
بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:-

انہما اشترتا نمرقة فیہا تصاویر | یعنی عائشہ صدیقہؓ نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصاویر تھیں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہ لائے۔  
فلمّا دأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل۔ (صحیح بخاری ج ۲ باب ۸۸۱ من أید بئانیہ صوۃ)

تو ان دلائل کی رو سے عکس، تصویر، بت کو دیکھنا ممنوع نہیں ہے البتہ اگر ان کو دیکھنے میں مفسدہ موجود ہو، مثلاً یہ دیکھنا شیطانی تفریح اور شیطانی لذت حاصل کرنے کیلئے ہو تو ممنوع ہوگا، بخاری شریف کی ایک حدیث میں وارد ہے کہ:-

لا تباشرا المرأة المرأة فتنعتها لزوجها كأنه ينظر إليها۔ | یعنی کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ نہ لیٹے حتیٰ کہ اس کے بعد یہ عورت اپنے خاوند کو اس دوسری عورت کے اعضاء کی ترجانی کرے گویا کہ یہ خاوند اس کو دیکھ رہا ہو۔  
[صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۸ باب لا تباشرا المرأة لزوجها]

اس حدیث شریف کی روشنی میں جب بیوی کی ترجانی سے اس کے خاوند کے دماغ میں اس اجنبی عورت کی خیالی تصویر سے لذت حاصل کرنا شینع اور منکر ہو تو آنکھوں سے دکھاٹی دیتے والے عکس اور تصویر سے یہ لذت حاصل کرنا بطریق اولیٰ شینع اور منکر ہوگا، کیونکہ اس میں اس مفسدہ کا خطرہ زیادہ ہے۔

اور جب اجنبی عورت کا نغمہ اور ترنم سنا حرام ہے کیونکہ اس سے غیر محرم عورت کا



میلان پیدا ہوتا ہے تو اس کے نغمہ اور ترنم کا عکس سننا بھی حرام ہوگا کیونکہ یہ مفسدہ اور جاذبیت اس میں بھی موجود ہے اور یہی حکم ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے سرود کے عکس کے سننے کا ہے۔  
تو اس تفصیل کی بناء پر واضح ہوا کہ اگرچہ ٹی وی اور وی سی آر پر اصل شے نظر نہیں آتی بلکہ ان پر عکس دیکھا جاتا ہے جو کہ جدید صناعت کی وجہ سے قائم اور ثابت ہوتا ہے لیکن یہ عکس اصل کے اعضاء اور محاسن کی بلا خیانت ترجمانی کرتا ہے، اور اس عکس کے دیکھنے سے اصل کے دیکھنے کی طرح شیطانی لذت اور خواہش پوری کی جاتی ہے تو لازمی طور پر ان آلات پر صنف مخالف کے عکس کو دیکھنا ناجائز اور حرام ہوگا، اسی طرح غیر عرم عورت کے ترنم اور نغمہ کے عکس کا سننا اور سرود کے عکس کا سننا بھی حرام ہوں گے۔

**سوال : داڑھی کی مقدار مسنون اور اس کے بڑھانے کے بارہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟**

**الجواب :-** داڑھی کے مقدار کے بارہ میں بعض قوی اور مشہور روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احقوا الشوارب واعفوا الدخی۔ یعنی مونچھوں کو کٹو اور داڑھی کو بڑھاؤ ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۰۰ اس کے علاوہ ابن عمر کی دوسری روایت میں ہے عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفوا الدخی امام ترمذی نے دونوں روایات کو حسن و صحیح کہا ہے اور ان کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے احادیث داڑھی کے مقدار کے بارہ میں مطلق ہیں اور مطلق اعضاء بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے جس سے داڑھی لمبا کرنے کا مسنون اور یہ ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں امام ترمذی نے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأخذ من لحية من عرضا وطولها جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کو طول و عرض سے کٹواتے تھے کہ اس روایت کو امام ترمذی نے حدیث "غریب" کہا کہ اس کی سند پر جرح بھی کی ہے اس کے علاوہ خود ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابی ہریرہ کے بارہ میں بھی منقول ہے کہ وہ مٹھی سے زیادہ کٹواتے تھے (ابوداؤد و نسائی) ابن ابی شیبہ) بہر حال ان تمام روایات و اقوال کو سامنے رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اگر داڑھی کٹوانا چاہے تو مٹھی بھر سے زیادہ بال کٹوا سکتا ہے مٹھی سے کم کٹوانا بالاتفاق حرام ہے اور اگر مذکورہ بالا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے روایات پر عمل کرنا پسند کرے تو مٹھی سے زیادہ بڑھا سکتا ہے دونوں صورتیں سنت کے خلاف نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمحات شرح مشکوٰۃ میں مٹھی بھر سے زیادہ کٹوانے کے بارہ میں

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص وارث کو مٹھی سے زیادہ کٹا دے تو جائز ہے کیوں کہ ابن عمر سے ایسا ثابت ہے امام شعبی ابن سیرین بھی اس کو پسند کرتے تھے جس سے جائز ہونا معلوم ہوتا ہے دوسری طرف بعض سلف وارث بھی بڑھانے اور لمبا کرنے کو پسند کرتے تھے جیسے حسن بصری اور حضرت قتادہ نیز صحابہ کرام کے بارے میں بھی حضرت عثمان یہی منقول ہے یہاں تک کہ امام غزالیؒ نے خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں تصریح کی ہے کہ وہ کان یعنی لحيته و یاخذ شاربہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وارث بھی مبارک بڑھاتے تھے اور مومن محمد مبارک کٹواتے تھے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۸۳)

شیخ ابوبکر مالکیؒ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں ان ترك لحيته فلا حرج عليه -  
 و شرح ابوبکر مالکیؒ ج ۱ ص ۲۱۹

حضرت ملا علی قاری نے ابن الملک کی ایک روایت میں وارث بڑھانے کو مختار اور بہتر کہا ہے۔  
 قال ابن الملک اما لاجن من اطراف اللحية من طولها و عمر منها للتناسب فحسن  
 لكن المختاران لا ياخذ تنها شيئا رافع قوت المعتدى حاشية ترمذی ج ۲ ص ۱۱۱ اسی  
 طرح شاہ محمد اسحاق المحدث دہلوی کے بارے میں حاشیہ مذکور میں ہے قال عندی اخذ اللحية  
 ما فوق القبضة جائز لكن الا لوئی حوالہ تذکرہ - خلاصہ یہ کہ ان روایات و اقوال سے وارث بھی  
 کا بڑھنا اور لمبا کرنا ہی افضل اور بہتر و مسنون معلوم ہوتا ہے اور جن روایات سے مٹھی سے زائد  
 کٹوانا معلوم ہوتا ہے وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہیں روایات میں تعارض نہیں ہمارے حضرت الاساذ شیخ  
 التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اعفوا اللہ تعالیٰ کو اطلاق پر عمل کر کے اس کو بڑھانا  
 ہی افضل اور بہتر سمجھتے تھے اور مٹھی بھر سے زیادہ نہیں کٹواتے تھے کئی صحابہ و تابعین اور مشائخ کا نمونہ ان  
 کے سامنے موجود تھا۔ جس وجہ سے بعض علماء نے مٹھی بھر ہی کو قدر مسنون کہہ کر اسے افضل قرار دیا مگر  
 انہوں نے مٹھی بھر بڑھانے کو ناجائز نہیں کہا۔ والسلام

## عورتوں کے حقوق

اسلام کا طے اور مکمل نظام حیات ہے، اس میں ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، اور خصوصاً عورت کو تو اسلام نے وہ مقام دیا ہے جو اسے پہلے حاصل نہ تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ فتنہ و فساد اور بے حیائی کے روک تھام کے لیے ان کو پردے اور حجاب کا حکم دیا جو کہ موافق فطرت ہے۔ لیکن عصر حاضر میں یورپ جسے طرح دوسرے امور میں خلافت فطرت کام کرتا ہے اسی طرح عورتوں کے حقوق کے آٹھویں عورتوں کے غیر فطری آزادی اور بے حیائی کو عام کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ جبکہ بعض نام نہاد مسلمان بھی یورپ کے ذہنی غلامی سے مرعوب ہو کر اس نظریہ کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے ”عورتوں کے حقوق، آزادی اور بے حیائی کا مسئلہ“ کے عنوان سے ایک وقیع مضمون لکھا جو ماہنامہ الحق کی زیر نیت بنا۔ مضمون کے افادیت کے پیش نظر فتاویٰ حقانیہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

یورپ کی غلامی میں آکر جب عالم اسلام کے ذہن و فکر اور تہذیب و اخلاق کو اپنی پیٹ میں لے لیا اور جن دینی علمی اور اخلاقی فتنوں نے اسلامی تہذیب و معاشرت پر یلغار کی۔

مسادات مرد و زن۔ تہذیب مغرب کا اہم فتنہ | اس میں سرفہرست ایک اہم فتنہ تحریک آزادی نسواں اور مسادات مرد و زن ثابت ہوا، اسلام کے نظام سترو حجاب اور عورتوں کے مقدس اور محترم مقام و منزلت اور اس پر مبنی ایک پاکیزہ خاندانی نظام کو تہ و بالا کرنے کیلئے مستشرقین یورپ، غیر مسلم مصنفین اور ہمارے ہاں کی یورپی کو معیار حق و انصاف سمجھنے والے نام نہاد

مصلحین اور ترقی پسندوں نے اس نظام کو نشانہ تضحیک بنایا، مسلمانوں میں مغرب سے مرعوب اذہان نے مغرب کی بے میں بے ملائی کبھی تعدد ازواج کی سنسی اڑائی گئی، پردہ کو مشق تحقیق بنایا گیا اور کبھی مسلمان عورتوں کی مظلومیت اور قید و بند کا ماتم شروع کیا۔ اس طرح مسلمان عورت کی ایک نہایت بھیانک قابلِ رحم تصویر بنا دی گئی، برصغیر کے عہدِ غلامی سے طرح طرح کی آوازیں مٹتی رہیں۔

بے حیائی کا عروج | قیامِ پاکستان کے بعد عورتوں کی بے پردگی اور بے حیائی میں نہایت اضافہ ہوا، عورت کو اس کے مقامِ حیا و عفت سے ہٹانے کی سعی ہوتی رہی۔ مگر ایک دعوت اور تحریک کی شکل میں یہ کام بھی پچھلے دو ایک سال سے بڑی تیزی سے بڑھنے لگا پچھلے سال کو خواتین کا عالمی سال کہا گیا۔ پاکستان بھی اس مہم میں یورپی اقوام سے پیچھے نہ رہا یہاں تک کہ پاکستان کی اعلیٰ خواتین کے ایک وفد نے میکسیکو کی ایک تقریبِ خواتین میں شرکت کی جس میں پیشہ ور عورتوں نے پیشہ کو قانونی حق دینے اور ایک عورت کو کئی مردوں سے شادی نہ چاہیے جیسے مطالبے بھی کئے گئے۔ قومی اسمبلی میں خواتین کے عالمی سال کے متعلق ایک قرارداد پیش کی گئی اور سال بھر آزادی نسواں اور حقوقِ نسواں کی تائید میں تقریریں ہوتی رہیں۔

وزیرِ اعظم بھٹو کی دعوتِ بے حیائی | مگر اس مسئلہ کا نقطہ عروج وہ تھا جب پاکستان کے محترم وزیرِ اعظم نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مقدسہ سے متعلق کانگریس کی آخری تقریبِ کراچی کے استقبال میں دنیا بھر کے مفکرین کے سامنے پردہ کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا اور یہ ہماری رائے میں اس کانگریس کا خاتمہ نہیں سو د خاتمہ تھا۔ جب آپ نے فرمایا کہ ہمیں اقتصادی مشکلات کی وجہ سے پردہ جیسے فرسودہ خیالات پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ پھر جناب وزیرِ اعظم نے ایک اعلیٰ قدم اٹھانے ہوئے بلوچستان کی ایک تقریب میں عورتوں کو پردے سے باہر آجانے کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہ مساوات نہیں کہ عورتیں گھروں کی قید و قفس میں محصور رہیں، انہیں سیاسی اور اجتماعی میدانوں

میں سامنے آنا چاہیے اور یہ فرسودہ روایات ہیں۔ یہ صرف ایک رائے اور اظہارِ خیال نہ تھا، بلکہ ایک مسلم اور غریب و سوز قوم کو ملل و دعوت تھی، اور یہ سطور لکھتے وقت اسلام آباد میں عورتوں کی حیثیت کے بارے میں آری ڈی کے سینار میں صدرِ مملکت سمیت کئی اعیانِ سلطنت کے ایسے ہی خیالات اور بیانات سامنے آرہے ہیں۔ پس جب قوم کھلے دل سے ایک اہم مسئلہ پر اپنے عمائدین کے ایسے خیالات سن رہی ہے تو اسی طرح خدا و رسولؐ کی مسئولیت اور ذمہ داریوں کے ہمیشہ نظر ہمیں کچھ گزشتات پیش کرنے کا بھی حق ہے اور جب مسئلہ زیرِ بحث کا تعلق سیاسی نظریات اور سیاست سے نہیں، ملک کی اخلاقی، معاشرتی قدروں اور اسلام کے ایک مستقل نظامِ عصمت و عفت سے ہے تو ہر درد مند مسلمان کو قرآن و سنت کی روشنی میں اظہارِ خیال کا حق ملنا چاہیے اور کھلے دل سے اسے سننا چاہیے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت اور حقوق | اصول طور پر پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا واقعی اسلام میں عورت کی حیثیت اور حقوق کے تعلق کا مسئلہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور کیا واقعی اسلام نے عورت کو اس کا جائز مقام نہیں دیا اور یہ کہ اس بارے میں دشمنانِ اسلام کا بدوہ پیگنڈہ واقعی صحیح ہے؟ اس بارے میں ہمیں تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالنی ہوگی۔ اس بارے میں کیا عرب اور عجم اقوام و ادیانِ عالم کی تاریخ کا ایک ادنیٰ طالبِ العلم بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ دینِ فطرت اور دینِ رحمت تھا جس نے عورت کو تحتِ الشریٰ سے اٹھا کر اوجِ شرافت تک پہنچا دیا۔

ظہورِ اسلام سے قبل عورت کا مقام | ظہورِ اسلام سے قبل دنیا بھر کے اقوام و ملل اور انسانی رسوم و رواج میں عورت جس ظلم و ستم اور اتبدال و تحویر کی حالت میں مبتلا تھی اسے قرآن نے ایک اعجازی لفظ جاہلیتِ اولیٰ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ جاہلیت کیا تھی تاریخ شاہد ہے کہ اسے ایک بتذل چیز سمجھا جاتا تھا جانوروں کی طرح اس کی خرید و فروخت عام بات تھی وہ کسی چیز کی مالک نہ سمجھی جاتی نہ وہ اپنے مال و متاع میں مردوں کی مرضی کے بغیر کوئی تصرف کر سکتی تھی نہ وہ کسی کی



وراثت کی مدت اربعہ تھی نہ اسے کسی قسم کی وصیت کرنے کا حق تھا۔ اس کے قتل ہو جانے کی صورت میں ویت اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر نہ تھی۔ نکاح میں اس کی مرضی تو بڑی بات ہے مرد جب چاہتا اسے پیشہ کرانے پر بھی مجبور کر سکتا تھا۔

عورت اور جاہل اقوام کے نظریات | عورت کے بارہ میں جاہل اقوام کے عجیب روح فرسا نظریات تھے، روم جیسے تمدن اقوام میں ایک عرصہ تک سرے سے یہ مسئلہ بھی محل نظر رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا جانوروں کی طرح کوئی اور مخلوق۔ رومی ادوار میں اسے ایک نجس جانور قرار دے کر فیصلہ کیا گیا کہ اسے بات چیت کرنے کا بھی حق نہیں، باؤسے کٹے یا اونٹ کی طرح اس کے منہ پر غلاف باندھا جائے گا۔ مغربی اقوام میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ عورت ذی روح ہی نہیں اس بارہ میں یہ بھی اختلاف تھا کہ عورت عبادت اور بندگی کی اہلیت بھی رکھتی ہے یا نہیں بعض اقوام میں شہودوں کی طرح عورتوں کے پورے طبقہ کو مقدس مذہبی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کی قانونی ممانعت تھی۔ اس طرح ادائیگی عبادت کی بھی، کئی قبائل اور اقوام بلکہ خود سانحہ ادیان میں والد کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی بیٹیاں بیچ سکتا ہے یہاں تک کہ بعض عرب قبائل میں اسے بیٹی کو زندہ درگور کر دینے کا ”سماجی حق“ حاصل تھا۔ اور یہ کوئی معیوب بات نہ سمجھی جاتی۔

دوسری طرف اس جاہلی دور میں جسے جاہلیتِ اولیٰ اور تبرجِ جاہلیت میں اشارہ کیا گیا، عورت کو محض ایک آلہ تعیش اور ذریعہ استلذاذ بنا کر رکھ دیا گیا تھا اس کی حیثیت مردوں کی ایک شملات ایک وقت اور ایک مشترکہ قومی ملکیت کی تھی کہ وہ مردوں کے مفاد عامہ کی ایک مخلوق اور تفریح طبع کا ایک سامان ہے۔ اس کا فریضہ ہے کہ غلاموں کی مانند مردوں کے آرام و راحت میں لگی رہے، اور نت نئی اداؤں، عشوہ طرازیوں اور نمود و نمائش کے نئے نئے طریقوں سے مردوں کو سامانِ تسکین فراہم کرتی رہے، کئی جاہلانہ رسومات میں عورت کئی مردوں کی مشترکہ متابعِ نشاط بن سکتی تھی۔ شوہر کے ہوتے ہوئے اس کا عاشق بھی برابر کا مقدار سمجھا جاتا اور ایک مرد بلا لحاظ عدل و

انصاف اور بلا لحاظ تعداد جتنی بھی چاہے عورتوں کو نکاح یا تمتع میں رکھ سکتا تھا۔  
 عورت پر اسلام کے احسانات | اب اسلام نے اگر ایک طرف تو اس ضعیف و ناتواں  
 جسم سے ظلم و استبداد کی ساری بیڑیاں توڑ ڈالیں، اسے مقام انسانیت میں مردوں کے ہمسر  
 قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ - فَحُورٌ مَّرْجَانٌ**  
 فرمایا عورتیں مردوں کا جزواں نصیب ہیں۔ پھر اسے نہ صرف خطاباتِ خداوندی کا مملکت اور  
 مخاطب بنایا بلکہ یہ بھی کہ وہ عبادات کی اہلیت رکھتی ہے اور احکامِ دین کی تعمیل و امتثال میں  
 اجر و ثواب اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مردوں سے بھی سبقت لے جاسکتی ہے۔ **وَلْيَسِّرْ**  
**الذَّكْرَ كَالْأُنْثَىٰ**۔ قرآن کریم نے عبدیت و عبادات میں بڑا تفریق اگر مردوں کو مسلمین، مؤمنین  
 ثنائین، صاداتین، صابریں، خاشعین، متصدقین، صائمین، حافظین، ذاکرین کے خطابات دیئے تو  
 اسی کے ساتھ عورتوں کو بھی مسلمات، مومنات، ثنائات، صادات، صابرات، خاشعات،  
 متصدقات، صائمات، حافظات اور ذاکرات کے تینوں سے نوازا اور بلا امتیاز ایسے دونوں  
 طبقوں کو منفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی۔ **فَوَظَّيْنَاهُنَّ خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ الْمَرْءِ** اور رضوان و خوشنودی کی بشارت  
 دیتے ہوئے دونوں فریقوں کو کہا گیا، **وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ**  
**ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ**۔

دینی، دنیوی، انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ | اسلام نے نہ صرف اس کا حق ملکیت تسلیم  
 کیا بلکہ اپنے ماں و دولت میں ہر طرح جائز عقد و تصرف، بیع، شراء، عاریت، صدقہ اور ہبہ وغیرہ تھرتنا  
 کا اختیار دیا گیا اسے وصیت کرنے کا حق دیا میراث کا اسے مستحق قرار دیا۔ **وَلِلنِّسَاءِ**  
**نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ**۔ عورتوں کا والدین اور رشتہ داروں کی وراثت  
 میں حصہ ہے۔۔۔ دیت اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر ہے۔ انہیں قتل کرنا تو بڑی بات  
 مارنا بیٹنا بھی ممنوع ہے۔ ان کی پاکدامنی اور عفت پر غلط انگلی اٹھانے والے اور تہمت لگانے

و اے دنیا اور آخرت میں لعنت کے سزاوار ہیں اور انہیں عذابِ عظیم کی وعید ہے۔  
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْمَحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعَنُوا فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
 عَظِیْمٌ۔ (الآئیم) اگر چاہے تو اپنے شوہر کے غلط بہتان پر اس سے لعان کر سکتی ہے اور  
 اس سے الگ ہو سکتی ہے شریعت نے پاک دامن خواتین کی بہتان تراشی کی سخت سزا  
 حدِ قذف مقرر کر دی ہے۔ الغرض وہ ہر طرح اپنے جائز حقوق کا دفاع کر سکتی ہے۔ اسلام  
 نے اس کی انفرادی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ہر ناجائز بندش توڑ دی ہے۔ نکاح میں اسے  
 اپنی مرضی اور اختیار کا حق دیا گیا کہ جسے چاہے قبول کرے، چاہے مسترد کر دے۔ پھر اسلام  
 نے نکاح کی حدود بھی متعین کر دیں کہ وہ مالکیت اور ملکیت کا رشتہ نہیں زوجین کے باہمی  
 تعلق اور ربط کا نام ہے اس عقد سے وہ مرد کی غلام نہیں بن جاتی، بلکہ یہ ایک ایسی تمتی اور  
 معاشرتی ضرورت ہے جس کے مرد اور عورت دونوں محتاج ہیں۔ اور یہ دونوں کے فطری  
 تقاضوں کی تکمیل ہے۔ البتہ فریقین کی غلطی اور فطری ضرورتوں سے شوہر کو اس پر ایک گونہ برتری  
 حاصل ہے۔ ولله جلال علیہ من درجۃ۔ اور الشہ جال تو اُمون علی النسا۔  
 کہ اس میں عورت ہی کا تحفظ اور بھلائی ہے۔ اور اس ادنیٰ برتری کے صلہ میں بھی مرد کو مہر کا پابند  
 بنا دیا گیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس کی تمام ضروریاتِ زندگی نان و نفقہ اور لباس و سکونت کا بھی  
 ذمہ دار مرد ہی ہے خواہ عورت کتنی بڑی مالدار اور ذی استطاعت کیوں نہ ہو مرد طرح طرح کی مشقتیں  
 اٹھا کر اس کی اولاد کی ضروریات کی کفالت کا پابند ہے۔ اس کے علاوہ بھی مرد کو  
 ہر قسم کے حسن سلوک کی تلقین کی گئی۔ فرمایا دعا شہ وھت بالمعروف۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی سے بہتر ہے۔

حقوق والدین کی وصیت کی گئی تو بار بار ماں کے بارہ میں زیادہ تاکید کی گئی فرمایا جنت ماں  
 کے قدموں کے نیچے ہے، فرمایا جو شخص لڑکیوں کی کفالت کرے گا دوزخ کی آگ اس پر

حرام ہوگی۔ فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی بلوغت تک نگہداشت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ اتنا قریب ہوگا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں قریب ہوتی ہیں۔ فرمایا مَا احْرَمَ النِّسَاءُ الْاَحْصَاءُ وَلَمَّا هَا نَهْنُ الْاَلْثِيْثُ۔ عورتوں کی عزت و کرم شرف کا اور ان کی اہانت و تحقیر رذیلوں کا شیوہ ہے۔

اسی طرح تعدد و ازدواج میں جاہلیت کی غیر محدود تعداد اور مردوں کی کھلی چھٹی کو چار تک محدود کر دیا گیا اور یہ بھی اس شرط سے کہ جب عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔ اب مرد استطاعت مالی کے باوجود بھی چاہے تو چار سے زیادہ شادیاں نہیں کر سکے گا۔ اس طرح طلاق میں بے تکاشا اسرات اور دھاندلی کا سلسلہ تھا۔ اس اسراف اور اتہدال کو روکنے کے لئے مرد بہ طرح طرح کے قدغن لگائے گئے۔ فرمایا فان کسہتموهن فلعلى ان تکسوهن شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً۔ ان کے ساتھ نیکی کی معاشرت کرو۔ اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تب بھی تم کسی چیز کو ناپسند کرو گے اور خدا اس میں بہت بھلائی رکھ دے گا۔ پھر جو ع کی شکل میں اس مبنغوض الی اللہ عمل کی تظانی کا موقع بھی مردوں کو دیا گیا۔ اسلام سے قبل بیواؤں کی حالت نہایت قابل رحم تھی اسلام نے نہ صرف عقد بیوگان کو جائز قرار دیا بلکہ حضور اقدسؐ نے اپنے پہلے نکاح میں عمل نمونہ پیش فرمایا اور بیواؤں کی مشکل حل کر دی گئی۔ عورت کو یہ حق بھی اسلام نے بخش دیا کہ وہ نکاح کی شکل میں اس باہمی معاہدہ کو با امر مجبوری اور نامساعد حالات میں فریقین کی مرضی سے نسخ اور منسوخ بھی کر سکتی ہے۔ الغرض دنیا کا کوئی دستور و نظام اور رسم و رواج ایسا نہیں جس نے عورت کو وہ مقام دیا ہو جو اسلام نے دیا۔

عورت کی عظمت و آبرو کا احترام | اسی طرح عورت کی اُس بے کسی کا معاملہ ہے جسے قرآن نے جاہلیتِ اولیٰ سے تعبیر کیا ہے جس میں عورت ایک بازیچہٴ اطفال اور کھلونابن کر رہ گئی تھی۔ اور اس وجہ سے یہ صورتِ حال خانگی اور تمدنی زندگی کے درہم برہم ہو جانے اور معاشرہ کی تباہی کا باعث بن رہی

تھی۔ اسلام نے ان حالات کو اس طرح ختم کر دیا کہ مرد کی دست درازیوں اور شیطان صفت انسان نمودندوں سے اس کی حفاظت کے تمام وہ طریقے اختیار فرمائے جو عورت کو اس کی حیثیت اور مقام سے بٹانے والے تھے خواہ وہ عمل و جوبات تھے یا نظریاتی یا پھر تصوراتی ہی کیوں نہ تھے۔ اسلام نے اسے حفاظت کے قابل ایک بیش بہا خزانہ ایک قیمتی اور انمول موتی اور ایک نازک آگینہ قرار دیا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، ان المرأة عورة مستورة (فی ہدایۃ خدر محمد رؐ) فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔ ”بلاشبہ عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے جب وہ باہر نکل جاتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے کہ اب کسی کو دام میں پھنساؤں گا“

مردوں کو انہیں بری نگاہ اٹھانے سے بھی روکتے ہوئے غضبصر کا حکم دیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، زنا العین النظر۔ نگاہ بازی آنکھ کا زنا ہے کہ جیسی نگاہ ہو ویسے اس کے اثرات ہوتے ہیں۔

آزادی نسوان تہرج جاہلیت کا دوسرا نام | مگر آج کا یہ دور آزادی نسوان اور حقوق اور مسافات کے نام سے اس مقدس اور محترم منصب نازک کو دوبارہ اسی جاہلیتِ اولیٰ کی طرف لوٹانے کی سعی مذموم کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی یہ شرافت مآب دولت اور قیمتی خزانہ پھر ایک بار گھر کی دہلیز سے نکل کر سرباز ارتماشاٹے عالم بن جائے۔ رونق خانہ بننے کی بجائے شمع محفل ہو، آلات و صنائع اور حقیر سے حقیر مصنوعات کی شہیر کا ذریعہ بن جائے۔ وہ سیرگاہوں، پارکوں، ہوٹلوں، کلبوں، مجلسوں، بلبوسوں، اسمبلیوں اور عدالتوں، کارخانوں اور فیکٹریوں، ٹھیٹروں اور سینماؤں، مرکسوں اور سیلوں میں اور سیاست کی اسٹیج پر پھٹکتی ہوئی، رسوا ہوتی ہوئی، مشتقیں اور مصیبتیں اٹھاتی ہوئی مردوں کی نشانی طبع کا سامان بن جائے اور یہ وہی قاسقانہ تہرج، جاہلیتِ اولیٰ (جاہلیت کی نمود و نمائش)



ہے جو اس آگینہ عصمت و سیاہ کو سر بازار پاشش پاشش کرنا چاہتی ہے۔  
 آزادی نہیں غلامی کی دعوت | یہ دعوت و تحریک اسے مرد کا کھلونا اور لعبۃ لاعیبی بنانے  
 کی دعوت ہے۔ یہ دعوت درحقیقت عورت کی آزادی کی نہیں اسے پھر سے غلام اور بیس  
 بنا دینے کی دعوت ہے۔ اور جاہلیت کی وہی شکل ہے جسے اسلام نے تہ و بالا کر کے رکھ  
 دیا تھا۔ اس صورت حال کا جاہلیت ماضی سے موازنہ کیجئے تب حضرت عمرؓ کے اس ارشاد  
 کی قدر و قیمت معلوم ہو سکے گی۔ فرمایا اس عظیم مصلح اور مفکر اور سیاست دان اسلام نے:  
 اِنَّمَا تَنقِصُ عُرَى الْاِسْلَامِ عُرْوَةُ عَرْوَةً اِذْ نَشَأَ فِي الْاِسْلَامِ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْجَاهِلِيَّةَ  
 فَيُخْشِصُ الْاِسْلَامَ فِي رَسْمِهِ، ہوئے جاہلیت کے طور طریقوں سے ناواقف ہے۔ اس  
 سے خطرہ ہے کہ وہ اسلام کو ایک ایک کڑی کر کے توڑ بیٹھے۔

اسلام کا نظام عفت و عصمت | اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو کیسے اس جاہلیت  
 ادنیٰ کی ظلمتوں سے نکال کر نور کے اجالوں میں کھڑا کر دیا اسلام نے عورتوں کے حقوق کی رعایت و  
 نگہداشت، عصمت و عفت کی حفاظت، تہذیب و تربیت کا ایک ایسا مستقل نظام پیش فرمایا  
 جو اصول و جزئیات، جلی اور خفی، علمی اور فطری، جلی اور خیالی، تمام گوشوں پر ایسا حاوی ہے کہ اس  
 نظام عصمت پر فحشاء اور فواحش کا سایہ تک بھی نہیں پڑ سکتا۔ دوائی اور اسباب فحاشی کو بھی  
 فواحش کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خیال اور تصور کی لامحدود وسعتوں کو بھی عصمت و  
 عفت کے دائر میں محدود و محصور کر دیا گیا ہے۔ اس نظام میں حالات و مصلح، علل و  
 بواعت اور جلی اور فطری تقاضوں کی ہر طرح رعایت رکھی گئی ہے جس کے بغیر نہ سیاست  
 مدنیہ درست ہو سکتی ہے نہ تہذیب اخلاق ممکن ہے نہ تدبیر منزل کا رگ ہو سکتی ہے۔ اور جس  
 کے بغیر ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر، اخلاقی قدروں کی حفاظت، خاندانی نظام کا قیام و استقام  
 اور تہذیب و تمدن کا کوئی مثالی نمونہ قائم کرنا قطعی ناممکن ہے۔ آئیے ہم اس سلسلہ میں

قرآن و سنت پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ مرد و زن کا خالق حکیم خداوند کریم اور بنی نوع انسان کے رحمت مجسم نبی الرحمة علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری رہنمائی کس طرح فرمائی ہے۔ اس کے بعد ایک انصاف پسند اور جو یائے حق طبیعت خود پہلے کر سکتی ہے کہ خدا اور رسول کا منشاء کیا ہے؟  
پیرہہ کے احکام ارشادِ ربانی ہے:-

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرِّجْنَ  
 تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ -  
 اور گھروں میں ٹھہری رہو اور پھل  
 جاہلیت کی زینت اور نمائش ترک  
 کر دو۔

چلتے پھرتے پابندی عائد کی کہ وہ ایسے لباس میں رہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ اور عضو نہ کھلے اور نہ مخفی محاسن کی نمائش ہو۔ فرمایا:-

وليض بن بنمہن علی جیو بیہن اپنے سینوں اور گریبانوں پر دوپٹوں کا انچل ماریں۔  
 دوسری جگہ ازواج مطہرات، بنات اطہار اور تمام مسلمان خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-  
 یدین علیہن من جلابیہن وہ لیبی چادریں اپنے اوپر ڈھانک لیں۔  
جلباب مفسرین نے جلاب کی تفسیر میں لکھا ہے:-

هو الاء فوق الخمار۔ جلاب دوپٹے کے اوپر اوڑھنے والی لیبی چادر کا نام ہے۔  
 حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں، تغطي ثغرة نحرها بجلبابها تدنيه عليها۔ وہ اپنے سینہ کو اوپر تک ڈھانپ لیتی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: الذی یستر من فوق الی اسفل۔ وہ کپڑا جو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لے۔

اس آیت کا مفہوم صحابیاتؓ نے ہی سمجھ لیا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں انصاری عورتوں پر خدا رحم کرے کہ انہوں نے حکیم حجاب ستا تو بڑی چادروں کو پھاڑ کر اپنے اوپر لپیٹ لیا۔

شققن مس وطہن فاعتجنن منها اب اگر دینی اور دنیوی ضرورت کی وجہ سے انہیں باہر نکلنا بھی پڑ جاتا تو بقول حافظ ابن حجرؒ - فقد کت یعجن ویطقن وھن مستترات الابدان حضورؐ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات حج اور طواف بھی کرتیں تو اپنے جسموں کو ڈھانپے ہوئے ہوتیں۔ ایک اور موقعہ پر جسم کی عام زینتوں کو چھپائے رکھنے کے لئے مزید تاکید کی حکم دیا گیا۔ فرمایا:-

قل لیسومنات یغضضن من	مومنات کو حکم دو کہ نگاہیں نیچی رکھیں
ابصارھن ویحفظن فروجھن	شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اپنے
ولایسدین زینتھن الا ما ظہر	بناؤ سنگھار کو نہ کھولیں مگر یہ کہ
منھا۔ (الایہ)	بجبوری اود اور بلا قصد خود ظاہر ہو

جائے۔ اس پر وہ اس میں گرفت نہیں۔

اس پردہ اور حجاب کا مزید واضح اور غیر مبہم حکم ان الفاظ میں دیا گیا۔

آیت حجتا | وَاِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُوهُنَّ مِمَّا دَرَأَتْ حِجَابٌ۔ بغیر ضرورت کے پردہ کے پاس بھی مت آؤ۔ اگر بجبوری کوئی ضرورت پڑ جائے تو گھر میں جھانکنے اور داخل ہونے کی بجائے پس پردہ مانگ لیا کرو۔ گویا گفتگو بھی پس پردہ ہوگی اور ضرورت بھی بڑے بڑے معاملات تجارتی لین دین کی نہیں، دوکانوں اور سٹوروں میں ماڈل گرل بن کر تجارت کے سودے چکانے کی نہیں ہٹ پاتھوں پر اور سرکسوں سے باہر ڈگڈگی بجا کر لوگوں کو کھینچنے کی نہیں بلکہ صرف کوئی معمولی چھوٹی موٹی چیز جسے لفظ متاعاً میں اشارہ ردیا۔

حایبان بے پردگی کی منالطہ انگیزی | اس آیت حجاب کا مقصد واضح ہے کہ اجنبیوں کیلئے نہ صرف عورت کا عام جسم بلکہ اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں بھی حجاب کے حکم میں شامل ہیں۔ بعض روایات میں آیت بالا کے استثناء الا ما ظہر منھا۔ کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ اس جملہ سے چہرہ، ہاتھ

اور پاؤں مستثنیٰ کر دیئے گئے کہ عورت ان اعضاء کے چھپانے کی پابند نہیں ایسی روایات کو مخالفین پر وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں بے پردگی کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے، حالانکہ یہ ناجبھی ہے یا جان بوجھ کر دجل و تبلیس سے کام لیتے ہوئے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ ان تمام روایات و نصوص کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن میں ہاتھ پاؤں اور پہرہ کے ڈھانپنے کا صریح حکم دیا گیا ہے۔

ستر اور حجاب میں فرق | حالانکہ درحقیقت دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں دونوں اپنے اپنے دائرہ میں واجب العمل ہیں۔ ایک کا دائرہ ستر اور دوسرے کا حجاب ہے۔ ایک ہے ستر عورت اور ایک ہے حجاب یعنی مردوں سے پردہ کرنا۔ ستر عورت مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرض ہے۔ مرد کے جسم کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ یعنی وہ یہ حصہ جسم کا کسی کے سامنے نہیں کھولے گا۔ جسم کا اس کے علاوہ حصہ ستر سے خارج ہے۔ اور عورت کا جسم کا ستر والا حصہ اتنا نہیں بلکہ گردن سے لے کر سینہ، پیٹ، پیچھ، رانیں، ٹانگیں، بعد ٹخنوں اور گڑھے تک چھپائے رکھنا فرض ہے جس طرح مرد جسم کا حصہ ستر، نہ گھر میں کسی کے سامنے کھولے گا نہ باہر، خواہ اس کا والد بھائی، بیٹا کیوں نہ ہوں، اسی طرح عورت اپنے جسم کا مذکورہ سارا حصہ اپنے گھر میں محارم سے بھی چھپائے رکھے گی، البتہ چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کا چھپانا باپ بھائی بیٹے اور محارم سے چھپانا ضروری نہیں، اگر ان تین اعضاء کے علاوہ اکیلے میں بھی نماز کے دوران چوتھائی حصہ جسم کا کھل گیا یا مرد کے حصہ ستر کا ایک چوتھائی بھی کھل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ وہ حقیقی ستر ہے جو بذا حق مردوں عورتوں پر یکساں لازم ہے، فرق ہے تو جسم کی حدود ہیں۔ اور جس طرح مرد اپنے ہم جنس مردوں سے لمبی حصہ ستر چھپانے کا پابند ہے اسی طرح عورت اپنی ہی ہم صنف عورتوں سے بھی سولے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے باقی سارا جسم چھپائے رکھے گی، یہاں تک کہ بلا ضرورت تنہائی میں بھی مرد یا عورت کو ستر کے حصے کھولنا مکروہ ہے۔ اور ایک ہے حجاب یعنی تمام اجنبی مردوں سے

پردہ جو صرف عورتوں پر لازم ہے، مردوں پر نہیں۔ اس میں سر سے پاؤں تک بشمول چہرہ سارا حصہ ڈھانپنا ضروری ہے، حجاب اور ستر کے مختلف دائروں کو غلط ملط کر کے بے پردگی کا جواز نکلنے والے عموماً دھوکہ دیتے ہیں، اگر چہ پردہ اور ہاتھ پاؤں ستر نہ ہوتے تو پس پردہ گفتگو یعنی من وراء حجاب کے قہد لگانے کی ضرورت نہ ہوتی نہ ادناء ہلا بیب یعنی سر سے پاؤں تک لمبی چادر اوڑھنے کی۔ پس اگر بعض روایات میں کچھ مستثنیات ہیں تو ستر کے متعلق ہیں نہ کہ حجاب میں، جسے ہمارے ہاں عرب عام میں پردہ کہا جاتا ہے لہ

بات چیت میں احتیاطی تدبیر | اسی طرح آیت استیذان میں مردوں پر لازم کیا گیا کہ کسی بھی گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں۔ اور اگر پس پردہ کبھی مجبوراً کسی نا محرم سے گفتگو کی نوبت آجی جائے تو ہدایت کی گئی کہ سریل آواز اور نرم و نازک لہجہ میں عورت گفتگو نہ کرے۔ بلکہ شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے روکھے پیکے طرز میں جواب دے دے تاکہ کسی بذیت اور خبیث الطبع شخص کے دل میں فتور نہ آجائے۔ فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مہین و تلن قولاً معہ ونا۔ (الآیۃ)

خاص حالت میں باہر نکلنے کی اجازت | او ویلا ہے کہ اس طرح تو عورت ایک قیدی کی طرح قفس میں محصور ہو کر رہ جاتی ہے کہ اس کے لئے گھر سے باہر قدم رکھنا بھی جرم ہے، حالانکہ آیات و نصوص اور روایات ممانعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت کسی دینی یا دنیوی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے بھی باہر نہیں نکل سکتی۔ وہ بلاشبہ دینی و دنیوی ضروریات کے لئے باہر نکل سکتی ہے۔ حج و زیارت کے لئے، عبادات کے لئے، تعزیت اور تیمارداری کیلئے

۱۰ مضمون کے بعض فقہی اور حدیثی حصوں میں علامہ سید رشید رضا مہرؒ اور قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کے موضوع سے متعلق مضامین کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔



والدین اور قرابت داروں سے ملاقات کے لئے، علاج معالجہ کے لئے جاسکتی ہے۔  
 مگر اس کا یہ جانا کئی شرائط اور تقیدات کے ساتھ ہوگا۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت بلا ضرورت  
 باہر نہ نکلے اور اس لئے طرح طرح سے خروج کی حوصلہ شکنی کی گئی کہ یہ نقل و حرکت کم سے کم  
 رہ جائے اور جب خروج کی نوبت آجی جائے تو یہ چیز عریانی، بے پردگی، محاسن و نمائش  
 کی تشہیر اور جذبات بھڑکانے کا ذریعہ نہ بنے اور اس کی چال میں، ڈھال میں، لباس اور  
 گفتار میں فحاشی کا کوئی داعیہ اور عنصر شامل نہ ہو۔

خروج کے شرائط اور قیودات | یہ خروج شرائط کے ایک دائرہ میں محصور ہے۔ مردوں کو بھی اور  
 عورتوں کو بھی غرض بھر کا حکم دیا گیا۔ اسے سفر کی ضرورت پڑے تو خواہ یہ سفر حج ہی کیوں نہ ہو جس کی  
 ادائیگی ایک فریضہ ہے۔ وہ باپ بیٹے، بھائی شوہر اور محارم کے بغیر نہیں جاسکتی جب عبادت  
 کے سفر کا یہ حال ہے تو کیا عادت اور سیاحت کے اسفار میں اکیلے جانا جائز ہوگا؟ جو لوگ عورتوں  
 کی قید کا رونا رو کر عورتوں کو دیس دیس کی سیاحت اور تنہا گھومنے پھرنے کا راستہ کھولنا  
 چاہتے ہیں ان پر ایک اخبار رس کے مراسلاتی کالم میں ایک گناہ خاتون نے بہت سادہ  
 الفاظ میں اس طرح طنز کی ہے کہ خدا را ہمیں ان فقیر نیو کی طرح نہ بنائیں جو ننگے سر، ننگے  
 پاؤں ننگے جسم کے ساتھ سامان سفر کا تھیلہ پیٹھ پر لادے ہوئے، بھیک مانگتے ہوئے فٹ پاتھوں  
 اور سڑکوں پر گھوم پھر رہی ہیں۔

یہی خروج، تبرج جاہلیت نہیں تو اور کیا ہے۔ ٹیڈی باریک اور چست لباس پہن کر یا  
 مٹی سکرٹ پہن کر سڑکوں پر آوارہ گردی کرنا، اس خروج کی اجازت اگر اسلام سے مطلوب  
 ہے تو اسلام ایسی سیاحت عاریات (برائے نام لباس والی مگر حقیقت ننگی) پر لعنت بھیجتا ہے اور  
 انہیں عذابِ جہنم کی وعید سناتا ہے۔

یہی حال حج کے علاوہ نماز، جماعت کلمہ جو افضل ترین عبادات میں سے ہے صحابہؓ

کی خواہش ہوتی کہ جماعت میں شریک ہوں۔ مسجد نبوی کی نماز اور حضور اقدسؐ کی اقتداء میں باجماعت نماز، کہ ساری متابع کائنات اس کے سامنے ہیج، اس سے بڑھ کر سعادت کیا ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ نفسی اجازت تو دی گئی مگر یہاں بھی قیودات کے ساتھ کہ ماحول اور زمانہ فساد کا نہ ہو عورت کی عزت اور عصمت خطروں میں نہ ہو۔ اور خواتین سر سے پاؤں تک ڈھکی چھپی ہوں۔ جس کی طرف ”متلفعات بسر و طہق“ میں یہی اشارہ ہے۔ اور صفوں میں بھی ان کی صفت سب سے آخر میں ہوں۔ کہ سب سے آخر میں آکر سب سے پہلے چل جائیں، اس طرح مردوں اور عورتوں کی نگاہوں کے تصادم کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور بعض فقہاء و آئمہ نے تو جماعت میں مرد و زن کے محاذات کو مفید نماز قرار دیا۔ غرض طرح طرح کی رکاوٹیں اس معاملہ میں بھی ملحوظ رکھی گئیں۔

ایک صحابیؓ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا گھر کی کوٹھڑی میں تمہارا نماز ادا کرنا اس نماز سے افضل ہے جو تم گھر کے دالان میں پڑھو۔ اور گھر کے برآمدہ میں نماز اس نماز سے افضل ہے جو تو گھر کے صحن میں ادا کرے۔ اور گھر کے صحن میں جو نماز پڑھے وہ مسجد کی نماز سے افضل ہے۔ اور گھر کی اس نماز کی یہ افضلیت اس مسجد کی نماز پر دی گئی جہاں کی ایک نماز دیگر مساجد کی نماز پر ہزار گنا فضیلت رکھتی ہے۔ اور پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقتداء میں نماز کہ دنیا و آخرت کی ساری دولتیں اس کے سامنے بے وقعت ہیں۔ اور وہ اس عہد سعادت میں جب کہ عفت و تقویٰ کا چار سو دور دورہ تھا۔ اور تسلیم و انقیاد کی کیفیت خود عورتوں میں بھی ایسی تھی کہ آیت حجاب کے نازل ہونے پر جس خاتون نے راہ چلتے ہوئے اعلان حجاب سنا، اس کے وہیں قدم جم گئے۔ جو جہاں تھیں وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں اور دوسرا قدم تب اٹھایا کہ اپنے آپ کو چادر میں چھپا لیا تھا۔ مسجد جانے کے ضمن میں اجازت بھی دی گئی تو ایک آیت

میں اسے رات کی تاریکی سے مقید کر دیا گیا کہ جانا بھی چاہیں تو تاریکی شب میں جانا بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں فرمایا کہ جب مسجد جانے کا قصد کرے تو خوشبو نہ لگائے بلکہ ممانعت بھی وارد ہوئی کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شرکت نہ کرے۔ خوشبو کے علاوہ ایسا بناؤ سنگھار بھی منع ہے جو مسجد میں نمازیوں کے لئے فتنہ سامانی کا باعث بن جائے۔ فرمایا ولیعصر جن تغلات مسجد جانے کے لئے میل کچیل ہو کر نکلیں یعنی بناؤ سنگھار اور میک اپ کر کے نہ نکلیں پھر خوشبو کی یہ ممانعت مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جہاں بھی گھر سے باہر نکلے ایسی کوئی خوشبو لگانے سے احتراز کرے جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ بنے، ایسی عورت کو جو خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے زانیہ کہا گیا ہے۔  
فہی کذا و کذا ۱۔

باہر نکلنے کے دوران یہ قید بھی لگائی گئی ولیعصر بن بصرہ بن علی جیو بہن لمبی چادریں اپنے سینوں پر ڈھانپ دیں۔ عورت اگر بچے والا زبور پہننے ہوئے ہے تو چلتے ہوئے اسے بجا بجا کر نہ چلے کہ لوگوں کو مخفی زیور کا علم ہو سکے یا اس کے بچنے کی آواز سے لوگوں کو اس طرف رغبت ہو۔ ولایعصر بن بصرہ جلیہن۔ الایہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کو اجنبیوں پر سلام کرنا نہیں نہ اس پر اجنبی مردوں کے سلام کا جواب دینا ہے۔ تمدن و تہذیب کے نام سے عورتوں کو کلبوں اور مخلوط مجالس میں کھینچ کر لانے والوں کو اس میں سبق ہے کہ حضور علیہ السلام نے عورتوں کو حمام میں جانے سے روکا کہ وہ مردوزن کے اختلاط کے مقامات میں سے ہے۔ اور ایسی تمدنی معاشرت اور سہولت صاحب شریعت کو گوارا نہ تھی عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔

صرف علمی سہین بلکہ خیالی اور تصوراتی تحدیدات | اسی طرح عورت کی ایسے مناصب اور کامیوں پر تقرری ممنوع کر دی گئی جن میں مردوں سے اختلاط اور روبرو ہونا یا خلوت کے مواقع کی فراہمی

ناگوار ہے۔ حکومت و ریاست ولایت عامہ قضاہ اور عدالتوں کے کاموں سے انہیں روک دیا گیا۔ یہ تحدیدات صرف تمدنی، معاشرتی، عملی اور علمی حد تک نہ تھیں بلکہ خیالات اور تصورات تک ہیں جیسا وعفت کی نگہداشت کی گئی۔ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کو کسی نے ناجائز اور کسی نے مکروہ تنزیہی کہا کہ کہیں خیالات کا سلسلہ وضو سے گناہ تک نہ پہنچ جائے اور جو عمل تطہیر ذنوب و آثام کا ذریعہ تھا موجب آثام نہ بننے پائے۔ جنازہ میں امام عورت کے سینہ سے قدر سے ہٹ کر کھڑا ہو گا گو اس پر ڈولی اور پردہ ہی کیوں نہ ہو کہ تصور محاسن مرآۃ کی طرف منتقل نہ ہونے پائے، امام جماعت مفتدیوں کے اقتدار کی نیت کرے گا۔ مگر خاص طور پر عورتوں کی نیت نہیں کرے۔ اسی طرح سلام پھیرتے وقت عورتوں کی نیت نہیں کی جائے گی۔ کہ آغاز یا انجام نماز تصور استبداد کا ذریعہ اور ناجائز حفظ نفس کا موجب نہ بن جائے۔

کیا پردہ جیسے بے جا ہے؟ آج کہا جا رہا ہے کہ عورتوں کا گھر میں بند رہنا گویا انہیں قفس میں قید رکھنا ہے۔ اور یہ جیسے بے جا "مساواتی دور" میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس طرح گھروں میں بیٹھے رہنے سے عورتوں کی صحت خراب ہوتی رہتی ہے۔ حالانکہ عورت کا اپنی مرضی اور طبعی و فطری تقاضوں سے گھروں میں بیٹھنا، جبکہ وہ دینی و دنیوی ضروریات کے لئے شرائط اور قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے ناخوش نہ نیت اور ذریعہ فوٹاش بننے سے محترز رہتے ہوئے گھر سے باہر آ جاسکتی ہے۔ اور گھر کی چار دیواری اس کے لئے ہزار باخطرات اور مصائب سے تحفظ کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ ہرگز قید یا اذیت نہیں بلکہ عین راحت اور نعمت ہے۔ اگر گھر میں اپنی مرضی سے بیٹھے رہنا قید ہے تو پھر تو مردوں کا بھی زیادہ تر وقت گھروں میں رہتا ہے۔ انہیں بھی جبراً نکال دیا جائے۔ پھر بلا ضرورت آواز گردی کرنا تو مردوں کے لئے بھی میووب ہے۔

مرد اور عورت کا دائرہ کار | تو اصل معاملہ خلقی اور جبلتی تقاضوں کی وجہ سے تقسیم کار ہے۔ مرد باہر نکلتا ہے تو عورت اور اس کے بچوں کی خاطر ہزاروں پریشانیوں اور مصیبتوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، ورکشاپوں میں فیکٹری اور کانوں میں پسینہ سے شرابور اپنا خون جلا رہا ہے۔ کہیں مزدوری اور کاشتکاری میں مقید و محصور ہے، کہیں دفتر کے ایک چھوٹے سے کونے میں صبح سے شام تک ساری زندگی ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح عورت کے ذمہ امور خانہ داری کی انجام دہی، بچوں کی تربیت و حفاظت، گھر کی نگہداشت کرنا ہے، وہ گھر کی اسیر نہیں، رونق خانہ اور نور منزل ہے۔ نئی تہذیب ظلم اور قید کے نام پر بظاہر جذبات ترحم ابھار کر اسے باہر کی ناقابل برداشت ذمہ داریوں اور صعوبتوں کی خاردار زندگی میں کھینچ کر اپنی فطری ذمہ داریوں کو اس کے سر منڈھنا چاہتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گلیوں، کوچوں میں بازاروں اور فیکٹریوں میں اپنے لئے ذریعہ تعیش پیدا کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو قید کا یہ استدلال اور دوسری طرف اسی سانس میں کہہ دیا جاتا ہے کہ پاکستان کی زیادہ تر آبادی دیہات میں پر دے کی پابند نہیں اور اپنے خود ساختہ استدلال کی نفی کر دی جاتی ہے۔

گھر میں بیٹھنا قید نہیں راحت و نعمت ہے | اگر آرام و راحت اور جان و آبرو کے ایک گوشہ راحت میں زندگی بسر کرنا قید ہے تو شہروں کے ان لاکھوں کروڑوں عوام کی زندگی کیا ہے جو ہزاروں مسائل کی چکی میں پستے ہوئے ایک ہی شہر میں حیات مستعار ختم کر دیتے ہیں۔ ہر قسم کی آسائشوں سے محروم پانی کی قلت، خوراک کا فقدان، اور آب شہری فضاؤں کی آلودگی کی وجہ سے ہوا جیسی عام نعمت کو بھی ترسنے لگے ہیں۔ مگر یہ سب قید ہے اور قید سے بھی بدتر، تو بھر تو ساری شہری آبادی کو جنگلوں کی طرف دھکیل دیا جائے کہ وہ آزاد فضاؤں اور جنگلوں میں آزاد ہو کر گھومتی پھرے۔ اور اگر یہ سب کچھ قید و حبس نہیں تو عورتوں کو



اپنی اختیار و رغبت اور فطرت کی بناء پر گھروں میں رہنا بھی قید نہیں۔  
پردہ نہیں بے پردگی خرابی صحت کی باعث ہے | پھر عورتوں کی خرابی صحت کا رونا رویا جاتا  
ہے۔ حالانکہ ہمارے ملک میں خرابی صحت کی شرح میں اضافے کے اسباب وہی ہیں جو صرف  
عورتوں کے نہیں مردوں، بڑوں اور بچوں سب کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔  
ضروریات زندگی سے اکثریت استعمالی ہنگاموں کی وجہ سے محروم رہتی ہے۔ کوئی غذا  
خالص نہیں ملتی۔ نہ سر پھپھانے کے لئے موزوں مکان، نہ سردی و گرمی سے بچنے کے لئے  
مناسب لباس، پانی اور ہوائ کا جب خالص میسر نہ ہو سکے تو صحت کی شرح کیسے بہتر ہو  
سکتی ہے، چاہئے یہ کہ حفظان صحت کے اصل اسباب تلاش کئے جائیں، اور لوٹ کھسوٹ  
کے اس کاروبار میں کمی کی جگہ جس کی وجہ سے عوام مصائب اور فاقہ کشی کی دلدل میں پھنستے  
جا رہے ہیں طبی سہولتوں بالخصوص عورتوں کے علاج معالجہ کی طرف توجہ دی جائے  
اگر عورتوں کا گھروں میں بیٹھنا بربادی صحت کا ذریعہ ہے۔ تو ایسے ان مخلوط اور بے حیا اور  
بے حجاب ملکوں کا حال بھی دیکھتے چلیں جہاں عورت اتنی آزاد ہے کہ ہفتوں اسے گھر کی دہلیز  
و بکھنا نصیب نہیں ہوتی۔ وہاں جب عورت باہر قدم رکھتی ہے تو ہزاروں پریشانیوں،  
اور خطرات سے جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں اور الجھنوں میں مبتلا ہو جاتی ہے، یورپ کے  
آٹھ دن کے ہزاروں نوع بنوع جنسی، اعصابی، نفسیاتی اور ذہنی و دماغی امراض اور  
اموات کی شرح میں اضافہ کی رپورٹیں پڑھیں۔ تفریح گاہوں اور کلبوں کی زندگی نے  
یورپی اقوام کی صحت کو سرطان لگا دیا ہے۔ ایسے جنسی امراض کا دور دورہ ہے جس کا  
نام و نشان بھی اس سے پہلے نہ تھا۔ ہزاروں لاکھوں عورتیں اسقاط حمل اور متعلقات حمل  
کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ فیکٹری اور دفتر کی ملازمت نے اس کی صحت گرا دی ہے۔  
وہ بچوں کی پرورش کے قابل نہیں رہی وہ والدین اور شوہر کی خدمت نہیں کر سکتی۔ اس

پرسشیں یا کے دور سے پڑتے ہیں، وہ ذہنی خلیفہ میں مبتلا ہوئی ہو رہی ہے۔  
نظر بازی، ذہنی انتشار اور فسادِ معاشرہ کا ذریعہ | پھر عورت کا گھر سے یہ بے تحاشا صرف  
 اس کی صحت کی تباہی کا موجب نہیں بنتا۔ بلکہ پورے معاشرہ کے سقم اور بیماری کا ذریعہ  
 بنتا جا رہا ہے۔ وہ بدھ سے گزرتی ہے بے شمار لگا ہوں کا نشانہ بنتی ہے، ایک  
 مرد راستہ میں پھلتے ہوئے ایک سے ایک باذیپ نظر چہرہ دیکھتا ہے۔ اسے دفتر  
 میں کارخانوں میں بے حجابانہ اختلاط اور بات چیت کے مواقع ملتے ہیں، اور یہ نظر بازی  
 اس کے اپنے گھریلو نظام کو ہلا دیتی ہے، ذہنی انتشار، فاسد خیالات کا ہیجان جنسی  
 اور جذباتی تلاطم، محبت و عشق کی آفتیں۔ الغرض یہ سب کچھ اس کے ذہنی اختلال،  
 قلبی پریشانی اور اعصاب کے کچاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ پھر دل کی بیماری جیسی اور  
 اخلاقی بیماریوں، ضعفِ بصارت، دماغی عدم توازن، بلڈ پریشر اور اعصابی امراض کی  
 شرح کا کسی پردہ دار معاشرہ سے موازنہ کر کے خود فیصلہ کر لیجئے۔

تعلیم کے لئے بے پردگی | پھر کہا جاتا ہے کہ عورت کو تعلیم کی ضرورت ہے، اور  
 اقتصادی حالات جداگانہ تعلیم کے متحمل نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی تعلیم تھی جسے  
 عورت کے لئے بھی ضروری قرار دیا گیا تھا۔ عورت کے لئے اسلام کا تصورِ تعلیم  
 قطعی وہ نہیں جو یورپ کی پیداوار ہے۔ وہ اس سے دفتر، کارخانہ اور فیکٹریوں  
 کے فرائض نہیں وابستہ کرتا کہ اس کے لئے وہ عورت کو کلرک، انجینئر یا مزدور بنائے  
 اسلام کی تعلیم عورت کو ایک باسلیقہ، وفادار، مہذب اور باجیا ذات بنانے کے لئے  
 ہے۔ وہ اس تعلیم کو اہمیت دیتا ہے جو عورت کو خدا و رسولؐ، شوہر اور خاندان کے  
 حقوق اولاد کے حسن تربیت سے باخبر کر دے اور اس کی گود بچوں کی ذہنی تربیت گاہ  
 ثابت ہو سکے۔ اس تعلیم کے لئے یہ ہرگز لازم نہیں کہ وہ مخلوط درس گاہوں اور بے حجابانہ

ہاسٹلوں میں گوہر حیا کی نیلامی کرتی پھرے۔

الغرض وہ تعلیم جو بے پردگی کا باعث ہو، شریعت اور اسلام اس کا حکم نہیں دیتا۔ بے پردگی اگر اخلاق و معاشرت، صحت جسمانی و روحانی اور سیرت کے لئے تباہ کن ہے۔ تو جس تعلیم کے ذریعہ بے پردگی پھیلے گی شریعت ہرگز اس کی روادار نہ ہوگی، پھر تعلیم نسوان کی تاریخ دیکھئے، جب ظہور اسلام کے بعد حجاب اور عفت و عصمت کا دور دورہ ہوا اور ثورت پر وہ نشین ہو گئی تو اسلامی تاریخ میں تعلیم دین اور علوم و فنون سے آراستہ وہ خواتین نکلیں جن کے علوم سے خانہ نشینی کے باوجود ایک دنیا مستفید ہوتی رہی۔ پس اگر مفاسد اور موجبات فحشاء کے بغیر شرعی حدود پردہ میں رہ کر مسلمان خواتین علم و فضل میں ایک نمونہ پیش کر سکتی ہیں تو مخرب کے بے حیا، عہد جاہلیت میں جو عورتیں باہر نکل بھی آئیں تو اسلامی علوم و فنون اور تعلیم اخلاق و تربیت معاشرہ میں کوئی ایک نمونہ بھی اس عہد جاہلیت نے پیش کیا، علم حیا سے حاصل ہوتا ہے۔ بے پردگی سے جب آنکھوں کا پانی اتر گیا تو علم حقیقی اور علمی و سنتیت بھی فنا ہو گئی، نئے دور کے علم نے مردوں کو کیا دیا، سوائے چند انگریزی نظام کے پرندوں کے ہم اس تعلیم جدید کے لئے خواتین کی عظمت و حرمت بھی قربان کر دیں۔

الغرض پردہ کا حکم نہ فرسودہ روایات (معاذ اللہ) میں سے ہے نہ کسی رسم و رواج کی پیداوار، اسلام عصمت و عفت کا محافظ ہے، وہ فحشاء اور منکرات کا ہرگز روادار نہیں۔ جہاں بھی فحشاء اور فحاشی کے احتمالات زیادہ ہوں گے۔ پردہ کے احکام میں اتنی ہی شدت پیدا ہوگی۔ اور جہاں فحشاء کا احتمال نہ ہوگا۔ عصمت و عفت کے پیرے سخت ہوں گے۔ وہاں اس میں نرمی اور وسعت پیدا ہوگی۔

ماڈرن بننے کے شوقین | پس جو لوگ مصلح اور ماڈرن ریفارمر بننے کے شوق میں اسلام کے

ایک مضبوط نظام کو نشانہ بنانا چاہیں وہ ایسی ”اصلاحات“ کا انجام یورپی اقوام میں دیکھ لیں کہ وہ بے پردگی اور فحاشی کے ہاتھوں کس قدر مذلت میں پہنچ چکا ہے۔ پھر انہیں عالم اسلام کے اس قسم کے نام نہاد مصلحین سے سبق لینا چاہیئے جنہوں نے ترکی وغیرہ میں تقلید یہود و نصاریٰ کی خاطر اسلام کے ایک مستحکم نظام کو متزلزل کرنا چاہا، اور ان کا یہ اقدام ایک طرف قوم کی معاشرتی، اخلاقی قدروں کی بربادی اور دوسری طرف ”مصلحین“ ابدی ذلت اور مسلمانوں کے قلوب کی نفرت و ملامت کے مستحق بنے۔ (مئی ۱۹۶۶ء)

794





۲۹۸

## باب الوضوء

### وضو کے مسائل



**وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم | سوال :-** وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ایک شخص وضو کی ابتداء میں قصد ایا سہواً بسم اللہ نہ پڑھے تو وضو پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اگر کسی سے بسم اللہ عمداً یا سہواً رہ جائے تو وضو پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا تاہم بار بار جان بوجھ کر ترک کرنا موجب ملامت ہے۔

قال المحمّد بن یحییٰ باب سنن الوضوء والبدعة بالتسمیة قرأ من سنن الوضوء  
واللختار علی مدّٰی المختار ج ۱ ص ۱۸۰ و نیزاً قال وتروک السنة لا یوجب فساداً ولا سہواً بل  
اساءة لو عامداً غیر مستغن وقالوا کالاساءة ادون من الکراهة۔ اللختار ج ۱ ص ۱۸۰

**برش مسواک کی سنت کا متبادل نہیں | سوال :-** مسواک سے عموماً دانتوں کی صفائی مقصود ہوتی ہے موجودہ دور میں برش سے یہ فائدہ اچھے طریقہ سے حاصل ہوتا ہے کیا یہ مسواک کا نعم البدل ہو سکتا ہے؟ یعنی برش کے استعمال سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** دانتوں کی صفائی بلا شک مسواک کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ ہے لیکن مسواک کا استعمال صرف دانتوں کی صفائی کے لیے نہیں بنیادی عنصر اس میں سنت رسولؐ کا اتباع ہے، برش میں وہ خصوصیات اور صفات نہیں پائی جاتیں جو مسواک میں موجود ہوتی ہیں اس لیے اس سے سنت ادا نہ ہوگی، تاہم برش کا نفس استعمال جائز ہے۔

لہ قال ابن نجیم: فی سنن الوضوء (قوله بالتسمیة) ای کما ان التسمیة سنة فی الابتداء  
مطلقاً؟ والبحر الرائق ج ۱ ص ۱۸۰ ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۱۸۰ الفصل الثانی فی سنن الوضوء۔

قال ابراهيم الحلبي: ثم المستحب ان يكون المسواك من شجرة مَرَّة لزيادة  
ازالة تغير لثهم قالوا ويستاك بكل عود الا الرمان والقصب وافضله الاراك ثم  
الزيتون وان يكون طوله شبرا في غلظا المختصر <sup>١</sup> ركبيري - آداب الوضوء <sup>٢</sup> ص ٣  
مسواك نہ ہونے کی صورت میں | سوال :- اگر کسی شخص کے پاس مسواک نہ ہو یا مسواک  
کی انگلی قائم مقام ہو سکتی ہے؟ کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہو تو ایسی صورت میں انگلی  
مسواک کا قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر مسواک میسر نہ ہو یا منہ میں دانت نہ ہوں یا اس کے استعمال سے کسی  
تکلیف اور ضرر کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں انگلی مسواک کا قائم مقام بن سکتی ہے۔

قال ابن عابدین: قال في الحلية ثمر باي اصبع استاك لا باس به والا فضل ان  
يستاك بالسبابتين يبداء بالسبابة اليسرى ثم باليمنى وان شاء استاك بايهامه  
اليمنى والسبابة ايمنى <sup>٣</sup> بالايهام من الجانب الايمن فوق وتحت ثمر بالسبابة اليسرى  
كذلك <sup>٤</sup> رد المحتار على الدر المختار - سنن الوضوء ج ١ ص ١١٥

مسواک چبانے کا حکم | سوال :- مسواک استعمال کرتے وقت اگر مسواک نرم کرنے  
کے لیے دانتوں سے چبایا جائے تو کیا از روئے شرع یہ  
عمل جائز ہے؟

الجواب :- مسواک کو دانتوں سے باریک کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور سنت  
کی ادائیگی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ طبی لحاظ سے مسواک کے چوسنے سے قوتِ بنیائی متاثر  
ہو سکتی ہے اس لیے مسواک کا چوسنا مناسب نہیں۔

كما اخرج البخاري عن عائشة.... فاخذت المسواك فقضته ونفضته  
وطبته ثم دفعته النبي - صحيح بخاري ج ٢ ص ٦٣٨ باب وفات النبي قال المحصلي

لما قال ابن عابدین: (قوله المسواك) بالكسر معني العود الذي يستاك به - (رد المحتار ج ١ ص ١١٣) سنن الوضوء

وفي ايضا، ويستاك بكل عود الا الرمان والقصب وافضله الاراك ثم الزيتون -

ثم قال ابن نجيم: وتقوم الاصبع او الخرقه الخشبة مقامه عند فقد او عدم امانه في تحصيل  
الثواب لا عند وجوده - (البحر الرائق، سنن الوضوء ج ١) ومثله في الزيلعي، سنن الوضوء ج ١ ص ١١٥

ولا يمسح به فانه يورث العي - والد المختار على صدره رد المختار - سنن الموضوح <sup>۱۵۱</sup>   
**سوال :-** آجکل عام عورتیں ناخن پالش لگاتی ہیں   
 کیا ناخن پالش کی موجودگی میں وضو اور غسل پر کوئی

اثر پڑتا ہے؟

**الجواب :-** ناخن پالش جدید دور کا مسئلہ ہے اس کیلئے مستقل جزیئہ کسی قدیم کتاب   
 میں نہیں ملتا ہے، موجودہ دور کے نامور علماء ناخن پالش کے عدم جواز کے قائل ہیں، کیونکہ   
 ناخن پالش سے ناخن کا جسم مستور ہو کر وضو اور غسل میں اس کو پانی پہنچنا ممکن نہیں رہتا، اس لیے   
 گوندھے ہوئے آٹے کی طرح مانع وضو اور غسل ہے۔

لیکن بعض دوسرے علماء کے نزدیک ناخن پالش اگر عورت کی زینت مان لی جائے تو پھر   
 ایسی صورت میں اگر ازالہ میں دشواری نہ ہو تو وضو اور غسل کے لیے ازالہ ضروری ہوگا اور اگر ازالہ   
 میں حرج ہو لیکن اس کی تہہ نہ بنی ہو تو پھر اس کا حکم ہندی کی طرح ہوگا اور تہہ بن جانے کی صورت   
 میں اس کے ازالہ میں حرج ہو تو موجب حرج ہونے کی وجہ سے پانی کا ایصال ضروری نہیں۔

قال الحصكفي: ويجب اى يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مؤد (وبعد   
 اسطر) ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين اسنانه اوفى سنه المعجوف به لفتي   
 وقيل ان صلبا منع وهو الاصح - والد المختار على صدره رد المختار ابحاث الغسل ج <sup>۱۵۲</sup>   
 تاہم موجودہ وقت میں یہ مغربی ثقافت کا ایک جزء سمجھا جاتا ہے اس لیے معزز گھرانوں   
 کی خواتین کے لیے اس سے اجتناب ضروری ہے لہذا محققین علماء کے نزدیک ناخن پالش،   
 وضو اور غسل پر اثر انداز ہوتی ہے۔

**سوال :-** وضو میں گردن کا مسح کسی روایت سے ثابت ہے یا   
**وضو میں گردن کا مسح** نہیں؟ بصورت ثبوت فقہاء کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے؟

له اخرجہ الزیلعی عن عائشۃ قالت ..... فاخذت السواک فقضمتہ وطمبتہ ثم دفعته الى   
 رسول اللہ - ونصب الراية ج ۱ ص ۱۱۱ حادیث السواک قال الشیخ عبدالحی الکنوی: لا یصح   
 السواک فانه یورث العی - والسعاية ج ۱ ص ۱۱۹ باب سنن الوضوء ومثله فی مرقاة شرح   
 مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۸ باب وفات ابی الفیصل الاول۔



الجواب :- گردن کے مسح کے بارے میں متعدد روایات آئی ہیں جن میں موقوف روایات کے علاوہ مرفوع روایات بھی ہیں۔

لما ذكر العلامة العيني عن ابن عمر ان النبي <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> قال من توضأ ومسح عنقه لم يغفل باغلال يوم القيامة - ر البناية شرح الهداية ج ۱ ص ۱۸ باب الموضوء  
البتہ فقہاء کے نزدیک تعین حکم میں اختلاف ہے، بعض علماء اس کی سنیت کے قائل ہیں لیکن صاحب الخلاصہ نے استحباب کو ترجیح دی ہے اور صاحب کمز نے بھی اس کو مستحب و ضوہ میں ذکر کیا ہے۔

قال ابن نجيم: وقيل سنة وهو قول الفقيه ابي جعفر وبه اخذ كثير من العلماء كذا في شرح مسكين وفي الخلاصة الصحيح انه ادب وهو بمعنى المستحب - ر البحر الرائق مستحبات الموضوء ج ۱ ص ۲۸

سوال : سر پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے ؟  
الجواب :- سر پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سر کے ابتدائی حصہ پر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں رکھ کر گردن تک ایسے طریقے سے لے جائے کہ اس سے تمام سر کا احاطہ ہو۔

قال العلامة محمد امين: واكأظهران يضع كفيه واصابعه على مقدم راسه ويمدهما إلى الخلف على وجه يستوعب جميع الرأس - رد المحتار على الدر المختار - سنن الموضوء ج ۱ ص ۲۸

لہ عن وائل بن حجر قال شهدت النبي وأقربانا فأكفاه على يمينه ثلاثاً ثم غمس يمينه في الماء فغسل بهما ذراعيه اليمنى حتى جاوز المرفق ثلاثاً ثم غسل يساره ثلاثاً حتى جاوز المرفق ثلاثاً ثم مسح على راسه ثلاثاً وظاهراً أدنى وظاهر رقبته - ر نصب الراية ج ۱ ص ۱۸  
وقال صاحب التنوير في مستحبات الموضوء ومسح الرقبة - وقال ابن عابد بن رتحت قوله ومسح الرقبة هو الصحيح وقيل انه سنة - رد المحتار على الدر المختار مستحبات الموضوء ج ۱ ص ۲۸ ومثله في السعاية ج ۱ ص ۱۸ باب مسح الرقبة -

لہ قال ابن نجيم: قال الزيلعي تكلموا في كيفية المسح واكأظهران يضع كفيه واصابعه...  
البحر الرائق، سنن الموضوء ج ۱ ص ۲۸ ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۸ الفصل الثاني في سنن الموضوء

**وضو کرتے وقت داڑھی تر کرنے کا حکم | سوال :-** وضو کرتے وقت چہرہ دھونے کی حالت میں داڑھی کا کیا حکم ہے؟ کیا پوری داڑھی دھونا ضروری ہے یا بعض حصہ پر اکتفاء درست ہے، نیز گھنی اور ہلکی داڑھی کے درمیان فرق ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** واضح ہو کہ داڑھی کی دو قسمیں ہیں، گھنی اور ہلکی، اگر بالوں سے چہرے کی کھال نظر آتی ہو تو ایسی داڑھی ہلکی شمار ہوتی ہے اور جس داڑھی میں چہرے کی کھال مستور ہو تو اس کو گھنی داڑھی کہا جاتا ہے۔ اول الذکر یعنی ہلکی داڑھی کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ جو کھال نظر آتی ہو اس کا دھونا بھی فرض ہے اور گھنی داڑھی میں چہرے کی حدود میں جو داڑھی واقع ہو اس کا دھونا فرض ہے اور جو داڑھی ہلکی رہے اس کا دھونا نہیں بلکہ صرف مسح ضروری ہے۔ قال المحقق: ثم لا خلاف ان المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسق، وان الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها۔ وقال ابن عابد: (تحت قوله المسترسل) أي الخارج عن دائرة الوجه، وفسره ابن حجر في شرح المنهاج بما لومد من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه مراداً المختار على الدار المختار فرائض الوضوء امتداداً لـ

**نضاب والی داڑھی پر وضو کا حکم | سوال :-** بالوں پر نضاب لگانے سے حقیقت میں بالوں کی اپنی حقیقت غائب ہو کر ان پر باریک سا پردہ آ جاتا ہے، کیا اس سے وضو پر اثر پڑتا ہے؟

**الجواب :-** بالوں پر نضاب لگانے سے کوئی تہ نہیں بنتی اس لیے ایسے رنگ کی موجودگی میں وضو اور غسل پر کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ رنگ ریز کے ہاتھوں پر کپڑے کو رنگ دیتے وقت رنگ کا لگ جانا مانع وضو اور غسل نہیں۔ البتہ اگر بدن کے کسی ایسے حصہ پر جس کا دھونا ضروری

لـ قال في الهندية: وروى عن أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى انه يجب امر الماء على ظاهر اللحية هو الاصح كذا في التبيين وهو الصحيح هكذا في الزاهدى والشعر المسترسل من الذن لا يجب غسله كذا في المحيطين۔ والهندية ج ايتا باطهارة۔ الباب الاول۔۔ ومثله في البحر الرائق ج اصلا فرائض الوضوء۔

ہو جیسے نکرہی والا رنگ (پینیٹ) لگ گیا ہو تو اس سے تہہ بن جانے کی وجہ سے پانی کا پہنچنا ممکن نہیں اس لیے اس کا ہٹانا ضروری ہے اور اس کی موجودگی میں وضو بھی درست نہیں۔

قال المحقق: ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين اسنانه اوفى سنه المجوف به يفتى وهو الاصح - (الدر المختار على مدار المحتار ج ۱ ص ۱۵۱ اجازات الغسل لہ

**سوال :- وضو مکمل کرنے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟**

**الجواب :-** وضو مکمل کرنے کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مقصود بالذات نہیں بلکہ سنون عائن پڑھتے وقت ادب یہ ہے کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی جائے۔

قال ابن عابدین: وان يقول بعد فراغه سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب اليك واشهد ان محمداً عبدك ورسولك ناظرًا الى السماء؟ (رد المحتار على الدر المختار مندوبات الوضوء ج ۱ ص ۱۲۸) لہ

**سوال :-** ایسا وضو جس سے کوئی عبادت نہ ہوئی ہو تو عبادت کے بغیر وضو کا حکم ایسی حالت میں دوبارہ وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** وضو علی الوضو بالاتفاق جائز ہے، البتہ اگر ایک دفعہ کیے ہوئے وضو سے کوئی ایسی عبادت ادا نہ کی جائے جس کے لیے وضو شرط ہو تو ایسی صورت میں وضو علی الوضو کراہت خالی نہیں۔

قال ابن عابدین: وفي شرح المنية فاذا لم يؤد به عمل متاها المقصود من شريعته كالصلوة وسجدة التلاوة ومن المصحف ينبغي ان لا يشرع تكراراً قربة لكونه غير مقصود لذاته - (رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۱۱۹ مطلب الوضو علی الوضوء)

لہ قال العلامة الشرنبلالی: ولا ما على ظفر الصباغ من صبغ للضرورة وعليه الفتوى (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی منہ فصل فی تمام اقسام الوضوء) ومثله فی مَنیة المصلی ص ۲۳ لہ قال العلامة الکاشغری: بعد ما ذکر الا دعیة الماثورة ناظرًا الى السماء؟ (مَنیة المصلی ص ۱۲ سنن الوضوء) لہ قال ابراہیم الحلبي فاذا لم يؤد به عمل متاها المقصود من شريعته كالصلوة وسجدة التلاوة ومن المصحف ينبغي ان لا يشرع تكراراً قربة..... الخ (کبیری، سنن الوضوء ص ۲۶)

**وضو میں ایک ہاتھ سے منہ دھونے کا حکم** | سوال :- بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ وضو کرتے وقت چہرے کو ایک ہاتھ سے دھوتے ہیں، جس میں پانی کا ضیاع اور بسا اوقات استیعاب میں بھی خلل آجاتا ہے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

**الجواب :-** وضو میں منہ اور مسومہ اعضاء کا استیعاب مسنون ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ دھویا ہے لہذا ایک ہاتھ سے چہرہ دھونا خلاف سنت ہے۔

لما قال الامام محمد اسماعیل البخاری: باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة، عن ابن عباس انه توضاء وجهه اخذ غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ثم اخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا اضافها الى يده الاخرى فغسل بها وجهه الخ۔ (الجامع الصحيح البخاری ج ۱ باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة) ۱۶۷

**سوال :-** بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ گردن کے مسح کے ساتھ گلے کے مسح کا حکم ساتھ گلے کا مسح بھی کر جاتے ہیں، کیلئے گلے کا مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** آداب وضو میں گردن کا مسح شامل ہے، حلقوم (گلے) کا مسح اسلاف میں سے کسی سے ثابت نہیں، اس لیے گلے کا مسح کرنا بدعت ہے۔

لما قال ابن نجیم: والثاني مسح الرقبة وهو بظهر الیدين واما مسح الحلقوم فبدعة۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۸ کتاب الطہارت) ۱۶۸

**سوال :- ہمارے** وضو میں ہاتھ دھونے کی ابتداء انگلیوں کی طرف سے کرنا سنت ہے علاقہ میں لوگ وضو کے دوران ہاتھوں پر انگلیوں کی طرف سے پانی بہاتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

لما قال الشیخ ظفر احمد العثماني: چہرہ ایک ہاتھ سے دھونا اور سر کا مسح ایک ہاتھ سے کرنا خلاف سنت ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۲۷ فصل فی سنن الوضوء وادابہ و مکروہاتہ) ۱۶۹

لما قال المحقق: ومسح الرقبة بظهر یدیه لا الحلقوم لانه بدعة۔ (الدر المختار علی صمد مراد المختار ج ۱ ص ۲۲۷ مستحبات الوضوء) ۱۷۰

ومثله فی الهندیة ج ۱ ص ۸ الفصل الثالث فی المستحبات۔

**الجواب :-** وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا فرض ہے اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے، اسی طرح دھونے کی ابتداء انگلیوں کی طرف سے کرنا بھی سنت ہے۔

لما فی الہندیۃ : ومن السنن البدایۃ من رؤس الاصابع فی الیدین والرجلین۔  
والہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثالث فی المستحبات ج ۱ ص ۱۸۱

**سوال :-** وضو کھڑے ہو کر کرنا چاہیے یا بیٹھ کر؟  
**الجواب :-** وضو بیٹھ کر کرنا چاہیے، اس لیے کہ وضو کے آداب میں یہ بات ہے کہ وضو بیٹھ کر کیا جائے۔

ومن آداب ان یجلس المتوضی مستقبل القبلة عند غسل سائر الاعضاء  
ومن آداب ان یکون جلوسہ علی مکان مرتفع۔

(حلی کبیر ج ۱ ص ۱۸۱ باب الوضوء ص ۱۸۱)  
**سوال :-** سردی کے مہینوں میں اعضاء وضو  
اتنے خشک ہو جاتے ہیں کہ اگر ان پر پانی  
بہایا جائے تو اس سے اندام تر نہیں ہوتا بلکہ خشک رہ جاتا ہے، اس صورت میں وضو کیسے  
کیا جائے؟

**الجواب :-** سردی کے موسم میں خشکی بہت ہو جاتی ہے اور پانی اعضاء وضو کو گیل نہیں کرتا،  
اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ دھونے سے قبل مفسولہ اندام کو تر کیا جائے پھر پانی بہایا جائے تاکہ  
اندام اچھی طرح دھویا جاسکے۔

لما قال العلامة الکاسانی : عن خلف بن الیوب انه قال ینبغی للمتوضی فی  
الشتاء ان یبیل اعضاء شبه الدهن ثم یسیل الماء علیها لان الماء یتجمعی

لہ لما قال ابن الہمام : ومن السنن الترتیب بین المضمضة والاشتیاق والبدأة من مقدم الرأس  
ومن رؤس الاصابع فی الیدین والرجلین۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الطہارۃ)  
لہ قال الحسینی : والجلوس فی مکان مرتفع تحوز عن الماء المستعمل وعبارة الکمال : وحفظ  
نیابہ من التقاطر، وحی اشم۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۱۸۱ آداب الوضوء)  
ومثلہ فی السعیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ آداب الوضوء۔



عن اعضاء في الشتاء۔ (بدائع الصنائع ج ۳ کتاب الطهارة) طہ  
**وضو میں دوسرے سے مدد لینے کا حکم** | **سوال** :- فقہ کی عام کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ

استعانت بالغير مکروہ ہے، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ شاگرد اپنے استاد کے لیے اور ملازم اپنے مالک کے لیے وضو کا پانی تیار کر کے اس کو وضو کراتا ہے، کیا یہ استعانت مکروہ نہیں اور اس سے وضو پر کیا اثر پڑے گا؟

**الجواب :-** اس مسئلہ کے بارے میں اگرچہ فقہی ذخائر میں مطلقاً استعانت بالغير پر کراہت کا قول کیا گیا ہے مگر محققین کے ہاں یہ مطلقاً نہیں بلکہ اس کے لیے دو حالتیں ہیں، (۱) استعانت تیاری آلات غسل (۲) استعانت بالغسل والمسح۔ اول الذکر استعانت بلاکرا جائز ہے، اس قسم کی استعانت حضور کے لیے صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے جس پر آپ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی، البتہ ثانی الذکر استعانت بلا عذر شرعی مکروہ ہے۔

لما قال ابن عابدین: وحاصله ان الاستعانة في الوضوء ان كانت بصب الماء او استقاؤه واحضاره فلا كراهة بها اصلاً ولو بطلبه وان كانت بالغسل والمسح فتكره بلا عذر۔ (رد المحتار ج ۲۷ آداب الوضوء مطلب في مباحث الاستعانة في الوضوء بالغير) طہ

**بیماری کی وجہ سے وضو میں کلی نہ کرنے کا مسئلہ** | **سوال** :- بعض لوگوں کو یہ بیماری ہوتی ہے کہ اگر وہ کلی کرتے ہیں تو دانتوں سے خون آنا

لہ وفي الهندية: من خلف بن ايوب انه قال ينبغي للمتوضي في الشتاء ان يبل اعضاءه بالماء شبه الدهن ثم يسيل الماء عليها لان الماء يتجافى عن اعضاء في الشتاء۔  
 (الهندية ج ۱ ص ۹ الفصل الثالث في المستحبات)

لہ قال العالم بن العلاء الانصاري: ومن اكد اب ان يقوم بامر الوضوء بنفسه لحدیث عمر رضی اللہ عنہ قال انما نستعين على وضوئنا ومع هذا الاستعانة بغيره جائز ان لا يكون الغاسل غيره بل يغسل بنفسه وقد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعان بالمغيرة وكان المغيرة يفيض الماء ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كان يغسل۔ (الفتاوى التتارخانية ج ۱ ص ۱۱۱ آداب الوضوء)

شروع ہو جاتا ہے، اب اگر بیمار بوجہ عذر کے کئی نہ کرے تو اس سے وضو پر کیا اثر پڑے گا؟  
**الجواب :-** کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنن وضو میں داخل ہے، اگر کوئی شخص اس کو بدون عذر ترک کرے تو گنہگار ہوگا، تاہم عذر کی وجہ سے کلی ترک کرنے پر وضو متاثر نہ ہوگا اور نہ گناہ لازم آئے گا۔

قال المحصن: وغسل القدم الخ بماء ثلثة والالف بماء وسنتان مؤکدتان۔ فلو ترکھا اثر علی الصحیح سراج قال فی الحلیۃ لعلہ محمول علی ما اذا جعل الترتک عادة له من غیر عذر۔ (مہد المختار ج ۱ ص ۱۸۱ من الوضوء)۔  
**سوال :-** آجکل کے نئے دور میں منہ ہاتھ دھونے کیلئے بیسن میں وضو کرنے کا حکم | بیسن بنائے گئے ہیں جن میں کھڑے ہو کر منہ ہاتھ دھویا جاتا ہے، کیا ان میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** وضو کرنا جائز ہے لیکن خلاف الادب ہے۔  
 ومن الاداب ان یجلس المتوضی مستقبل القبلة عند غسل ساثر الاعضاء ومن الاداب ان یکون جلوسه علی مکان مرتفع۔ (حلبی کبیر ج ۱ ص ۱۸۱ آداب الوضوء)۔  
**سوال :-** آجکل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ وضو کے دوران باتیں کرنے کا حکم | وضو کے دوران دنیاوی باتیں کرتے رہتے ہیں، کیا وضو کے دوران دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** وضو کے دوران ادعیہ ماثورہ پڑھنا مسنون عمل ہے، دنیاوی باتوں

له وفي الهندية: والسنة ان يتمضمض ثلاثاً، ولا تستنشق ثلاثاً وياخذ لكل واحد منهما ما رجد في كل مرة.... ان ترك المضضة والاستنشق اثم علی الصحیح کاتھما من سنن الھدای وترکھا یوجب الاساءة الخ

(الھندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثانی فی سنن الوضوء)  
 قال المحصن: والمجلوس فی مکان مرتفع تحرز عن الماء المستعمل وعبارة الکمال: وحفظ ثیابه من التقاطر وهي اشمل۔ (الدر المختار علی صمدی رد المختار ج ۱ ص ۱۸۱ آداب الوضوء)  
 ومثله فی السعیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ آداب الوضوء۔

کی وجہ سے چونکہ اس میں خلل آتا ہے اس لیے فقہاء کرام نے اس کو مکروہ کہا ہے، البتہ کسی ضروری سوال کا جواب یا کسی کو پیغام وغیرہ دینا بلا کراہت جائز ہے۔

لما قال حسن بن عماد الشرنبلالی: ويكره التكلم بكلام الناس لانه يشتغل عن الادعية. قال الطحاوی: ما لم يكن لحاجة تفوته بتركه۔

(مراقی افلاح علی صدر الطحاوی ص ۶۲ فصل مکروہات الوضوء) لہ

**بواسیر کے مریض کے وضو کا حکم | سوال:** بعض حضرات بواسیر کے مرض کا شکار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اُن سے ہر وقت ریح (ہوا) یا خون وغیرہ کا خروج رہتا ہے، ان کے وضو کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** بواسیر کے مریض کا مرض اگر اتنا شدید ہو کہ ہر وقت ریح یا خون کی آمد رہتی ہو تو ایسا مریض معذورین کے حکم میں ہے، وہ ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرے گا اور اس وضو سے وقت کے اندر جتنی چاہے نمازیں پڑھے۔ اور اگر معذورین کی حد تک مرض نہ پہنچا ہو تو پھر بواسیر کی وجہ سے نکلنے والی ریح اور خون دونوں ناقض وضو ہیں۔

لما قال الحصکفی: وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه اماكه او استطلاق بطن او انفلات ريح.... ان استوى عذراً تمام وقت صلوة مفروضة بان لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث ولو حكماً.... حكمه الوضوء لكل فرض اللام للوقت ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلًا فاذا خرج الوقت بطل - ا م  
والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ باب الحيض) لہ

لہ قال العلامة الحصکفی: ومن اصابه... وعدم التكلم بكلام الناس الا الحاجة تفوته۔ والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ آداب الوضوء مطلب في مباحث الاستعانة في الوضوء بالغير

لہ قال المرغینانی: ومن به سلس البول والرعاف الدائم والجرح الذي لا يلقا يتوضون لوقت كل صلوة فيصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاء۔

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۵۸ باب الحيض)

ومثله في رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۸ باب الحيض مطلب في احکام المعذور۔

**وضو میں واجبات نہیں | سوال :- کیا وضو میں واجبات ہیں یا نہیں ؟**  
**الجواب :-** فقہاء کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو اور غسل دونوں میں واجبات نہیں۔

لما قال المحققون: وسننه اذا دأب له لا واجب للوضوء ولا للفعل والالقدمه۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ - سنن الوضوء) ۱۰۳۱-۲

**اخبارات اور دینی رسائل کو بلا وضو مس کرنے کا حکم | سوال :-** اس دور میں اخبارات، جرائد اور رسائل میں قرآن کریم کے الفاظ

مع ترجمہ و تفسیر درج ہوتے ہیں، اسی طرح تفاسیر میں اکثر حصہ صرف تفسیر کا ہوتا ہے، کیا الفاظ قرآنی کے علاوہ تفسیری اوراق کو بلا وضو چھونا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** قرآن کریم کو بلا وضو مس کرنا جائز نہیں، البتہ تفسیر یا دیگر مفید کاغذات کو چھونے یا پکڑنے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے مختلف روایات منقول ہیں جن میں بعض سے کراہت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے عدم کراہت۔ علامہ ابراہیم الحلیؒ نے عدم کراہت کو ترجیح دی ہے اور اس پر عمل کرنے میں سہولت بھی ہے تاہم خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

قال الشيخ ابراهيم الحلي: ويكره ايضا للمحدث ونحوه من تفسير القرآن وكتب الفقه وكذا كتب السنن ولا نهالايخلو عن آيات وهذا التعليل يمنع من شروح النحوايضا..... والاصح انه لا يكره عندنا بحقيقة. (كبرى ط ۵۶ في آخر باب الفصل ۷)

**سوال :-** بعض لوگ جلدی میں وضو کرتے ہوئے کان کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم اور رخسار کے درمیان ولے حقے کو خشک چھوڑ دیتے ہیں

۱۔ قال ابن نجيم: ذكر في التهاية انه يجوز ان يكون الفرض في مقدار المسح بمعنى الواجب لا لتقائهما في معنى اللزوم وتعقب بانه مخالف لما اتفق عليه الاصحاب اذا لا واجب في الوضوء۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۱۰ كتاب الطهارة)

۲۔ قال الشيخ اشرف علي عثاوي: اس سے معلوم ہوا کہ جب غیر قرآن کی عبارت غالب ہو اس کا مس مطلقاً گناہ ہوا نظائر امام صاحب کے نزدیک درست ہے۔ وفي اخذ به سهولة۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۹۲ مسائل منشورہ کتاب الطهارة)

کیا اس سے وضو پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہی تصریحات کی رو سے کان اور رخسار کے درمیان والا حصہ چہرے کے حکم میں داخل ہے، وضو میں جس طرح چہرے کا دھونا فرض ہے اسی طرح اس جگہ کا دھونا بھی فرض ہے۔

قال العلامة المحقق: وما بين العذار والأذن لدخوله في الحد وبه يفتي. قال ابن عابدین: قوله وما بين العذار والأذن ای ما بينهما من البياض قوله وبه يفتي وهو ظاهر المذهب وهو الصحيح وعليه أكثر المشائخ. (رد المحتار ج ۱ ص ۸۹ کتاب الطهارة) لہ

**سرخ پاؤں کریم کی موجودگی میں وضو کا حکم** | **سوال :-** پ شک، کریم اور پاؤں کے ہوتے ہوئے وضو کرنا کیسا ہے؟

**الجواب :-** مرد و سرخی، کریم وغیرہ تیل کے مانند ہے اور پاؤں گرد و غبار کے مانند، جسکی وجہ سے اعضاء پر تہہ نہیں بنتی، اس لیے ان کے ہونے ہوئے بھی وضو درست ہے لیکن وضو کرتے وقت اولاً ان کو گیل کرے پھر دھوئے، البتہ اگر سرخی یا کریم ایسی ہو جس سے ناخن پالش کی طرح تہہ جمتی ہو تو پھر وضو یا غسل جائز نہیں۔

لما قال العلامة ابوبکر البکاسانی: عن خلف بن ایوب انه قال ينبغي للمتوضئ في الشتاء ان يبل اعضاءه شبه الدهن ثم يسيل الماء عليها لان الماء يتجافى عن الاعضاء في الشتاء۔ (ردائع الصنائع ج ۱ ص ۳ کتاب الطهارة) لہ

**جماعت کے فوت ہونے کے ڈر کے باوجود مکمل وضو کرنا ضروری ہے** | **سوال :-** بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے

کہ وہ بسا اوقات جلدی میں ہوتے ہیں اور جماعت کے فوت ہونے کے ڈر سے وضو میں سنن وغیرہ پورے نہیں کرتے، تو کیا وضو کی سنن کو چھوڑ کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے یا سنن کو پورا کیا جائے

لہ قال العلامة عالم بن علاء الانصاری: وما البياض الذي بين العذار وبين شحمة الأذن قد ذكر شمس الأئمة الحلواني أنه ظاهر المذهب۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۱ ص ۸۹ کتاب الطهارة)

لہ وفي الهندیة: عن خلف بن ایوب انه قال ينبغي للمتوضئ في الشتاء ان يبل اعضاءه بالماء شبه الدهن ثم يسيل الماء عليها لان الماء يتجافى عن الاعضاء في الشتاء۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۹ باب الوضوء، الفصل الثالث في المستحبات)



اگرچہ جماعت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں اس بارغ وضو کا حکم ہے یعنی وضو کے جملہ فرائض، سنن اور آداب کو پورا کرنے کا حکم ہے اس لیے جماعت کے فوت ہونے کے خوف سے سنن وضو ترک نہ کی جائیں اگرچہ جماعت فوت ہو جائے۔

قال الشيخ ملا علی القاری: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسبغوا الوضوء۔ رواه مسلم ای اتموه باتیان جمیع فرائضه وسننه واکملوا واجباته۔ (مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۱) ۱۷

**آپ نے زمزم سے وضو غسل کا حکم** | سوال کیا آپ زمزم سے وضو یا غسل کرنا جائز ہے؟

**الجواب :-** زمزم کا پانی ایک تبرک پانی ہے اس کے آداب و احترام کا خیال رکھنا شرعی ذمہ داری ہے اسلئے بے وضو شخص کا اس سے وضو کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ دوسرا متبادل پانی مہیا ہو ورنہ بلا کراہت جائز ہے لیکن غسل جنابت ہر حال میں کراہت سے خالی نہیں اور نہ اس استنجی کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ تاہم اگر با وضو آدمی اس سے تبرک کے طور پر وضو کرے یا پاک بدن والا شخص اس سے غسل کرے تو بلا کراہت جائز ہے۔

لما قال السيد احمد الطحطاوی: یجوز الاغتسال والتوضوء بماء زمزم ان کان علی طهارة للتبرک فلا ینبغی ان یغتسل به جنب ولا یحدث ولا فی مکان نجس ولا یتنجی به ولا ینال به نجاسة حقیقیة من بعض العلماء تحویم ذلك وقیل ان بعض الناس استنجی به فحصل له یاسور۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۶۲ کتاب الطهارة۔ اقام المیاء) ۱۸

۱۷ عن عبد الله بن عمر قال رجعنا مع رسول الله من مكة الى المدينة حتى اذا كنا بماء بالطريق تعجل قوم عند العصر فتوضأوا وهم مُتَجَال فانتهينا اليهم واعقابهم تلوح لهم عيها الماء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ويل للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۱ باب سنن الوضوء)

۱۸ قال العلامة الحصکفی: بکرة الاستنجاء بماء زمزم۔ قال ابن عابدین: تحته وكذا انالة النجاسة الحقیقیة من ثوبه او بدنه حتى ذکر بعض العلماء تحريم ذلك۔

{ رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ کتاب الحج، مطلب فی }  
{ کراهیة الاستنجاء بماء زمزم }

**نشہ آور اشیاء کے استعمال سے وضو کا حکم | سوال :- کیا شراب، ہیروئن، چرس وغیرہ پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟**

**الجواب :-** چرس، ایفون، شراب، ہیروئن پینا بذاتِ خود ناقض وضو نہیں، البتہ پینے کے بعد جب نشہ غالب آجائے تو وضو متاثر ہو کر ٹوٹ جائے گا۔

قال العلامة الحصكفي: (ينقضه اغواء) ومنه الغشي وجنون وسكر، بان يدخل في مشيه تمايل ولو يأكل الحشيشة اهـ۔ قال ابن عابدین: (قوله سكر) هو حالة تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الابخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه فيتعطل معه العقل المميز بين الامور الحسنة والقبیحة اسمعيل عن البرجندی۔ (رد المحتار ج ۱ باب نواقض الوضوء) <sup>ص ۱۳۳</sup>

**نشہ آور دوائیوں کے استعمال کی صورت میں وضو کا حکم | سوال :-** آجکل بعض دوائیاں ایسی ہیں جن میں نشہ ہوتا ہے کیا

ان کے استعمال سے وضو متاثر ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** دوائی اگرچہ بذاتِ خود ناقض وضو نہیں مگر جب اس کے نشہ کی وجہ سے انسان پر غشی طاری ہو جائے تو وضو باقی نہیں رہے گا ورنہ بغیر نشہ کے وضو متاثر نہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي: وينقضه اغواء) ومنه الغشي وجنون وسكر بان يخل في مشيه تمايل ولو يأكل الحشيشة۔ وقال ابن عابدین: (قوله سكر) هو حالة تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الابخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه فيتعطل معه العقل المميز بين الامور الحسنة والقبیحة۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۳۔ باب نواقض الوضوء) <sup>ص ۱۳۳</sup>

۱۔ وكذا في الهندية: والغشي والسكر) قال وحد السكر في هذا الباب أن لا يعرف الرجل من المرأة وهو اختيار بعض المشائخ۔ وصدر الشهيد والصحيح ما نقل عن شمس الكاظمية الحلواني أنه إذا دخل في بعض مشيته تحرك كذا في الذخيرة۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

۲۔ وفي الهندية: والغشي والسكر) قال وحد السكر في هذا الباب أن لا يعرف الرجل من المرأة وهو اختيار بعض المشائخ۔ والصحيح ما نقل عن شمس الكاظمية الحلواني أنه إذا دخل في بعض مشيته تحرك۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

**انجکشن ریج، لگانے سے وضو کا حکم | سوال :-** ڈاکٹر حضرات بیمار کو دو طرح کے انجکشن لگاتے ہیں، ایک عام کسی نرم جگہ (گوشت) میں، اور

ایک رگ میں، جس کو وریڈی انجکشن کہا جاتا ہے۔ کیا ان انجکشنوں سے وضو پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** ہر نجس چیز جب بدن کے کسی بھی حصے سے نکل جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتے گا۔ ان دونوں قسم کے انجکشنوں میں وریڈی انجکشن تب یقینی ہوتا ہے جب پچکاری میں خون آجائے ورنہ یقینی نہیں ہوتا، چونکہ اس انجکشن سے نجس شے یعنی خون کا اخراج ہو جاتا ہے اس لیے صرف وریڈی انجکشن سے وضو متاثر ہو کر ٹوٹ جائے گا۔

قال العلامة المصنف، وينقضه خروج كل خارج نجس منه اى من المتوضى الى معتادا ولا من السبيلين او لا الى ما يطهر اى يلحقه حكم التطهير۔  
والدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ مطلب نواقض الوضوء ۱۳۳

**فلیم بینی سے وضو متاثر نہیں ہوتا | سوال :-** ٹی وی، وی سی آر اور فلم بینی وغیرہ سے وضو پر کیا اثر پڑتا ہے؟

**الجواب :-** ٹی وی، وی سی آر یا فلم وغیرہ دیکھنا امور فسقہ ہیں، اس عمل سے انسان گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے لیکن اس سے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ مستحب یہ ہے کہ گناہ کے ان کاموں کے ارتکاب کے بعد وضو کر لیا جائے۔

لما قال حسن بن عمار الشرنبلالی: ومندوب للنوم على طهارة واذا استيقظ منه ..... وبعد غيبة وكذب ونميمة وعمل خطيئة الخ

(نور الايضاح ۳۲۲ فصل الوضوء علی ثلاثہ اقسام) ۲



۱۔ قال العلامة ابن نجيم المصري: وينقضه خروج نجس منه اى وينقض الوضوء خروج نجس من المتوضى الخ۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۹ کتاب الطهارة)

۲۔ قال قاضي خان: ومندوبٌ..... ومنها الوضوء بعد الغيبة وبعد انشاد الشعر۔

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲ باب الوضوء والغسل فیہ سبعۃ فصول)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۹ الفصل الثالث في المستحبات۔

**سوال:** گرم پانی سے وضو جائز ہے؟  
**الجواب:** ہر وہ پانی جو پاک ہو اُس سے مطلقاً وضو کرنا جائز ہے چاہے پانی گرم ہو یا ٹھنڈا، تاہم دھوپ سے گرم شدہ پانی کا استعمال طبی لحاظ سے مکروہ ہے۔

ان عمرٌو: كان يسخن له ماءً في قممته ويغتسل به۔ ۴۱  
 ان عمرٌو قال لا تغسلوا بالماء المتشمس فانه يؤث البصر۔ ۱۳۹، ۱۴۰ (دارقطنی ج ۱، باب الماء المسخن) ۱۴۱

**سوال:** کیا کشف عورت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

**الجواب:** کشف عورت مفسدِ صلوٰۃ ہے لیکن ناقضِ الوضو نہیں، لہذا مرد یا عورت کا ستر ظاہر ہونے سے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر کشف عورت کا ارتکاب بلا ضرورت ہو تو حرام ہے۔

لما قال ابراہیم الحلبي: ومن الآداب ان يستتر عورتہ حين فرغ من ای من الاستنجاء والتجفيف لان الكشف كان لضرورة لقوله الله احق ان يستتر منه۔ رکبیری ص ۳۱۔ آداب الوضوء ص ۲۷

**سوال:** اگر ایک شخص کو وضو یا غسل کرنے کے بعد پیشاب نکلنے کا شک ہو، لیکن غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی چیز نہیں نکلی ہے، یا بسا اوقات ریح نکلنے کا شبہ ہوتا ہے، کیا ایسی صورت میں وضو متاثر ہوگا یا نہیں؟

**الجواب:** جب تک پیشاب کے قطرے یا ریح نکلنے کا یقین نہ ہو محض شک کی بناء پر

لہ عن الاسلام بن شريك: ..... فقلت اصابتني جنابة فخشيت البرد على نفسي فامرته ان يرحلها وضعت اجمارا فاستننت ماء فاعتسلت به۔ ۱۴۱ وعن عائشة قالت نهى رسول الله ان يتوضأ بالماء المتشمس

ر نصب ارایۃ ج ۱ ص ۱۰۲۔ باب الماء الذي يجوز به الطهارة

ومثله في السعاية ج ۱ ص ۳۲۶، ۳۲۷۔ باب الكراهية في الماء المتشمس الخ۔

لہ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری ومن الآداب ان لا يترك عورته مكشوفة یعنی بعد الاستنجاء۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۱ ص ۱۱۱۔ آداب الوضوء)

وضو متاثر نہیں ہوتا لہذا وضو کا اعادہ ضروری نہیں۔

قال طاهر بن عبد الرشيد: ومن شك في الحدث فهو على وضوءه ولو كان محدثاً  
فشك في الطهارة فهو على حدثه۔ (خلاصة الفتاوى۔ الفصل الثالث في الوضوء ج ۱) لہ  
وضو کے بعد ہاتھ پاؤں پر صابن لگانے کا حکم | سر و علاقوں میں ہاتھ پاؤں کو میچھنے سے بچانے  
کے لیے وضو مکمل کرنے کے بعد ہاتھ پاؤں  
پر مختلف قسم کا صابن لگایا جاتا ہے، کیا اس سے وضو متاثر ہوگا یا نہیں؟

**الجواب:-** صابن بذاتِ خود پاک چیز ہے اور نظافت کے لیے اس کا استعمال جائز  
ہے ایسے مذکورہ صورت میں صابن لگا کر باقی رکھنا اور پھر اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے۔  
قال القدوري: ويجوز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر غير احد اوصافه  
كالماء الذي اختلط به الزعفران والصابون..... الخ

(مختصر القدوری کتاب الطہارۃ ص ۹)

**سوال:-** کیا سگریٹ اور نسوار سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟  
کیا سگریٹ اور نسوار سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟  
کیا سگریٹ اور نسوار سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟  
کیا سگریٹ اور نسوار سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

پڑتا ہے؟

**الجواب:-** دیگر نواقض کے علاوہ وضو پر اس چیز سے بھی ٹوٹ جاتا ہے جس میں نشہ  
ہو اور چونکہ نسوار اور سگریٹ میں نشہ کی وہ کیفیت نہیں جس کا اعتبار فقہاء نے کیا ہے لہذا  
ان دونوں سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ بدبو کے ازالہ کے لیے منہ ضرور دھونا چاہیے یعنی  
گلی وغیرہ کر لینی چاہیے۔

لہ قال المحقق: ولو ايقن بالطهارة وشك بالحدث او بالعكس اخذ باليقين  
والدبر المختار على صدر رد المحتار، نواقض الوضوء ج ۱، وقال في الهندية  
ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱، نواقض الوضوء۔

لہ قال ابراہیم الحلبي: وتجوز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر غير احد  
اوصافه كالماء الذي يختلط به الكاشان والصابون والزعفران  
..... الخ۔ (کبیری، باب ما يجوز به الطهارة ص ۹)



قال العلامة ابن عابدین: فانه لم يثبت اسكارة ولا تفتيرة ولا اضرامه بل ثبت له منافع... الخ (رد المحتار على الدر المختار كتاب الاشرية ج ۶ ص ۴۵۹) لہ

جب تک اعلیل سے قطرہ خارج نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا | سوال :- اگر ایک شخص سے پیشاب یا ندی کے قطرے

وقتاً فوقتاً نکلتے ہوں جس کی وجہ سے باقاعدہ ہر نماز کے لیے اس کو وضو کرنا پڑے، لیکن بعض اوقات ایک نماز سے دوسری نماز تک کوئی قطرہ نہیں نکلتا البتہ اعلیل کے اندر قطرے موجود ہوں تو کیا ایسی صورت میں دوبارہ وضو کرنا لازمی ہے یا وہ پہلا وضو ہی کافی ہوگا؟

الجواب :- صاحب عذر ہو تو ہر نماز کے لیے وضو کرنا لازمی ہے البتہ غیر معذور کے وضو ٹوٹنے کا دار و مدار سبب نقض کی قطعی اور یقینی موجودگی پر ہے، صورت مذکور میں جب پیشاب کے قطرے نکلنے کا یقین ہو تو وضو کرے گا اور اگر یقین نہ ہو تو دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں اگرچہ پیشاب کے قطرے اعلیل میں موجود ہوں۔

قال المحقق: (وينقضه خروج كل خارج نجس منه) ای من المتوضئ المحي معتداً أولاً من التبيلين (والا لای ما يطهر) ثم المراد بالخروج من التبيلين مجرد الظهور وقال ابن عابدین: (تحت قوله مجرد الظهور) ای الظهور لمجردة عن السيلان فلونزل البول الى قصبة الذكر لا ينقض لعدم ظهوره. (رد المحتار على الدر المختار - نواقض الوضوء ج ۱ ص ۱۳۵، ۱۳۶) لہ

بدن سے خالص پانی نکلنے پر وضو کا حکم | سوال :- اگر بدن کے کسی حصہ سے خالص پانی نکل آئے جو خون یا پیپ سے مخلوط نہ ہو

ہو تو کیا اس سے وضو ٹوٹتا ہے؟ | الجواب :- اگر یہ نکلا ہو مواد یقیناً خالص پانی ہو جو پیپ یا خون سے مخلوط نہ ہو

لہ قال المفتی کفایت اللہ: "تمہا کو نوشی اور نسواری سے وضو نہیں ٹوٹتا" (کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۷۲ باب الطہارۃ فصل چہارم) لہ وقال ابن نجیم: (تحت قول النسفی) وينقضه خروج نجس منه) افاد بقوله خروج نجس ان الناقض خروج وجه لا عينه (البحر الرائق، نواقض الوضوء ج ۱ ص ۲۹) ومثله في تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۷۱ نواقض الوضوء۔

تو اس کے نکلنے سے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا (وضو درست رہے گا)۔

قال الحسن بن عمار: وعن الحسن ان ماء التفتة لا ينقض۔

(مراقب الفلاح <sup>ص ۸</sup> فصل فی نواقض الوضوء)۔

**سوال :-** اگر خون یا پیپ نکل کر بہنے کی صورت

اختیار نہ کرے اور یوں ہی بدن پر پھیل جائے تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

**الجواب :-** جب خون یا پیپ زخم کے منہ سے خارج ہو کر پھیل جائے تو اس سے وضو کا ٹوٹنا بہنے پر موقوف نہیں۔

قال الحصکفی: وینقضه خروج کل خارج نجس منه الى ما يطهر اى يلحقه حکم التطهیر۔ والدر المختار علی صدر رد المحتار۔ نواقض الوضوء ج ۱ ص ۱۳۸۔

**سوال :-** سردی کے موسم میں

ہاتھ پاؤں کے اندر شگاف پڑھاتے ہیں ایسی حالت میں اگر شقوق دوائی سے بھر دیئے جائیں اور وضو کرتے وقت پانی اس میں دخل انداز نہ ہو تو اس صورت میں وضو درست ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر زخموں کے اندر پانی پہنچنے سے نقصان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں ہاتھ پاؤں کی جلد پر صرف پانی بہانا ہی کافی رہے گا، شقوق کے اندر پانی پہنچانا لازمی نہیں۔

قال ابن عابدین: تحت قول الحصکفی: وفي اعضائه شقاق غسله ان قدراً والامسحه (۱) ولو كان في رجله فجعل فيه الدواء يقيه

۱۔ قال ابن نجيم: وعن الحسن ان ماء التفتة لا ينقض (البحر الرائق بحث الوضوء ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ قال ابراهيم الحلبي: اذا خرج وتجاوز مكان خروجه الى موضع يلحقه اى يلحق ذلك الموضع حکم التطهیر اى يجب تطهيره في الجملة۔ (کبیری۔ نواقض الوضوء ص ۱۳۱) ومثله في الهندية ج ۱ من الفصل الخامس في نواقض الوضوء۔

مراد لما فوقه لا يفيده المسح. رد المحتار على الدر المختار. فرائض الوضوء ج ۱ ص ۱۷  
**سوال :-** اگر کوئی شخص انجکشن کے ذریعہ  
 انجکشن کے ذریعہ خون کا نکالنا قبض وضو ہے | بدن سے خون نکالے تو اس سے وضو پر کیا اثر  
 پڑتا ہے؟ یہ خون سوئی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے اور بدن کے کسی حصہ پر یہ خون نہیں لگتا،  
 جو الی موضع يلحقه حكم التطهير نہ ہونے کی وجہ سے بظاہر ناقض وضو نہ ہونے کا  
 شبہ ہے، کیا یہ درست ہے؟

**الجواب :-** مذکورہ صورت میں خون کا بدن کے کسی حصہ پر نہ لگنے کے باوجود ناقض  
 وضو ہے کیونکہ اگر یہ خون تھیلے میں نہ جاتا تو اس کا جسم پر بہہ جانا لازمی امر تھا۔ تھیلہ کا وجود  
 ایک خارجی مانع ہے اس سے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

قال ابن عابدین: فالاحسن ما في النهر عن بعض المتأخرين من ان المراد  
 السيلان ولو بالقوة: اي فان دم القصد ونحوه سائل الى ما يلحقه حكم التطهير  
 حكماً تاملاً. رد المحتار على الدر المختار. نواقض الوضوء ج ۱ ص ۱۷

**سوال :-** صاحب عذر کے وضو کا اعتبار  
 صاحب عذر کے وضو اور کپڑوں کا حکم | نہیں رہتا ہے، ایسے شخص کے لیے وضو کرنے کا  
 کیا حکم ہے؟ نیز ایسا اوقات اس عذر کی موجودگی میں کپڑوں کا پاک رکھنا ناممکن رہتا ہے، تو  
 معذور کے کپڑوں کی تطہیر کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** کسی شخص سے خون نکلنے یا سسل بول یا خروج ریح کی بیماری ایسی صورت

۱۔ قال ابراهيم الجبلي: اذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشم والمهم ان كان يضرب ايمال  
 الماء لا يجوز غسله ووضوه وان كان لا يضرب يجوز اذا مر الماء على ظاهره ذلك -  
 ۲۔ الكبيري مكي، الطهارة الكبرى فرائض الغسل، ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۳ -  
 ۳۔ قال في الهندية: الفراد اذا مص عضو انسان فامتلا دماً ان كان صغيراً لا ينقض  
 وضوه كما لو مصت الذباب او البعوض وان كان كبيراً ينقض وكذا العلقه اذا مصت  
 عضو انسان حتى امتلأت من دمه انتقض وضوه كذا في محيط السرخسي -  
 (الهندية - نواقض الوضوء ج ۱ ص ۱۷) ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۷ الفصل الثالث نواقض الوضوء -

اختیار کرے کہ نماز کا وقت اُس معذور شخص پر بغیر اس بیماری کے نہ گذرتا ہو تو یہ شخص معذور شرعی  
مستور ہوگا۔ اور معذور کے لیے لازمی ہے کہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرے جس سے وہ اُس  
وقت کے اندر تمام عبادات ادا کر سکتا ہے البتہ نماز کا وقت گزرنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا  
دوسرے وقت کی نماز کیلئے دوبارہ وضو کرنا لازمی ہوگا۔

علاوہ ازیں اگر کپڑوں کی صفائی ممکن ہو یعنی کپڑے دھونے سے نماز کے دوران یہ کپڑے  
پاک رہ سکتے ہوں تو پھر نماز کی ابتداء میں کپڑے صاف رکھنا ضروری ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر  
کپڑوں سے ملحقہ نجاست سے صفائی ضروری نہیں اور اس شخص پر کپڑے دھونا لازمی نہیں۔

قال المحصن فی وصاحب عذر من بہ سلسل بول او استطلاق بطن او انفلات  
ریح او استحاضۃ ان استوعب عذرہ تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع  
وقتہا زماً یتوضاً ویصلی فیہ خالیاً عن الحدث (الی ان) وحکمہ الوضوء لا غسل  
توبہ ونحوہ لكل فرض۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار۔ مطلب فی احکام  
المعذور ج ۱ ص ۳۵) لہ

**سوال :-** اگر کسی شخص کو بیماری کی وجہ سے  
**یا خانہ کے مقام سے کپڑا نکلنے پر وضو کا حکم**  
یا ویسے یا خانہ کی جگہ سے کپڑا نکل آئے تو

اس سے وضو پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

**الجواب :-** یا خانہ کی جگہ سے کپڑا نکلنا موجب نقص وضو ہے اس سے وضو باقی نہیں  
رہتا، اس میں معذور اور غیر معذور دونوں برابر ہیں۔

قال المحصن فی: وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاة من دُبُرٍ لا۔  
وقال ابن عابدین بقولہ من دُبُرٍ وکذا من ذکرہ او فرج فی الدُّودۃ

لہ قال طاہر بن عبد الرشید: یتوضاً صاحب الجرح السائل لوقت کل صلوٰۃ ویصلی  
بذلک ما شاء من الفرائض والنوافل ما دام فی الوقت فان خرج الوقت ینتقض طہارتہ  
و بعد اسطرمان فان اصاب توبہ من ذلک الدم فعلیہ ان یغسل ان کان مفیداً اما  
اذا لم یکن مفیداً بان کان مصیبہ مؤخری۔ ثانیاً وثالثاً حیث لا یفترض علیہ غسلہ۔  
ر خلاصۃ الفتاوی۔ الفصل الثالث ج ۱ ص ۱۶

والحصاة بالاجماع۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ مطلب نواقض الوضوء ج ۱ ص ۱۳۶ لہ

## باب الغسل

### (غسل کے مسائل)

**غسل میں غرغره کا حکم** | سوال :- اگر غسل کرتے وقت غرغره رہ جائے تو کیا غسل درست رہے گا؟

**الجواب :-** جنابت کے غسل میں مضمضہ فرائض غسل میں شامل ہے، اس میں منہ دھونا رکھی کرنا کافی ہے، یہاں تک کہ پانی پینے سے بھی یہ فرض ادا ہو جاتا ہے، اگر مطلقاً منہ دھونا رہ جائے تو غسل ناقص رہے گا جبکہ دھونے میں مبالغہ نہ جانے کی صورت میں غسل کامل متصور ہوگا۔

قال المحقق؛ وفرض الغسل غسل كل فمه ويكفي المشرط عباً كان المبح ليس بشرط في الاصح۔ رد المحتار علی صدر رد المحتار، ابحات الغسل ج ۱ ص ۱۵۱ لہ

**غسل کرتے وقت ناک دھونے کا حکم** | سوال :- غسل کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ کیا پانی ناک میں ڈال کر انگلی مارنا کافی ہے یا پانی کھینچ کر اقبضی ناک تک پہنچانا ضروری ہے؟ جبکہ کھینچتے وقت دماغ تک پانی پہنچنے کی صورت میں تکلیف کا اٹھانا لازم ہوتا ہے۔

**الجواب :-** دوران غسل ناک کا دھونا فرض ہے اور ناک کی مقلد ناک کی نرمی تک ہے

لہ قال فی الہندیۃ: منها ما ینخرج من السبیلین من البول والغائط والریح الخارجۃ من الذبیر والودی والمذی والمنی والدودة والحصاة۔ الہندیۃ۔ الفصل الخامس فی نواقض الوضوء ۱ ص ۱۵۱۔ ومثلہ فی خلاصۃ الفتاوی۔ الفصل الثالث فی نواقض الوضوء ۱ ص ۱۵۱ لہ قال ابراہیم الحلبي: وشرب الماء یقوم مقام المضمضۃ اذا کان علی وجه السنۃ اذا بلغ الماء الفم کلہ والافلا۔ رکبیری۔ فرائض الغسل ص ۵۰



ایسی صورت میں اپنی سہولت کو مد نظر رکھ کر جو مناسب نظر آئے وہی طریقہ اختیار کریں۔  
 قال المحصن کفی وفرض الغسل غسل کفہ ویکفی الشرب عباً لان المسح ليس بشرط في الاصح وانفه حتى ماتحت الدمرن۔ رالد المختار علی صدر  
 ردا المختار، ابحاث الفصل ج ۱ ص ۱۵۱

**مصنوعی دانت کے باوجود غسل کا حکم | سوال :-** دانت گر جانے کے بعد مصنوعی  
 دانت لگانے کی صورت میں کیا غسل کے لیے  
 اس کا نکالنا ضروری ہے ؟

**الجواب :-** چونکہ مصنوعی دانت کا ہر وقت نکالنا موجب حرج نہیں اس لیے غسل  
 کے وقت اس کا نکالنا ضروری ہے، لہذا آسانی سے نکالنے کے باوجود اگر کوئی اس کو نہیں  
 نکالتا اور پانی کا وصول بھی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں غسل کی ادائیگی جائز نہ ہوگی تاہم اگر  
 دانت مستقل طور پر لگایا ہوا اور نکالنے میں تکلیف ہوتی ہو تو نکالے بغیر غسل درست ہے۔  
 قال المحصن کفی بخلاف نحو عجین۔ ولا يمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین  
 أسنانه اوفی سنہ المجوف به یفتی وقیل ان صلباً منع، وهو الاصح۔

قال ابن عابدین قولہ بخلاف نحو عجین ای کعلت وشمع وقشر سمک وخبز  
 مضموع متلبد جوہرہ۔۔۔۔۔ نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستنہر  
 المنع لان فیہ لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء بقوله وهو الاصح صرح به فی  
 شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والخرج اھ۔  
 ردا المختار علی الدار المختار۔ ابحاث الفصل ج ۱ ص ۱۵۲

۱۵۱ قال طاهر بن عبد الرشید: وانما يجوز اذا تمضمض واستنشق بناء على ان المضمضة  
 والاستنشاق فرض في الغسل عندنا۔ خلاصۃ الفتاویٰ! الفصل الثانی فی الغسل ج ۱ ص ۱۵۲  
 ومثله فی الطحطاوی حاشیۃ مراقی الفلاح ص ۱۱۱ فصل فی فرائض الغسل  
 ۱۵۲ قال العلامة ابراہیم الحلبي، قال بعضهم هو ان كان صلباً مضموعاً متاكداً لا يجوز  
 غسله قل اوكثر وهو الاصح لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والمخرج۔  
 ركبيري ۱۵۳۔ الطهارة الكبرى، فرائض الغسل، ومثله فی السعاية ج ۱ ص ۲۹۱ فرض الغسل۔

**سوال :-** بسا اوقات لوگ دانت دانتوں پر سونے کے خول چڑھانے سے غسل کا حکم کے جل جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے

اس پر سونے کا خول چڑھاتے ہیں، سونے کے خول سے دانت مستور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے مضمضہ کرتے وقت دانت کو پانی نہیں پہنچتا، کیا ایسی صورت میں جنابت کے غسل پر کوئی اثر پڑے گا؟ علاوہ انہیں کبھی یہ خول ویسے حسن اور زینت کیلئے چڑھایا جاتا ہے تو اس حکم میں ضرورت اور عدم ضرورت مساوی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** دانت پر ضرورت کے وقت سونے کا خول چڑھانا از روئے شرع جائز ہے، غسل کے لیے اس خول کا ہٹانا حرج و تکلیف سے خالی نہیں بلکہ بسا اوقات منہ کے زخمی ہونے کا خطرہ بھی رہتا ہے لہذا اس مجبوری کی وجہ سے بوقت غسل اصلی دانت تک پانی پہنچانا معاف ہے اور اس خول کے ہوتے ہوئے نماز بھی ہو جاتی ہے۔

قال المحقق في كونه لا يمنع الطهارة ونسيم اى خرد ذباب وبرغوث لم يصل لما تحته وحناء ولو جرمة به يفتى۔ قال ابن عابدين: ر قوله به يفتى صرح به في المنية عن الذخيرة في مسألة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة ورو بعد اسطره فالظاهر التعليل بالضرورة۔ (رد المحتار على الدر المختار۔ ابحاث الغسل ج ۱ ص ۱۵۱)

بلا ضرورت سونے کا استعمال جائز نہیں، ایسے وقت میں اگر خول کے ہٹانے سے دانت سے محسوس ہوتی ہو تو موجب حرج ہوتے ہوئے غسل جائز ہے، لیکن ہٹانے میں اگر حرج نہ ہو تو پھر یہ بلا ضرورت کے چڑھایا ہوا خول ہٹایا جائے گا۔

**سوال :-** دانتوں میں سوراخ ہو جانے دانت بھروانے سے غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا کی وجہ سے مصالحہ بھرنے کی ضرورت پڑتی

ہے، کیا دانت بھر جانے کی وجہ سے غسل پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ کیونکہ اس وقت دانت کے سوراخ میں پانی نہیں پہنچتا؟

لہ قال ابراہیم الحلبي: ان كان بين اسنانه طعام ولم يصل لما تحته في الغسل من الجنابة جاز لان الماشي لطيف يصل تحته غالباً قال صاحب الخلاصة وبه يفتى (رو بعد اسطره والطين والدرن اذا بقيا على البدن يجزئ وضوءهم للضرورة۔ (كبيري باب الغسل ص ۴۹)

**الجواب :-** دانت میں سوراخ ہو جانے سے عموماً کھانے پینے میں تکلیف ہوتی ہے لیکن ایسے وقت میں پاک مصالحہ سے دانت بھرتا جائز معالجہ ہے، دانت بھرنے کے بعد غسل کے لیے خالی کرنا موجب حرج ہے اس لیے اس کا خالی کرنا ضروری نہیں اور اس سے غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔  
 قال المحصن: ولا يمنع الطهارة ونیم ای خمر ذباب وبرد غوث لم یصل الماء تحتہ وحتا ولو جرمه، به یفتی قال ابن عابدین، (رقوله وبه یفتی) صرح به فی المنیة عن الذخیرة فی مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة (رو بعد اسطر) فالظاهر التعلیل بالضرورة۔  
 رد المحتار علی الدر المختار۔ ابحاث الفسل ج ۱ ص ۱۵۲۔

**سوال :-** کیا عورت کو غسل جنابت کے غسل میں عورت کو مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں کرتے وقت سر کے بال دینڈھیاں

کھولنا ضروری ہے ؟  
**الجواب :-** اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کے اصول (جڑ) تک پانی پہنچانا ضروری ہے مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں۔  
 البتہ اگر عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کا دھونا ضروری ہے اگر کچھ حصہ خشک رہ جائے تو غسل درست نہیں ہوگا۔

قال المحصن: وكفی بل اصل ضفیرتها ای شعر المرأة المضموم للمرج اما المنقوض فیفرض غسل كله اتفاقاً ولولم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقاً هو الصمیم۔  
 رد المحتار علی صدر رد المحتار۔ ابحاث الفسل ج ۱ ص ۱۵۳۔

۱۔ قال ابراھیم الحلبي والطين والدرن اذا بقيا على البدن یجوز فی وضوءهم للضرورة۔ (کبیری۔ باب الفسل ص ۱۹) مثله فی مراقی الفلاح علی صدک الطحاوی فصل فی تمام احکام الوضوء۔

۲۔ قال ابن نجیم: قوله ولا تنقض ضفيرة ان بل اصلها ای ولا یجب علی المرأة ان تنقض ضفیرتها ان بليت فی الاغتسال اصل شعرها رو بعد اسطر و یجب علیها الا یصل الی اثناء شعرها اذا كان منقوضاً لعدم الحرج۔ (البحر الرائق کتاب الطهارة ج ۱) ومثله فی الہندیة۔ الباب الثانی فی الفسل ج ۱ ص ۱۳۔

**جنابت کی حالت میں کھانے پینے کا حکم** | سوال :- جنابت کی حالت میں کھانے پینے اور چلنے پھرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز بسا اوقات ایسی حالت میں کسی سے باتیں کرنے اور سلام کا جواب دینے کا موقع بھی پیش آتا ہے، ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب :-** جنابت کی حالت میں کھانا پینا، چلنا پھرنا، سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا تمام امور جائز ہیں۔ البتہ کھانے پینے کے وقت گلی کرنا اور ہاتھوں کو دھولینا چاہیے بغیر گلی کے کھانا پینا مکروہ ہے۔

قال المحقق: لا قرأت قنوت رای لا تکرہ ولا اکلہ وشر بہ بعد غسل بدوئم ولا معاودة اہلہ قبل اغتسالہ۔ والذہ المختار علی صدر رد المختار بحاشی الغسل ج ۱، لہ

**حالت جنابت میں ناخن اور بال کاٹنے کا حکم** | سوال :- جنابت کی حالت میں ناخن تراشنا اور بال کٹوانے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** جنابت کی حالت میں پورا جسم ظاہری طور پر نجاست کا شکار ہوتا ہے اسلئے پورے جسم کا دھونا فرض ہے، ایسی حالت میں ناخن اور بال کٹوانا مکروہ ہے۔ فقہاء کرام نے کراہت مطلقاً ذکر کیا ہے لیکن قرائن کے اعتبار سے کراہت تنزیہی معلوم ہوتی ہے۔

وفی الہندیۃ حلق الشعر حالۃ الجنابۃ مکروہ وکذا قص الاظافر۔ کذا فی الفرائب۔ والہندیۃ۔ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء وقلم الاظفار وقص الشارب ج ۵ ص ۳۵۸، لہ

**دوران غسل باتیں کرنے کا حکم** | سوال :- غسل کرتے وقت باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز اس دوران ادعیہ مستونہ پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا غرائی

لعل سدید الدین کاشغریؒ: واذا اراد الجنب الاکل والشرب ینبغی لہ ان یغسل یدہ ونفیہ ثعراً کل ویشرب۔ (منیۃ المصل۔ بحث الطہارۃ الکبریٰ ص ۲۹) ومثلہ فی الہندیۃ۔ الفصل الثالث فی المعانی الموجبۃ للغسل ج ۱ ص ۱۶۔

لہ قال الشیخ العلامة اشرق علی تھانویؒ: ”در مطالب المؤمنین می آرد سترون و تراشیدن موٹے و گرفتن ناخنہا در حالت جنابت کراہت است۔“ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۸ فصل فی الغسل)

کی حالت میں باتیں کرنا جائز ہے ؟

**الجواب :-** دورانِ غسل خاموش رہنا بہتر ہے، عریانی کی حالت میں فقہاء نے باتیں کرنے کو مکروہ لکھا ہے، اور ادعیہ منوونہ پڑھنے کے لیے یہ وقت مناسب نہیں، کیونکہ بحس مکان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے ادنیٰ کے مترادف ہے۔

قال ابن عابدین: ويستحب ان لا يتكلم بكلام مطلقاً أما كلام الناس فلكراهته حال الكشف وأما الدعا فلانه في مصب المستعمل ومحل الاقذار والأحوال<sup>۱</sup> ررد المختار علی الذر المختار مطلب سنن الغسل ج ۱ ص ۱۵۶ لہ

**غسل کرتے وقت بغیر لباس وضو کا حکم** | **سوال :-** کپڑے اتار کر ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے کا کیا حکم ہے ؟ عوام میں یہ بات

مشہور ہے کہ عریانی کی حالت میں وضو نہیں ہوتا۔

**الجواب :-** کشف عورت نواقض وضو میں سے نہیں ہے لہذا یہ بات عوام میں غلط مشہور ہے کہ عریانی کی حالت میں وضو جائز نہیں، غسل خانہ میں کپڑے اتار کر وضو کرنا جائز اور شروع ہے، البتہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ خلوت میں بھی ستر کی رعایت ہو۔

لما قال العلامة ملا علی القاری: حاصل حکم من اغتسل عارياً انه ان كان بمحل خال لا يراة احد يحرم عليه نظر عورة، ته حل له ذلك لكن الا فضل المتستر حیاء من الله تعالی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۹ باب الفصل الفصل الثانی)

**سوال :-** غسل کرتے وقت کون کی کیفیت کھڑے ہو کر غسل کرنا افضل ہے یا بیٹھ کر ؟ | **بہتر ہے ؟ کیا بیٹھ کر غسل کرنا چاہیے یا**

لہ قال الحسن بن عمار: ويستحب ان لا يتكلم بكلام معه، ولو دعاء لانه في مصب الاقذار<sup>۲</sup> ويكره مع كشف العورة (رو بعد اسطر) ويزاد فيه كراهة الدعاء۔ (مراقی الفلاح، آداب الاغتسال ص ۵۷) و مثله في الهندية۔ الفصل الثانی سنن الغسل ج ۱ ص ۱۴۔

لہ عن امّ هانئ بنت ابی طالب: تقول ذهبت إلى رسول الله عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمة تستره۔ (إجماع الصيغ البخاری ج ۱ ص ۱۰۰) عریاناً وحده في الخلق و مثله عن ميمونة في الصيغ اسلام ج ۱ ص ۱۵۴ باب تستر المغتسل بنوب ونحوه۔



کھڑے ہو کر بھی غسل کرنا افضل ہے ؟

**الجواب :-** غسل کرتے وقت کسی خاص کیفیت کی پابندی ضروری نہیں، حالت اور موقع کو مد نظر رکھ کر ایسی کیفیت اختیار کی جائے گی جو انسانی بدن کے لیے آسٹر ہو، عموماً بیٹھ کر غسل کرنے سے پردہ قوی رہتا ہے اس لیے بیٹھ کر غسل کرنا بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا ہے۔

لما اخرجہ الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری: عن اُمِّ ہانی قالت قول ذہبت الی رسول اللہ عام الفتح فوجدتہ یغتسل و فاطمة تسترہ فقال من ہذا فقلت انا اُمِّ ہانی۔ (الصیغۃ البخاری ج ۱ ص ۱۲۸ باب التستر فی الغسل عند الناس) ۱۵۲

**سوال :-** کیا غسل کرتے وقت عورت کے لیے دوران غسل سر پر مسح کرنا کافی نہیں؟ پورے بدن کا دھونا فرض ہے؟ بعض عورتیں بدن پر

پانی ڈال کر سر پر مسح کرنا کافی سمجھتی ہیں، کیا ایسی صورت میں غسل ہو جاتا ہے ؟

**الجواب :-** احکام غسل میں مرد اور عورت یکساں ہیں، جیسا مرد کے لیے پورے بدن کا دھونا فرض ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی پورے بدن کا دھونا ضروری ہے، سر کے بالوں پر مسح کر لینا کافی نہیں، بال بھی دھونا ضروری ہیں، اگر غسل کرتے وقت بالوں پر مسح کر کے دھونا چھوڑ دیا جائے تو اس سے غسل ادا نہیں ہوگا۔

قال المحصن: وفرض الغسل غسل کل قمہ والنفہ حتی ماتحت الدہن وباقی بدنہ لکن فی المغرب وغیر البدن من المنکب الی الالیۃ، وجینڈ فالرأس والعنق والید والرجل خارجۃ لغتہ داخلۃ تبعاً شرعاً۔ (اللہ المتار علی صدر رد المحتار ابجاث الغسل ج ۱ ص ۱۵۲)

۱۵۳ واخرجه الامام مسلم فی صحیحہ عن معاذۃ قالت قالت عائشۃ کنت اغتسل انا ورسول اللہ من انا وواحد بینی و بینہ فیبا در فی حتی اقول در لی در لی قالت ہما جنبان۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۸ باب غسل الرجل والمرأۃ من انا وواحد)۔

۱۵۴ وفی الہندیۃ: الفصل الاول فی فرائضہ وہی ثلاثۃ المضمضۃ والاستنشاق وغسل جمیع البدن علی ما فی المتون۔ (الہندیۃ۔ الباب الثانی فی الغسل ج ۱ ص ۱۵۴) ومثله فی البحر الرائق، کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۱۵۴

**سوال :-** بعض علاقوں میں لوگ بڑے بڑے تالابوں  
 غسل کے لیے کشف عورت کا حکم اور حوضوں میں اجتماعی طور پر غسل کرتے ہیں اس میں  
 نظام ہے کہ عضو مخصوصہ کے کشف پر جس کو لوگ دیکھ سکیں (ضمیر ملامت کرتا ہے، لیکن اگر ایک  
 شخص عضو مخصوصہ پر ایک کپڑا باندھ کر ایسی حالت میں غسل کرے کہ ناف کے نیچے اور  
 گھٹنوں سے اوپر کا کچھ حصہ عام لوگوں کو نظر آئے، اس کا از روئے شرع کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** واضح ہو کہ اگر انسان ایسی جگہ میں غسل کرے جہاں پر اکیلا ہو تو ایسی  
 حالت میں بھی بلا ضرورت کشف عورت سے احتراز کرے گا ضرورت کی حد تک اس کے لیے  
 کشف عورت کی رخصت ہے۔ لیکن جہاں اس پاس لوگ موجود ہوں تو ایسی حالت میں گھٹنوں  
 سے لے کر ناف تک کا حصہ مرد کے لیے چھپانا فرض ہے جس کا کشف حرام ہے، ایسی حالت  
 میں یہ ضروری ہے کہ پردہ کر کے غسل کرے تاہم اگر ایک شخص نے اس طریقہ سے غسل کر لیا تو  
 ارتکاب حرام کے باوجود جب فرائض غسل ادا ہوئے ہوں تو فریضہ غسل ادا ہو جاتا ہے۔  
 قال ابراہیم الحلبي: وان يغتسل في موضع لا يراه احد لا احتمال بد العورة  
 حال الاغتسال او اللبس بالحديث يعلى بن امية ان النبي صلى الله عليه وسلم قال  
 ان الله حي يستير يحب الحياء والتستر فاذا اغتسل احدكم فليستتر۔  
 ردواہ ابوداؤد۔ (کبیری۔ فرائض الغسل ص ۵) لے

**سوال :-** اگر کسی شخص کو ایسی جگہ میں غسل  
 کشف عورت کی صورت میں تیمم کی رخصت کی ضرورت پڑے جہاں غسل کرنے کا پردہ  
 انتظام نہ ہو اور اگر غسل کرتا ہے تو کشف عورت کا قوی امکان ہے، تو ایسی صورت میں  
 غسل کرنے کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** جب دیگر آدمیوں کے سامنے کشف عورت کے بغیر غسل ممکن نہ ہو تو  
 اس شخص کے لیے تیمم کرنا جائز ہے یعنی کشف عورت سے بچنے کیلئے تیمم پر اکتفاء کرے اور

لے قال ابن عابدین: قال في شرح المنية: وهو غير مسلم لان ترك المنية مقدم على فعل  
 المأمور وللقفل خلف وهو التيمم فلا يجوز كشف العورة لاجله عند من  
 لا يجوز نظره اليها۔ (رد المحتار على الدر المختار ابحاث الغسل ج ۱ ص ۱۵۶)

جب موقع ملے تو پھر غسل کر لے۔

قال ابراهيم الحلبي: وللغسل خلف وهو التيمم ولا يجوز كشف العورة عند من لا يجوز نظره اليها لاجله۔ ركبيدي۔ فرائض الغسل ص ۱۵۱ لے

**شہوت کے یا وجود منی بند کرنے سے غسل کا حکم** | سوال :- اگر کسی نے اس الذکر پر ذکر منی روک کر شہوت ختم ہونے کے بعد

منی چھوڑ دی تو ایسی صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** طرفین کے نزدیک ایسی صورت میں غسل واجب رہے گا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خروج منی کے وقت شہوت کی موجودگی ضروری ہے۔ صورت مذکورہ میں خروج منی کے وقت شہوت نہ ہونے کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہیں رہتا، لیکن مفتی بہ قول طرفین کا ہے۔

ابنہ اگر کوئی شخص کہیں مہمان ہو اور احتلام کی صورت میں میزبان کی طرف سے شک پیدا ہونے کا امکان ہو تو پھر احتلام کے وقت اسی طریقہ کو اختیار کرنے پر امام ابو یوسفؒ کے قول پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ فتویٰ اس پر نہیں دیا جاسکتا۔

قال المحصفي، وشرطه ابو يوسف وبقوله يفتي في ضيق خاف ريبته واستحي كما في المستصفي وفي القهستاني والتا تاريخانية معزيا للتوازل: وبقول ابى يوسف ناخذ لانه ليسر على المسلمين قلت ولا سيما في الشتاء والتفرد۔ وقال ابن عابد بن قوله وشرطه ابو يوسف اى شرط الدفق، واثرة الخلاف يظهر فيما لو احتلم او نظره بشهوة فامسك ذكره حتى سكنت شهوته ثم ارسله فانزل وجب عندهما لا عند (وبعد اسطر) (قوله قلت) فظهر الميل الى اختيار ما في النوازل ولكن اكثر الكتب على خلافه حتى البحر والنهر ولا سيما قد ذكروا ان قوله قياس وقولهما استحسان وانما الاحوط يتبعى الافتاء

لے قال ابن عابد بن: ولا يخفى ان تاخير الغسل لا يقتضى عدم التيمم

فان المبيح له وهو العجز عن الماء قد وجد فافهم۔

رہا المختار علی الذرا المختار۔ ابحاث الغسل ج ۱ ص ۱۵۱

بقوله في مواضع الضرورة - فقط ردة المختار على الدر المختار - اباحت الغسل ج ۱ ص ۱۶۰  
غسل کرتے وقت جہاں پانی پہنچنا مشکل ہو تو اس کا حکم | سوال :- نختے کے وقت  
 چمڑہ جاتے ہیں جس کا وجہ غسل کے وقت تشغیل تک پانی پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ بغیر کسی تکلف اور سخت  
 کوشش کے پانی داخل نہیں ہوتا، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟  
 الجواب :- جس جگہ میں پانی داخل کرنا شاق ہو تو وہاں کانوں کے سوراخ  
 کی طرح ظاہر پر پانی ڈالنے سے غسل صحیح ہوتا ہے، ایسی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت  
 نہیں جو موجب حرج ہوں۔

قال المحقق: ولو كان خاتمه ضيقاً نزعناه وحركه وجوباً كقرط ولولم يكن  
 بثقب اذنه قرط قد دخل الماء فيه اى الثقب عند مروره على اذنه اجزاه كسرة  
 واذن وخلهما الماء رواكالا يدخل ادخله ولو با صبعه ولا يتكلف بخشب ونحوه  
 والمعتبر غلبته بالوصول - الدر المختار على صمد ردة المختار اباحت الغسل ج ۱ ص ۱۵۵  
غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کا حکم | سوال :- کیا غسل کرنے کے بعد دوبارہ وضو ضروری  
 ہے یا غسل کے ضمن میں کیے گئے وضو پر اکتفاء

لہ قال ابن نجيم: ثم اتفق اصحاب المذهب انه لا يجب الغسل اذا انفصل عن مقربه من  
 الصلب بشهوة الا اذا خرج على رأس الذكر وانما الخلاف في انه هل يشترط  
 مقارنة الشهوة الخروج فعند ابى يوسف نعم وعندهما لا وقد اشار الى اختيار  
 قولهما بقوله عند انفصاله اى فرض الغسل عند خروج منى موصوف بالدفق والشهوة  
 عند الانفصال عن محله عندهما - البحر الرائق بمبحث الغسل ج ۱ ص ۵۵  
 لہ قال ابراهيم الحلبي: امرأة اغتسلت هل تتكلفت في ايصال الماء الى ثقب القرط  
 ام لا قال اى محمد شكف فيه اى في ايصال الماء الى ثقب القرط كما تتكلف في تحريك الخاتم ان  
 كان ضيقاً والمعتبر فيه غلبة الظن بالوصول وبعد اسطر، ولا تتكلف لغير  
 الامرار من ادخال عود ونحوه فان المخرج مدفوع - (كبيرى - فرائض الغسل ج ۱ ص ۴۸)  
 ومثله في اهندية الفصل الاول في فرائض الغسل ج ۱ ص ۱۲ -

کیا جاسکتا ہے؟

**الجواب:** بہتر یہ ہے کہ غسل کرنے سے قبل وضو کر لیا جائے البتہ اگر غسل سے قبل وضو نہ کیا گیا ہو تو غسل میں ضمناً وضو پر اکتفاء ہو سکتا ہے ایسی حالت میں غسل کے بعد دوبارہ وضو ضروری نہیں، البتہ اگر غسل کرنے کے بعد کسی دوسری مجلس میں وضو کرے تو جائز ہے۔

قال ابن نجيم: واتفق العلماء على عدم وجوب الوضوء في الغسل الا اذا اود الظاهر فقال بالوجوب في غسل الجنابة واذ توضع او لا ياتي به ثانياً بعد الغسل فقد اتفق العلماء على انه لا يستحب وضوءان للغسل اما اذا توضع بعد الغسل واختلف المجلس على مذهبننا او فصل بينهما بصلوة كما هو مذهب الشافعي فيستحب ر البحر الرائق سنن الغسل ج ۱ ص ۵۸

**سوال:** اگر کوئی شخص صبح نیند خواب سے بیداری کے بعد محض تری کے احساس سے غسل کا حکم سے بیدار ہوتے وقت اکیل میں بغیر کسی شہوت اور دفق کے تری محسوس کرے تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟ جبکہ احتلام بھی یاد نہ ہو اور نہ تری کے بارے میں منی ہونے کا یقین ہو؟

**الجواب:** خواب میں احتلام یاد نہ ہونے کے باوجود نفس تری کے احساس کی صورت میں غسل احتیاطاً واجب ہے، البتہ اگر مذی ہونے کا یقین ہو تو پھر غسل واجب نہیں۔  
قال ابراهيم الحلبي: واما اذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن انه منى او شك هل هو منى او مذي فكذا لك يجب عليه الغسل في هاتين الحالتين ايضاً اجماعاً للاحتياط وان تيقن انه مذي فلا غسل عليه - ركبيدي - اما الطهارة الكبرى فهي لاغتسال م ۲ ص ۲

قال العلامة الحصكفي: لو توضع او لا ياتي به ثانياً لانه لا يستحب وضوءان للغسل اتفاقاً اما لو توضع بعد الغسل واختلف المجلس على مذهبننا او فصل بينهما بصلوة كقول الشافعية فيستحب - (الدر المختار على صرر رد المختار ج ۱ ص ۱۵۸ سنن الغسل)

قال طاهر بن عبد الرشيد: والثالث اذ روي البطل على فراشه ولم يتذكر الاحتلام عندهما يجب عليه الغسل وعند ابي يوسف لا غسل عليه - (خلاصة الفتاوى - الفصل الثاني في الغسل ج ۱ ص ۱۱۱ ومثله في الهنديه - الفصل الثالث في المعاق الموجهة للغسل ج ۱ ص ۱۵۱ -



**احتلام بھول جانے کی صورت میں پڑھی گئی نمازوں کا حکم | سوال :-** کسی شخص سے احتلام

یاد آیا کہ چند روز قبل اس کو احتلام ہوا تھا، تو اس دوران پڑھی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** اگر کسی کو چند روز کے بعد احتلام کا علم ہوا کہ فلاں دن کو مجھے احتلام ہوا  
 تھا تو اسی روز سے نمازوں کی قضاء کرے گا اور اگر متعین دن کا علم نہ ہو تو آخری نوم زیندہ سے  
 جتنی شمار ہوگا، اس کے بعد جتنی نمازیں پڑھی گئی ہوں ان کی قضاء لازم ہوگی۔

لما قال الشيخ عبدالحی:۔ اگر دانست کہ احتلام فلاں روز ست حکم جنابت ازاں  
 روز جاری نخواهد شد و اگر تعین روز معلوم نہ شد حکم احتلام از آخر نوم کہ بعد آن نخسبید است  
 داد نخواهد شد۔ (مجموعۃ الفتاویٰ (فارسی) ج ۳ ص ۲۶ باب الغسل)

**کنڈوم (ساعتی) کے ساتھ ایلاج موجب غسل ہے | سوال :-** کنڈوم (ساعتی) کو  
 استعمال کرنے کی صورت میں جماع

بدون انزال کے موجب غسل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** نفس التقاء عتائین (دونوں شرمگاہوں کا مل جانا) جب سپاری غائب  
 ہو جائے تو بغیر انزال کے موجب غسل ہے بشرطیکہ دونوں کو ایک دوسرے کی حرارت محسوس ہو  
 اس لیے فقہاء نے اس ایلاج (دخول) کو موجب غسل قرار نہیں دیا جو موٹے کپڑے کے ساتھ  
 ہو اور اس میں فرج داخل کی حرارت محسوس نہ ہو لیکن کنڈوم (ساعتی) میں اگرچہ ذکر  
 ملفوف ہوتا ہے مگر یہ غلاف اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں بھی تمام تر لذت کا احساس  
 ہوتا ہے اور طرفین ایک دوسرے سے لذت یاب ہوتے ہیں اس لیے کنڈوم کے ساتھ ادخال و بدن  
 انزال بھی موجب غسل ہے۔

لما قال حسن بن عمار: ومنها ایلاج بخرقۃ مانعة من جود اللذة علی الاصح۔ قال الشيخ أحمد الطحطاوی  
 (رقولاً مانعة من جود اللذة) اقتصر علی ذکر اللذة هنا ورا د فیما تقدم وجود الحرارة وعلیها متلا زمان۔  
 والطحطاوی حاشیة مراقی الفلاح ص ۸۶ فصل عشر و اشیا لا یفتسل منها (

ایضاً وکولف ذکر بخرقۃ واولجہ و لم یزل فالاصح انه ان وجد حرارة الفرج واللذة وجب  
 الغسل واکافلا۔ مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۸۶ موجبات الغسل ۱۔

۱۔ قال المصنف: اولج حشفته او قدکها ملفوفة بخرقۃ ان وجد لذة الجماع وجب الغسل واکافلا  
 لا علی الاصح۔ (الدعوات المختار علی صدر المختار ج ۱ ص ۱۶۳ ۱۶۵ باب الغسل)

**سوال :- ٹیسٹ ٹیوب بی کے ذریعے جو**  
**ٹیسٹ ٹیوب بی بی سے واجب غسل کا مسئلہ** | مادہ منوبہ عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے کیا

اس عمل سے عورت پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں ؟  
**الجواب :-** وجوب غسل کا سبب نفس خروج منی یا دخول منی نہیں بلکہ اصل علت اس میں لذت اور تسکین قلب ہوتی ہے جو شہوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، ٹیسٹ ٹیوب میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے اور اس میں صرف مادہ منوبہ عورت کے رحم میں بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے وہ لذت و تسکین نہیں جو مرد کے جماع کرنے سے عورت کو حاصل ہوتی ہے۔

اس کی مثال عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے یا غیر آدمی کے ذکر وغیرہ کو داخل کرنے کی ہے جو موجب غسل نہیں۔ البتہ اگر ٹیسٹ ٹیوب کے عمل کے وقت عورت کو انزال ہو جائے تو تب غسل واجب ہوگا اگرچہ بدون انزال کے غسل کرنا زیادہ احوط ہے۔

لما قال المحصن، وفرض الغسل عند خروج منی من العضو... منفصل عن مقرة هو صلب الرجل وترائب المرأة... بشهوة ای لذتة ولو حکماً کتحتلم ولم يذكر الدفق يشمل منی المرأة، لان الدفق فيه غیر ظاہر۔

(الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۹ باب الغسل)

وايضاً قال، ولا عند ادخال اصبع ونحوه كذكر غير آدمي وذكر غنشي وميت وصبي لا يشتهى ما يصنع من نحو خشب في الدبر او القبل علی المختار۔

(الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۶ باب الغسل) لہ

**سوال :- اگر ایک آدمی کسی**  
**جانور سے وطی کرنے کی صورت میں غسل کا مسئلہ** | جانور سے وطی کرے لیکن انزال

لہ قال حسن بن عمار، اولها خروج المنی وهو ما دالی ظاهراً الجسد لانه ما لم یظهر للحکم له اذا انفصل عن مقرة بشهوة من غین جماع۔ (مراقی الفلاح علی مدار المطاوی فصل موجبات الغسل)  
 وايضاً ومنها ادخال اصبع ونحوه كشيء ذكر مصنوع من نحو الجلد في احد السبلین علی المختار مقصوراً لشهوة۔ (مراقی الفلاح علی مدار المطاوی فصل عشرة اشياء لا یغتسل منها)

انزال نہ ہو تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب:** نفس ایلاج موجب غسل نہیں بلکہ ایلاج والتقاء خائنین کے لیے محل مشتہاء کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ بہیمہ (جانور) یا میتہ (مردہ) محل مشتہات نہیں اس لیے نفس وطی بدون انزال کے غسل واجب نہیں۔

لما قال الحنفی: ولا عند بہیمۃ او میتۃ او صغیرۃ غیر مشتہاء بان تصیر مفضاۃ بالوطء وان غابت الحشفۃ ..... بلا انزال لقصور الشہوۃ۔

والد المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۱۶۱ ایجابات الغسل سنن الغسل ۱۷

**التقاء خائنین کی صورت میں غسل کا حکم** | سوال: مرد و عورت کی شرمگاہیں جب آپس میں مل جائیں تو کیا دونوں پر غسل ہے یا نہیں؟

**الجواب:** احادیث مقدسہ کے مترجہ اور واضح الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس لتقاء خائنین موجب غسل ہے بشرطیکہ حشفہ (سپاری) فرج میں غائب ہو جائے۔

لما اخرج اکامام ابو عیسیٰ الترمذی: عن عائشۃ قالت اقبلوا الختان الختان وجب الغسل فعلتہ انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاغتسلنا۔

الجامع الترمذی ج ۱ ص ۳ باب ما جاء اذا التقی الختان وجب الغسل ۱۷

**غسل کے بعد منی نکلنے پر غسل کا حکم** | سوال: کبھی کبھی جلدی کی وجہ سے جماع یا احتلام کے بعد غسل کیا جاتا ہے اور غسل کے بعد منی کے قطرے خارج ہو جاتے ہیں تو کیا دوبارہ غسل کرنا واجب ہے یا پہلا غسل ہی کافی ہوگا؟

لہ وفي الحندیۃ: والایلاج فی البہیمۃ والمیتۃ والصغیرۃ التي لا یجامع مثلہا لا یوجب الغسل بدوہا۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ الفصل الثالث فی المعافی الموجبۃ الغسل) ومثله فی خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۱۳۱ الفصل الثانی فی الغسل۔

لما قال الحنفی: وعند ایلاج حشفۃ فی ما فوق الختان آدمی احتراز عن الجنی یعنی اذا لم یصل ..... او ایلاج قدر ہا من مقطوعہا ولم یبق منه قدر ہا۔۔۔۔۔ فی احد سبیل آدمی حی یجامع مثلہا علیہما۔ (الرد المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۱۶۱ سنن الغسل) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ الفصل الثالث فی المعافی الموجبۃ۔

**الجواب:** غسل کرنے کے بعد منی کے جو قطرات خارج ہوتے ہیں اس میں قدمے تفصیل ہے، اگر منی کے قطرات کثرت مشی زیادہ چلنے (سوتے یا پیشاب کے بعد نکلے ہوں تو چونکہ بسا اوقات ان حالات میں بغیر شہوت و وفق کے منی خارج ہو جاتی ہے اسلئے عدم شہوت کی وجہ سے پہلا غسل ہی کافی ہے دوبارہ غسل واجب نہیں اور اگر ان عوارض سے قبل منی کے قطرات خارج ہو جائیں تو دوبارہ غسل واجب ہوگا۔

لما فی المندية: لو اغتسل من الجنابة قبل ان يبول او ينام و صلى ثم خرج بقیة المنی فعليه ان يغتسل عندهما خلا فلا ییوسف و لكن لا یعید تلك الصلوة فی قولهم جمیعاً کذا فی الذخيرة ولو خرج بعد ما بال او نام او مشی لا یجب علیه الغسل اتفاقاً کذا فی التبيين۔

رد المندية ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الثالث فی المعافی الموجبة الغسل ۱۔  
**سوال:**۔ آجکل غسل کے لیے بعض مقامات پر سوئنگ پول بنادیئے گئے ہیں جو درہ درہ حوض (ایک صدراع) سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں، اُن میں غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:**۔ جو حوض درہ درہ ہو تو مفتی بہ قول کے اعتبار سے اس کا پانی ماء جاری کے حکم میں ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں سوئنگ پول اگر درہ درہ صراع یا اس سے زیادہ ہو تو وہ ماء جاری کے حکم میں ہے اس لیے اس میں غسل کرنا جائز ہے۔ البتہ چونکہ سوئنگ پول میں غسل کرنا کفار اور فساق کا وظیرہ ہے اس لیے ایسی جگہوں میں غسل کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لما قال طاہر بن عبد الوشید: الحوض الکبیر مقدار بعشرة اذراع فی عشق اذرع۔  
 وعلیه الفتوی۔ (خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الطهارة) ۱۔

۱۔ قال ابن مابدين، وكذا لو خرج منه بقیة المنی بعد الغسل قبل التوابع والبول او المشی اکثر نهرای لا بعدہ لان النوم والبول والمشي یقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة فيكون الثاني زائلاً عن مكانه بلا شهوة فلا یجب الغسل اتفاقاً۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۱ مواجبات الغسل)

۱۔ التقدير بعشر فی عشر هو المفتی به قال السيد احمد الطحطاوی (قوله هو المفتی به) هو قول عامة المشائخ خانية وهو قول الاكثر وبه ناخذ نوازل وعلیه الفتوی كما فی شرح الطحاوی۔ (طحطاوی حاشیة مرقی الفلاح ص ۱۸۱ کتاب الطهارة بحث اقسام المياه)  
 ومثله فی المهدية ج ۱ ص ۱۸۱ الباب الثالث فی المياه۔

**جنابت کا غسل فوراً کرنا ضروری نہیں | سوال :-** عوام میں یہ بات بہت زیادہ مشہور ہے کہ بیوی سے جماع کے فوراً بعد غسل کرنا ضروری ہے ورنہ گناہ ہوتا ہے، کیا واقعی یہ بات درست ہے؟

**الجواب :-** جماع کرنے کے بعد اگرچہ غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے مگر یہ وجوب علی الفور نہیں بلکہ جب موقع ملے تو غسل جنابت کر لیا جائے، اگرچہ اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ فوراً غسل کر لیا جائے۔

عن ابن عمر قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم: انه تصيبه الجنابة من الليل فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم توءاء واغسل ذكرک ثم نم۔ متفق عليه۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۹ باب مخالطة الجنب) لہ

**مصنوعی بالوں کا وضو و غسل میں حکم | سوال :-** موجودہ دور میں خواتین اپنے بالوں کو لبا اور گھنا ظاہر کرنے کے لیے مصنوعی بال لگاتی ہیں، غسل یا وضو میں ان کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** اگرچہ یہ عمل شرعاً ممنوع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے عمل کو موجب لعنت قرار دیا ہے لیکن اگر یہ عمل کر بھی لیا جائے تو غسل میں چونکہ عورتوں پر صرف بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے اس لیے وضو اور غسل میں ان خارجی بالوں کا ہٹانا ضروری نہیں بشرطیکہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح اصلی بالوں پر ہو، ہاں اگر مصنوعی بالوں پر مسح کیا جائے تو وضو جائز نہ ہوگا۔

لما قال العلامة برهان الدین مرغینانی: لیس علی المرأة ان تنقض ضفاؤها فی الغسل اذا بلغ الماد اصول الشعر۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۲۱ فصل فی الغسل) لہ

لہ عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان جنباً فاراد ان یأکل او ینام توءاً وضوءاً للصلوۃ۔ (متفق علیہ) (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۹۹ باب مخالطة الجنب وما یباح لہ)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْأَسْلَامِيِّ وَادَّلَتْهُ ج ۱ ص ۳۸۲ الْمَطْلَبُ الْخَامِسُ مَكْرُوهُاتُ الْغُسْلِ۔  
لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: لا يفترض نقض المصفور من شعر المرأة إِنْ سَوَّى الْمَاءُ فِي أَصُولِهِ اتِّفَاقًا إلخ۔ (مراقی الفلاح علی مدار الطحاوی ص ۸۲ فصل فرائض الغسل)

وَمِثْلُهُ فِي كَبِيرِي ص ۴۷ فَرَائِضُ الْغُسْلِ۔



**سوال :-** اگر ایک شخص بیداری کی حالت میں صرف تری محسوس کرنا موجب غسل نہیں | بلاشبہوت ودفق اعیل میں منی یا ندی کی کچھ تری محسوس کرے اور وہ قلیل المقدار ہونے کی وجہ سے اس کے اندر ہی رک جائے اور باہر خارج نہ ہو تو اس صورت میں غسل کرنے کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** صورت مذکورہ میں غسل واجب نہیں کیونکہ وجوب غسل کے لیے خروج منی علی وجہ الدفق والشہوت ضروری ہے جو کہ صورت مسئلہ میں مفقود ہے، البتہ اس تری کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر قطرات صرف اعیل کے اندر ہوں خارج نہ ہوئے ہوں تو وضو پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

وفي الهندية: منها الجنابة وهي تثبت بسببين أحدهما خروج المنى على وجه الدفق والشهوة - (الهندية - الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل ج ۱) ۱۵  
**سوال :-** اگر ایک شخص اپنی منکوحہ سے متعدد بار متعذر بار جماع کیلئے ایک غسل کافی ہے یا دو تین بیویوں سے جماع کر کے آخر میں ایک دفعہ غسل کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں یا ہر بار جماع کے لیے مستقل غسل کرنا ہوگا ؟

**الجواب :-** ایک بیوی سے یا متعدد بیویوں سے کئی بار جماع کرنے کیلئے ایک غسل کرنا کافی ہے، ہر دفعہ جماع کے لیے الگ غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف ذات یوم علی نسائه فی غسل واحد۔ (ترمذی ج ۳ باب ما جاء فی الرجل یطوف علی نسائه بغسل واحد)

وقال المحصني: وكامعاودة أهله قبل اغتساله إذا احتلم لمریات أهله۔ قال الحلبي: ظاهر الأحاديث أنما يفيد التنبه لانتفاء الجواز

۱۵ قال برهان الدين: المعاني الموجبة للغسل أنزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالته النوم واليقظة (الهداية - فصل في الغسل ج ۳) ومثله في خلاصة الفتاوى الفصل الثاني في الغسل ج ۳ -

المفاد من كلامه۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار۔ اجاث الغسل ج ۱) ۱۷۶/۱۷۵  
**سوال :-** اگر مسجد کے باہر گرم پانی  
 جنابت کی حالت میں بوقت ضرورت مسجد میں جانا  
 میں تکلیف ہوتی ہو تو گرم پانی کے لیے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی بسا اوقات  
 پانی کے پھپکا ہٹن مسجد کے اندر ہوتا ہے، تو کیا بجنب شخص پانی کی مشین چلانے کے لیے  
 مسجد میں داخل ہو سکتا ہے؟

**الجواب :-** اگر مسجد سے باہر غسل کا انتظام نہ ہو اور ضرورت کے تحت مسجد میں داخل ہونا  
 ضروری ہو تو تیمم کر کے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔

قال ابن عابدین: لكن لقائل ان يقول ان مراد المبتغى ان الجنب اذا وجد  
 ماء في المسجد و اراد دخوله للاغتسال يتيمم ويدخل۔ ۲۴۳  
 (رد المحتار علی الدر المختار۔ باب التيمم ج ۱) ۲۴۳

**سوال :-** جنابت کی حالت میں  
 جنابت کی صورت میں پورے بدن کے غسل کا فلسفہ  
 پورے جسم کا غسل کیوں ضروری  
 قرار دیا گیا ہے، حالانکہ نجاست تو عضو مخصوص سے نکلتی ہے۔ مناسب تو یہ ہے کہ صرف  
 عضو مخصوص ہی دھویا جائے۔ آخر کار جنابت کا پورے جسم پر کیا اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے  
 غسل میں ہر بال تک پانی پہنچانا ضروری قرار دیا گیا ہے؟

**الجواب :-** احکامات شرعیہ میں حکمتیں تلاش کرنا منصف ایمان کی دلیل ہے،  
 مسلمان کے لیے بغیر کسی چون و چرا کے احکام شرعیہ پر عمل ضروری ہے، احکام شرعیہ میں حکمتیں  
 تلاش کرنا ایمان کا تقاضا نہیں، کیونکہ ایمان اور اسلام فرمانبرداری اور اطاعت کا نام ہے اس کا

لہ قال طاہر بن عبد الرشید: ولا بأس بلجنب ان ينام ويبعد اهله قبل  
 ان يغتسل او يتوضأ۔ (خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الثانی فی الغسل ج ۱ ص ۱۷۱)  
 ومثله في مشکوة ج ۱ ص ۱۷۱ باب مخالطة الجنب ويباح له الفصل الاول۔  
 لہ قال ابراہیم الحلبي: جنب وجد الماء في المسجد ولم يجد في غيره وليس معه  
 احديا تيه به، يتيمم لاجل الدخول۔ (کبیری باب التيمم ص ۷۲)

یہ مطلب نہیں کہ احکام شرعیہ عقل سے متصادم ہیں بلکہ ہماری عقل ناقص ہے جس کی وجہ سے اوقات ان حکمتوں اور فلسفوں کے ادراک سے ہم قاصر رہ جاتے ہیں۔

تاہم جنابت کی حالت میں پورے بدن کے دھونے کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنابت سے جسم میں گرانی و کاہلی اور کمزوری و غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور غسل سے دل میں قوت و نشاط و سرور اور بدن میں سکساری پیدا ہوتی ہے۔ جنابت سے انسان کو ارواح طیبہ یعنی فرشتوں سے بعد و دوری پیدا ہوتی ہے اور جب غسل کرتا ہے تو وہ بعد اور دوری ختم ہو جاتی ہے۔ جب انسان مجامعت سے فارغ ہو جاتا ہے تو حالت جنابت میں ہونے کی وجہ سے اس کا دل انقباض اور تنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر بوجھ سا طاری ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو نہایت تنگی اور گھٹن میں پاتا ہے، اور جب دونوں قسم کی نجاستیں دور ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے بدن کو ملتا اور غسل کرتا ہے تب اس کی گھٹن اور سستی دور ہو جاتی ہے۔

حاذق طبیعوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتا ہے اور بدن اور رُوح کے لیے نہایت نافع اور مفید ہے، اور جنابت میں رہنا اور غسل نہ کرنا بدن و رُوح کے لیے سخت مضر ہے۔ اس امر کی خوبی پر عقل و فطرت سلیمہ کافی گواہ ہے۔

والیہ اشار الشیخ ابن القیم الجوزیہ: حیث قال فان الاغتسال من خروج المنی من انفع شیء للبدن والقلب والروح بل جمیع اکامہ و اح القائمۃ بالبدن فانہا تقوی بالاغتسال۔ والغسل یخلف علیہ ما تحلل منه بخروج المنی و ایضاً فان الجنابۃ توجب ثقلًا و کسلًا والغسل یحدث لہ نشاطًا و خفۃً و بعد اسطر و قد صرح افاضل الاطباء بان الاغتسال بعد الجماع یعود الی البدن و یخلف علیہ ما تحلل منه و اتہ انفع شیء للبدن والروح و ترکہ مضر۔ را اعلام الموقعین۔ جواب ابن القیم المفصل عن الباب الغسل من المنی ج ۲ ص ۲۷۷



## باب البئر

### (کنوئیں کے مسائل و احکام)

**سوال :-** اگر کنوئیں میں یا حوض کے پانی میں مینڈک مینڈک مرنے کی صورت میں پانی کا حکم اگر کر مر جائے تو ایسے پانی کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** مینڈک کی دو قسمیں ہیں، ایک بحری دوسری بری۔ اگر بحری مینڈک جس کا نہن سہن پانی میں ہو تو مائے المولد کے حکم میں ہو کر اس کے مرنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور بری مینڈک کے بدن میں اگر خون نہ ہو تو اس سے بھی پانی نجس نہیں ہوتا البتہ اگر اس کے بدن میں خون ہو تو پھر اس کے مرنے سے پانی نجس ہوگا۔

قال المحقق: وما لئى مولد كسبك و سرطان و ضفدع الا بريالة دم سائل وهو ما لا ستر له بين اصابعه فيفسد في الاصمح كحياة بريئة ان لهادم والا لا.

قال ابن عابدین: (قوله فيفسد في الاصمح) وعليه فما جزم به في الهداية من عدم الفساد بالضفدع البرى و صححه في السراج محمول على ما لا دم له سائل كما في البحر (هذا المختار على المختار باب المياه ج ۱ ص ۱۸۵) لـ

**سوال :-** اگر کنوئیں میں انسان گر کر مر جائے تو اس انسان گرنے سے کنوئیں کے پانی کا حکم کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر گرنے کے

بعد زندہ نکل آئے تو پانی کی طہارت پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** غیر نجس انسان کا بدن پاک ہے، اگر انسان کنوئیں میں گر جائے اور اسے زندہ نکال لیا جائے تو پانی پاک ہے، البتہ اگر مر گیا ہو تو پانی نجس ہوگا اور اس صورت میں کنوئیں سے

لـ قال قاضى خان: موت ما لا دم له كالسماك والسرطان والحية وكل ما يعيش في الماء لا يفسد ما دلا وافي وكذا الضفدع بريئة كانت او بحرية فان كانت الحية او الضفدع عظيمة لهادم سائل يفسد الماء وكذا الوزعة الكبيرة.

(فتاوى قاضى خان على هامش الهندية فصل فيما يقع في البئر ج ۱ ص ۱۸۵)

تمام پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر تمام پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو پھر دوسو سے لے کر تین سو ڈول تک نکالنے سے کنواں پاک ہوگا۔ تاہم اگر گرا ہوا آدمی محدث یا جنب ہو تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے گا۔  
 قال ابراہیم الجلی: وان ماتت فیہا شاة او کلب او ادمی ینزع جمیع الماء..... وکذا ینزع جمیع الماء اذا استخرج الکلب او الخنزیر حیًا۔ رکبیری فصل فی البیوض۔  
 قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: ان کان محدثًا ینزع اربعون دلوًا۔  
 (تاتاریخانیہ ج ۱ ص ۱۸۲ مسائل البیڑ)

**سوال :- گھروں میں بیت الخلاء کیلئے پانی کے کنوئیں اور بیت الخلاء کے درمیان فاصلہ**  
 گٹر کھودا جاتا ہے جس میں بول و براز بیت الخلاء سے نکل کر جمع ہوتے ہیں، پھوٹے گھروں میں اس کے قرب و جوار میں پانی کا کنواں بھی بنایا جاتا ہے، کیا اس سے پانی کے کنوئیں پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں اور ان کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے؟

**الجواب :-** پانی کی طہارت و نجاست کا حکم گٹر اور کنوئیں کے درمیان گندگی کے وصول پر مبنی ہے اور یہ وصول زمین کی نرمی اور سختی کی وجہ سے متفاوت ہے، کوئی خاص فاصلہ اس کے بارے میں متعین نہیں۔ تاہم یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک لون طعم ریح (بو) متاثر ہونے کا خطر نہ ہو تو اتنا فاصلہ رکھ کر بیت الخلاء کا گٹر بنایا جائے جس سے کنوئیں کا پانی متاثر نہ ہو۔

قال فی الہندیۃ: بئر الماء اذا كانت بقرب البئر النجسة فہی طاهرة ما لم یتغیر طعمہ أو لونه، اوریحہ کذا فی النظمیریۃ ولا یقدر ہذا بالذمہ ان حتی اذا کان بینہما عشرة اذرع وکان یوجد فی البئر أثر البالوعة فماء البئر نجس وان کان بینہما ذراع واحد ولا یوجد أثر البالوعة فماء البئر

لم قال المحصن؟ فان اخرج الحيوان غیر منتفخ ولا متفسخ ولا متعبط فان کان کادمی وکذا سقط وسخلۃ وجدی واوز کبیر ینزع کلہ۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار۔ فصل البیڑ ج ۱) ومثلہ فی الہندیۃ ج ۱ الباب الثالث فی المیاء۔

قال العلامة ابن عابدین: تحت قولہ کادمی محدث، ای انه ینزع فیہ اربعون۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۳ باب البیڑ)



طاہر۔ کذا فی المحيط وهو الصحيح۔ (الہندیۃ۔ الباب الثالث فی المیاہ ج ۱ ص ۱۷۰)  
کنوئیں میں گندی چیز مثلاً چیل یا لکڑی گر جانے کا حکم | سوال :- کنوئیں میں گندی چیز  
 مثلاً چیل، لکڑی یا نجس کپڑا اگر جاٹے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** اگر اس گری ہوئی گندی چیز کا نکالنا ممکن ہو تو نکالنا لازمی ہے اور اگر  
 نکالنا ممکن نہ ہو تو پھر اگر کنوئیں سے سارا پانی نکالنا مشکل نہ ہو تو سارا پانی نکالا جائے ورنہ  
 تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک مشور ہوگا۔

قال المحقق: ينزح كل ماؤها بعد اخراجه الا اذا تعدر خشبة او خرقة  
 متنجسة فينزح الماء الى حد لا يملا نصف الدلو يطهر لكل تبعاً۔  
 (الدر المختار علی صدر رد المحتار۔ فصل فی البیروج ص ۲۱۲) ۲

اس کنوئیں کا حکم جس سے مرا ہو یا حیوان نکالنا مشکل ہو | سوال :- اگر کنوئیں میں مرغی  
 کا بچہ گر کر مر جائے اور کنوئیں سے اس کا نکالنا ممکن نہ ہو اور نہ تمام پانی کا نکالنا ممکن ہو تو تین سو ڈول نکالنے کے باوجود بھی کنوئیں میں  
 نجاست کی موجودگی میں پانی کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** ایسی حالت میں جبکہ تمام پانی کا نکالنا ممکن نہ رہے اور نجاست کا نکالنا  
 بھی انسان کے بس میں نہ ہو تو کنوئیں سے اتنی مدت تک پانی استعمال نہیں کیا جائے گا جب تک  
 وہ بچہ مٹی نہ ہو جائے، بعض نے چھ مہینہ تک تحدید کی ہے۔

قال ابن عابدین: قلت فلو تعذر ایضاً ففی القہستان عن الجواہر: لو وقع

لہ قال طاہر بن عبدالرشید: وادفی ما یبغی ان یکون بین یسرا ماء والبالوعة سبعة  
 اذرع والتعویل علی نقوذ الرأحة ان تغیر لونه او طعمه او رائحته نجسة والا فلا۔  
 (خلاصة الفتاوی الخیسیں الثالث فی الابار ص ۱۴۸)۔ ومثله فی رد المحتار علی الدر المختار فصل فی البیروج ص ۲۱۲  
 ۳ قال فی الہندیۃ۔ ولو وقعت فی البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس وتعذر  
 اخراجها وتغیبت فیها طهرت الخشبۃ والثوب تبعاً بطہارة البئر کذا فی النظیرۃ  
 (الہندیۃ۔ الباب الثالث فی المیاہ ج ۱ ص ۱۷۰) ومثله فی السعایۃ ج ۱ ص ۱۷۰

عصفور، فیہا فعجز واعن اخراجه فما دام فیہا فنجسة فتترك مدة يعلم  
انه استحال وصار حماة وقيل مدة ستة اشهر۔

رد المحتار علی الدر المختار، فصل فی البئر ج ۲۲ ص ۱۷

**سوال :-** اگر ایک کنوئیں میں کتا گر کر مر جائے تو اس سے پانی  
کتا گرنے سے پانی کا حکم پر کیا اثر پڑے گا؟ ناپاک کی صورت میں کنوئیں کے کچھڑ، ڈول  
اور رسی کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** کتا گرنے سے پانی نجس ہو جاتا ہے، کتے کا جسم نکالنے کے بعد سارا پانی  
نکالتا اگر ممکن ہو تو ضروری ہے ورنہ دوسو سے لے کر تین سو ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔ کچھڑ  
نکالتا، ڈول اور رسی دھونا ضروری نہیں۔ ایسا ہی کنوئیں کی دیواروں میں تری رہ جانے  
سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال فی الہندیۃ: اذا وقعت فی البئر نجاسة نوحث وکان نزح ما فیہ من الماء  
طہارة لہما باجماع السلف کذا فی الہدایۃ۔ (الہندیۃ۔ الباب الثالث فی المیاہ ج ۱ ص ۱۷)

**سوال :-** کنوئیں سے مردہ جانور خواہ کلاڑا  
ہو یا ہو یا نہ نکالا جائے تو گرے کے وقت سے  
لا علمی کی بناء پر وہ پانی وضو یا غسل کے لیے  
استعمال ہوتا ہے اور اس سے جو کپڑے اور برتن وغیرہ دھوئے گئے ہوں یا اٹا گوندا گیا ہو، اس  
کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۱۔ قال محمد عبد الحی۔ وذكر القمہستانی فی جامع الرموز نقلاً عن الجواهر لو وقع فیہا عصفور  
فعجز واعن اخراجه فما دام فیہا فنجسة فیتترك مدة يعلم انه استحال وصار  
حماة وقيل مدة ستة اشهر انتہیٰ و هذا ایضاً یفید انه لا بد من اخراج عین  
النجس فاذا تعذر فیتترك الى ان یستعجل۔ (السعیۃ ج ۱ ص ۲۲۶ فصل فی البیئر)  
۲۔ قال ابن عابدین: (قوله ینزع کل مائہا) ای دون الطین لورود اکثار بنزع الماء  
وبعد اسطر (یطہر کل) ای من الدلو والرشاء والبکة۔ رد المحتار علی الدر المختار،  
فصل فی البئر ج ۲۲ ص ۱۷ ومثله فی مراق الفلاح فصل فی مسائل البیئر ص ۲۲۔

**الجواب :-** کنوئیں میں نجاست مل جائے اور اس کا وقت وقوع معلوم نہ ہو تو علم وقوع سے قبل اگر اس کنوئیں کے پانی سے وضو کیا گیا ہو یا پاک کپڑے دھوئے گئے ہوں تو بالاجماع کسی چیز کا اعادہ نہیں، اور اگر حالت حدث میں وضو یا غسل کیا گیا ہو یا نجس کپڑے دھوئے گئے ہوں تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اگر حیوان (نجاست) گلا سڑا ہو تو تین دن و رات کی جملہ نمازوں کا اعادہ ضروری ہے، اسی طرح ان دنوں کے دوران جو کپڑے یا برتن دھوئے گئے ہوں تو ان کا دوبارہ دھونا لازمی ہے اور جو آٹا گوندھا گیا ہو اگر وہ موجود ہو تو کسی حیوان کو کھلا دیں۔ اور صاحبین کے ہاں کسی چیز کا اعادہ نہیں بلکہ جس وقت اس کا علم ہوا اسی وقت سے اس کی نجاست کا اعتبار ہوگا۔ بعض علما نے صاحبین کے قول کو راجح کر کے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے لیکن اکثریت نے امام صاحبؒ کی رائے کو مفتی بہ قرار دیا ہے، تاہم اگر صحراء وغیرہ ہو اور اس کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ ہو تو پھر صاحبین کی رائے کو اپنانا بھی درست ہے۔

لما قال شيخ الاسلام ابو بكر بن علي الحدار: اذا وجد في البيئر نمارقة ميتة او غيرها.... ولا يدرون متى وقعت ولم تنتفخ ولم تنفسخ اعادوا صلوٰة يوم وليلة وان كانت قد انتفخت او تنفسخت اعادوا صلوٰة ثلثة ايام وليا ليها في قول ابى حنيفةؒ اذا كانوا توضوا منها اي وهو محدثون وغسلوا كل شي بر اصابه ماؤها اي غسلوا ثيابهم من نجاسة اما ان توضوا منها وهو متوضون او غسلوا ثيابهم من غير نجاسة فانهم لا يعيدون اجماعا.... وقال ابو يوسفؒ ومحمد ليس عليهم شيء حتى يتحققوا متى وقعت۔  
(الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۲۱۹ فصل في البيئر)

قال ابن عابدین: (قوله قيل وبه يفتي) قائله صاحب الجوهرة وقال العلامة قاسم في تصحيح القدوري: قال في فتاوى العتباتي قولهما هو المختار قلت: لم يوافق على ذلك، فقد اعتمد قول الامام البيهقي والنسفي والموصلي وصدر الشريعة، وراجع دليله في جميع المصنفات۔

رد المختار ج ۱ ص ۲۱۹ مطلب مهم في تعريف الاستحسان) ۱۷

۱۷۔ قال ابن نجيمؒ واعلم ان البيئر تنجس من وقت وقوع الحيوان الذي وجد ميتاً فيها (و باقی حاشیہ الگے صفحہ پر دلا خط ہو)

# باب الحوض

(حوض کے مسائل و احکام)

**سوال :-** بعض علاقوں میں چھوٹے چھوٹے حوض بنائے جاتے ہیں، پانی کی روانگی کے وقت تو کوئی مسئلہ نہیں رہتا لیکن جب پانی جاری نہ ہو تو ایسے حوض (تالاب) سے وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟ خاص کر اس وقت جبکہ حوض کے ایک جانب کتوں یا دوسرے حیوانات کی نجاست پڑی ہو۔

**الجواب :-** جو حوض وہ در وہ سے کم مقدار کا ہو تو صرف نجاست گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اور جو حوض وہ در وہ یا اس سے زیادہ مقدار کا ہو تو جب تک پانی کے اوصاف تبدیل نہ ہوئے ہوں نفس نجاست گرنے سے ناپاک کی کاسبب نہیں بنتا۔ لہذا مسئلہ حوض اگر وہ در وہ سے کم ہو اور اس میں نجاست پڑی ہوئی ہو تو پانی کے کس ہونے کی بناء پر اس سے وضو کرنا جائز

رہیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ان علم ذلك الوقت وان لم يعلم فقد صال الماء مشكوكا في طهارته ونجاسته فاذا توضؤا منها وهم متوضؤون او غسلوا ثيابا بهم من غير نجاسة فانهم لا يعيدون اجماعا لان الطهارة لا تبطل بالشك وان توضؤا منها وهم محدثون او اغتسلوا من جنابة او غسلوا ثيابا بهم عن نجاسة... في الاول والثاني خلاف فعند ابي حنيفة التفصيل المذكور في الكتاب وقال لا يحكم بنجاسة وقت العلم بها ولا يلزمهم اعادة شيء من الصلوة ولا غسل ما اصابه ماؤها قبل العلم وهو القياس لان اليقين لا يزول بالشك - (البحر الرائق - كتاب الطهارة ج ۱ ص ۱۲۳)

وقال (بعد اسطر) في تصحيح الشيخ القاسم وفي فتاوى العتبات المختار قولهما قلت هو المخالف لعامة الكتب فقد رجح دليله في كثير من الكتب وقالوا انه الاحتياط فكان العمل عليه وذكر الاسبيجاني ان ماعين به قال بعضهم يلقى الى الكلاب وقال بعضهم يعلف المواشي - (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۲۵ كتاب الطهارة) ومثله في السعاية ج ۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰ كتاب الطهارة في احكام الاسرار -

نہیں البتہ جاری ہونے کی صورت میں وہ درود سے کم حوض بھی نجس نہیں ہوتا۔

لما قال، علامة عبد الله بن محمود المودود والماء الراكد اذا وقعت فيه نجاسة لا يجوز فيه الوضوء الا ان يكون عشرة اذرع في عشرة۔

الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۸۱ حکم الماء الداكد ان وقعت فيه نجاسة له  
**سوال :-** طول وعرض کی مقدار بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے  
**گول حوض کا حکم** کہ حوض کا مستطیل یا مربع ہونا ضروری ہے، لیکن بسا اوقات حوض

گول ہوتا ہے تو کیا چابیس گز گولائی والے حوض کو حوض کبیر کہا جاسکتا ہے؟  
**الجواب :-** حوض کا مستطیل یا مربع ہونا ضروری نہیں، طہارت کا دار و مدار پانی کی کثرت پر ہے لہذا گول حوض ہونے کے باوجود جب وہ درود جتنا رقبہ بنتا ہو تو یہ ماء جاری کے حکم میں ہوگا۔

قال ابن عابدین: (قوله ای فی المربع) اشارات المراد من اعتبار العشر في العشر م  
يعصون وجهه مائة ذراع سوا كان مربعاً وهو ما يكون كل جانب من جوانبه  
عشرة وحول الماء أربعون ووجهه مائة او كان مدوراً او مثلثاً۔

رہد المختار علی الدر المختار باب المیاہ ج ۱ ص ۱۴۲ م ۲

**متفاوت کناروں والے حوض کا حکم** **سوال :-** اگر حوض کی لمبائی اور چوڑائی متفاوت ہو، پھر بھی اوسط رقبہ وہ درود سے زیادہ ہو تو

له قال العلامة ابراهيم الحلبي: والماء الراكد الاصل عندنا ان الماء القليل ما  
لم يكن عشراً في عشر يتنجس بوقوع النجاسة فيه وان لم يظهر فيه  
اثرها من لون ونحوه۔ ركبي ۹۴، فصل في احكام الحيض) ومثله  
في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۸۱ احكام الحيض۔

له قال ابن نجيم: فان كان الحوض مدوراً ففي الظهيرية يعتبر ستة وثلاثون  
وهو الصحيح وهو مبهرهن عند الحنابلة۔ وفي الخلاصة وصورة الحوض الكبير المقدس  
بعشرة في عشرة ان يكون من كل جانب من جوانب الحوض عشرة وحول الماء أربعون  
ذراعاً۔ (البحر الرائق۔ كتاب الطهارة ج ۱ ص ۱۸۱)



کیا اس کو حوض کبیر کے حکم میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

**الجواب :-** حوض کبیر کے ماء جاری کے حکم میں ہونے کا دار و مدار تناسب اطراف پر نہیں بلکہ پانی کی کثرت پر ہے، اگر اوسط رقبہ وہ درجہ سے زیادہ بنتا ہو اور مبتلی بہ کی رائے میں پانی زیادہ ہو تو پھر طول اور عرض متفاوت ہونے کے باوجود یہ حوض وہ درجہ کے حکم میں ہو کر ماء جاری کے حکم میں رہ جائے گا۔

قال المحصن: ولو له طول لا عرض لكنه يبلغ عشرًا في عشر جاز تيسرًا۔  
قال ابن عابدین: (قوله تيسرًا) أي جازًا لوضوء منه بناءً على نجاسة الماء المستعمل أو المراد جازوان وقعت فيه نجاسة، وهذا أحد قويتين، وهو المختار۔  
(رد المحتار على التمرين المختار باب المياه ج ۱ ص ۱۹۱) لے

**سوال :-** ایک بڑا حوض ہونے کی صورت میں اگر وضو بڑے حوض سے وضو کا حکم کرتے وقت ماء مستعمل کے کچھ قطرے گرتے رہیں اور پانی نکلنے کا کوئی راستہ بھی نہ ہو تو کیا اس حوض سے وضو کرنا درست ہے؟

**الجواب :-** بڑے حوض میں جب تک پانی کے اوصاف یعنی رنگ، ذائقہ اور بو متغیر نہ ہو تو ماء مستعمل کے قطرے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، از روئے شرع ایسا پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل دونوں جائز ہیں۔

قال المحصن: وكذا يجوز براكه كثير كذا في وقوع فيه نجس لم يراثره ولو في موضع وقوع المريئة، به يفتي بمورد المختار على هامش رد المختار  
باب المياه ج ۱ ص ۱۹۱ (۱۹۱) لے

لے قال ابن نجيم: فان كان الحوض مدوراً ففي النظيرية يعتبر ستة وثلاثون وهو الصحيح وهو مبهرن عند الحساب وفي الخلاصة وصورة الحوض الكبير المقدس عشرة في عشرة ان يكون من كل جانب من جوانب الحوض عشرة وحول الماء أربعون ذراعاً۔ (البحر الرائق كتاب الطهارة ج ۱ ص ۸۲)  
لے قال ابن نجيم: (قوله) والا فهو كالجاري أي وان يكن عشرًا في عشر فهو كالجاري فلا يتنجس الا اذا تغير احد اوصافه ثم في قوله كالجاري إشارة الى انه لا يتنجس موضع الوقوع۔ (البحر الرائق كتاب الطهارة ج ۱ ص ۸۲)  
ومثله في الهندية۔ الباب الثالث في المياه ج ۱ ص ۸۱۔

**سوال :-** اگر بڑا حوض جس کی مقدار عشرائی عشر سے زیادہ ہو، گو بریا بول و برا ذواق ہونے سے اس کے پانی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

**الجواب :-** واضح ہو کہ پانی خواہ حقیقتاً جاری ہو یا حکماً، اس میں نجاست واقع ہونے کی صورت میں تغیر اوصاف کے بغیر پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن یہی واضح ہو کہ وہ درودہ گز حوض ماہ جاری کے حکم میں ہونا احناف کے مذہب میں ایک روایت ہے جو امام ابو حنیفہ سے منقول نہیں، لیکن زمانہ حال میں جہل کی بناء پر فقہاء کرام وہ درودہ پر فتویٰ دیتے ہیں۔

قال طاہر بن عبد الرشید: النجاسة اذا وقعت في حوض ان كان كبيراً فهو بمنزلة البحر لا يتنجس الا ان يتغير طعمه ولونه او ريحه... قال (بعد اسطر) الحوض الكبير مقدّر بعشرة اذرع في عشرة اذرع وعليه الفتوى۔

خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۱۷

**سوال :-** بڑی بڑی نہریں آبادیوں کے قریب سے گذرتی ہیں تو لوگ عموماً اس میں نجاست اور گندگی پھینکتے رہتے ہیں یہاں تک کہ گاؤں سے بیت الخلاء کا پانی بھی انہی نہروں میں شامل ہوتا ہے، بسا اوقات نجاست کے ڈھیر تک پانی میں نظر آتے ہیں تو ایسی نہروں کے پانی سے وضو اور غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** نہروں کا پانی جاری ہے اور جاری پانی میں جب تک اوصاف متغیر نہ ہوں یعنی رنگ، ذائقہ اور بو میں فرق نہ آیا ہو تو نجاست کے وقوع سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، ایسی بڑی نہروں میں عموماً نجاست مغلوب ہو جاتی ہے اور پانی میں اس کا کوئی خاص اثر ظاہر نہیں ہوتا، اس لیے نہروں کا پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

قال الحصكفي: ويجوز بجمار وقعت فيه نجاسة والجارى هو ما يعد جارياً عرفاً۔

لہ والتقدير بعشر في عشر هو المفتى به وذكر السيد احمد الطحطاوى في تحت قوله هو مفتى به) هو قول عامة المشائخ خانية وهو قول الاكثر وبه نلخذ نوازل وعليه الفتوى۔

الطحطاوى حاشیہ مرقا الفلاح لا بحث اقسام المياه ومثله في الهندية۔ التالثلث فی المباح ص ۱۸

ان لمیرای یعلم اثره فلو فيه جيفة او بال فيه رجال فتوفوا اخر من اسفله جاز ما لم  
يرقى البحرية اثره وهو ما طعم اولون اوريم۔ رالدر المختار على صدر رد المحتار  
باب المياه ج ۱ ص ۱۸۷

## باب التيمم

### (تيمم کے احکام و مسائل)

**سوال** تيمم کی نیت کیسے کرنی چاہیے؟ اگر عربی کی نیت انسان کو یاد نہ ہو  
تيمم کی نیت | مادری زبان میں نیت کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز عربی میں نیت کے الفاظ  
کیا ہیں؟

**الجواب**۔ تيمم کی نیت دل کے ارادہ سے عبارت ہے، اگر دل میں ارادہ ہو تو یہ نیت  
صحیح تيمم کے لیے کافی ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ زبان سے بھی نیت کی جائے، اگر عربی میں نیت  
یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کرے، البتہ عربی میں نیت یوں ہے: نويت ان  
أتيمم لرفع الحدث ولا ستباحة الصلوة، لیکن نیت پر تلفظ کرتے وقت متعلقہ  
فعل کا دل سے ارادہ کرنا ہوگا تاکہ زبان اور دل کے ارادہ میں یکسانیت رہے۔  
قال الحسن بن عمار: وهو لغة القصد وشرعاً مسمى الوجه واليدین عن صعيد مطهر  
والقصد شرط له. و بعد اسطر (یشترط لصحة نية التيمم <sup>للصلوة</sup> احدى ثلاثة اشياء امانية لطهارة  
من الحدث القائم به امنية استباحة الصلوة امنية عبادة مقصودة لا تصح بدن طهارة. و مرقا الفلاح باب التيمم ص ۲۶)

۱۔ قال في الهندية: وفي النصاب والفتاوى في الماء الجاري انه لا يتنجس ما لم يتغير  
طعمه اولونه او ريحه من النجاسة كن في المضمرات۔ (الهندية۔ الباب الثالث  
في المياه ج ۱ ص ۱۸۷) ومثله في البحر الرائق۔ كتاب الطهارة ج ۱ ص ۸۲۔  
۲۔ وفي الهندية: منها النية وكيفيتها ان ينوي عبادة مقصودة لا تصح الا بالطهارة  
ادنية الطهارة واستباحة الصلوة تقوم مقام ارادة الصلوة۔ الخ (الهندية ج ۱ ص ۲۶، ۲۷)  
باب التيمم) ومثله في تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۹، ۴۰، باب التيمم۔

**مسجد کی مٹی پر تیمم کا حکم | سوال :-** تیمم کی ضرورت پڑنے پر مسجد کی دیواروں سے تیمم کرنے کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** مسجد کی دیوار یا فرش پر تیمم کرنا مکروہ ہے کیونکہ تیمم کی صورت میں یہ مٹی حدت کے لیے مزیل ہے، جو مٹی یا پتھر مسجد میں نصب اور قائم ہو وہ واجب التقییم ہونے کی وجہ سے اس کی طرف ازالہ حدت کی نسبت بے ادبی کے مترادف ہے، البتہ اگر دیوار یا فرش کی مٹی کسی نے جمع کر کے مسجد کے ایک کونے میں رکھ دی ہو تو پھر اس پر تیمم جائز ہے کیونکہ مٹی کو اکٹھا کر کے کسی کونے میں رکھنا مسجد سے خارج ہونے کے معنی میں ہے اور مسجد کی مٹی جب مسجد سے باہر نکالی جائے تو اس کا تقدس اور حرمت باقی نہیں رہتی۔

قال قاضی خان: وبكره مسح الرجل من طين والردغة بأستوانة المسجد وبجائطه وان مسح بتراب في المسجد ان كان ذلك للتراب مجموعاً في ناحية غير منبسطة لا بأس به وان كان منبسطة مشروشاً يكره لانه بمنزلة ارض مسجد. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفندیۃ - فصل فی المسجد ج ۱ ص ۶۵) لہ

**تیمم میں تحلیل لحيہ کا حکم | سوال :-** وضو کے وقت دائرہ کا خلال تو ہوتا رہتا ہے لیکن تیمم کے وقت دائرہ کا خلال کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** تیمم میں دائرہ کا خلال مسنون ہے تاہم اس کے لیے مستقل ضربت کی ضرورت نہیں ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وفي الغرض: ويخلل الحية واصابعه ويحرك الخاتم والقرط كالوضوء والفسد، اه قلت: لكن في الحائنة ان تحليل الاصابع كابد منه ليتم الاستيعاب وقال في البحر: كذا نزع الخاتم وتحريكه ام فبقى تحليل الحية من السنن. (مرقاۃ المختار علی الدر المختار - باب لتیمم ج ۱ ص ۲۳۲)

لہ قال العلامة اشرق علی تھانوی: اس وقت روایت نہیں ملی مگر کہیں دیکھا ہے کہ مکروہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۹ فصل فی التیمم)

ومثله في امداد الاحكام ج ۲ ص ۲۴۲ - آداب المساجد۔

**سوال :-** پانی کی موجودگی میں اگر جنازہ فوت ہوئے کا خطرہ ہو تو نماز جنازہ کے لیے تیمم جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ہر وہ نماز جس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی تلافی بصورت قضاء ممکن ہو اور اس کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لیے تیمم لازم خاص ہے، لہذا نماز جنازہ فوت ہونے کے خدشہ کی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے تاہم ولی میت اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔

قال المحمدي: وجاز لخوف فوت صلاة جنازة اي كل تكبيراتها ووجوبها او فوت عيد بقرآن امام او زوال شمس۔

قال ابن عابدین: قوله وجاز لخوف فوت صلاة جنازة اي لو كان الماء قريباً (قوله كل تكبيراتها) فان كان يرجو ان يدرك البعض لا يتم لانه يمكنه اداء الباقي وحده۔ بحر عن البدائع والتقنية۔ (رد المحتار على الدر المختار باب التيمم ج ۱) لہ  
**سوال :-** کیا تلاوت قرآن مجید کے لیے بلا غدر تیمم تلاوت قرآن کیلئے تیمم جائز ہے؟

**الجواب :-** تلاوت کے لیے طہارت شرط نہیں، ہر وہ عبادت جس کے لیے طہارت شرط نہ ہو تو اس کی ادائیگی بلا وضو بھی جائز ہے تاہم اس کے لیے تیمم کرنا مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صرف سلام کے جواب کے لیے تیمم فرمایا تھا۔

قال محمد بن عبد الحی: ویتیم لذكر الله وكل خير ولو السلام قال ابن عمر مر رجل من المهاجرين على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبون فسلم عليه ولم يرد عليه حتى كاد الرجل يتوارى عنه ثم تيمم فرد السلام وقال لم يمدني ان ارد عليك السلام الا اني لمر اكن على طهر ففى هذا الحديث دلالة على كراهة الكلام وعدم استعباب السلام ومردة فى هذا المقام وعلى انه يستحب ان يكون

لہ قال فى الھندیۃ ویجوز التیمم اذا حضرته جنازة الولی غیرہ فخاف ان اشتغل یا لطہارۃ ان تفتتہ الصلوۃ ولا یجوز للولی وهو الصحیح کذا فی الھدایۃ۔ (الھندیۃ الفصل الثالث فی امتزاج الصلۃ) ومثله فی مختصر القدوری ص ۱۵۱ باب التیمم۔



ذكر الله على الوضوء والتيمم لان السلام اسم من اسماء الله تعالى كذا في المصباح  
ونحوه اي يتيمم ايضاً لمثل ذلك المذكور كس المصحف وقرأة القرآن عنه او  
عن ظهر القلب. ونما يات القبول ودفن الميت والاذان والاقامة والدخول  
في المسجد او خروجه ولوعند وجود الماء صرح به في شرح النقاية نقلًا من  
المبسوط - (السعاية باب التيمم ج ۱ ص ۵۳۲) له

**صاحب عذر کیلئے خادم نہ ہونے کی صورت میں تيمم کا حکم** | سوال :- اگر کسی شخص کے ہاتھ پاؤں  
شخص خود وضو کرنے پر قادر نہ ہو تو کیا یہ شخص خدمت کے لئے خادم رکھنے کا یا تيمم کرے گا؟  
**الجواب :-** اس پر خادم رکھنا ضروری نہیں، جب خادم یا معاون کی کوئی ممکن صورت  
یہ نہ ہو تو وضو کرے ورنہ تيمم کر کے نماز پڑھے۔

قال ابن نجيم: او كان لا يجد من يؤضئه ولا يقدر بنفسه اتفاقاً وان وجد  
خادماً كعبدة وولده واجيراً لا يجزبه التيمم اتفاقاً. (البحر الرائق باب التيمم ج ۱ ص ۵۳۲)  
**جنابت کے تيمم پر وضو ٹوٹ جانے کا کوئی اثر نہیں پڑتا** | سوال :- جنب اگر کسی عذر کی وجہ  
سے تيمم کرے اور اسکے بعد وضو ٹوٹ  
جائے لیکن تاہنوز غسل پر قادر نہیں تو کیا وضو کے ساتھ ساتھ جنابت کے لیے دوبارہ تيمم کی  
ضرورت ہوگی یا وہ ایک تيمم کافی ہے؟

**الجواب :-** جب تک عذر باقی ہو تو جنابت کے لیے یہ ایک تيمم کافی ہے، موجب غسل  
اگر دوبارہ متحقق نہ ہو تو قدرت علی الماء تک جنابت کے لیے دوبارہ تيمم کی ضرورت نہیں، البتہ  
نواقض وضو کی موجودگی میں وضو باقاعدہ کرنا پڑے گا، تاہم اگر دوبارہ احتلام ہو جائے یا جماع

له قال العلامة محمد يوسف البنوري: ويجوز التيمم مع وجود الماء لیس الطهور شرطاً في فعله  
وحله كدخول المسجد للمحدث وكذا النوم او قرأة القرآن على ظهر القلب۔ الخ  
(معارف السنن ج ۱ ص ۲۹۴) بیان مسئلۃ جواز التيمم مع وجود الماء لما لم يكن الطهور شرطاً۔  
له قال المحقق: اوله يجب ضئه فان وجد ولو بأجرة مثل وله ذلك لا يتيمم في ظاهر  
المذهب۔ (الدر المختار علیٰ هاشور رد المحتار باب التيمم ج ۱ ص ۲۳۳) ومثله في المفدية باب التيمم  
ج ۲ ص ۲۸۔

کرے تو پھر دوبارہ تیمم ضروری ہوگا۔

قال ابراہیم الحلبي: وان كان الماء يكفي للوضوء ولا يكفي للمعة يتوضأ به ولا ينتقض تیمم الجنابة لان الماء في حق المعة كالمعدوم لعدم كفايته لها۔  
(كبیری۔ باب التیمم ص ۸۶) ۱۔

## باب المسح على الخفين

### (موزوں پر مسح کے مسائل)

ٹخنوں تک موزوں پر مسح کرنے کا حکم | سوال :- اگر موزے مضبوط قسم کے چمڑے اس طرح بنائے جائیں کہ ان میں ٹخنے چھپ جائیں تو کیا ایسے

موزوں پر مسح جائز ہے ؟

الجواب :- موزوں پر مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان میں ٹخنے چھپے ہوں بلکہ اگر پنڈلی کا کچھ حصہ بھی چھپ جائے تو بھی مسح کرنے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

قال في الهندية: منها ان يكون الخف مما يمكن قطع السفر به، وتتابع المشي عليه وليسترا الكعبين، وستر ما فوقهما ليس بشرط، هكذا في المحيط حتى لو لبس خفًا لا ساق له يجوز المسح ان كان الكعب مستورًا۔

(الفتاویٰ الہندیۃ الباب الخامس فی المسح علی الخفین ج ۳ ص ۲) ۲۔

جرابوں کے ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص پہلے سوتی جراب پہن کر اس کے اوپر موزے پہن لے تو کیا ایسی

۱۔ قال في الهندية: لو كان مع الخف ما يكفي للوضوء يتيمم ولا يجب التوضوء به الا اذا كان مع الجنابة حدث لوجب الوضوء۔ (الهندية الفصل الثالث في المتفرقات ج ۳ ص ۲)  
۲۔ قال المحصفي: شرط مسحه ثلاثة امور الاول كونه ساترًا محل فرض غسل القدم مع الكعب۔ (الدر المختار علی صدر مدار المحتار باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۲۶۱)

صورت میں ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے؟

**الجواب :-** صورتِ مسئلہ میں مسح حقیقتاً موزوں پر ہی رہتا ہے، موزوں کے نیچے جراب پہننا کوئی مانع مسح عمل نہیں لہذا جرابوں کے ہوتے ہوئے بھی موزوں پر مسح شرعاً مقبول ہے۔

قال ابن عابدین عن قولہ او جرموقیہ ولو فوق خفی او بفاقة ای سوار کانت ملفوفة علی الرجل تحت الخف او کان مخططة ملبوسة تحتہ کما افادہ فی شرح المنیة - (رد المحتار علی الدر المختار - باب المسمح علی الخفین ص ۲۶۸، ۲۶۹) لہ

**سوال :-** جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نیلون کی بنی ہوئی جرابوں پر مسح کرتے ہیں، از روئے شرع ایسی صورت میں وضو ہو جاتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** احادیث متواترہ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے، موزے عموماً چمڑے کے بنے ہوتے ہیں اس لیے مطلق جراب پر مسح جائز نہیں، البتہ علماء نے جرابوں پر مسح کرنے کیلئے چار شرائط ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :-

- (۱) ایسی گاڑھی اور موٹی ہوں جن میں تین میل (بارہ ہزار قدم) بغیر جوتے کے چلنا ممکن ہو۔
- (۲) پتھنے کے بعد پنڈلیوں پر خود چپکی نہیں اور نیچے نہ گریں۔
- (۳) پانی نیچے سے جذب نہ کریں۔

(۴) جرابوں میں دیکھنے سے اندر پاؤں کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

چونکہ موجودہ نایلون کی جرابوں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں اس لیے ان پر مسح کرنا جائز نہیں، ایسی صورت میں وضو ناقص رہے گا۔

قال المحصن ج۱: وجوبہ یہ ولومن عزل او شعر الثخنین بیضی فرسغاً

لہ قال ابراہیم الحلبي: يعلم منه جواز المسح علی خفی لبس فوق خفی مخط من کر باس او جوخ او نحوہما مما کلا یجوز علیہ المسمح لان الجر موق اذا کان بدلاً عن الرجل وجعل الخف مع جواز المسمح علیہ فی حکم العدم فلان یکون الخف بدلاً عن الرجل ويجعل ما کلا یجوز المسمح علیہ فی حکم العدم اولی کما فی اللفافة - (کبری - فصل فی المسمح علی الخفین ص ۱۱۲) ومثله فی البحر الرائق باب المسمح علی الخفین ج ۱ ص ۱۸۱

وینثبت علی الساق بنفسه ولا یرى ماتحته ولا یشف الا ان ینفذ الی الخف وتمر  
 الفرض۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۲۶۹) ۱۷  
**سوال**۔ اگر ایسے بوٹ پہنے ہو کہ جن میں ٹخنے چھپ جائیں اور  
 مضبوطی بھی اس درجہ کی ہو کہ ان میں پٹن نہ ہو تو کیا ان پر مسح کرنا  
 جائز ہے۔ واضح ہے کہ ان میں پیدل چلنا بھی تین میل سے زائد ہو سکتا ہو؟  
**الجواب**۔ ایسے بوٹوں میں جواز مسح کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں لہذا ان پر مسح  
 کرنا جائز ہے۔

قال المحقق: شرط مسحه ثلاثة امور: الأول كونه سائرًا لقدم مع الكعب  
 أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع فيجوز على الزر بلول لو مشدودًا. والثاني  
 كونه مشغولًا بالرجل ليمنع سراية الحدث. الثالث كونه مما يمكن متابعة  
 المشي المعتاد فيه فرسًا فاكثراً قال ابن عابدین: قوله لو مشدودًا لان  
 شدته بمنزلة الخياطة وهو متمسك بنفسه بعد الشد كالخف الخيط بعضه  
 ببعض فافهم۔ وفي البحر من المعراج ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر  
 القدم وله اضرار يشدها عليه تسده لانه كغير المشقوق۔ الخ  
 رد المختار علی الدر المختار۔ باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۲۶۳ تا ۲۶۴

**سوال**۔ سردی کے موسم میں بسا اوقات  
 انگلیوں میں ورم پیدا ہونے سے پاؤں پر مسح  
 پاؤں میں سوہن پیدا ہو کر انگلیاں متورم  
 ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے کیا ایسے پاؤں پر مسح

الح قال ابن نجيم: قوله والجورب الجلد والمنعل والثخين أي يجوز المسح على الجورب اذا كان مجلدًا أو منعلًا  
 أو ثخينًا أو بعد اسطر والثخين ان يقوم على الساق من غير شد ولا يسقط ولا يشق وفي التبيين ولا يرى  
 ماتحته۔ (البحر الرائق بالمسح علی الخفین ج ۱ ص ۲۸۱) ومثله في خلاصة الفتاوى باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۲۸۱۔  
 ۱۸ قال ابن نجيم: ويجوز على الجاروق المشقوق على ظهر القدم وله اضرار يشدها عليه لانه كغير  
 المشقوق وان ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف۔ (البحر الرائق باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۲۸۳)  
 ومثله في خلاصة الفتاوى۔ باب المسح علی الخفین ج ۱ ص ۲۸۱

کرنا جائز ہے؟

**الجواب :-** صورت مذکورہ میں اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے تو گرم پانی استعمال کرے اور اگر گرم پانی دستیاب نہ ہو یا گرم پانی کا استعمال بھی باعث تکلیف ہو تو پھر اس پر مسح کافی ہے گا۔ تاہم اگر جبیرہ کے نیچے مسح کرنے سے تکلیف نہ ہو تو جلد پر مسح کرے گا، اور اگر جلد پر مسح کرنے سے تکلیف ہوتی ہو یا بیماری بڑھ جائے کا خطرہ ہو تو جبیرہ کے مسح پر اکتفا ہو سکتا ہے۔  
قال ابن نجيم: وفي شرح الجامع الصغير لقاضي خان والمسح على الجبائر على وجوه ان كان لا يضطره غسل ما تحته يلزمه الغسل وان كان يضطره الغسل بالماء البارد ولا يضطره الغسل بالماء الحار يلزمه الغسل بالماء الحار وان كان يضطره الغسل ولا يضطره المسح يمسح ما تحت الجبيرة ولا يمسح فوقها۔ (البحر الرائق باب المسح على الخفين ج ۱ ص ۱۸۴) لہ

## باب الحيض

(حيض کے مسائل و احکام)

**سوال :-** دورانِ حیض و نفاس عورت قرآن کریم کی تلاوت

حالتِ حیض میں تسبیح پڑھتے کا حکم | تو نہیں کر سکتی، لیکن کیا تسبیحات اور قرآنی دعائیں پڑھ

سکتی ہے؟

**الجواب :-** حالتِ حیض و نفاس میں عورت کے یہ تسبیحات یا دعائیں پڑھنا جائز ہے، البتہ قرآنی ادعیہ بہ نیت تلاوت پڑھنا حرام ہے جبکہ دعا کی نیت سے جائز ہے۔

قال المحقق: ولا يكره النظر اليه اى القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجناية لا تغل العين كما لا تكرة ادعية اى تحريماً، والا فالوضوء مطلق الذكر مندوب

لہ قال ابراهيم الحلبي: والمسح على الجبيرة على وجوه ان كان لا يضطره غسل ما تحته يلزم الغسل باكاجماع وان كان يضطره الغسل ما تحته بالماء البارد ولا يضطره بالماء الحار يلزمه الغسل بالماء الحار وان كان يضطره الغسل ولا يضطره المسح يمسح ما تحت الجبيرة ولا يمسح ما فوق الجبيرة۔ (صغیری۔ باب المسح ص ۶۵) ومثله في الهندية باب المسح ج ۱ ص ۳۵۔



وترکہ خلاف الاولیٰ وهو مرجع کراہۃ التنزیۃ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار مطلب یطلق الدعاء علی ما یشمل الشادج ام ۱۷۱) ۱۷۱

**سوال ۱۰۰:** آیام حیض میں بیوی کے ساتھ جماع کرنے کا کیا حکم ہے؟ جماع کے علاوہ لس و تقبیل جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** ماٹھ عورت کے ساتھ بھی قرآنی جماع حرام اور ناجائز ہے ایسی حالت میں جماع سے احتراز اور اجتناب لازمی ہے۔

لقلہ تعالیٰ: وَیَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِضِ قُلْ هُوَ اَذًا فَاعْتِزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِضِ وَلَا تَقْرَبُوا هُنَّ حَتّٰی یُطَهَّرْنَ۔

البتہ جماع کے علاوہ لس و تقبیل یا بوقت ضرورت مافوق الازار یا تنفاذہ جائز اور مرقص ہے۔  
قال المحصن: وقربان ما تحت ازار یعنی ما بین سرة و رکیۃ ولو بلا شہوة وحمل ما عداہ۔

وقال ابن عابدین: تحت قوله یعنی ما بین سرة و رکیۃ فیجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وتحتها ولو بلا حائل وكذا بما بیعہما بماء بغیر الوطی۔ (رد المختار علی الدر المختار۔ باب الحيض ج ۲۹۲) ۱۷۲

**سوال ۱۰۱:** اگر کسی عورت کا بچہ نام الخلق تاقص الخلق نہ پختے کی ولادت پر نفاس کا حکم نہ ہو، بعض اعضاء بنے ہوں یا اعضاء بالکل نہ ہوں بلکہ گوشت کا ایک ٹوٹھڑا ہو تو اس ناقص الخلق یا علقہ کے خروج کے بعد عورت سے جو خون نکلتا ہے اس پر نفاس کا حکم جاری ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۱۷۳ فی الہندیۃ ولا یکرہ قرأت القنوت فی ظاہر الروایۃ کذا فی التبین وعلیہ الفتویٰ کذا فی التجنیس والظہیریۃ ویجوز للجنب والمخالص الدعوات وجواب الاذان ونحو ذلك کذا فی السراجیۃ۔  
الہندیۃ۔ الفصل الرابع فی احکام الحيض والنفاس ج ۳۸۱

۱۷۴ قال العلامة البوکی بن علی الحداد: حرمة الجماع وله ان یقبلها ویضاجعها ولیتمنع بجمیع بدنہا ما خلا ما بین السرة والركبة۔ (الجوہرۃ النسیرة ج ۳۵ باب النفاس) ومثله فی الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳۹۰ الفصل الرابع فی احکام الحيض۔

**الجواب :-** اگر حمل گوشت کا ایک کڑا ہو یعنی اعضاء بالکل نہ بنے ہوں اور وہ کسی وجہ سے ضائع ہو جائے تو اس کے بعد نکلنے والا خون حیض کے حکم میں شمار ہوگا بشرطیکہ مدت حیض تک خون جاری رہا ہو اس سے زائد وقت میں خون استحاض میں سے شمار ہوگا البتہ اگر اعضاء بنے ہوں تو اس کی پیدائش کے بعد نکلنے والے خون کا حکم نفاس کا ہوگا۔

قال فی الہندیۃ: والسقط ان طهر بعض خلقه من اصبع او ظفر او شعر ولد فتصیر به نساء، هکذا فی التبیین وان لم یطهر شیء من خلقه فلا نفاس لہ فان امکن جعل المرئی حیضاً یجعل حیضاً والا فهو استعاضة۔ والہندیۃ الفصل الثانی فی النفاس ج ۱ ص ۳۷۱

**ایام حیض میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا حکم** | سوال :- بعض خواتین ایام حیض میں استعمال شدہ کرسف (کپڑا) باہر گلی کوچوں میں پھینک دیتی ہیں جس سے انسانی ذہن میں عجیب و غریب قسم کے گندے خیالات پیدا ہوتے ہیں سوال یہ ہے کہ ایسے کپڑے کے بارے میں شریعت اسلامی کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** غیرت اور حیا کا یہ تقاضا ہے کہ ایام حیض میں استعمال ہونے والا کرسف (کپڑا) دوبارہ استعمال نہ ہو سکتا ہو تو اسے جلا دیا جائے، ایسے کپڑے کو گلی کوچوں میں بھروسہ مناسب نہیں۔

قال العلامة الحسکفی: کل عضو لا یجوز النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ کشر عانتہ وشعر رأسہا وعظم ذراع جرّة مینتہ وساقہا وقلامۃ زفر، جلہا دون یدھا وان النظر الی ملارۃ الاجنبیۃ بشہوة حرام۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۱) بالکراہیۃ فصل فی النظر ج ۲ ص ۳۷۱

۱۔ قال الحسکفی: وسقط طهر بعض خلقه کید اور رجل او اصبع او ظفر او شعر ولد حکماً فتصیر المرأة به نساء والامۃ ام ولد فان لم یطهر لہ شیء فلیس بشیء والمرئی حیض ان دام ثلاثاً وتقدمہ طهر تام والاستعاضة۔

(رد المحتار علی صمدی رد المحتار مطلب حول السقط ج ۱ ص ۳۷۱) ومثلہ فی البحر الرق بآل حیض ج ۱ ص ۲۱۸

۲۔ فی خیر الفتاوی: اگر دھونے کے بعد دوبارہ استعمال نہ ہو سکیں تو جلا دیا جائے۔

(خیر الفتاوی ج ۲ ص ۱۳۹ باب حیض)

**سوال :-** حضرت مفتی صاحب! ایک مسئلہ درپیش ہے کہ حیض کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟ ساری ہے، ازراہ کرم اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تفصیلاً روشنی ڈالیں۔

**الجواب :-** حیض ایک مرض ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم کو مبتلا کیا ہوا ہے، حضرت حواءؑ نے گندم یا کسی اور شے کو جو ان کے لیے ممنوع تھی کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حواءؑ کو اسی وجہ سے اس مرض میں مبتلا فرمایا اور آج تک ان کی اولاد میں یہ بیماری چلی آرہی ہے۔

لما قال الحصكفي: وسببه ابتداء ابتلاء الله لحواء لما كل الشجرة وفي الشامي اي وبقى في بناتها الى يوم القيامة وما قيل انه اقل ما ارسل الحيض على بنى اسرائيل فقد رده البخاري بقوله وحديث النبي صلى الله عليه وسلم اكبر وهو ما رواه عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الحيض هذا شئ كتبه الله على بناتِ ادم قال النووي اي انه عام في جميع بناتِ ادم۔ (رد المحتار ج ۲۸۳ باب الحيض) لہ

**سوال :-** ایام حیض میں عورت کو مختلف رنگ کا پانی **دورانِ حیض ہر رنگ کا پانی حیض سے** آتا ہے، کیا یہ سب رنگ حیض سے یا صرف سرخ رنگ والا خون؟

**الجواب :-** ایام حیض میں ہر قسم کا رنگ حیض شمار ہوگا علاوہ سفیدی کے، کیونکہ حیض نہیں بلکہ ظہر کی علامت ہے۔ ام المؤمنینؓ عاتشہ مدینہؓ کی خدمت میں مسلمان خواتین اپنے کرمف (وہ کپڑا جو خون کو روکنے کے لیے عورتیں استعمال کرتی ہیں) بھیجا کرتی تھیں، آپ فرماتی تھیں کہ ابھی انتظار کرو حتیٰ کہ سفیدی آجائے۔

لما قال المرغینانی: وما تراه المرأة من الحمرة والصفرة والكدرۃ حیض حتی ترى البیاض حائضاً۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۲۱۱ باب الحيض) لہ

لہ قال الشيخ السيد احمد الطحطاوی: قول وسببه ابتداء اي السبب في حصوله اولاً (قوله ابتداء الله لحواء) فيه رد على من قال انه اقل ما ارسل على بنى اسرائيل فان الحديث دل على عمومہ لجميع بناتِ ادم والحديث اقوى وهو ما روى عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الحيض هذا شئ كتبه الله على بناتِ ادم۔ (لحطاوی ماشیہ الدر المختار ج ۲ ص ۲۸۳ باب الحيض)

لہ قال الحصكفي: وما تراه من لون كدرة وتربية في مدته المعتادة سوى بیاض خالص۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹ باب الحيض)

**سوال :-** حالت حیض میں حائضہ عورتیں اوقات نماز میں ذکر و اذکار کو معمول بنائیں | عورت کو نماز پڑھنا تو جائز نہیں کیا ایسی عورت اپنے معمول پر دوام کے لیے اوقات نماز میں مصلیٰ پر بیٹھ کر تسبیح و تہلیل، ذکر و اذکار کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حائضہ عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ نماز کے اوقات میں وضو کر کے اپنے مصلیٰ پر آکر بیٹھ جائے اور اتنی دیر تک تسبیح و تحمید، ذکر و اذکار میں مشغول رہے جتنے وقت میں یہ عورت نماز پڑھتی تھی تاکہ معمول میں کوئی فرق نہ آئے۔

قال ابن عابدین: وليستحب لها ان تتوضا، لوقت كل صلاة وتقعدها على مصلاتها وتسبح وتهلل وتكبر بقدر ادائها كي لا تنسى عاداتها وفي رواية يكتب لها احسن صلاة كانت تصلي - (مرحوم مختار ج ۱ ص ۲۹ باب الحيض) -

**سوال :-** بعض لوگ شرعی احکام سے ناواقف ہوتے ہیں، حیض کی حالت میں جماع کرنا | ان کو حیض و نفاس کے مسائل معلوم نہیں ہوتے، اس لیے وہ دوران حیض اپنی بیویوں سے مہبستری کر جاتے ہیں، کیا از روئے شرع ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو شریعت میں اس کی کیا سزا ہے؟

**الجواب :-** حیض کے دوران بیوی سے جماع کرنا بنہی قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کی روشنی میں حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے، اس دوران اپنی بیوی سے مہبستری نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اگر کوئی شخص غلطی یا عدم علم کی وجہ ابتداءً ایام میں مہبستری کرے تو ایک دینا اور اگر آخری ایام میں ہو تو نصف دینا رصدقہ کرنا افضل ہے اور توبہ و استغفار واجب ہے۔

لما قال العلامة حسن بن عماد: ويحرم بالحیض والنفس الجماع والاستمتاع بما

له قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: وليستحب للمرأة الحائض اذا دخل عليها وقت الصلاة ان توضا وتجلس عند مسجد بيتها - وفي السراجية مقدار ما يمكن اداء الصلاة لو كانت طاهرة وتسبح وتهلل كيلا تزول عنها عادة العبادة -

(الفتاوى التاتارخانية ج ۱ ص ۳۳۲ باب الحيض نوع في الاحكام التي تعلق بالحیض)  
ومثله في المهدية ج ۱ ص ۳۸ الباب السادس في الذم المختص بالنساء - الفصل الرابع في احكام الحيض -

تحت السرة الخ تحت الركبة لقوله تعالى: وَلَا تَقْرُبُوهَا حَتَّى يَطْهَرُونَ..... وقوله صلى الله عليه وسلم: "لَكَ مَا فَوْقَ الْأَزَارِ" فان وطئها غير مستحل له يستحب ان يتصدق بدينار ونصف ويتوب ولا يعود وجزاً في المبسوط وغيره بکفر مستحله -

(مراقی الفلاح علی صدور الطحاوی ص ۱۱۶ باب الحيض) له

**حالت حیض میں تعلیم قرآن کا حکم** | سوال :- آجکل بنات (لڑکیوں) کے مدارس میں مستورات استاذ ہوتی ہیں، تو کیا ان کے لیے حالت حیض میں بچیوں کو

قرآن مجید کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ تعلیم ناگزیر ہے!

**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں عائشہ کو قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز تھیں لیکن جہاں تلاوت ناگزیر ہو تو وہاں مفتی بہ قول کے اعتبار سے بہ نیت تعلیم بھی سے پڑھنا جائز ہے، اگرچہ امام طحاویؒ کی تحقیق کے مطابق نصف آیت بھی پڑھ سکتی ہے۔

قال ابن عابدین: (قوله وقرأ القرآن) ای ولودون آية من المركبات لا المفردات لانه جواز للمأئذ المعلمة تعلیمه كلمة كلمة كما قدمناه انتهى (رد المختار جلد ۲۹ ص ۲۷۳) له

**حائضہ عورت کیلئے دینی کتابوں کا مطالعہ جائز ہے** | سوال :- حالت حیض میں خواتین نے دینی کتابوں کا مطالعہ کر سکتی ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** حالت حیض میں قرآن کریم کے علاوہ دیگر دینی کتابوں کا مطالعہ شرعاً ممنوع نہیں البتہ

له وفي الهندية: فان جامعها وهو عالم بالتحريم فليس عليه الا التوبة والاستغفار ويستحب ان يتصدق بدينار ونصف دينار (الهندية ج ۱ الفصل الرابع في احكام الحيض والنفس الخ)

وَقِيلَ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِ الدَّرِّ الْمُخْتَارِ ج ۱ ص ۲۹۴ باب الحيض)

۲۔ قال الشيخ السيد احمد الطحاوی: قوله وقرأ القرآن) ای يمنع الحيض ومثله الجنازة قراءۃ قرآن و شمل اطلاقه الآية وما دونها وهو قول الكرخي وصححه صاحب الهداية في التجنيس وقاضيان في شرح الجامع الصغير والولاي في فتواه ومثني عليه المصنف في المستصفي وقوله في الكافي ونسبه صاحب البدائع الى عامة المشائخ -

(طحاوی حاشیہ الدر المختار ج ۱ ص ۱۵۱ باب الحيض)

وَمِثْلُهُ فِي التَّائِرِ خَاتِمَةٌ ج ۱ ص ۳۳۳ باب الحيض نوع في الاحكام التي تتعلق بالحيض)



مطالعہ کے لیے بغیر غلاف کے اٹھانا اور اس کی ورق گردانی کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

لما قال ابن الصمام: قالوا يكره من كتب التفسير والفقه والسنن لأنها لا تخلو عن

آيات القرآن وهذا التعليل يمنع شروح النحويين (فتح القدير ج ۱ ص ۵۱۵ باب الحيض) لہ

**حالت حیض میں آیت الکرسی پڑھنا** | سوال: میں رات کو اکثر خواب میں ڈرجاتی ہوں، ایک صاحب نے مجھے آیت الکرسی پڑھنے کو کہا ہے، کیا حالت حیض میں مجھے آیت الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

**الجواب:**۔ ویسے تو شرعاً عائضہ اور جنب کو قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز نہیں لیکن اگر

کوئی آیات قرآنی دعا کی نیت سے پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے البتہ تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے۔

لما قال ابن عابدین: (وقراءة القرآن بقصدہ) ای فلو قرأت الفاتحة علی وجه الدعاء

او شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولو ترددت القراءة لأبأس به الخ

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۳ باب الحيض) لہ

**سوال:**۔ عائضہ عورت ایام مخصوص میں کھانا

کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کیسا ہے؟ نیز حالت حیض میں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:**۔ اسلام دین فطرت ہے اس میں نہ تو یہودیوں کی طرح اس حالت میں عورتوں

کو ایک گندی شے سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے نہ نصاریٰ کی طرح پاک اور سابقہ حالت کے مطابق جان

استعمال کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ جہاں جہاں پر سہیز ممکن ہو وہاں منع فرمایا اور جہاں سے لایدی ہو

لما قال ابن نجيم: قالوا يكره من كتب التفسير والفقه والسنن لأنها لا تخلو عن آيات القرآن ولهذا

التعليل يمنع من شروح النحويين (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۱۵ باب الحيض)

ومثله في التاتارخانية ج ۳ ص ۳۳۳ باب الحيض نوم في الاحكام التي تتعلق بالحيض۔

لہ قال الشيخ السيد احمد الخطاوي: (قوله بقصدہ) اما اذا قرأ على قصد التناؤ وافتتاح امر لا يمنع

في الصم الروايا والشمية لا تمنع اتفاقاً اذا كانت على قصد التناؤ وافتتاح امر خلاصته: وفي العيون

لابي الليث ولو قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء او شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولو تردد به

القراءة فلا بأس به۔ (مخطاوی حاشیہ الدر المختار ج ۱ ص ۵۱۵ باب الحيض)

وہاں کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایسے عائضہ کے ہاتھ کی پکی ہوئی اشیاء کے کھانے یا بچے کو دودھ پلانے سے کوئی اور چارہ نہیں، ایسے عائضہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا یا اس کو اسی حالت میں بچے کو دودھ پلاتا جائز ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد یہ کام کاج کرے۔

لما قال الشيخ السيد احمد الطحاوی: وله ان يقبلها ويضا جعها ولا يكره طبخها ولا استعمال ماسته من عجین او ماء او غیرها۔ (طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۱۶ باب الحيض)

**سوال :-** آپکل بسا اوقات بچے کے آپریشن سے ولادت کے بعد نکلنے والے خون کا حکم

کے بعد جو خون آتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ خون نفاس میں شامل ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** نفاس ہر اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچے کی ولادت کے بعد رحم سے آئے چاہے بچہ مغناذریہ (فطری طقم) سے پیدا ہو یا آپریشن کے ذریعے سے۔ اب اگر آنے والا خون رحم سے ہو تو نفاس میں شمار ہوگا اور اگر آپریشن کی جگہ سے خون آتا ہو تو وہ نفاس نہیں، اس میں عورت پر روزہ نماز لازم ہوں گے۔

لما قال المحقق: والنفس لغة وكادة المرأة وشرعاً دم ويخرج من رحم فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم ففساد ولا فذات جرح وان ثبت له احكام الولد عقب ولدا واكثر ولو منقطعاً عضواً عضواً لا اقله۔

(الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۲۹۹ باب الحيض) ۵۲

لما قال الشيخ السيد احمد الطحاوی: ولا يكره طبخها ولا استعمال ماسته من عجین او ماء او غیرها الا اذا توضأت بقصد القرية كما هو المستحب الخ۔ (طحاوی حاشیہ الدر المختار ج ۱ ص ۱۴۹ باب الحيض)  
 ۵۲ قال الشيخ السيد احمد الطحاوی: قوله فلو ولدته من سرتها بان كان بها جرح فانشقت وخروج الولد منها (قوله ففساد) لانه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة (قوله الافذات جرح) یعنی لا تعطى حكم الفساد (قوله وان ثبت له احكام الولد) من انقضاء العدة وصيرورة الامه به ام الولد ولو علق الطلاق بولادتها وقع لوجود الشرط۔ (طحاوی حاشیہ الدر المختار ج ۱ ص ۱۵۳ باب الحيض)  
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۲ الباب السادس في الدماء المختصة بالنساء، الفصل ثانی فی نفاس۔

**ولادت سے قبل آنے والے خون کا حکم** | سوال :- کبھی کبھی کسی عورت کو ولادت سے پہلے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس خون کا کیا حکم ہے؟

اور اس دوران اس عورت کو نماز وغیرہ احکامات کا بجالانا جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** نفاس ہر اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہو اور حیض اس خون کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سبب کے رحم سے آئے، صورتِ مسلولہ میں اس خون پر نہ نفاس کی تعریف صادق آتی ہے اس لیے کہ بچے کی ولادت سے قبل ہے اور نہ حیض کی، اس لیے کہ رحم کا منہ بچے کی وجہ سے بند ہے، اس لیے یہ خون استحاض کا خون ہے، اس دوران ہر قسم کی عبادت جائز ہے۔

قال برهان الدین المرغینانی: والودم الذي تراه الحامل ابتداء او حال ولادتها قبل الولد استمارة الهداية ج ۱ ص ۵۲ کتاب الحيض) لہ

**سوال :-** عائفہ عورت کے ساتھ جماع کرنا تو حائفہ عورت سے انتفاع جائز ہے | بنہی قرآن حرام ہے لیکن کیا اس سے مطلقاً انتفاع جائز

ہے یا کچھ گنجائش ہے؟

**الجواب :-** اسلام نے عائفہ سے صرف جماع کرنے کو حرام قرار دیا ہے اس کے علاوہ دیگر استمتاع میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اس لیے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ آدمی کے لیے عائفہ سے استمتاع مافوق السرة اور ماتحت الركبة بلا حائل جائز ہے اور اس کے علاوہ سے مع حائل کے جائز ہے۔

لما قال ابن العابدین تحت قوله یعنی ما بین سرۃ و رکبۃ) فیجنو الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل وكذا بهما بينهما محائل بغیر الوطء وتلطخ دماً۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۲ باب الحيض) لہ

لہ وفي الہندیۃ: وكذا ما تراه الحامل ابتداء او حال ولادتها قبل خروج الولد۔

والہندیۃ ج ۱ ص ۳۸ الباب السادس فی الدماء المختصة الخ الفصل الثالث فی الاستحاضۃ۔

ومثله فی الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۶۵ المبحث الثانی تعریف الناس ومدتہ۔

۲ صوفی الہندیۃ: وله ان یقبلہا ویضاجعہا ویستمتع بجمع بدنیہا ما خلا بین السرة والركبة عند

ابی حنیفۃ وابی یوسف۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۳۹ الباب السادس۔ الفصل الرابع فی احکام الحيض والنفس)

**انجکشن سے حیض بند کرنے کا حکم** | سوال :- آجکل ایسے انجکشن ملتے ہیں جن کے لگانے سے خواتین کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے خصوصاً حج کے ایام میں خواتین وہ انجکشن لگواتی ہیں، اگر ایک عورت کو حیض آنے کی میعاد مقرر ہو کہ ہر ماہ اس کو حیض آتا ہو اور اس انجکشن کے ذریعے اُس ماہ اُسے خون نہ آئے تو کیا یہ عورت اپنی میعاد حیض میں جبکہ انجکشن کی وجہ سے خون بند ہے نماز روزہ وغیرہ عبادات کر سکتی ہے نہیں؟

**الجواب:** حیض کا تعلق اُس خون کو دیکھنے سے ہے جو بلا کسی سبب کے رحم سے آئے، گویا کہ حیض نام ہے خون آنے کا، صورتِ مسئلہ میں چونکہ خون بذریعہ انجکشن بند ہے اس لیے صرف ایام کو حیض نہیں کہا جائے گا اور نہ اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے، بلکہ اس قسم کی خاتون کو نماز، روزہ، طواف وغیرہ سب کچھ جائز اور لازمی ہے۔

قال العلامة عالم بن العلامة انصاری: يجب ان يعلم بان حكم الحيض والنفاس المستحاضة كايثبت اكاب خروج الدم وظهوره وهذا هو ظاهر مذهب اصحابنا وعليه عامة المشائخ۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۳۲ کتاب الحيض، نوع في بيانته متى يثبت حكم الحيض) لہ

**سوال :-** اگر کسی عورت کو ایک حیض گزر جانے کے پندرہ دن طہر گزرنے سے قبل خون آنے کا حکم دس بارہ دن بعد دوبارہ خون آئے تو کیا یہ خون

حیض شمار ہوگا یا نہیں؟ نیز اقل مدت طہر کتنے دن ہیں؟

**الجواب:** فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق اقل مدت طہر پندرہ دن ہے، اگر خون پندرہ دن گزر جانے سے قبل شروع ہو جائے اور اس عورت کی کوئی عادت مقرر نہیں تو یہ خون جو پندرہ دن سے قبل آیا ہے پندرہ دن تک استحاضہ شمار ہوگا اور باقی حیض شمار ہوگا۔

لما قال الحصكفي: واقل الطهر بين الحيضتين او النفاس والحيض خمسة عشر يوماً ولياليها اجماعاً۔ (الدر المختار على صدارة المختار ج ۱ ص ۲۸۵ باب الحيض) لہ

لصوفي الهندية: اذا رأت المرأة الدم تتوكل الصلوة من اول ما رأت قال الفقيه وبه نلخذ۔ (الهندية ج ۱ ص ۳۸ الباب السادس، الفصل الرابع في احكام الحيض والنفاس)

لہ قال العلامة عالم بن العلامة انصاری: ومن جملة ذلك الدم المتخلل في اقل مدة الطهر ولا يمكن معرفة ذلك الا بعد معرفة اقل الطهر واقله خمسة عشر يوماً عندنا۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۳۲ کتاب الحيض)

**حالت جنابت میں کمپیوٹر سے قرآن لکھنے کا حکم** | سوال :- جنابت کی حالت میں قرآنی آیات کی کتابت بدیہ ٹائپ اسٹریکٹور کرنا کیسا ہے ؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں قرآن کریم کا احترام اصلاً مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ جناب آدمی کے لیے قرأت قرآن تلاوت کرنا، درست نہیں، اسی طرح فقہاء کرام نے جنابت کے لیے قرآن کریم کا لکھنا بھی منع فرمایا ہے۔ چونکہ ٹائپ اسٹریکٹور کمپیوٹر کے ذریعے حالت جنابت میں قرآن لکھنا ہوتا ہے اسلئے درست نہیں، البتہ بے وضوان جدید ذرائع سے کتابت قرآن کی جاسکتی ہے بشرطیکہ قرآنی آیات کو ہاتھ نہ لگے۔

لما فی الہندیۃ، والجنب لا یکتب القرآن وان کانت الصغیفۃ علی الارض ولا یضع یدہ علیہا وان

کان مادون الایۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳۹ الفصل الرابع فی احکام الحيض الخ)۔  
**سوال :-** عائضہ، نفاس والی عورت یا جناب آدمی بیمار ہو جائے تو قرآنی آیات پڑھ کر اس کو دم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** وظائف یا اوراد کے لیے طہارت شرط نہیں بغیر طہارت کے بھی دم کیا جاسکتا ہے جب دم کرنے والے کا ظاہر ہونا ضروری نہیں تو جس پر دم کیا جانا ہو اس کا ظاہر ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری نہ ہوگا، لہذا حیض و نفاس والی عورت اگرچہ خود پاک نہیں مگر اس پر دم کرنا جائز ہے۔

لما قال العلامة: الحصى... ولا بأس لحائض وجنب بقراءة ادعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى وتسبيح وزيارة قبور ودخول مصلى عيد۔ (الدر المختار علی صدار المحتار جلد ۲۹۳ باب الحيض)۔

۱۔ قال السيد احمد الطحطاوى: وما كتبت القرآن فلا بأس بها اذا كانت الصغيفة على الارض عند ابى يوسف لانه ليس بعامل للصغيفة وكرة ذلك محمد وبه اخذ المشائخ بخارى۔

(الطحطاوى على مرقى الفلاح ص ۱۱۵ باب الحيض)

۲۔ قال السيد احمد الطحطاوى: (تحت قوله ويعرف قراءة آية من القرآن الا بقصد الذكر) أى أو الثناء أو الدعاء ان اشتملت عليه فلا بأس به فى اصح الروايات قال فى العمون ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئاً من الآيات التى فيها معنى الدعاء وليرد به القرآن فلا بأس به۔ (الطحطاوى حاشیہ مرقى الفلاح ص ۱۱۲ باب الحيض)

وَمِثْلُهُ فى البحر الرائق ج ۱ ص ۱۹۹ باب الحيض۔



**مستحاضہ کا حکم** | سوال :- بسا اوقات ایک عورت کو مدت حیض و نفاس میں زیادہ یا کم خون آتا ہے، اس دوران اس عورت کو کیا کرنا

چاہیے ؟

**الجواب :-** حیض و نفاس کی مدت شرعی سے زیادہ یا کم خون آنے کو استحاض کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی عورت پر یہ لازمی ہے کہ مدت حیض و نفاس کو پورا کرنے کے بعد غسل کرے اور پھر ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے نماز پڑھے، بلکہ اس قسم کے عورت کو ہر وہ کام (مثلاً نماز روزہ وغیرہ) جو حالت حیض میں ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو چکے تھے کمنے کی اجازت ہے۔

لما قال المحقق : ودم الاستحاضة حكمه كعرفاء دائم وقتاً كاملاً لا يمنع صوماً و صلاة و لو نفلاً و جماعاً لحديث توضحى و صلى ان قطر الدم على الحصى - (الدرا المختار على مداردة المختار ج ۱ ص ۲۹۱ باب الحيض) وفيه : حكمه الوضوء لا غسل ثوبه و نحوه لكل فرض لا للوقت.... ثم يصلى به فرضاً و نفلاً - (الدرا المختار على مداردة المختار ج ۱ ص ۳۰۶ باب الحيض) له

**سوال :-** شریعت میں معذور کی تعریف کیا ہے ؟  
**الجواب :-** جب کسی مریض کو تمام وقت نماز میں کوئی ایسا وقت نہ ملے جس میں وہ مرض لاحق نہ ہو، ایسا شخص معذور کہلائے گا۔

قال المحقق : بان لا يجد في جميع وقتها مناً يتوضأ و يصلى فيه خالياً عن الحدث - الخ وهذا شرط العذر في حق الابتداء وفي حق البقاء كفي وجوده في جزء من الوقت

له قال الميرغينا في : والمستحاضة ومن به سلس البول والرعاف الدائم والجرح الذي لا يرقا يتوضئون لوقت كل صلاة فيصلون بذلك الوضوء في الوقت ما شاؤ من الفرائض والتوافل - (الهداية على صد البناية ج ۱ ص ۴۹ باب الحيض) ومثله في الهداية ج ۱ ص ۳۹ الباب السادس في الدماء المختصة بالنساء، الفصل الرابع في احكام الحيض -

ولومۃ الخ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۳ مطلب فی احکام المعذور) ۱۷  
 ایسے معذور شخص کا حکم جس کا روئی رکھنے سے پیشاب رک جائے | سوال :- اگر ضعفِ ثانیہ  
 کی وجہ سے انسان کو قطرے  
 آتے ہوں اور اس کی روک تھام کے لیے روئی رکھی جائے تو کیا اس حالت میں بھی وقت گزر جانے  
 سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- وضو ٹوٹنے کا دار و مدار پیشاب کے اہلیل تک نکلنے پر ہے، لہذا اگر کسی  
 وجہ سے پیشاب کے قطرات کو روکا جائے تو جب تک قطرات اہلیل تک نہ پہنچیں تو وضو برقرار  
 رہے گا البتہ جب روئی نکالی جائے اور کرسف تر ہو تو اسی وقت وضو ٹوٹ جائے گا۔

لما قال الشيخ السيد احمد الطحطاوی: وفي المصنوعات عن النصاب به سلس بول  
 فجعل القطنۃ فی ذکرہ ومنعہ من الخروج وهو يعلم انه لو لم يخش ظهرا لبول  
 فاخرج القطنۃ وعليها بلسۃ فهو محدث ساعة اخراج القطنۃ فقط وعليه الفتوى۔  
 (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۱۹ باب الحيض) ۲



۱۷ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ولا يصير من ابتلى بناقض معذورا حتى  
 يستوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع لعذر، بقدر الوضوء والصلوة اذ لو وجد  
 لا يكون معذورا۔ (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۱۱۹ باب الحيض)  
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱ الباب السادس الفصل الرابع في احكام الحيض والنفاس  
 ۲ قال الشيخ عبد المحي الكهنوي: اذا خاف الرجل خروج البول فحشى احيلاه بقطنۃ ولولا  
 يخرج البول فلا بأس به ولا ينقض وضوءه حتى يظهر البول على القطنۃ وان ابتل  
 الطرف الداخل كذا لك ما لم يبتل الظاهر منه۔ (السعایة ج ۱ ص ۲۰ باب الحيض)

## باب الانجاس

(پلیدیوں اور ناپاکیوں کے بیان میں)

**نیند کی حالت میں منہ سے نکلنے والے پانی کا حکم** | سوال :- میرے منہ سے حالت نیند

میں بہت پانی نکلتا ہے اور بسا اوقات وہ پانی میرے کپڑوں پر بھی لگ جاتا ہے، کیا اس سے کپڑے پلید (ناپاک) ہو جائیں گے یا نہیں؟  
**الجواب :-** زندہ آدمی کے منہ سے نکلنے والا پانی پاک ہے اگرچہ حالت نیند میں پیٹ سے ہی کیوں نہ نکلے، البتہ مردہ شخص کے منہ کا پانی نجس ہے۔ اس لیے خواب میں یا بیداری میں اگر لعاب دین یا منہ سے نکلنے والا پانی کپڑوں پر لگ جائے تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔

لما فی الہندیۃ: لعاب النائم طاهر سواء کان من الفم او منبعثا من الجوف عند ابی حنیفۃؒ ومحمدؒ وعلیہ الفتاویٰ واما لعاب المیت فقد قیل انہ نجس۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۶ باب الانجاس) لہ

**غسل کرتے وقت پانی کے برتن میں چھینٹے پڑنے سے پانی کا حکم** | سوال :- غسل کرتے وقت اگر

بے احتیاطی سے یا احتیاط کے باوجود ماہ مستعمل کے کچھ قطرے پانی کے برتن میں پڑ جائیں تو اس سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** اگر پانی کے ان قطرات میں ظاہری نجاست نہ ہو یعنی اس سے نجاست ظاہری کا ازالہ نہ ہوا ہو تو تھوڑے قطرے پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بچنا انسان کے بس میں نہیں تاہم ممکن حد تک احتیاط برتنا چاہیے۔

قال المحقق: وانتضاح غسالۃ لا تظہر مواقع طرہا فی الاناء عفو۔

وقال ابن عابدینؒ: وفي الفتح وما ترشش علی الغاسل من غسالۃ المیت

لہ قال الشیخ الدکتور: وھبۃ الزحلی: عرفنا فی انواع المطہرات فی الاصلی المیت قولین قول

الحنفیۃ انہ نجس عملاً بفتویٰ بعض الصحابۃ (ابن عباسؓ وابن الزبیرؓ) کسائر المیتات.....

واما الماء السائل من فم النائم وقت النوم فہو طاهر کما صرح الشافعیۃ والحنابلۃ۔

والفقہ الاسلامی وأدلّٰہ ج ۱ ص ۱۶۶ الاصلی میت وما یسیل من فم النائم

مما لا يمكنه الا امتناع عنه مادام في علاجه لا ينجسه لعموم البلوى۔

رد المحتار على الدر المختار۔ باب الانجاس ج ۱ ص ۳۳۵۔

**سوال :-** پلاسٹک کے برتن پر اگر گندگی لگ جائے  
**پلاسٹک کے برتن پاک کرنے کا طریقہ** | تو اسے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

**الجواب :-** از روئے شرع جو برتن جازب نہ ہو یعنی نجاست جذب نہ کرتا ہو تو اس قسم کے برتن کے ساتھ اگر نجاست لگ جائے تو تین دفعہ پانی ڈال کر دھونے سے برتن پاک ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں ثلث غسل کے لیے برتن کا خشک ہونا ضروری نہیں۔

قال ابن عابدین : ای ما لا يتشرب النجاسة ما لا ينصرف يطهر بالغسل  
ثلاثاً ولو دفعة بلا تجفيف كالخزف والأجر المستعملين كما متروك السيف  
والمرأة ومثله ما يتشرب فيه شيء قليل كالبدن والنعل۔

رد المحتار على الدر المختار۔ مطلب في حكم الوشم ج ۱ ص ۳۳۲۔

**سوال :-** اگر جنابت کی حالت میں کچھ وقت گزر جائے اور گرمی کی  
**جُنب کے پسینے کا حکم** | وجہ سے بدن سے پسینہ نکلے تو اس پسینہ کا کیا حکم ہے ؟ کیا اس پسینہ

سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں ؟

**الجواب :-** انسان کا پسینہ ہر حالت میں پاک ہے خواہ جُنب ہو یا پاک اور اس کی  
تخصیص اسلام کے ساتھ ہے فقہاء نے جھوٹے (سُور) اور پسینے کا حکم ایک قرار دیا ہے۔

۱۔ قال ابن نجيم : ما ترشش على الغسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع  
عنه مادام في علاجه لا ينجسه لعموم البلوى۔ (البحر الرائق۔ باب الانجاس ج ۱ ص ۲۳۶)  
ومثله في مراقي الفلاح۔ باب الانجاس ص ۱۵۔

۲۔ قال في الهندية۔ وما لا ينصرف يطهر بالغسل ثلاث مراتٍ والتجفيف  
في كل مرة لان للتجفيف اثر في استعراج النجاسة وحد التجفيف ان يخليه  
حتى ينقطع التقاطر ولا يشترط فيه اليأس هذا اذا تشربت النجاسة كثيراً وان  
يتشرب فيه او تشربت قليلاً يطهر بالغسل ثلاثاً هكذا في المحيط۔

(الهندية۔ الباب السابع في النجاسة ج ۱ ص ۴۱)

البتہ اگر کسی عضو پر ظاہری نجاست ہو اور پسینہ نکلنے سے وہ نجاست کپڑے پر لگ جائے تو اس سے کپڑا ناپاک ہوگا۔

قال المحصن فی: فسئوردی مطلقاً ولو جنباً او کافراً او امرأة و ما کول اللحم طاهر لضم طاهر طهور بلا کراهة (وبعد اسطرح) وحکم عرق کسئور۔  
(الدر المختار علی صدر رد المحتار مطلب فی السئور ج ۱ ص ۲۲۲، ص ۲۲۸) لہ

**سوال :-** اگر منی کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو کیا کپڑے کو منی سے پاک کرنے کا طریقہ صرف رگڑنے سے پاک ہوگا یا دھونا بھی ضروری ہے؟

نیز رقیق اور سخت قسم کی منی کے حکم میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟  
**الجواب :-** منی سے طہارت کے دو طریقے ہیں، اگر نرم ہو تو دھونے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں، البتہ اگر سخت اور خشک ہو تو پھر سوکھ جانے کے بعد رگڑ کر اثرات زائل ہونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن عابدینؒ کی تحقیق کے مطابق یہ حکم غلیظ منی سے خاص ہے اور اگر منی کسی بیماری کی وجہ سے رقیق (پتلی) ہوگئی ہو تو دھونا ضروری ہے۔

قال المحصن فی: ویطهر منی ای محلہ یا بس بفرك ولا یضر بقا اثره ان طهر رأس حشفة کان کان مستنجیا بما دوفی المجتبیٰ اولج فنزع فانزل لم یطهر الا بغسله لتلوثہ بالنجس انتہی ای برطوبة الفرج فیکون مفرعاً علی قولهما بنجاستها، اما عنده فہی طاهرة کسائر طوبات البدن جوہرة۔ واکلا یکن یا بساً اولاً رأسها طاهر فیغسل کسائر النجاسات ولودماً عجیباً علی المشہور بلا فرق بیت منیہ ولورقیقاً لمرض به و منیہا۔ قال ابن عابدینؒ (قوله و منیہا) ای منی المرأة کما صححه فی الخاتمة وهو ظاهر الروایة عندنا کما فی مختارات النوازل وجزم فی السراج وغیره بخلافه ورجحه فی الحلیۃ بما حاصلہ ان کلاہم متظا فر علی ان الاكتفاء بالفرك فی المنی استحسن بالاثار علی خلاف القیاس، فلا یلحق به الا ما

لہ قال العلامة ابن نجیمؒ: وعرق کل شیء معتبر بسئور طهارة و  
ونجاسة وکراهية۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۲۶ باب الانجاس)  
ومثله تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۱ باب الانجاس۔



فی معناه من کل وجه والنص وورد فی منی الرجل ومنی المرأة یس مثله لرقته وغلط  
منی الرجل والفرك انما یؤثر ذوال المفروک او تقلیلہ وذلک فیما لہ جرم والرقیق  
المائع لا یحصل من فركه هذا الغرض فیدخل منی المرأة اذا کان غلیظاً ویخرج  
منی الرجل اذا کان رقیقاً لعارض۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ باب الانجاس ج ۱ ص ۳۱۳ ۳۱۲ ۳۱۱ ۳۱۰ ۳۰۹ ۳۰۸ ۳۰۷ ۳۰۶ ۳۰۵ ۳۰۴ ۳۰۳ ۳۰۲ ۳۰۱ ۳۰۰ ۲۹۹ ۲۹۸ ۲۹۷ ۲۹۶ ۲۹۵ ۲۹۴ ۲۹۳ ۲۹۲ ۲۹۱ ۲۹۰ ۲۸۹ ۲۸۸ ۲۸۷ ۲۸۶ ۲۸۵ ۲۸۴ ۲۸۳ ۲۸۲ ۲۸۱ ۲۸۰ ۲۷۹ ۲۷۸ ۲۷۷ ۲۷۶ ۲۷۵ ۲۷۴ ۲۷۳ ۲۷۲ ۲۷۱ ۲۷۰ ۲۶۹ ۲۶۸ ۲۶۷ ۲۶۶ ۲۶۵ ۲۶۴ ۲۶۳ ۲۶۲ ۲۶۱ ۲۶۰ ۲۵۹ ۲۵۸ ۲۵۷ ۲۵۶ ۲۵۵ ۲۵۴ ۲۵۳ ۲۵۲ ۲۵۱ ۲۵۰ ۲۴۹ ۲۴۸ ۲۴۷ ۲۴۶ ۲۴۵ ۲۴۴ ۲۴۳ ۲۴۲ ۲۴۱ ۲۴۰ ۲۳۹ ۲۳۸ ۲۳۷ ۲۳۶ ۲۳۵ ۲۳۴ ۲۳۳ ۲۳۲ ۲۳۱ ۲۳۰ ۲۲۹ ۲۲۸ ۲۲۷ ۲۲۶ ۲۲۵ ۲۲۴ ۲۲۳ ۲۲۲ ۲۲۱ ۲۲۰ ۲۱۹ ۲۱۸ ۲۱۷ ۲۱۶ ۲۱۵ ۲۱۴ ۲۱۳ ۲۱۲ ۲۱۱ ۲۱۰ ۲۰۹ ۲۰۸ ۲۰۷ ۲۰۶ ۲۰۵ ۲۰۴ ۲۰۳ ۲۰۲ ۲۰۱ ۲۰۰ ۱۹۹ ۱۹۸ ۱۹۷ ۱۹۶ ۱۹۵ ۱۹۴ ۱۹۳ ۱۹۲ ۱۹۱ ۱۹۰ ۱۸۹ ۱۸۸ ۱۸۷ ۱۸۶ ۱۸۵ ۱۸۴ ۱۸۳ ۱۸۲ ۱۸۱ ۱۸۰ ۱۷۹ ۱۷۸ ۱۷۷ ۱۷۶ ۱۷۵ ۱۷۴ ۱۷۳ ۱۷۲ ۱۷۱ ۱۷۰ ۱۶۹ ۱۶۸ ۱۶۷ ۱۶۶ ۱۶۵ ۱۶۴ ۱۶۳ ۱۶۲ ۱۶۱ ۱۶۰ ۱۵۹ ۱۵۸ ۱۵۷ ۱۵۶ ۱۵۵ ۱۵۴ ۱۵۳ ۱۵۲ ۱۵۱ ۱۵۰ ۱۴۹ ۱۴۸ ۱۴۷ ۱۴۶ ۱۴۵ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ۱۴۱ ۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

**سوال :-** کیا منی، منی اور ودی سے کپڑے کو  
پاک کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے کہ اس کو پانی سے

دھویا جائے یا اس میں کوئی فرق بھی ہے؟

**الجواب :-** ودی اور منی سے طہارت صرف پانی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے البتہ منی  
کے طریقہ طہارت میں یہ بھی ہے کہ خشک ہونے پر رگڑنے سے بھی کپڑا پاک ہو سکتا ہے بشرطیکہ  
منی رقیق نہ ہو ورنہ پانی سے دھونا ضروری ہے۔

قال طاهر بن عبد الرشید۔ اذا احت النجاسة لم یجز الا فی المنی الیابس  
فان کان رطباً لا یطهر الا بالغسل وهو نجس عندنا وبعده اسطرم ولكن هذا  
اذا لم یخرج المذی قبل خروج المنی اما اذا خرج المذی ثم خرج المنی لا  
یطهر الثوب بالفرك۔

ر خلاصۃ الفتاوی۔ الفصل السادس فی غسل الثوب والدهن ج ۱ ص ۲  
**سوال :-** گلیوں اور غلاظتوں میں گھومنے پھرنے والی مرغی اگر  
پانی سے بھرے ہوئے برتن میں چونچ ڈال دے تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟  
کیا پالتو مرغی جو کہ پنجرہ اور ڈربہ میں بند ہو اور باہر پھرنے والی مرغی کا حکم ایک ہے یا دونوں  
میں فرق ہے؟

۱۔ وفي الهندية: (ومنها) الفرق فی المنی اذا اصاب الثوب فان کان رطباً یجب غسله وان جف  
على الثوب اجزأ فیہ الفرق استحصاناً۔ الهندية۔ الباب السابع فی النجاسة ج ۱ ص ۲۲۷

۲۔ قال ابراهيم الحلبي۔ واما الفرق فی ذیل النجاسة فی المنی فیطهر الثوب من المنی  
به ای بالفرك اذا یس المنی علی الثوب۔ (کبیری۔ فصل فی الاسار ص ۱۸۰)

**الجواب :-** سُور یعنی جھوٹا، ہمیشہ کے لیے گوشت کا تابع رہتا ہے، جس حیوان کا گوشت حلال ہو تو اس کے لعاب کا پانی سے ملنے کی صورت میں پانی پر اس کا اثر نہیں پڑتا۔ لہذا اگر پالتو مرغی کی چونچ غلاظت سے پاک ہو اور جس برتن میں مرغی منہ ڈال دے یہ پانی پاک ہے البتہ گلی میں پھرنے والی مرغی کا منہ عموماً نجاست سے خالی نہیں ہوتا اس لیے ایسی مرغی کا جھوٹا مشکوک ہے لیکن نجاست پر حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

قال حسن بن عمار: وسُور الذجاجة المخلاة التي تجول في القاذورات ولم يعلم طهارة منقارها من نجاسة فكره سُورها للشك فان لم يكن كذلك فلا كراهة فيه۔ (مراقی الفلاح علی صدر المططاوی ص ۲۲ فصل فی احکام السُور) ۱۷

**سوال :-** کیا کتے کا چمڑا دباغت سے پاک ہے؟  
**جواب :-** کتے کا چمڑا دباغت سے پاک ہے۔  
 چمڑوں کی طہارت کا طریقہ دباغت لکھا ہے۔

**الجواب :-** اخاف کے نزدیک گتس نجس العین نہ ہونے کی وجہ سے اس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، البتہ حشرات الارض سانپ، بچھو، خنزیر کا چمڑا قابل دباغت نہیں ہے۔

قال المحقق: وكل اهاب دليغ ولو بشمس وهو يحتملها طهر فيصلي به ويتوضأ منه وما لا يحتملها (فلا وعليه) فلا يطهر جلد حية وقارة خلا جلد خنزير فلا يطهر و بعد اسطر، وا فاد كلامه طهارة جلد كلب وقيل وهو المعتمد۔  
 الدر المختار علی صدر رد المختار۔ مطلب فی احکام الدباغة ج ۱ ص ۲۰۲ ۱۸

۱۹ قال ابن عابدین: واما المخلاة فلُعابها طاهر فسُورها كذلك، لکن لما كانت تأكل العذرة كره سُورها ولم يحكم بنجاسة للشك حتى لو علمت النجاسة في فمها تنجس ولو علمت الطهارة انتفت الكراهة۔

رد المختار علی الدر المختار۔ باب المياة ج ۱ ص ۲۳۳ وقوله فی البحر الرائق۔ مسئلة السُور ج ۱ ص ۱۳۲  
 ۲۰ قال حسن بن عمار: ويطهر جلد الكلب لانه ليس نجس العين في الصحيح بالدباغة۔  
 (مراقی الفلاح۔ فصل يطهر جلد الميتة ص ۹) ومثله فی کبیری۔ فصل فی النجاسة الحقيقية ص ۱۷۱

گتے کے جھوٹے دستور برتن میں کھانے اور اسکے پاک کرنے کا طریقہ | سوال: بعض لوگ

گتے پالتے ہیں، کبھی گتے اچانک کھانے پینے کے کسی برتن میں منہ ڈال دیتے ہیں ایسے برتن میں کھانے پینے کا کیا حکم ہے اور اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: گتے کا جھوٹا نجاست غلیظہ کے حکم میں ہے لہذا جس برتن میں کتا منہ ڈالے تو یہ برتن اگر جاذب نہ ہو تو دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر جاذب ہو تو پھر ہر دفعہ کے لیے خشک کرنا یعنی اتنا انتظار کرنا کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے، ضروری ہے۔

قال حسن بن عمار: والقسم الثاني سؤر نجس نجاسة غليظة وقيل خفيفة لا يجوز استعماله اي لا يصح التطهير به بحال ولا يشربه الا مضمطرا لميته وهو اي السؤر النجس ما شرب منه الكلب سواء فيه كلب صيد او ماشية وغيره لما روى الدارقطني عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم في الكلب ولغ في الاناء انه يغسل ثلاثا او خمسا او سبعا۔

قال الشيخ احمد: انه يغسل ثلاثا... الخ وما ذاك الا لنجاسته ويندب عندنا التسبيع وكون احدهن بالترايب (عطاردی طشیر مرقی الفلاح ص ۲۳ فصل فی بیان احکام السؤر)۔  
سوال: نجس کپڑا دھونے کے بعد پھوڑنے کا حکم | ضروری ہے؟ کیا طہارت کا دار و مدار پھوڑنے

پر ہے؟  
الجواب: کپڑے کے ساتھ اگر نجاست مریہ لگ جائے تو عین نجاست زائل ہونے سے کپڑا پاک ہوگا اس کو پھوڑنا ضروری نہیں، البتہ اگر نجاست غیر مریہ ہو تو طہارت کا دار و مدار غلبہ ظن پر ہے، تین بار پھوڑنے سے عموماً طہارت کا یقین ہو جاتا ہے اس لیے تین دفعہ پھوڑنے کے بعد کپڑا پاک متصور ہوگا، تاہم واضح ہو کہ آخری بار پھوڑنا مضبوط طریقہ سے ہو۔

الحق محمد عبدالحی: وقول خامس ذهب اليه اصحابنا الحنفية من عدم وجوب التسبيع والتمان مع نجاسة السؤر وكفاية الثلاث كسائر النجاسات۔ (السعاية۔ سؤر الكلب ج ۱ ص ۲۲)  
ومثله في الهندية الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء ج ۱ ص ۲۲۔

قال ابراهيم الحلبي: اما اذا اصاب الثوب نجاسة هذا شروع في كيفية تطهير النجاسة بالغسل فان النجاسة اما ان تكون مرئية او غير مرئية فان كانت مرئية فطهارته زوال عينها الا ما يشق و بعد اسطر ( وان لو تكن النجاسة مرئية يغسلها حتى يقلب على غلته انه قد طهر وهذا اذا لم يكن له هاتج فان كان يجب الغسل الى زواله الا ما يشق وقيل اذا غسل الثوب من غيره مرة وعصر بالماء لغيره يطهر وقيل انه لا يطهر ما لم يغسل ثلاث مرات يعصر في كل مرة والفتوى على الاول - (كبيري - فصل في الاسرار ص ۲۱۱، ۲۱۲) -

غير ملکی کپڑوں سے (بغیر دھوئے) نماز پڑھنا | سوال :- آجکل بازاروں میں غیر ملکی استعمال کپڑے مثلاً سویٹر، کوٹ وغیرہ فروخت ہوتے ہیں، بظاہر ان پر کوئی نجاست نظر نہیں آتی لیکن یہ بھی معلوم نہیں کہ پاک ہوں گے یا نہیں؟ کیا ایسے کپڑوں کا بغیر دھوئے نماز کے لیے استعمال جائز ہے؟

الجواب :- اگر بظاہر نجاست نہ ہو اور غلبہ ظن یہ ہو کہ اس میں نجاست نہیں تو یہ کپڑے پاک ہیں اور انہیں پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، البتہ دھونا بہتر ہے۔

قال ابن عابدین: ومن هنا قالوا لا بأس بلبس ثياب أهل الذمة والصلوة فيها الا انما روي السراويل فإنه تكره الصلوة فيها لقربها من موضع الحدث وتنجوس لان الاصل التطهارة، وللتوارث بين المسلمين في الصلوة بثياب الغنائم قبل الغسل، وتمامه في الحلية - (رد المحتار على الدر المختار - احكام الدباغة ج ۲ ص ۲۰۶، ۲۰۷) -

له قال المحقق: وكذا يطهر محل نجاسة مرئية بقلعها اي بزوال عينها واثرها وبمرارة او بما فوق ثلاث في الاصح ولا يضر بقاء اثره ويطهر محل غيرها اي غير المرئية بغلبة ظن غاسل طهارة محلها بلا عذر روي يفتي وقد مر ذلك لموسى بن يغسل وعصر ثلاثا - (الدر المختار على صدر رد المحتار - مطلب في حكم التشميم ج ۱ ص ۳۲۸، ۳۳۱) - ومثله في خلاصة الفتاوى - الفصل السادس في غسل الثوب والدهن ج ۱ ص ۱ - له قال المحقق: ثياب الفسقة واهل الذمة طاهرة - (الدر المختار على صدر رد المحتار - فصل في الاستنجاء ج ۱ ص ۳۵) -

**سوال :-** موٹے کپڑے کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ خاص کر جب پچوڑنا ممکن نہ ہو؟

**الجواب :-** ایسے کپڑے پر اگر نجاست دکھائی دے تو نجاست کے ازالہ سے کپڑا پاک ہوگا اور اگر نجاست غیر مرئی ہو تو کپڑے کی طہارت دھونے والے کے غلبہ ظن پر مبنی ہے، اور اگر کوئی شخص غلبہ ظن کا ادراک نہیں کر سکتا تو تین بار دھوئے اور ہر دفعہ دھونے میں اتنی تاخیر کرے کہ پانی کے قطرات بند ہو جائیں تب کپڑا پاک ہوگا۔ علاوہ ازیں کسی بڑے حوض یا جاری میں پانی میں ڈبو کر کچھ وقت گزرنے کے بعد پانی سے نکالنے پر بھی پاک متصور ہوگا۔

قال المحقق یویطهر محل غیرہا ای غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل لو مکلفاً والا فستعمل طہارة محلها بلا عدو بہ یفتی وقد ذلک لموسوس بغسل وعصر ثلاثاً اوسبعاً فیما ینعصر مبالغاً بحیث لا یقطر ولو کان لوعصره غیره قطر طہر یا لنسبته الیہ دون ذلک الغیر ولو لم یبالغ لرقته هل یطهر الاظهر نعم للضرورة وقتک بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیره ای غیر منصرف مما یتشرب النجاسة ولا یقلعها کما مر وهذا کله اذا غسل فی اجانة، اما لو غسل فی غدیرا وصب علیہ ما کثیرا وجرد علیہ الماء طہر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غس هو المختار۔

والدر المختار علی صدرہ ذالمختار باب الانجاس ج ۱ ص ۳۳۳ تا ۳۳۴

**سوال :-** ڈرائی کلیئر کے ذریعے کپڑے پٹرول ڈرائی کلیئر سے کپڑے پاک ہونے کا حکم سے پاک کیے جاتے ہیں لیکن اس میں کپڑا پچوڑنا نہیں

ہوتا بلکہ حرارت سے کپڑا سوکھ جاتا ہے، کیا اس طریقہ سے دھوئے ہوئے کپڑے سے نماز جائز ہے؟  
**الجواب :-** اگر کپڑا پاک ہو صرف میل کچیل ڈرائی کلیئر کے ذریعہ دور کی گئی ہو تو اس سے کپڑے کی طہارت متاثر نہیں ہوتی تاہم یہ ضروری ہے کہ مائع چیز میں اس کے ساتھ ناپاک کپڑا

۱۔ قال ابراہیم الحلبي، وفي فتاویٰ ابی الیث خف بطانة ساقه من الکرباس فدخل فی جوفه ماء نجس فغسل الخف دلک بالید ثم ملاء الماء الخف ثلاثاً واهرقه الا انه لم یتھیا له عصر الکرباس فقد طهر الخف ای بمجرّد جریان الماء ظاهراً وباطناً ولم یشتط فیہ عصر الخف ولا الکرباس لتعسره قیاساً علی مسئلة البساط۔ (کبیری، فصل فی الاسرار ص ۱۸۲)



نہ ملایا گیا ہو، اور اگر کپڑا ناپاک ہو تو پھر اگر اس پر اتنا پٹرول ڈالا جائے کہ اس سے کپڑے کو چھوڑا جاسکے تو ایسی صورت میں بھی کپڑا پاک ہوگا، کیونکہ کپڑے کی نجاست ہر مائع مزیل سے پاک ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر میل کچیل حرارت کے ذریعہ سوکھ جاتا ہو اور کپڑا ناپاک ہو تو پھر میل کے چلے جانے کے بعد بھی کپڑا ناپاک ہی رہے گا، دوبارہ پانی سے دھونا ضروری ہے۔

قال المحصن: يجوز رفع نجاسة حقيقية عن محلها ولو اناء او ما كوا علم محلها او لا بما روو مستعملًا به يفتى وبكل مائع طاهر قالع للنجاسة۔  
والدہ المختار علی صدرہ رد المحتار۔ باب الانجاس ج ۱ ص ۳۰۹

دودھ میں مینگنی یا گوبر گر جانے پر دودھ کا حکم | سوال :- بکری، گائے یا بھینس سے دودھ لیتے وقت دودھ میں مینگنی یا گوبر

گر جائے تو اس سے دودھ پر کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب :- اگر یہ نجاست دودھ میں حل نہیں ہوئی بلکہ گرنے کے ساتھ ہی نکال لی جائے تو اس سے دودھ کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ حل ہونے کی صورت میں دودھ ناپاک ہو کر قابل استفادہ نہیں، تاہم واضح ہو کہ یہ حکم دودھ نکالنے کے وقت سے خاص ہے اگر ایسے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں گوبر یا مینگنی دودھ میں گر جائے تو دودھ علی الفور ناپاک ہو جائے گا۔

قال المحصن: وبعرقى ابل وغنم كما يعفى لو وقعتا في محلب وقت الحلب فرميتا فوراً قبل تفتت وتلون۔

قال ابن عابدین: قال فی فیض فلا ینجس الا اذا کان کثیراً سواء کان مرطباً او یابساً صحیحاً او منکسراً ولا فرق بین ان یکون للبئر حاجز او لا هو الصحیح وفی التاتاریخانیة ولم ینکر محمد فی الاصل روث الحمار والخش واخلطوا فیہ فقیل ینجس ولو قلیلاً او یابساً وقیل لو یابساً فلا واکثرهم علی انه لو فیہ ضرر وقر وبلوی لا ینجس والا بنجس قوله وقت الحلب فلو وقعت فی غیر زمان الحلب فهو

لہ لما قال العلامة ابوالبرکات النسفی: یطهر البدن والشوب بالماء وبمائع مزیل کالحل وما ر  
الورد۔ (کنز الدقائق۔ باب الانجاس ج ۱ ص ۳۵) ومثله فی الاختیار ج ۱ ص ۳۵۔ باب الانجاس

کو قوعھا فی سائر الاوان فی فتجس فی الاصحح قوله والتعبیر بالبعرتین ای فی مسئلتی  
البئر والمطب۔ (رد المحتار علی الدر المختار۔ فصل فی البئر ج ۱ ص ۲۲۱) ۱۷

**سوال :-** اگر کسی برتن میں گنے گنے کا رس پڑا ہو، گتے  
ناپاک شربت کو پاک کرنے کا طریقہ | نے اس برتن میں منہ ڈال کر اس سے کچھ چاٹا، تو کیا باقی ماند  
شربت کو بہا دیا جائے یا گڑ بنانے میں استعمال کیا جائے؟ از روئے شرع اس کی طہارت کا کوئی  
امکان ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسی مائع چیز گتے کے منہ ڈالنے سے ناپاک ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں  
اس سے گڑ بنانا یا پینا ناجائز ہے، البتہ فقہاء کے کلام سے اس کی طہارت کا ایک طریقہ معلوم  
ہوتا ہے، وہ یہ کہ شربت کی مقدار سے تین گنا پانی اس میں ڈالا جائے اور پھر آگ سے اس کو  
اتنا جوش دیا یعنی ابالا جائے کہ یہ زائد مقدار پانی آگ کے ذریعے ختم ہو جائے تو باقی ماندہ حصہ پھر پاک  
ہوتا ہے۔

قال ابن عابدین: قوله ويطهر دهن وعسل قال في الدرر وتنجس العسل  
فتطهيره ان يصب فيه ماء بقدره فيغلي حتى يعود الى مكانه والدهن يصب  
عليه الماء فيغلي فيعلو الدهن الماء فيرفع بشئ هكذا ثلاث مرات۔ ۱۸  
رد المحتار علی الدر المختار۔ مطلب فی تطہیر الدھن والغسل ج ۱ ص ۳۲۲) ۱۷  
لہ قال ابراہیم الحلبي: وان وقعت اى البعرة وابعرتان في اللبن وقت الحلب فخرجت  
حين وقعت ولم يبق لها لون لم يتنجس اللبن (وبعد اسطر) وفي الكافي قال لا فرق بين  
الرطب واليابس والصميم والمنكسر والروث والخثي والبعرة لان الضرورة تشمل الكل  
والروث اذا كان صلباً فهو بمنزلة البعرة في الحكم۔ (كبيري۔ فصل فی البئر ص ۱۶۲، ۱۶۱)  
ومثله في الهندية۔ الباب الثالث في المياه ج ۱ ص ۱۹

۱۷ قال ابراہیم الحلبي: لا يري<sup>الحي</sup> ما روى عن ابي يوسف في تطهير الدهن النجس  
انه اذا جعل الدهن في اناء فصب عليه الماء فيعلو الدهن على وجه المسار  
فيرفع بشئ ويراق الماء ثم يفعل هكذا حتى اذا فعل كذلك ثلاث مرات  
يحكم بطهارة الدهن۔ (كبيري۔ فصل فی آسا ص ۱۷۳)  
ومثله في الهندية۔ الباب السابع في النجاسة ج ۱ ص ۲۷

**انقلاب حقیقت سے حکم بدل جاتا ہے** | سوال :- اگر نمک کی کان میں ناپاک پانی جمع ہو کر

نمک بن جائے تو کیا یہ نمک کھانا جائز ہے ؟  
**الجواب :-** از روئے شرع حقیقتِ اشیاء کی تبدیلی سے اس کا سابقہ حکم باقی نہیں رہتا، لہذا صورتِ مذکورہ میں جب ناپاک پانی یا دوسری نجس چیزیں نمک کی کان میں نمک بن جانے کی وجہ سے پاک ہو کر اس نمک کا کھانا حلال ہے۔

قال المحقق: ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً ولا قدر وقع في بئر فصار حمأة لا انقلاب العين، بل يفتى

قال ابن عابدین: مقتضى ما مرثوت انقلاب الشئ عن حقيقة كان له من الحس الى الذبح وقيل انه غير ثابت لان قلب الحقائق محال والقدره لا تتعلق بالمحال والحق الاقل - (رد المحتار على الدر المختار - باب الانجاس ج ۱ ص ۲۲۶) -

**نجس چیز سے بنے ہوئے صابن کا حکم** | سوال :- اگر نجس چیز سے صابن بنایا جائے تو اس صابن کا استعمال جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** یہ صابن پاک ہے اور اس کا استعمال جائز ہے، کیونکہ صابن بنانے سے نجس چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے اور انقلاب حقیقت کی صورت میں سابقہ حکم بحال نہیں رہتا لہذا یہ چیز نجاست سے بدل کر طہارت کے حکم میں داخل ہوئی۔

قال المحقق: ويطهر من يتنجس بمجعله صابوناً به يفتى للبلوی کتنور رش بماء نجس لا بأس بالتحيز فيه كطين تنجس فجعل منه كونه بعد جعله على الماء يطهره لم يظهر فيه اثر النجس بعد الطبخ ذكره الحلبي. (رد المحتار على صدر رد المختار - باب الانجاس ج ۱ ص ۲۱۶) -

له قال ابراهيم الحلبي: ولو احترقت الغدق والروث فصار كل منهما رماً ذاً أو ماء الحار في صحته فصار ملئاً او وقع ولتر و نحو في لبير فصار حمأة زالت بنجاسته وطهر عند محمد بن لوكل الملح و صلى على ذلك لو ما جاز كبر في فصل في البير  
له قال ابراهيم الحلبي: واكثر المشاغخ اختاروا قول محمد وعليه الفتوى لان الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وقد زالت بالكلية فان الملح غير الغظم واللحم فاذا صارت الحقيقة ملئاً ترتب عليه حكم الملح (وبعد اسطر) وعلى قول محمد فرعوا طهارة صابون صنع من دهن نجس وعليه يتفرع ما لو وقع انسان او كلب في قذراً الصابون فصار صابوناً يكون طاهراً لتبدل الحقيقة -  
كبيرة - فصل في الاسرار (۱۸۹) ومثله في خلاصة الفتاوى - الفصل السادس في غسل الثوب والرجل ج ۱ -

**سوال :-** حلال جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہو ان کا  
**حلال جانور کے پیشاب اور بول و براز کا حکم** | پیشاب اور بول و براز نجاستِ خفیفہ ہے یا نجاستِ غلیظہ؟

اور اگر یہ نجاست کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** جن جانوروں کا گوشت حلال ہے تو ان کا پیشاب نجاستِ خفیفہ کے حکم میں  
 ہے، البتہ گوشتِ نجاستِ غلیظہ ہے، نجاستِ خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے (مثلاً استین) کے ربیع کے  
 مقدار سے کم میں لگا ہو تو یہ مانعِ صلوٰۃ نہیں اس سے زیادہ مانعِ صلوٰۃ ہے جبکہ نجاستِ غلیظہ ایک  
 درہم سے زائد مانعِ صلوٰۃ ہے۔

قال المحصن: وعفا الشارع عن قدر درهم وهو مثقال في نجس كثيف له جرم  
 وعرض مقعر الكف في رقيق من مغلظة كعذرة ودم وخمر وخرأكل طيركا  
 يذرق في الهواء كبط أهلي ودجاج وروث وختي أفاد بهما نجاسة خراكل  
 حيوان غير الطيور وعنى ربيع جميع بدن وثوب ولو كبيراً من نجاسة كبول مأكول  
 قال ابن عابدین: قوله ولو كبيراً الخ اعلم انهم اختلفوا في كيفية  
 اعتبار الربع على ثلاثة اقوال فقل ربيع ظرت اصابته النجاسة، كالذيل والكم  
 والدخريص ان كان المصاب ثوباً وربع العفو المصاب كاليد  
 والرجل ان كان بدنًا وصحعه في التحفة والمحيط والمجتبى والسراج  
 وفي الحقائق وعليه الفتوى۔ رہا المختار علی الدر المختار۔ باب الانجاس ج ۱ ص ۳۲۲ تا ۳۲۴

**سوال :-** اگر کتا کسی برتن یا کنوئیں میں پیشاب کر دے تو  
**گتے کے پیشاب کا حکم** | اس برتن اور کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** گتے کا پیشاب چونکہ نجاستِ غلیظہ ہے لہذا اگر پیشاب کا ایک قطرہ

لہ وفي الهندية: وكذا لك الخمر ودم المسفوح ولحم الميتة وبول  
 ما لا يوصل والروث واختار البقر والعذرة ونجوا لکلب وخرأكل الدجاج  
 والبط والافد جس نجاسة غلیظة هكذا في فتاویٰ قاضیخان۔  
 رالهندية۔ الفصل الثاني في الامكان النجسة ج ۱ ص ۳۲۴ ومثله في فتاویٰ قاضیخان  
 علیها مش الهندية فصل في النجاسة التي نصيب الثوب ج ۱ ص ۳۲۵۔

بھی کنو میں یا برتن میں گر جائے تو شرعاً کنوئیں اور برتن دونوں کا پاک کرنا ضروری ہے۔  
 قال ابن نجيم: وانما ينجس ماء البئر كله بقليل النجاسة لان البئر عندنا بمنزلة المحوض الصغير الا ان يكون عشرين في عشرين كذا في فتاوى قاضی خان۔  
 رالبحر الرائق۔ کتاب الطهارة ج ۱ ص ۱۷

**سوال :-** ناپاک پانی پاک مٹی میں ڈالنے سے جو پاک اور ناپاک کے اختلاط کا حکم گارا بنتا ہے تو اس گارے کا کیا حکم ہے؟ کیا پانی کی ناپاکی کی وجہ سے یہ گارا ناپاک متصور ہوگا یا پاک مٹی کی وجہ سے پاک جانا جائے گا؟  
**الجواب :-** جب پانی اور مٹی دونوں ملائے جائیں خواہ پانی پاک ہو اور مٹی ناپاک یا اس کا عکس ہو تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، بعض نے طہارت اور بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے، قاضی خانؒ اور ابراہیم حلبیؒ نے نجاست کا قول مفتی بہ قرار دیا ہے، لہذا ایسا گارا ناپاک متصور ہوگا۔

قال طاهر بن عبد الرشيد: الماء الطاهر اذا اختلط به التراب النجس و صار طيناً او كان الماء نجساً و التراب طاهراً فالعبرة بالنجس ايهما كان نجساً فالطين نجس و به اخذ الفقيه ابوالليث و هكذا روى عن ابى يوسف - خلاصة الفتاوى - الفصل الثامن في النجاسة ج ۱ ص ۲۷

لے قال المحصن: اذا وقعت نجاسة ليست بعبوان ولو مخففة او قطرة بول أو دم أو ذنب فارة و بعد اسطر ينزع كل ماؤها الذي كان فيها وقت الوقوع۔ (الدم المختار علی صدر مراد المختار۔ فصل فی البیروج ص ۲۱۲) ومثله فی خلاصة الفتاوى۔ مسائل البیروج ص ۱۔

لے قال ابراہیم الحلبي: الماء والتراب اذا اختلطا وكان احدهما نجساً فالطين الحاصل منهما نجس لان اختلاط النجس بالطاهر ينجسه لهذا هو الصحيح كما ذكره قاضی خان وهو اختيار الفقيه ابی الليث و بعد اسطر في الفقيه ابی الليث والله در قاضی خان حيث جعل قوله هو الصحيح مشيراً الى ان سائر الاقوال لا صحة لها بل هي فاسدة لان النتيجة تابعة لافس المقدمات وانما۔  
 ركبرى فصل الاسرار ص ۱۸۸ ومثله فی الهندية للفصل الثاني فی الاعیان النجسة ج ۱ ص ۱۸۸۔



**واشنگ مشین سے دھلے ہوئے کپڑوں کا حکم** | سوال :- واشنگ مشین میں کپڑے کچھ اس انداز سے دھوئے جاتے ہیں کہ ایک ہی بار صابن یا صرف ڈال کر اس میں نجس اور پاک کپڑے ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے دھوئے جاتے ہیں، ان کپڑوں کی پاکیزگی کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** اگرچہ پہلے نجس پانی سے جملہ کپڑے نجس ہو جاتے ہیں مگر اس دھلائی کے بعد اس نجس صابن کو نکالتے کے لیے مشین میں ہی یا باہر پانی میں کٹی بار دھو کر ان سے یہ نجس صابن نکال دیا جاتا ہے جس کے بعد کپڑوں میں نجس پانی باقی نہیں رہتا اس لیے ازالہ نجس کے بعد کپڑے پاک ہو جاتے ہیں، لہذا واشنگ مشین سے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں۔

قال العلامة فخرالدين الزيلعي، والتجسس المرئي يطهر بزوال عينه لان كنجس المحل باعتبار العين فيزول بزوالها ولو مرة.... وغيره بالغسل ثلاثا والعصر كل مرة اي غير المرئي من النجاسة يطهر بثلاث غسلات وبالعصر في كل مرة والمعتبر فيه غلبة الظن - (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۵۷ فصل في الانجاس) -

**شراب کی خالی بوتل کا استعمال** | سوال :- شراب کی خالی بوتل کا تیل وغیرہ کے لیے استعمال کرنا کیسا ہے؟

**الجواب :-** شراب بذات خود نجس ہے، جس برتن میں شراب موجود ہو اس کا استعمال بھی جائز نہیں مگر خوب صاف کرنے کے بعد جب یہ یقین ہو جائے کہ شراب کے آثار

له قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري: ويجب ان يعلم ان ازالة النجاسة واجبة وازالتها ان كانت مرئية بازالة عينها واثرها ان كانت شيئاً يزول اثرها ولا يعتبر فيه العذرات كان شيئاً لا يزول اثرها فزالته بازالة عينها ويكون ما بقي من الاثر عفواً وان كان كثيراً..... هذا اذا كانت النجاسة مرئية وان كانت غير مرئية كالبول والخنزير ذكر في الاصل قال يغسلها ثلاث مرات ويعصر في كل مرة فقد شرط الغسل ثلاث مرات وشرط العصر في كل مرة - (الفتاوى التاتارخانية ج ۱ ص ۳۰۶، كتاب الطهارة، الفصل الثامن في تطهير النجاسات)

ومثله في الفقه الاسلامي وادلته ج ۱ ص ۱۶ التقييم الثالث - تقسيم النجاسة الى مرتبة الخ.

باقی نہیں رہے تو اس بوتل یا برتن وغیرہ کو استعمال کرنا جائز ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیتکم عن البیذاکا فی سقاء فاشربوا فی  
الاسقیة کلھا ولا تشربوا سکرا۔ (شرح طیبی ج ۱ ص ۱۳۸ کتاب الایمان، الفصل الاول)  
شیر خوار نیچے کے پیشاب کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! اگر شیر خوار بچہ کپڑوں  
پر پیشاب کر دے تو کپڑوں کا دھونا ضروری ہے یا کہ

شیر خوار نیچے کا پیشاب پاک ہے؟

الجواب :- شیر خوار بچے کا پیشاب بھی بڑوں کی طرح نجس ہے، اس کی وجہ سے کپڑوں  
کو دھونا چاہیئے، البتہ فرق اتنا ہے کہ شیر خوار بچے کے پیشاب سے بچتا مشکل ہوتا ہے  
اسلئے اس صورت میں پورے کپڑے کا دھونا ضروری نہیں صرف پیشاب کی جگہ پر اتنا پانی  
بھاوے کہ اس پانی سے یہ کپڑے تین مرتبہ بھیگ سکے، تو کافی ہے۔

قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی، وبول ما لا یؤکل لحمہ کالآدمی ولو رضیعا۔  
قال الشیخ السید احمد الطحطاوی، (قوله ولو رضیعا) لم یطعم سواد کان ذکرًا أو  
أنثی۔ (طحطاوی حاشیہ مرقا الفلاح ص ۱۲۳ باب الانجاس) ۲۔

سوال :- یہاں ہمارے علاقہ میں چمگاڈر بہت ہیں، کبھی کبھی وہ  
پیشاب ہمارے کپڑوں پر کر جاتے ہیں لیکن ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا اور  
اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے ہیں، تو ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگرچہ قاعدہ کی رو سے غیر ماکول اللحم کا پیشاب وغیرہ نجاست غلیظہ ہے  
مگر چمگاڈر بوجہ مجبوری کے اس حکم سے مستثنیٰ ہے اس لیے کہ ان سے احتراز دینا ممکن نہیں  
لہذا چمگاڈر کا پیشاب و بیٹ پاک ہے اور ان کپڑوں کے ساتھ جن پر چمگاڈر کا پیشاب وغیرہ لگا ہوں

۱۔ قال العلامة ملا علی قاری، فلما مضت مدة اباح النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعمال هذه الظروف ان

اثر الخمر زال عنها۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۹۱ کتاب الایمان، الفصل الاول)

ومثله فی حاشیة مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۸ کتاب الایمان، الفصل الاول)

۲۔ قال العلامة المحقق، وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم۔ قال ابن عابدین، (تحت

قوله لم یطعم) ای لم یأکل فلا بد من غسله۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۱۸ باب الانجاس مطلب فی طہارۃ بولہ)

بڑھی گئی نماز بھی درست ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وبول غير ما كول ولو من صغير لم يطعم الا بول الحفاش وخرأء۔  
قال ابن عابدين: تحته .... في البدائع وغیره: بول الحفافيش وخرؤها ليس بنجس لتعذر صيانة  
الثوب والاواني عنها لانها تبول من الهواء وهي فارة طيارة فللهذا تبول امره ومقتضاها ان  
سقوط النجاسة للضرورة۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۱۹ باب الانجاس) ۱

**کنوئیں میں رہنے والے مینڈک کے پیشاب کا حکم** | سوال: گرامی قدر مفتی صاحب! ہمارے گھر کے

پیشاب کر دیں تو اس کنوئیں کے پانی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** فقہی اصول اور قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ مینڈک کا پیشاب ناپاک ہے اسلئے  
کہ بول غیر ما کول اللحم نجاست غلیظہ ہے، صورت مشولہ میں مینڈک چونکہ پانی ہی میں رہتا ہے تو  
عدم احتراز کی وجہ سے بوجہ ضرورت نجس نہیں یعنی کنوئیں کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي: وبول غير ما كول ولو من صغير لم يطعم الا بول الحفاش  
وخرأء فظاهر وكذا بول الفأرة لتعذر التحرز عنه وعليه الفتوى۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۳۱۸ باب الانجاس) ۲

**نجس مٹی سے بنے ہوئے برتن کے استعمال کا حکم** | سوال: اگر کھار برتن بنانے کے لیے

مٹی کو نجس پانی سے گوندھے تو کیا پلید

مٹی سے بنے ہوئے پختہ برتن کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** کسی نجس ریپید شے کی تطہیر کے مختلف طریقے ہیں ان طریقوں میں آگ بھی

ہے، صورت مشولہ میں چونکہ نجس مٹی آگ میں پک چکی ہے اس لیے آگ کے ذریعے نجاست کا

۱۔ قال العلامة ابوبكر الكاساني: وبول الحفافيش وخرؤها ليس بنجس لتعذر

صيانة الثياب والاواني عنه، انها تبول في الهواء وهي فارة طيارة فللهذا

تبول۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۲ فصل واما الطهارة الحقيقية)

۲۔ قال الشيخ السيد احمد الطحطاوي: بول الفأرة طاهر لتعذر التحرز عنه وعليه الفتوى

يحمل على العفو۔ (طحطاوي حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۲۳ فصل فی الانجاس)

ازالہ ہو چکا ہے اور برتن پاک ہو چکا ہے اس لیے اسے برتن کا استعمال جائز ہے۔

قال العلامة ابن نجيم، في الفتاوى اذا احتوت الكاخرى بالنار فتقسم بذلك القربان قيل  
يجوز التيمم وقيل لا يجوز والاصح الجواز۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۶) باب الانجاس ۲۲۸  
**سوال**۔ اگر کسی کا جانور مردار ہو جائے تو اس کی کھال اتارنے کے بعد  
مردار جانور کی کھال کا حکم اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

**الجواب**۔ حدیث شریف کی رو سے مطلقاً کسی بھی جانور کی کھال اتار کر سکھائی جائے یا کسی  
اور ذریعے سے اس کو رنگا جائے یا دباغت دی جائے تو وہ کھال پاک ہو جاتی ہے، اس لیے  
مردار جانور کی کھال کو دباغت دینے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے۔

لما اخرجہ الامام ابو عیسیٰ الترمذی، عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ایما اهاب دبغ فقد طهر۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۳۰۳) باب ما یجوز المیتۃ اذا دبغت

**سوال**۔ آجکل دانتوں کی  
خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے برش کے استعمال کا حکم صفائی کے لیے جو برش استعمال

کیا جاتا ہے بعض میں خنزیر کے بال استعمال ہوتے ہیں، کیا ایسے برش سے دانتوں کی صفائی  
کرنا جائز ہے؟

**الجواب**۔ دانتوں کی صفائی کے لیے جو برش استعمال کیا جاتا ہے اگر اس میں خنزیر کے  
بال استعمال ہوتے ہوں تو اس کا استعمال جائز نہیں۔

لما قال الحنفی، وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذهب۔ قال ابن عابدین، تعت  
بقولہ علی المذهب) ای علی قول ابی یوسف الذی ہو ظاہر الروایۃ أن شعر الخنزیر وصحہ

لہ وفي الهندية، ومنها الاجراق.... الطين النجس اذا جعل منه لكونا والقدر فطبخ يكون طاهرا  
كذا في المحيط۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۵۳) الباب السابع في الانجاس الفصل الاول في تطهير الانجاس  
لہ عن ابن عباسؓ قال تصدق علی مولاة لميمونة بشاة فماتت فمر بها رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فقال هلا اخذتم اهابها فديتموها فتفتم بهم فقالوا انها ميتة  
قال انما حرام اكلها۔ (الصحيح البخاري ج ۱ ص ۸۳) باب جلود الميتة  
ومثله في كبرى ۱۵۳ فصل في الانجاس

فی البدائع ورجعه فی الاختیار..... وعن محمد طاهر: للضرورة استعماله ای للحرزین۔  
قال العلامة المقدسی: وفي زماننا استغنوا عنه ای فلا یجوز استعماله لزوال الضرورة الباعثة  
للحكم بالطهارة۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۱ باب الانجاس۔

**لعاب دہن سے قرآن مجید کی ورق گردانی کرنا** | **سوال:** قرآن کریم کی ورق گردانی کے  
وقت انگلیوں پر منہ کا لعاب لگا کر ورقہ اٹایا

جاتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

**الجواب:** قرآن کریم کی ورق گردانی کے لیے لعاب دہن لگانے کی صورت مسئلہ طہارۃ  
سورۃ عدم طہارۃ پر مبنی ہے، چونکہ انسان کا سورا (جھوٹا) پاک ہے اس لیے ورق گردانی کیلئے  
انگلیوں کے ساتھ لعاب دہن لگانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

قال المحقق: فسور آدمی مطلقاً ولو جنباً او كافراً او امرأة..... (طاهر)  
طہور بلا کراہت۔ قال ابن عابدین (قوله طاهر) ای فی ذاته طہور: ای مطہر بغیر  
من الاحداث والاختبات۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۲ مطلب فی السور)

**جانور کو ناپاک چیز کھلانے کا حکم** | **سوال:** عموماً لوگ ناپاک چیز جانوروں کو کھلا دیتے ہیں، کیا ناپاک  
چیز جانوروں کو کھلانا یا پلانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** اگر ناپاک چیز کا وصف نجاست کی وجہ سے تبدیل ہو چکا ہو تو اس کا انتفاع  
ہر حال میں ناجائز ہے اور اگر صفت تبدیل نہ ہوئی ہو تو جانوروں وغیرہ کو کھلانا یا پلانا جائز ہے،  
البتہ متغیر الوصف ناپاک چیز کو جانور خود کھائے تو کوئی حرج نہیں۔

قال ابو بکر النکاسانی: وأما الخنزير فقد روی عن ابي حنيفة أنه نجس العين لان الله تعالى  
وصفه بكونه رجساً فيجوز استعمال شعره وسائر أجزائه الا أنه رخص في شعره للحرزین  
للضرورة۔ ردائع الصنائع ج ۱ ص ۶۳ فصل فی الطهارة الحقیقة )

ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۱ باب الانجاس۔

۲۔ قال مولانا اشرف علی تھانوی: مسئلہ فقہیہ سورۃ لآدمی طاہر سے لعاب دہن کی طہارت ظاہر ہے اور  
تقبیل حجر اسود کی منونیت سے اس لعاب کے لگنے کا خلاف ادب نہ ہونا بھی ظاہر ہے جو کہ تقبیل میں محتمل ہے اس سے  
اس طرح ورق گردانی مصحف کا جواز یقینی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۹ فصل فی الآسار)



قال ابن عابدینؒ، الماء اذا وقعت فيه نجاسة فان تغير وصفه لم يجز الانتفاع به بحال ولا جاز  
كبد الطين وسقي الدواب۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۲۸)

**سوال :-** بعض لوگ گتوں کو شوقیہ طور پر پالتے ہیں اور ان  
گتے کا منہ اگر کپڑے کو لگ جائے تو۔۔۔ سے کھلتے ہیں اسی دوران گتہ قیض، شلوار یا چادر کو منہ میں  
پکڑ لیتا ہے تو اب اس قیض، شلوار اور چادر وغیرہ کی طہارت کا کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** گتے کا لعاب ناپاک ہے، اگر قیض وغیرہ پر لعاب کی تری ظاہر اُغسوس ہوتی ہو تو  
کپڑا ناپاک ہے ورنہ نہیں۔

لما فی الہندیۃ، الکلب اذا اخذ عضو انسان او ثوبہ لاینجس ما لم ینظہر فیہ اثر البلیل  
راضیا کان او غضبان۔ (انقادی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸۱ الباب السابع فی الانجاس، الفصل الثانی)

**سوال :-** کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کا حکم کے فضلات پاک ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** علماء کرام کی تحقیقات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رطوبات ظہر  
ہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شاربین پر نکیر نہیں فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا نکیر نہ فرمانا حدیث تقریری ہے جو بالاجماع مجتہد شرعی ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ، صحیح بعض ائمتہ الشافعیۃ طہارۃ بولہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وسائر فضلاتہ۔ وبہ قال ابو حنیفۃؒ کما نقلہ فی المواہب اللدنیۃ عن شرح البخاری للعینی  
وصرح بہ البیری فی شرح الاشباہ م قال الحافظ ابن حجر تظا فرت الأدلۃ علی ذلک  
وعدا لائمتہ ذلک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ونقل بعضهم عن شرح مشکوٰۃ المصابی  
القاری أنہ قال اختارہ کثیر من اصحابنا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۱۸ باب الانجاس مطلب  
فی طہارۃ بولہ صلی اللہ علیہ وسلم) لہ

لہ قال الملا علی القاریؒ فی جمع الوسائل؛ قال ابن حجر؛ وبہذا استدل جمع من  
ائمنا المتقدمین وغيرہم علی طہارۃ فضلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو المختار  
وفاقاً لجمع من المتأخرین فقد تکاثرت الأدلۃ علیہ وعدہ الائمۃ من خصائصہ۔  
(جمع الوسائل شرح الشمائل ج ۲ ص ۳۱۸ باب ما جاء فی تعطیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

**گوبر کے اُپلے استعمال کرنے اور بیچنے کا حکم** | سوال :- اکثر دیہاتوں میں گوبر کے اُپلے جلا کر کھانا وغیرہ تیار کیا جاتا ہے اور بعض

لوگ ان کو فروخت بھی کرتے ہیں، تو کیا گوبر کے اُپلوں کو جلانا اور فروخت کرنا جائز ہے؟  
الجواب :- فقہاء کرام کی وضاحت اور صریح عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ گوبر کے اُپلوں کو کھانا وغیرہ پکانے کے لیے جلانے اور فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: رتحت قوله كسرقين وبعير (والمراد انه يجوز بيعهما ولو خالصين - وفي البحر عن السراج ويجوز بيع السرقين والبعير والانتفاع به والوقود به - رد المحتار ج ۵ ص ۵۸ باب في البيع الفاسد - قبل مطلب الآدمي مکرم) لے

**زندہ سانپ کے جامے کا حکم** | سوال :- بعض حکیم لوگ زخمی شخص کو سانپ کا جامہ (روہ پھلکا جو سانپ خود اتارتا ہے) بطور علاج استعمال

کراتے ہیں، شرعاً اس کا استعمال کیسا ہے؟ اور کیا اس کے ساتھ نماز ہو جائے گی؟  
الجواب :- مسلمان طبیب حاذق مریض کے لیے جو بھی دوا تجویز کرے اُس کا استعمال جائز ہے، جہاں تک صورتِ مسئلہ میں سانپ کے جامے کے استعمال کا مسئلہ تو فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق سانپ جب اپنا جامہ حالتِ حیات میں خود اتارتا ہے، پاک ہے۔ لہذا اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

لما في السهنية: قيس الحية الصحيح انه طاهر، كذا في الخلاصة -  
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۱۱ باب الانجاس) لے



لے قال العلامة ابن نجيم: يجوز بيع السرقين والبعير والانتفاع به والوقود كذا في السراج الوهاج - (البحر الرائق ج ۶ ص ۶ کتاب البيوع - باب البيع الفاسد)  
لے قال العلامة طاهرين عبد الرشيد البخاري: وفي نسخة القاضى الامام وقيس الحية الصحيح انه طاهر -  
(خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۱۱ الفصل السابع فيما يكون نجسا الخ)

## باب الاستنجاء

(استنجاء کے احکام و مسائل)

**کشف عورت کی صورت میں استنجاء کا حکم** | سوال :- جب استنجاء کے لیے باپردہ جگہ نہ ہو تو کیا ایسی جگہ پر بیٹھ کر استنجاء کرنا جائز ہے

جہاں کشف عورت کا امکان ہو؟

**الجواب :-** استنجاء کرنے میں جب کشف عورت کا خطرہ ہو تو استنجاء چھوڑ  
روضہ کرنا جائز ہے۔

قال المحقق: لا يكشف عورة عند احد ما معه فيتركه كما مر فلو كشف له صار  
فاسقا قال ابن عابدین: قوله فلو كشف له صار فاسقا ای للاستنجاء بالماء قال  
نوح أفندی لان كشف العورة حرام ومرتكب الحرام فاسق سواء تجاوز النجس  
المخرج او لا وسواء كان المجاوز اكثر من الدرهم او اقل -  
رد المحتار علی الدر المختار فصل فی الاستنجاء ج ۱ ص ۳۳۸

**قدر درہم سے زیادہ نجاست معاف نہیں** | سوال :- پیشاب کرنے کے بعد جب  
ڈھیلے استعمال کر لیے جائیں تو کیا پھر پانی  
سے استنجاء کرنا ضروری ہے؟ اگر کسی جگہ پانی سے استنجاء کرنے کی فرصت نہ ہو تو کیا صرف  
ڈھیلوں سے استنجاء پر اکتفاء کیا جاسکتا ہے؟

**الجواب :-** اگر نجاست درہم کے اندازہ سے تجاوز کر گئی ہو تو دوبارہ پانی سے استنجاء  
کرنا ضروری ہے، البتہ اگر درہم کے اندازہ سے نجاست کم ہو یا بالکل نہ ہو تو پھر ڈھیلوں کے  
استعمال پر اکتفاء جائز ہے، تاہم ایسی صورت میں بھی پانی سے استنجاء کرنا بہتر اور افضل ہے۔

لہ فی الہندیۃ: والاستنجاء بالماء افضل ان امکنہ ذلک من غیر کشف العورة وان  
احتاج الی کشف العورة یتنجد بالمحجر ولا یتنجد بالماء۔

الہندیۃ الفصل الثالث فی الاستنجاء ج ۱ ص ۳۵  
وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى - الاستنجاء ج ۱

قال ابراهيم الحلي: امان زادت النجاسة المتجاوزة عن المخرج على قدر الدرهم  
ففسله اي النجس او المخرج فرض اجماعاً - (كبيري - آداب الوضوء ص ۳۸)

وقال ابن عابدین: ثم اعلم ان الجمع بين الماء والحجر افضل ويليه في الفضل  
الاقتصار على الماء ويليه الاقتصار على الحجر وتحصل السنة باكل وان تفاوتت  
الفضل كما افاده في الامداد - (مراد المختار على الدر المختار - فصل الاستنجاء ج ۱ ص ۳۸)  
**سؤال:** آجکل خاص قسم کا کاغذ ملتا ہے جو کھنے  
ٹائلٹ پیپر سے استنجاء کرنے کا حکم کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا، صرف استنجاء کیلئے

بنایا گیا ہے، کیا اس پر کاغذ کے نام کی وجہ سے استنجاء جائز ہے؟  
**الجواب:** کاغذ سے استنجاء کے عدم جواز کی علت، غطت اور تقدس ہے کیونکہ  
کاغذ عموماً کھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ٹائلٹ پیپر چونکہ خصوصی طور پر استنجاء کیلئے  
تیار کیا گیا ہے اس لیے مروجہ ٹائلٹ پیپر میں کاغذ کی خصوصیات نہ ہونے کی وجہ سے  
اس سے استنجاء جائز اور مشروع ہے۔

قال ابن عابدین: واذا كانت العلة في الابيض كونه آلة للكتابة كما ذكرناه  
يوخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها اذا كان قاعاً للنجاسة غير متقوم كما  
قدمناه من جوارحه بالخرق البوالی وهل اذا كان متقوماً ثم قطع منه قطعة لا  
قيمة لها بعد القطع بكرة الاستنجاء بهما ام لا الظاهر الثاني -

مراد المختار على الدر المختار فصل الاستنجاء ج ۱ ص ۳۸  
**سؤال:** استنجاء کرتے وقت سلام کرنے یا سلام کا جواب  
دینے کا کیا حکم ہے؟

لہ فی الہندیۃ: والثانی اذا تجاوزت مخرجها يجب عند محمد رحمہ اللہ قتل او کثروہوا لاحتوط -  
(الہندیۃ - الفصل الثالث فی الاستنجاء ص ۳۸) ومثله فی الہدایۃ فصل فی الاستنجاء ج ۱ ص ۳۸  
لہ قال العلامة محمد یوسف البنوری: لہ المراد من الحجر فی الحدیث کل شیء  
طاهر غیر محترم قانع للنجاسة سوا ذلک کان حجراً او مدرراً او غیرہما -  
رمعارف السنن ج ۱ ص ۱۱۱ باب الاستنجاء بالحجارة -

**الجواب:** فقہاء نے پیشاب کرتے وقت سلام کرنے کو مکروہ لکھا ہے، استنجاء کرتے وقت اگر تقاطر بول یعنی پیشاب کے قطرے گرتے ہوں تو اس حکم کی رو سے اس وقت بھی سلام مکروہ ہے اور اگر تقاطر بول نہ ہو تو بھی بے ادبی سے خالی نہیں، اس لیے ایسے مواقع پر سلام کرنے سے اجتناب کیا جائے اور اگر کوئی شخص سلام کرے تو استنجاء کے بعد جواب دے دے، کیونکہ سلام کے جواب میں تاخیر جائز ہے۔

قال ابن عابدین: عبارة الفرونية ولا يتكلم فيه: أي في الخلاء وفي الضياع عن بستان أبي الليث يكره الكلام في الخلاء وظاهره أنه لا يختص بحال قضاء الحاجة -  
رد المحتار على الدر المختار - فصل في الاستنجاء ج ۱ ص ۳۳۷

**پانی سے استنجاء کا حکم | سوال:** اگر پیشاب کرنے کے بعد ایک شخص صرف پانی کے استعمال پر اکتفا کرے یعنی ڈھیل استعمال نہ کرے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

**الجواب:** ڈھیل سے صفائی کے بعد پانی سے استنجاء کرنا مستحب ہے اور صفائی نہ ہونے کی صورت میں جب نجاست قدر الدرہم سے زیادہ ہو تو پانی سے استنجاء واجب ہے البتہ صرف پانی سے اکتفا بھی جائز ہے، لیکن اس میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ پانی کے استعمال سے قبل تقاطر بول بند ہو ورنہ اس کے بغیر کپڑوں کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہے۔

قال الحصكفي: ويعتبر القدر المانع لصلوة فيما وراء موضع الاستنجاء لان ما على المخرج ساقط شرعاً - قال ابن عابدین (قوله ويعتبر... الخ) أي خلافاً لمحمد والحاصل أن ما جاوز المخرج أن زاد على الدرهم في نفسه يفترض غسله اتعافاً وان زاد بضم ما على المخرج اليه لا يفترض عندها وعند محمد يفرض غسله بناء على أن ما على المخرج في حكم الظاهر عنده فلا يسقط اعتباره وبضم ر وبعد اسطر وقد مناع عن الاختيار أنه لا حوط - رد المحتار على الدر المختار - فصل في الاستنجاء ج ۱ ص ۳۳۹

له وفي الهندية: ولا يتكلم ولا يذكر الله تعالى ولا يثبت عاطساً ولا يرد السلام ولا يجيب المؤذن -  
الهندية - الفصل الثالث في الاستنجاء ج ۱ ص ۳۴۰ ومثله في البحر الرائق باب الانجاس ج ۱ ص ۳۴۱ -  
قال إبراهيم الحلبي: ومن الآداب أن يغسل مخرج النجاسة بعد الإجمار إذا لم يتجاوز النجاسة مخرجها أما إذا جاوزت مخرجها والحال أنها لم تكن قدر الدرهم فغسله سنة وإن كان قدر الدرهم فغسله واجب - ركبيري - آداب الوضوء ج ۱ ص ۲۸ ومثله في الهندية: الفصل الثالث في الاستنجاء ج ۱ ص ۳۴۱



**دائیں ہاتھ سے استنجاء کا حکم | سوال :-** دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کا کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** دائیں ہاتھ کی شرافت کی وجہ سے استنجاء یا پاکی جیسے امور میں اس کا استعمال مکروہ ہے، البتہ بوجہ غدر مجبوری کی حالت میں کوئی حرج نہیں۔

لہذا قال العلامة شرنبلالی: يكره الاستنجاء باليد اليمنى الا من عذرا — قال احمد الطحاوي تخنه: فإنه يفيد عدم الكراهة باليمن حال العذر وهو كذلك۔  
 والطحاوي حاشية مراق الفلاح ۳۹ فصل فيما يجوز به الاستنجاء وما يكره (۱) لہ

**استنجاء کے لیے پانی کی مقدار | سوال :-** استنجاء کے لیے پانی کی کوئی خاص مقدار مقرر ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص زیادہ پانی استعمال کرے تو اسراف کے حکم میں داخل ہو کر وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے استعمال میں اعتدال اور میانہ روی کی ترغیب دی ہے، لیکن استنجاء کی حالت میں خاص مقدار کی تعیین نہیں، یہ نجاست کی کمی اور زیادتی یا اشخاص کے اعتبار سے متفاوت ہے، جب تک ازالہ نجاست کے بارے میں غالب ظن نہ ہو تو پانی کا استعمال جائز ہے۔

قال الحصكفي: والغسل بالماء الى ان يقع في قلبه انه طهر ما لم يكن موسوساً فيقدم بثلاث۔

قال ابن عابدین: (قوله فيقدم بثلاث) وقيل ببيع للحدیث السوار فی ولوغ الكلب معراج عن المبسوط۔

رد المحتار علی الدر المختار فصل فی الاستنجاء ج ۱ ص ۳۳۸ (۲) لہ

لہ وفي الھندیۃ: ويكره الاستنجاء بالعظم والروث والرجيع والطعام واللحم والزجاج وكذا باليمن هكذا في التبيين — واذا كان باليسرى عذر يمنع الاستنجاء بها جازان يستنحي بيمنه من غير كراهة۔ الھندیۃ۔ الفصل الثالث فی الاستنجاء ج ۱ ص ۳۵۸ لہ قال برهان الدين ويستعمل الماء الى ان يقع في غالب ظنه انه قد طهر ولا يقدر بالثلاث الا اذا كان موسوساً فيقدم بثلاث في حقه وقيل البيع۔  
 الھدایۃ۔ فصل فی الاستنجاء ج ۱ ص ۳۳۸ (۳) ومثله فی مراق الفلاح فصل فی الاستنجاء ص ۳۹۔

مغربی طرز کے بیت الخلاء میں پیشاب کرنا | سوال :- آجکل بعض مقامات پر مغربی طرز کے بیت الخلاء بنائے جاتے ہیں جن میں کھڑے ہو کر

پیشاب کرنا پڑتا ہے، کیا اس قسم کے بیت الخلاء میں پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اگرچہ بوقت ضرورت جائز ہے لیکن بلا ضرورت کھڑے ہو کر پیشاب کرنا خلاف سنت ہے۔ البتہ آجکل مغربی تہذیب کے مطابق بنائے گئے بیت الخلاء کے استعمال میں ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اور دوسرے کفار کے ساتھ تشبیہ کا لزوم، اس لیے مغربی طرز کے مطابق بنائے گئے بیت الخلاء میں اسی تہذیب کے مطابق کھڑے ہو کر پیشاب وغیرہ کرنا مناسب نہیں۔

لما قال الحصکفی: وکرہ تحریماً استقبال قبلة واستدبارها۔۔۔ وان یبول قائماً او مضطجعاً او مبرحاً من ثوبه بلا عذر۔ (الدر المختار علی مدردۃ المختار ج ۱ ص ۳۴۴ فصل فی الاستنجاء) ۱  
سوال :- جہاد افغانستان میں بعض اشخاص کے پاؤں کٹ چکے ہیں اور بعض کو کمر میں شدید درد کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پڑتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام نے نجاست سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اس کی بہت تاکید کی ہے کہ پیشاب کے پھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں کہ اکثر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے فقہاء کرام نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے تاہم اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پیشاب کرنا ممکن نہ ہو تو کھڑے ہو کر کرنا بھی جائز ہے۔

لما قال حسن بن عمار: ویکرہ البول قائماً لتنجسه غالباً الا من عذر کوجع بصلبه الخ (مراقی الفلاح علی صدر حاشیۃ لطحاوی ص ۲۱۶ فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء وما یکرہ بہ الخ) ۲

۱۔ وفی الہندیۃ: یکرہ ان یبول قائماً او مضطجعاً۔ (الہندیۃ ج ۱ ص ۵۱۵ باب الاستنجاء)  
۲۔ قال السید یوسف البنوری: ان البول قائماً وان کانت فیہ رخصۃ والمنع للتأذیب لا للتحريم كما قاله الترمذی ولكن الیوم الفتوی علی تحریمہ اولیٰ حیث اصبح شعارا لغير المسلمين من الکفار واهل الا دیان الباطلة۔  
(معارف المسنن ج ۱ ص ۱۶۱ باب النہی عن البول قائماً)

**استنجا کرتے وقت شمال کی طرف منہ کرنے کا حکم** | سوال :- ہمارے علاقہ میں یہ مشہور ہے کہ شمال کی طرف چھوٹا قبلہ ہے اور مغرب کی طرف بڑا قبلہ، تو کیا جس طرح پیشاب و پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا جائز نہیں شمال کی طرف بھی ایسا ہی حکم ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** احادیث مبارکہ میں قبلہ رکعبہ کی طرف استنجا کے وقت منہ یا پشت کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور اس کے متبادل بقیہ دونوں طرف منہ یا پشت کرنے کا حکم ہوا ہے، اب یہ دونوں اطراف کے علاقے جغرافیائی نظام کے مطابق ہوں گے، یعنی جہاں کعبہ مغرب یا مشرق کے جانب ہو تو اس کے دونوں اطراف شمال و جنوب ہے اور جہاں کعبہ شمال یا جنوب کی طرف ہو تو وہاں کے رہنے والوں کو مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے۔

عن ابی ایوب الانصاری: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتما بغائط لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها لکن شرفاً أو غروباً۔ (المجامع الترمذی ج ۱ باب فی منی عن استقبال القبلة بغائط الخ)

**گھاس وغیرہ سے استنجا کرنے کا حکم** | سوال :- گھاس اور درخت کے پتوں یا ہڈی سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

**الجواب :-** ہر ذی شرف یا حیوان یا جن یا انسان کے ماکولات سے شریعت مقدسہ نے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چونکہ گھاس اور درختوں کے پتے مویشیوں کی خوراک ہے اور ہڈی میں جنات کے لیے خوراک ہے، اس لیے ان کے ساتھ استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

لما قال الحصکفی: وکرة تحریماً بعظم وطعام وروث یا بس کعذرة یا بسة..... و فحم و علف حیوان۔ (الدر المختار علی مدرد المختار ج ۱ ص ۳۳۹، ۳۴۰ باب الانجاس، فصل فی الاستنجاء)۔

لما قال الحصکفی: کما کرة تحریماً استقبال قبلة واستدبارها لاجل بول او عائط..... ولونی بنسیان لا طلاق النہی۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۱ ص ۳۴۱ فصل فی الاستنجاء)

وَمِثْلُهُ فِي مِرَاقِي الْفَلَاحِ عَلَى صَدْرِ الطَّحْطَاوِيِّ مِثْلُ فَصْلِ فِي الْأَسْتِنْجَاءِ۔

لَهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ، وَكَرِهَ الْأَسْتِنْجَاءَ بِالْعِظْمِ وَالرُّوثِ وَالرَّجِيمِ وَالطَّعَامِ وَاللَّحْمِ وَالزَّجَاجِ وَالْخَزَفِ وَوَرَقِ الشَّجَرِ وَالشَّعْرِ۔ (الهندية ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۴۴ فصل الثالث في الاستنجاء)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۴۴ فصل في الاستنجاء۔

استنجا کر کے ہاتھ دھونے کے باوجود بدبو محسوس ہونے کا حکم | سوال :- پانی سے استنجا کرنے کے بعد ہاتھوں پر کبھی کبھی بدبو محسوس ہوتی ہے جبکہ ہاتھوں پر نجاست کا کوئی وجود بھی نہیں ہوتا، کیا اس طرح بدبو کی موجودگی میں ہاتھ پاک ہیں یا نہیں؟

الجواب :- پانی سے استنجا کرنے کے بعد ہاتھوں پر بدبو رہ جائے تو بدبو کی موجودگی میں ہاتھ پاک ہیں جیسا کہ ہندیہ میں ہے: وتطهر اليده مع طهارة موضع الاستنجاء۔ (الہندیہ ج ۱ ص ۲۹) لیکن بہتر یہ ہے کہ استنجا کے بعد دوبارہ بھی ہاتھوں کو دھویا جائے تاکہ خوب تنقیہ و نظافت حاصل ہو جائے، جیسا کہ ہندیہ میں ہے: ویغسل یدہ کا یکون یغسلھا قبلہ لیکون اتقٰ وانظف وقد روی ان النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) غسل یدہ بعد الاستنجاء ودلک یدہ علی الحائط، کذا فی التجنیس۔ (الہندیہ ج ۱ ص ۲۹) الفصل الثالث فی الاستنجاء

عورتوں کے لیے بھی ڈھیلے کا استعمال ضروری ہے | سوال :- مرد کے لیے تو پیشاب و پاخانہ کے بعد ڈھیلے سے استنجا

ضروری ہے تو کیا عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے؟  
الجواب :- ڈھیلے کے ساتھ استنجا کرنا جس طرح مردوں کے لیے مستحب اسی طرح عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے، ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے مزید پاکی حاصل کرنا زیادہ اولیٰ ہے البتہ مردوں پر استبراء ضروری ہے عورتوں پر نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: قلت بل صرح فی الغزنویۃ بانہا تفعل کما یفعل الرجل الا فی الاستبراء فانہا لا استبراء علیہا بل کما فرغت من البول والغائط تصبر ساعة لطيفة ثم تمسح قبلہا ودبرہا بالاحجار ثم تستنجی بالماء مردد الحجار ج ۱ ص ۳۳۰ فصل فی الاستنجاء  
لہ قال الشیخ عبدالحی الکھنوی: بزوال عین نجاست وجرش طہارت بدن میشود واما اثر نجاست یعنی رنگ و بو، پس باید کہ بآب شستہ این راز ازل نماید و از ہمین جا ست کہ بغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک خود را بعد استنجا میشود و بر دیوار سے مالید تا اثر باقی نماند و اگر از آں دشوار بود یعنی محتاج مابون و غیرہ باشد بقاء آں لا باس بہ است الخ۔ (مجموعۃ الفتاویٰ فارسی ج ۳ ص ۳۳۰) فصل فی الاستنجاء

لہ و فی الہندیہ، والمرآة تفعل فی جمیع الاوقات مثل ما یفعل الرجل فی الشتاء۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۸) الفصل الثالث فی الاستنجاء

**صرف ڈھیلے سے استنجا پر اکتفاء کرنا** | سوال : اگر کوئی شخص ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا بھول جائے اور فوراً وضو کر کے نماز شروع کرے تو کیا اس شخص کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :** اگرچہ بہتر اور افضل یہی ہے کہ پانی اور ڈھیلے دونوں سے استنجا کیا جائے ورنہ ایک پر اکتفاء بھی جائز ہے، اس لیے اگر کوئی شخص کسی وجہ سے ڈھیلے سے کیے ہوئے استنجا پر اکتفاء کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: أعلم ان الجمع بين الماء والجرا فضل ويليه في الفضل لاقتصاصا على الماء ويليه لاقتصاصا على الجبر وتحصل السنة بكل وان تفاوت الفضل كما اذا في الماء وغيره. (رد المحتار ۳۳۸ فصل في الاستنجا)

**سوال :** کیا چاند سورج کی طرف پیشاب کستے وقت سورج یا چاند کی طرف منہ کرنا

اور اگر جائز نہیں تو سورج یا چاند بادلوں میں مستور ہوں تو بھی یہی حکم ہے یا نہیں؟

**الجواب :** فقہی ذخائر سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب یا خائے کرتے وقت سورج، چاند یا تیز ہوا کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر سورج یا چاند بادلوں میں چھپے ہوئے ہوں تو اس صورت میں پیشاب کرتے وقت ان چیزوں کی طرف منہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: والذي يظهر ان المراد استقبال عينهما مطلقا لاجهتهما ولا ضؤهما وان كان لو كان سا تراعى عن العين ولو سحبا فلا كراهة وان الكراهة اذا لم يكن في كبد السماء. (رد المحتار ج ۱ ص ۳۲۲ باب الاستنجا ۲)

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: والافضل في كل زمان الجمع بين استعمال الماء والجرا مرتبا فيمسم الخارج ثم يغسل المخرج.... ويجوز ان يصح ان يقتصر على الماء فقط وهو يلى الجمع بين الماء والجرا في الفضل او الجرا وهو دونهما في الفضل. (مراق الفلاح على مدار الطحاوی ۳۲۲ فصل في الاستنجا) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۸ الفصل الثالث في الاستنجا۔

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ويكره استقبال عين الشمس والقمر لأنها آيتان عظمتان ام قال السيد احمد الطحاوی تحت قوله يكره استقبال الخ اطلاق الكراهة يقتضي التحريم وقيد بالعين اشارة الى أنه لو كان في مكان مستور ولم تكن عينها بمراى منه لا يكره بخلاف القبلة الخ (طحاوی حاشية مراق الفلاح ۳۲۲ فصل في الاستنجا)



**استنجاء سے عاجز شخص کیلئے استنجاء کا حکم** | سوال: میرے ایک رشتہ دار کے دونوں ہاتھ روس کے ساتھ بھا دیں کٹ گئے ہیں اور وہ غیر شادی شدہ ہے

تو کیا اس کو استنجاء کرنا ضروری ہے؟

**الجواب:** جو شخص بذات خود استنجاء سے عاجز ہو چاہے بیماری کی وجہ سے ہو یا ہاتھ کٹ گئے ہوں اور اس کی بیوی یا باندی بھی نہ ہو اور خود کسی بھی صورت میں استنجاء کرنے پر قادر نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے استنجاء کرنا معاف ہے، البتہ اگر صرف ایک ہاتھ سے عاجز ہو تو جہاں تک ہو سکے استنجاء کرے ورنہ بصورتِ مجبوری معاف ہے۔

قال العلامة عالم بن علاء الانصاری: الرجل المريض اذا لم يكن له امرأة ولا امته وله ابن واخ وهو لا يقدر على الوضوء قال يتوضئه ابنه واخوه غير الاستنجاء فانه لا يمسه فوجله ويسقط عنه والموتة المرفقة اذا لم يكن لها زوج وهي لا تقدر على الوضوء ولها بنت او اخت توضئها ويسقط عنها الاستنجاء اهـ  
يخفى ان هذا التفصيل يحجر فيمن شلت يده لانه في حكم المريض۔ (الفتاوى المتأخرانية ج ۱ ص ۱۰۸ طبع دار الفکر)

**سوال:** مرد اور عورت کے استنجائیں کوئی فرق ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** مرد اور عورت کے استنجائیں کوئی فرق نہیں، یعنی جس طرح پانی اور ڈھیلے دونوں مرد استعمال کر سکتے ہیں عورت کیلئے بھی جائز ہے، البتہ مرد کیلئے استبراء یعنی پیشاب کے بعد اتنی دیر تک انتظار کرنا کہ پیشاب کے قطر آئندہ ہو جائیں ضروری ہے عورت پر اس قسم کا استبراء لازم نہیں۔

قال ابن عابدین: قلت بل صرح في الغزوة بانها تفعل كما يفعل الرجال الا في الاستبراء فانها لا تستبرأ عليها بل كما فرغت من البول والغائط تصبر ساعة لطيفة ثم تمسح قبلها ودبرها بالاحجار ثم تستنجد بالماء۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸ فصل في الاستنجاء) ۷

۱۔ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله سقط اصلاً كريض) والمتأخرانية والرجل المريض اذا لم يكن له امرأة ولا امته وله ابن واخ وهو لا يقدر على الوضوء قال يتوضئه ابنه واخوه غير الاستنجاء فانه لا يمسه فوجله ويسقط عنه والموتة المرفقة اذا لم يكن لها زوج وهي لا تقدر على الوضوء ولها بنت او اخت توضئها ويسقط عنها الاستنجاء ولا يخفى ان هذا التفصيل يحجر فيمن شلت يده لانه في حكم المريض۔  
(رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸ فصل في الاستنجاء)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۵۰، ۵۱۔ فصل في الاستنجاء۔  
۲۔ قال حسن بن عمار: يلزم الرجل الاستبراء والمراد طلب براءة المخرج عن اثر الرشح حتى ينزل اثر البول ولا يحتاج المرأة الى ذلك بل تصبر قليلاً ثم تستنجد۔ (مرآة المفلاح ص ۱۸۸ فصل في الاستنجاء) ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۱۸۸ باب الانجاس۔

**سوال :-** ایک شخص اتنا بیمار ہے کہ خود استنجاء کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کوئی شخص بیماری یا بیماری کے بعد کمزوری کی وجہ سے خود استنجاء کرنے پر قادر نہیں تو اس کے لیے کسی دوسرے سے استنجاء کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کی بیوی یا باندی اسے استنجاء کرائے، ان کے علاوہ کسی اور سے استنجاء کرنا درست نہیں، ایسی صورت میں اس کے لیے استنجاء معاف ہے۔

لما فی الہندیۃ :- الرجل المریض اذا لم یکن لہ امرأۃ ولا أمتہ ولہ ابن أو أخ وهو لا یقدم علی الوضوء فأنہ یوضیہ ابنہ أو اخوہ غیرا لا استنجاء فأنہ لا یمس فرجہ و سقط عنہ الاستنجاء کذا فی المخیط :- والمرأۃ المریضۃ اذا لم یکن لہا زوج وعجزت عن الوضوء ولہا ابنۃ أو اخت توضیہا وسقط عنہا الاستنجاء۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۸ الفصل الثالث فی الاستنجاء)۔

**سوال :-** پتلون پہننے کی صورت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پڑتا ہے، کیا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے؟

**الجواب :-** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت مجبوری عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے ورنہ عمومی حالات میں آپ نے بیٹھ کر پیشاب فرمایا ہے، اس لیے فقہاء کرام نے بیٹھ کر پیشاب کرنے کا حکم دیا ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص پتلون پہنتے ہو اور بیٹھ کر پیشاب کر سکتا ہو تو اس کے لیے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے ورنہ مجبوری کھڑے ہو کر کرنا جائز ہے لیکن پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے۔

لما قال الحنفی :- وکذا یکرہ۔۔۔۔۔ ان یمول قائماً أو مضطجعا أو مجرداً من ثوبہ

لہ قال، علامۃ فخر الدین قاضی خان :- وکذا قالوا فی المریض اذا لم یکن لہ امرأۃ وعجز عن الوضوء ولہ ابن أو أخ فأنہ یوضیہ الا انہ لا یمس فرجہ الا من یحل لہ وطؤها والمرأۃ المریضۃ ان لم یکن لہا زوج وعجزت عن الوضوء ولہا بنت أو اخت توضیہا ویسقط عنہا الاستنجاء۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳ فصل فی صفۃ الوضوء)

بلا عذر ا۔ قال العلامة ابن عابدینؒ (تحت قول ان يبول قائماً) لما ورد من النهي عنه لقوله عائشة رضي الله عنهما من حدثكم ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يبول قائماً فلا تصدقوه ما كان يبول الا قاعداً۔۔۔۔۔ فلذا قال العلماء بكرة الا لعذر، وهي كراهة تنزيهية لا تحريم۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۱۲ باب الاستنجاء) ۱۰

**پیشاب کراتے وقت بچے کو قبلہ رخ کر کے پکڑنا** | سوال :- خواتین میں یہ عادت ہوتی ہے کہ کبھی کبھی وہ بچے کو پیشاب یا پاخانہ

کے لیے قبلہ رخ کر کے پکڑتی ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** قبلہ کی طرف استدبار و استقبال دونوں مکروہ ہے، فقہی ذخائر میں عورتوں کے اس عمل کو مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ بچوں کو پیشاب یا پاخانہ کے لیے قبلہ رخ کر کے پکڑیں، اس لیے ایسے عمل سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

كما قال المحقق :- وكذا يكره هذه تعم التحريمية والتنزيهية للمرأة امساك صغير يبول او غائط نحو القبلة۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۲ باب اللتجاء) ۱۱

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! میں نے ایک **بیت الخلاء میں داخل ہونے کا طریقہ** | شخص سے سنا ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بائیں پاؤں کو داخل کرنا چاہیے اور نکلنے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر کرنا چاہیے کیا یہ درست ہے؟

**الجواب :-** معاشرہ میں دو قسم کے اعمال ہوتے ہیں، ایک وہ اعمال جو عظمت اور کرامت

۱۲ قال العلامة يوسف بنوريؒ : ان البول قائماً وان كانت فيه رخصة والمنع للتأديب لا للتحريم كما قال الترمذي ولكن اليوم الفتوى على تحريمه اولى حيث اصبح شعاراً لغير المسلمين من الكفار۔ (معارف السنن ج ۱ ص ۱۰۶ باب ما جاء من الرخصة في ذلك)

۱۳ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلاليؒ، ويكره امساك الصبي نحو القبلة للبول۔ قال السيد احمد الطحطاويؒ (تحت قول يكره امساك الصبي)۔۔۔۔۔ ويكره امساكه حال قضاء حاجته نحو القبلة وعين القمرين ونحو ذلك۔ (الطحطاوي حاشية مراقي الفلاح ص ۱۲۱ باب الاستنجاء) ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۲ فصل في الاستنجاء۔

والے ہوتے ہیں اور دوسرے خیس اور بے عظمت و حرمت والے اعمال، شریعت مقدسہ میں ہر عظمت والے عمل کو دائیں طرف سے شروع کرنے کا حکم ہے اور ہر خیس عمل کو بائیں طرف سے شروع کرنے کا حکم ہے۔ چونکہ بیت الخلاء خیس اور غیر ذی شان والے اعمال سے تعلق رکھتا ہے اس لیے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بائیں پاؤں سے داخل ہونا چاہیے اور نکلنے وقت دائیں پاؤں کو پہلے نکالنا چاہیے اور یہی آداب بیت الخلاء سے ہے۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي :- يدخل الخلاء برجله اليسرى ويخرج برجله اليمنى لأجل ما كان من التكريم يبدأ فيه باليمين وخلافه باليسار لمناسبة اليمين للمكرم واليسار للمستقذر۔ (لفقه الاسلامي وادلتہ ج ۳۳۲ خامساً آداب قضاء الحاجة) ۱۷

**سوال :- اگر قضاء حاجت دوران چھینک آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟** کے دوران کسی کو چھینک آجائے

تو کیا وہ الحمد للہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قضاء حاجت کے دوران باتیں کرنا یا ذکر کرنا وغیرہ مکروہ ہے، البتہ اگر کسی کو دوران قضاء حاجت چھینک آجائے تو اس کو دل میں الحمد للہ پڑھ لینا چاہیے، زبان سے اس کا ورد نہ کرے۔

لما في الهندية : فان عطس حمد الله بقلبه ولا يعرك لسانه الخ۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۸ فصل في الاستنجاء) ۱۷

**سوال :- جناب مفتی صاحب! قضاء حاجت کو بیٹھنے کے لیے کس وقت کپڑا اٹھائے؟** جب کوئی شخص قضاء حاجت کیلئے

۱۷ وفي الهندية : ويستحب له عند الدخول في الخلاء ان يقول اللهم اني اعوذ بك من الخبث والنجاسة ويقدم رجله اليسرى وعند الخروج يقدم اليمنى۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۸ فصل في الاستنجاء)

وَمِثْلُهُ فِي مَعَارِفِ السَّنَنِ ج ۱ ص ۱۷۱ باب ما يقول اذا دخل الخلاء۔

۱۷ لما قال الشيخ وهبة الزحيلي : واذا عطس حمد الله بقلبه ويقول بعد الاستنجاء اللهم طهر قلبي من النفاق الخ۔ (لفقه الاسلامي وادلتہ ج ۳۰۶ خامساً آداب قضاء الحاجة)

بیت الخلاء جائے تو وہ کس وقت اپنے کپڑے کو اٹھائے ؟  
**الجواب :-** قضاء حاجت کے لیے بیٹھتے وقت اپنے کپڑے کو تب اٹھائے جب وہ زمین  
 کے قریب ہو جائے ۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي :- يستحب الا يرفع ثوبه حتى يدنو من الارض لان  
 ذلك استتر له ولما روى ابوداود عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان اذا اراد الحاجة  
 لا يرفع ثوبه حتى يدنو من الارض - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۲۰۲) خامساً آداب قضاء الحاجة (۱) لے  
**بیت الخلاء میں قرآنی آیات یا احادیث کے اوراق سمیت جانا** | **سوال :-** کیا قضاء حاجت  
 جاتے وقت جیب میں آیات قرآنی یا احادیث کے اوراق ہوں تو ایسی حالت میں بیت الخلاء میں  
 جانا اور قضاء حاجت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** شریعت اسلامی میں ہر معظّم شے کی تعظیم و احترام کا حکم ہے، چونکہ آیات قرآنی  
 اور احادیث وغیرہ کے اوراق انتہائی معظّم و مکرم ہیں اور بیت الخلاء میں ساتھ لے جانے سے  
 اُن کی تحقیر ہوتی ہے اس لیے قصداً ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 بذات خود بیت الخلاء جاتے وقت اپنی انگوٹھی اتار لیتے تھے جس میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا  
 البتہ اگر ایسے کاغذات جیب باہر رکھنے پر ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر ساتھ لے جانے میں  
 کوئی قباحت نہیں ۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: لا يحمل مكتوباً ذكر اسم الله عليه  
 أو كل اسم معظّم كالملئكة والعزیز والكریم ومحمد و احمد۔ لما روى انس  
 ان النبي صلى الله عليه وسلم حان اذا دخل الخلاء وضع خاتمہ وكات فيه

لے عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا اراد حاجة لا يرفع ثوبه حتى يدنو  
 من الارض - قال الشيخ خليل احمد السهاري نقوري تحت هذا الحديث وهذا  
 لان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن التعري في الخلوۃ - ايضاً وقال فالله احق ان يستحي منه  
 من الناس وهذا يدل على ان جواز التعري في الخلوۃ للضرورة فلا ينبغي ان يرفع ثوبه قبل  
 الضرورة - (بذل المجهود ج ۱ ص ۱) باب كيف التكشف عند الحاجة



محمد رسول الله فان احتفظ به واحترز عليه من السقوط فلا بأس -

(الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲ آداب قضاء الحاجة) ۱۷

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور پی مسئلہ قضا حاجت کے دوران برش یا مسواک کرنا کہ ایک شخص قضا حاجت کیلئے بیت الخلاء

میں بیٹھا ہوا ہے مگر اسی دوران وہ مسواک بھی کر رہا ہے، تو کیا ایسا کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قضا حاجت کے مستحبات میں یہ بھی ہے کہ وہ شخص قضا حاجت کے دوران قضا حاجت کے علاوہ اور کوئی عمل نہ کرے، نہ آسمان کو دیکھے اور نہ اپنی شرمگاہ پر نظر رکھے اور نہ دائیں بائیں طرف دیکھے، اسی طرح اس دوران مسواک یا برش کرنے سے بھی اجتناب کرے۔

ساقال الشیخ وھبہ الزحیلی :- يستحب الا ينظر الى السماء ولا الى فرجه ولا الى ما يخرج منه ولا يعبث بیده ولا يلتفت يمیناً ولا شمالاً ولا يستاك لان ذلك كله لا یلیق بحالہ - (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲ آداب قضاء الحاجة) ۱۷

**سوال :-** بعض مساجد کے استنجا خانے مسجد بیت الخلاء میں بغیر جوتوں کے جانے کا حکم

میں ایسی جگہ ہوتے ہیں جہاں جوتوں سمیت جانا صحیح نہیں، اس لیے کہ مسجد کے صحن سے گزرنا پڑتا ہے، تو کیا ایسے استنجا خانوں یا بیت الخلاء میں بغیر جوتوں کے جانا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ویسے تو جوتے پہن کر بیت الخلاء وغیرہ میں جانا آداب قضا حاجت سے ہے اور مستحب ہے، لیکن صورت مشولہ میں مسجد کی عظمت اور حرمت کے پیش نظر جوتوں کے بغیر

۱۷ قال الشیخ خلیل احمد السہارنفوری: تحت قول النبی: عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل الخلاء وضع خاتمه یعنی ینزع خاتمه من الاصبع ثم یضعه خارج الخلاء ولا یدخل الخلاء مع الخاتم وهذا العظیم اسم اللہ عز وجل ویدخل فیہ کما کان فیہ اسم اللہ من القرطاس والدرہم - الخ (بذل المجہود ج ۱ باب الخاتم کیونکہ ذکر اللہ تعالیٰ یدخل بہ الخلاء) ۱۷ لما فی الہندیۃ: ولا ینظر لعورته الا لحاجة ولا ینظر الى ما یرج منه ولا یدق ولا یمتخط ولا یتنحج ولا یکثر الا لتفات ولا یعبث بیدہ ولا یرفع بصرہ الى السماء - الخ

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵ فصل فی الاستنجاء

جانے میں کوئی قباحت نہیں، تاہم مناسب یہ ہے کہ مساجد کے استنجا خانے کسی ایسی جگہ بنائے جائیں جہاں بھرتوں سمیت جانا ممکن ہو۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي : ان يلبس نعليه ويسترد رأسه وياخذ  
حجارا لاستنجا او يهيئ ويعد المزيل للنجاسة من ماء ونحوه -  
(الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۱ باب غاماً آداب قضاء الحاجة)

**استعمال شدہ ڈھیلوں کے دوبارہ استعمال کا حکم** | سوال :- بعض لوگ استعمال شدہ ڈھیلے سے دوبارہ استنجا کرتے ہیں، از روئے شرع ڈھیلوں کے سوکھ جانے کے بعد ان سے دوبارہ استنجا کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** استنجا بالاجار کے لیے ضروری ہے کہ ڈھیلے وغیرہ پاک ہوں۔ اسی بنا پر فقہاء نے مستعمل ڈھیلے سے استنجا کو ناجائز قرار دیا ہے۔ تاہم اگر ڈھیلہ بڑا ہونے کے ساتھ اس کے کئی کونے بھی ہوں تو متعدد ڈھیلوں کے حکم میں ہو کر ہر ایک کونے سے مستقل طور پر استنجا کرنا بلا گرفت درست ہے۔

قال العلامة ابن ہمام: ولا يعجزه الاستنجا بحجر استنجي به مرة الا ان يكون له حرف اخر لم يستنج به - (فتح القدير ج ۱۹ فصل في الاستنجا) لہ



لہ قال فی الہندیۃ: וכذا لا یستنجی بحجر استنجی به مرةً ہوا وغیرہ  
الا اذا كان حجراً له احرف له ان یستنجی کل مرةً بطرف لم یستنج به فیجوز  
من غیر کراہۃ کذا فی المحیط۔ (الہندیۃ الفصل الثالث فی الامتنعاً ج ۱ ص ۲۷)  
ومثله فی خلاصۃ الفتاوی۔ باب الاستنجا ج ۱ ص ۲۷۔

## مسائل شتی

### (غسل اور وضو کے متفرق مسائل)

**غسل اور وضو کے لیے پانی کی مقدار** | سوال :- وضو یا غسل کے لیے کتنا پانی ہونا چاہیئے، شرعاً اس کے لیے پانی کی کوئی مقدار مقرر ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت میں وضو یا غسل کے لیے پانی کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں کہ اس سے کم و بیش پانی کے ساتھ وضو یا غسل کرنا جائز نہ ہو۔ البتہ احادیث مبارکہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور غسل کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل اور ایک مد پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے۔ صاع کی مقدار موجودہ حساب سے ۲۷۰ تولہ اور مد ۶۸ تولہ اور چند ماشے بنتا ہے۔

لما قال العلامة السيد احمد الطحطاوی : واعلم انه نقل غیر واحد لاجماع علی عدم التقدير فی ماء الوضوء والغسل بل هو بقدر الکفاية لاختلاف طباع الناس - وعن عائشة رضی اللہ عنہا بحديث السنة عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی الغسل من الجتابة صاع ثمانية ارطال وفي الوضوء رطلان هما مد فالمد ربع صاع - (طحطاوی ص ۶ کتاب تطہارۃ، فصل فی المکرہات) لہ

**گنجه سرواے آدمی کے چہرے کی حدود کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! فقہ کی بعض کتابوں میں چہرے کی حد سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک

لہ قال العلامة انکشافاً؛ مقدار الماء الذي يغتسل به فقد ذكر في ظاهر الرواية وقال ادنى ما يكفي في الغسل من الماء صاع وفي الوضوء مد.... ثم هذا التقدير المذكور محمّد من لصاع والمد في الغسل والوضوء ليس بتقدير لازم بحيث لا يجوز النقص عنه او الزيادة عليه بل هو بيان مقدار ادنى الكفاية عاقل حتى من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك اجزاء وان لم يكفه زاد عليه لان طباع الناس ولحوالهم تختلف - (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۵ مطلب ادا ب الوضوء)

مذکور ہے، اب اگر کسی شخص کے سر کے نصف سے بال شروع ہوئے ہوں تو اس بالے میں اس کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب :- فقہاء کرام کی عبارات میں جو یہ مذکور ہے کہ چہرے کی حد سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ عام طور پر جہاں سے سر کے بال اُگنے شروع ہوتے ہیں یعنی عرف میں بال اُگنے کی جو حد ہو اس کا اعتبار ہے، اس لیے جو آدمی بالکل گنجا ہو یا اس کے بال سر کے نصف سے شروع ہوتے ہوں تو اسے عرف کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

قال العلامة حسن بن عتار الشرنبلالی: وَحَدَّ اِیْ جُمْلَةِ الْوَجْهِ طَوْلًا مِّنْ مَّبْدَأِ سَطْحِ الْجَبْهَةِ سِوَا دَکَانَ بِهِ شَعْرًا لَا۔ قال السيد احمد الطحطاوی: (قوله سِوَا دَکَانَ بِهِ شَعْرًا لَا) اشار به الى ان الاغصم والاصلع والاقرع والانزع فرض غسل الوجه منهم ما ذكر۔ (طحطاوی و مراقی الفلاح میں احکام الوضوء) لہ

نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنے کا حکم | سوال :- کیا رات کی نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا

مستون ہے یا ہر نیند رچا ہے دوپہر کا قیلولہ ہو یا رات کی نیند سے اٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستون ہے؟

الجواب :- فقہاء کرام نے مطلقاً نیند سے جاگنے کے بعد مسواک کرنے کو مستحب لکھا ہے چاہے رات کی نیند ہو یا دوپہر کا قیلولہ، اس لیے ہر نیند سے جاگنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے۔

قال العلامة حسن بن عتار الشرنبلالی رحمه الله: وليستحب لتغير الفم

لہ قال العلامة المحقق، من مبداء سطح جبهته ای المتوضئ بقزنية المقام الى اسئل ذقنه ای منبت اسنانه السفلى طولا كان عليه شعر او لا عدل من قولهم من قصاص شعره الجاری علی الغالب الى المطرد ليعم الاغصم والاصلع والانزع۔

والدر المختار علی صدر رد المختار ج ۱ ص ۱۹ کتاب الطهارة

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹ کتاب الطهارة۔

والقيام من النوم۔ (مراقی القلاح علی صدر الخطاوی ص ۳۷ فصل سنن الوضوء)

**سوال :- جناب مفتی صاحب! میری**

**مریض کو تیمم کرانے کے لیے نیت کا حکم** | دادی بیمار اور بہت کمزور ہے، ٹی اکٹرو نے اُن پر وضو وغیرہ کے لیے پانی استعمال کرنا منع کر دیا ہے اس وجہ سے میں ان کو تیمم کراتی ہوں، تو کیا تیمم کی نیت کرنا میرے لیے لازم ہے یا میری دادی کے لیے؟

**الجواب :-** تیمم میں نیت کا وجوب ہر اس شخص پر لازم ہے جو پاکی و طہارت حاصل کرنا چاہتا ہو، چونکہ صورتِ مسئلہ میں پاکی آپ کی دادی حاصل کرتی ہیں اس لیے تیمم کی نیت کرنا ان کے لیے لازمی ہے آپ کے لیے نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله : مريض يتيممه غيره فالنيتة على المريض دون المتيمم۔ انتہی۔ (الاشباه والنظائر ج ۱<sup>۱۸</sup> القاعدة الثانية ۳۳۲) ۲۔

**سوال :- جنابت کے غسل**

**غسل کے چھینٹوں سے پانی نجس نہیں ہوتا** | کے دوران اگر استعمال شدہ پانی کے چھینٹے پانی کے برتن میں گر جائیں تو کیا اس باقی پانی ناپاک ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہاء کرام نے لکھ ہے کہ اگر نجس آدمی کے بدن سے غسل کے دوران گرنے والے پانی کے چھینٹے صاف پانی میں گر جائیں تو اس سے صاف پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس سے غسل کرنا جائز ہے۔

لے قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : ويستحب في خمسة مواضع اصرار السن

وتغير الرائحة والقيام من النوم والقيام الى الصلوة وعند الوضوء۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۱ سنن الوضوء، مطلب في دلالة المفهوم)

ومثله في البحر الرائق ج ۱ ص ۱۱۱ سنن الوضوء۔

۲۔ قال الشيخ المفتي عبد الرحيم لاجپوری : مذکورہ لاچاری اور مجبوری کی صورتوں میں دوسرا شخص تیمم کر دے تو تیمم ہو جائے گا مگر نیت معذور کو ہی کرنا ہوگی، تیمم کرنے والے کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیة ج ۸ ص ۹۱ کتاب الطہارۃ)



لما في الهندية : جنب اغتسل فانتضح من غسله شيء في انائه لم يفسد عليه الماء - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۳ الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء)  
**نجس اشياء کے دھوئیں کا حکم** | سوال :- بسا اوقات کوڑا کرکٹ کی جگہ دھواں سا اٹھتا ہے اگر وہ انسان کے کپڑوں پر یا اس کے بدن پر لگ جائے تو کیا اس سے بدن اور کپڑے ناپاک ہو جائیں گے یا نہیں؟  
**الجواب :-** نجاست سے اٹھنے والا بھاپ نما دھواں اگر کپڑوں یا بدن پر لگ جائے تو اس سے کپڑے اور بدن نجس (نا پاک) نہیں ہوتے، اگرچہ بعض اقوال ناپاک ہونے کے بھی مروی ہیں مگر راجح قول یہ ہے کہ اس سے کپڑے یا بدن ناپاک نہیں ہوتے۔

لما في الهندية : دخان النجاسة اذا اصاب الثوب او البدن الصحيح انه لا ينجسه - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴ الفصل الثاني في الاعيان النجسة)  
**شیر خوار بچے کی قے کا حکم** | سوال :- اگر چھوٹا شیر خوار بچہ کسی پر قے کر دے تو کیا اس کی قے پاک ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** قے جب منہ بھر کے آئے تو مطلقاً نجس ہے چاہے بڑے آدمی کے معدے سے آئے یا شیر خوار بچے کے منہ سے، تاہم اگر قے منہ بھر کے نہ آئے تو ناپاک نہیں۔

قال العلامة الحسكي : ينقضه قمي ملافاة من مؤا وعلق او عا او ما اذا وصل الى معدته وان لم يستقر وهو نجس مغلف ولو من صبي ساعة ارتضاعه وهو الصحيح - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۷)  
**مطلب نواقض الوضوء**

لأنه قال العلامة طاهرين عبد الرشيد البخاري : جنب ، اغتسل فانتضح من غسله شيء في انائه لم يفسد عليه الماء - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۳۷ كتاب طهارة ، الفصل الاول)  
**۱۳۲ قبل الفصل يطهر جلد الميتة** (مراقی الفلاح علی صدر الطحاوی)

**چھوٹے بچے کا پانی میں ہاتھ ڈالنا** | سوال :- اگر کوئی چھوٹا بچہ پانی کے ٹکٹے میں ہاتھ ڈال دے تو اس پانی کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** صورت مشورہ میں پانی کی طہارت اور ناپاکی بچے کے ہاتھوں کی طہارت اور ناپاکی پر منحصر ہے، اگر بچے کے ہاتھ یقینی طور پر پاک و صاف ہوں تو بلاشبہ پانی بھی پاک ہے اور اگر بچے کے ہاتھ نجس ہوں تو پانی بھی ناپاک نہا، ہم اگر شک کی سی صورت پیدا ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اس پانی کو استعمال نہ کیا جائے اور اگر استعمال کر بھی لیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

قال العلامة فخرالدین قاضی خانؒ: وكذا الصبي اذا دخل يده في البئر أو في  
الناء لا يتوقفاً منه استحساناً ما لم ينزع وان لم ينزع وتوضاء جازماً.  
رفاوی قاضی خان علی ہا مشن الہندیۃ ج ۱ ص ۹ فصل فی البئر۔

**وضو کرتے وقت اذان کا جواب دینے کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص وضو کر رہا ہو اور اسی اذان شروع ہو جائے تو کیا یہ شخص وضو کی

دعائیں پڑھے یا اذان کا جواب دے، شرعاً کون سا عمل افضل ہے؟  
**الجواب :-** وضو کرتے وقت مسنون دعائیں پڑھنا اور اذان کا جواب دینا دونوں سنت ہیں، لہذا دونوں میں سے جو بھی چاہے پڑھ سکتا ہے، تاہم اذان کا جواب دینا زیادہ بہتر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان سننے والے کو سلام کا جواب دینا بھی مناسب نہیں، حالانکہ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

قال العلامة السکاسانیؒ: ولا ينبغي ان يتكلم السامع في حال الاذان والاقامة ولا يشتغل  
بقراءة القرآن ولا بشئ من الاعمال سوى الاجابة ولو كان في القراءة ينبغي ان يقطع ويستغل<sup>بالا</sup> شئ من  
والاجابة۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۵ فصل ما يجب على السامعين عند الاذان) لے

لے قال العلامة ابن عابدینؒ: وينبغي للسامع ان لا يتكلم ولا يشتغل بشئ في حالة  
الاذان والاقامة ولا يرد السلام ايضاً لان الكل يخل بالنظم۔  
رد المحتار ج ۱ ص ۳۹۹ باب الاذان۔ مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد (

**تیمم کے جواز کے لیے مسافت کی تحدید | سوال :-** پانی کتنی مسافت کی دوری پر ہو

تو تیمم کرنا جائز ہوتا ہے ؟

**الجواب :-** جب آدمی سے پانی ایک میل کے فاصلے پر ہو تو تیمم جائز ہے اور میل سے مراد چار ہزار ذراع ہے یعنی جب آدمی سے چاروں طرف ایک ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمم کرنا جائز ہے ۔

قال المؤلف المحقق: ومن عجز عن استعمال الماء لم يقعد ولا لم يقعد في المصر ميلاً اربعة آلاف ذراع وهو اربع عشرون اصبعاً وهي ست شعيرات ظهراً لبطن وست شعيرات بطناً .

**سوال :-** کوئلہ دو قسم کا ہوتا ہے ۔ (۱) جلی (پہاڑی) کوئلہ جو کہ کان سے نکالا جاتا ہے اور ایک وہ جو ٹکڑی کو جلا کر اس سے کوئلہ بنایا جاتا ہے کیا جلی (پہاڑی) کوئلہ اور اس کی بنی ہوئی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے ؟

**الجواب :-** جلی کوئلہ چونکہ حکماً پتھر ہے اس لیے یہ جنس الارض سے شمار ہوگا جس پر تیمم صحیح اور درست ہے، اسی طرح اس کی راکھ پر بھی تیمم صحیح ہے ۔

قال المحقق: ومتقدم بالاحتراق اكرما العجوة فيجوز كحجر صدق او مفسول . ( الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۲ باب التيمم )

**سوال :-** راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** تیمم کے لیے جنس الارض ہوتا ضروری ہے، فقہاء کرام نے جنس الارض کی پہچان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جنس الارض ہر وہ شے ہے جو جلانے سے

له وفي الهندية: يجوز التيمم لمن كان بعيداً من الماء ميلاً هو المختار في المقدار سواء كان خارج المصر أو فيه وهو الصحيح وسواء كان مسافراً أو مقيماً... ان الميل هو ثلث الفرسخ أربعة آلاف ذراع طول كل ذراع اربع وعشرون اصبعاً وعرض كل اصبع ست حبات شعير ملحقة ظهراً لبطن . ( الهندية ج ۱ ص ۲۲۲ الباب الرابع في التيمم )

له قال الشيخ خليل احمد: بند کے نزدیک جلی کوئلہ اور اس کی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے کیونکہ ان کا حکم جبراً ہوگا۔ ( فتاویٰ غلیلہ جلد ۱ ص ۵۷ کتاب الطہارۃ، باب التیمم )

نہ راکھ بنے اور پگھل جائے۔ چونکہ راکھ اُس شے سے بنتی ہے جو جل کر راکھ بن جاتی ہے جس کی جنس الارض کی تعریف صادق نہیں آتی، اس لیے طہارت کے باوجود اس سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة ابوبکر الكاساني: جنس الارض فكل ما يخرق بالنار فيصير رماداً كالخطب والخشيش ونحوهما او ما ينطبع ويلين كالحديد والصفرة والنحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من الارض وما كان بخلاف ذلك فهو من جنسها۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۵۵ فصل في بيان ما يتيمم به) **گذا یا تکیہ پر تیمم کا حکم** | سوال :- ایک شخص صاحب فراش ہے اور ڈاکٹروں نے اس کو پانی کے استعمال سے منع کیا ہوا ہے، کیا وہ گذا یا تکیہ پر تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسا صاحب فراش جس کو ڈاکٹروں نے پانی کے استعمال سے منع کیا ہو اس کیلئے گذا اور تکیہ پر تیمم کرنا جائز ہے جبکہ اس پر غبار ہو جیسا کہ فتاویٰ تاتاریخانیہ میں ہے۔ والصحیح قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ؛ وصورة التيمم بالغبار ان يضرب بيداً ثوباً اوليداً او وسادةً او ما أشبهها من الاعيان الطاهرة التي عليها غبار فاذا وقع الغبار على يديه تيمم۔ ۱ھ (تاتاریخانیہ ج ۱ ص ۲۴ باب التيمم) ۲ھ

له وفي الهندية: ما يخرق بالنار فيصير رماداً كالخطب والخشيش ونحوهما او ما ينطبع ويلين كالحديد والصفرة والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من جنس الارض وما كان بخلاف ذلك فهو من جنسها۔

(الهندية ج ۱ ص ۲۶ الباب الرابع في التيمم، الفصل الاول)

۲ھ قال ابراهيم الحلبي: ولا يجوز عندنا بما ليس من جنس الارض وهو ما يلين بالنار او يترمد كالذهب والفضة والحديد والرصاص والصفرة والنحاس ونحوهما ينطبع ويلين بالنار او بالمنطة وسائر الحيوان والاطعمة من الفواكه وغيرها وانواع النباتات مما يترمد بالنار اذا لم يكن عليها غبار وان كان على هذه الاشياء المذكورة غبار يجوز التيمم بغبارها عند ابی حنیفہ۔ الخ (کبیری ص ۱۷۰ باب التيمم) ومثله في مجموعة الفتاوى ج ۱ ص ۱۷۰ کتاب الطهارة۔

**سوال :-** ایک ہی جگہ پر متعدد بار تیمم کرنا | ایک ہی جگہ پر بار بار تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایک ہی ڈھیلے یا جگہ پر بار بار تیمم کرنا فقہاء کرام کی نصرتی سے جواز معلوم ہوتا ہے اس لیے ایک جگہ پر بار بار تیمم کرنا جائز ہے۔

لما قال العالم بن العلاء الا نصارى : واذا تیمم مرارا من موضع واحد جائز۔

(التاتارخانیة ج ۱ ص ۲۲۲ قبل نوع من بخوله التیمم ولا یجوز له) ۱۰

**سوال :-** جو تیمم تلاوت یا دیگر اذکار کیلئے کیا جائے اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** عبادت کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جس کیلئے طہارت شرط ہے، مثلاً نماز، سجدہ تلاوت وغیرہ۔ (۲) وہ جس کے لیے طہارت شرط نہیں، مثلاً تلاوت قرآن، دخول مسجد، تعلیم دین وغیرہ۔

اب اگر تیمم ان عبادات کے لیے کیا جائے جن کے لیے طہارت شرط ہے تو اس تیمم سے جملہ عبادات ادا کرنا جائز ہے اور اگر تیمم اس عبادت کے لیے کیا گیا ہو جن کے لیے طہارت شرط نہیں تو اس سے وہ عبادات جن کے لیے طہارت شرط ہے ادا کرنا صحیح نہیں۔ لہذا تلاوت قرآن یا دیگر اذکار کے لیے چونکہ طہارت شرط نہیں اس لیے اس تیمم سے نماز پڑھنا بھی درست نہیں۔

لما قال الحصکفی: لو تیمم لدخول مسجد او لقرأة ولو من مصحف... لم تجز الصلوة به عند العامة۔ قال ابن عابدین: (قوله لم تجز الصلوة به) ای لفقد الشرط، وهو امران! کون المنوی عبادة مقصودة وكونها کالتحل الا بالطهارة۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۵ باب التیمم) ۲۰

۱۰ وفي المهدية: واذا تیمم مرارا من موضع واحد جائز کذا فی التاتارخانیة۔

(المهدية ج ۱ ص ۳۱۱ الباب الرابع التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات)

۲۰ قال ابن نجیم: وصرحوا بأنه لو تیمم لدخول المسجد والقرأة ولو من المصحف أو مسه أو زیارة القبور... لا تجوز الصلوة بذلك التیمم عند عامة المشائخ لان بعضها لیست بعبادة مقصودة

وان كان عبادة مقصودة لكن یصح بدون الطهارة۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۵۰ باب التیمم)

ومثله فی المهدية ج ۱ ص ۲۱۰ الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول۔



**تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کرنا درست نہیں | سوال** اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آئے کہ غسل کی بھی ضرورت ہے اور نماز کا وقت بھی کم ہے، کیا

تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کیا جاسکتا ہے؟

**الجواب**۔ وقت کی تنگی کوئی ایسا عذر شرعی نہیں کہ جس کی وجہ سے غسل کو چھوڑ کر تیمم پر اکتفا کیا جائے بلکہ ہر حال میں غسل کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: لا يتيمم لفوت الجمعة وقت ولو توافوااتها الى بدل.  
(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ملل ۲ باب التيمم) ۱۰

**سوال**۔ افغانستان اور کشمیر کے جہاد میں جو لوگ کفار کی جیلوں میں محبوس ہیں اگر دشمن باوجود پانی کی موجودگی کے ان کو وضو یا

غسل کے لیے نہ چھوڑیں تو کیا یہ لوگ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب**۔ تیمم کے جواز کے لیے پانی پر عدم قدرت ضروری ہے اور یہ عدم قدرت چاہے مسافت کی وجہ سے ہو یا مرض کی وجہ سے یا دشمن کی وجہ سے ہو تو ان تمام صورتوں میں تیمم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے، لہذا اگر قیدی تیمم کر کے نماز ادا کریں تو جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفي: من عجز عن استعمال الماء..... بعدة ولو مقيماً في المصر  
ميراً..... او لمرض يشتد او يمتد بغلبة ظن او قول حاذق مسلم..... او يودي بهلك  
الجنب او يمرضه..... او خوف عدو كحيلة او نار على نفسه ولو من فاسق او حبس  
غريم او ماله..... او عطش ولو بكمبه او رفيق القافلة حالاً او مآلاً.

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱ ملل ۲۳۵ تا ۲۳۶ باب التيمم) ۲

۱۰ قال العلامة ابراهيم الحلبي: ولو خاف خروج الوقت واشتغل بالوضوء في سائر الصلوة

ما عدا صلوة الجنائز والعيد لا يتيمم عندنا. (كبيري ص ۸۳ فصل في التيمم)

۲ قال الشيخ السيد احمد الطحطاوي: (ومنه خوف عدو) آدمي او غيره سواء خافه على نفسه  
او ماله او امانته او خافت فاسقاً عند الماء او خاف المديون المفلس الحبس ولا إعادة عليهم  
ولا على من حبس في السفن بخلاف المكرة على ترك الوضوء فتيمم فانه يعيد الصلوة.

(مراقي الفلاح على صدر الطحطاوي ملل ۹ باب التيمم)

**سوال :-** اگر کوئی شخص اتنا زخمی ہو کہ اس کے لیے غسل کرنا ممکن نہ ہو زخمی تیمم کر سکتا ہے تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** اگر کسی شخص کے نصف بدن یا اس سے زیادہ پر زخم ہوں تو وہ شخص تیمم کر سکتا ہے البتہ اگر بدن کے زخم کم ہوں اور غسل کرنا ممکن ہو تو وہ شخص غسل کرے گا اور زخم کی جگہوں پر مسح کرے گا، اور اگر زخم کم ہوں لیکن پانی کے اثر سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو پھر بھی تیمم جائز ہے۔

وَيَجُوزُ التَّيْمُّمُ إِذَا خَافَ الْجَنْبَ إِذَا اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ أَنْ يَهْلِكَ الْبَرْدُ أَوْ يَسْرُضَهُ : -  
وَأِنْ كَانَ بِهِ جَرَاحَاتُ يُعْتَبَرُ الْأَكْثَرُ مُحْدَثًا كَانَ أَوْ جَنْبًا فَقِيَ الْجَنَابَةُ يُعْتَبَرُ أَكْثَرُ الْبَدَنِ  
وَفِي الْحَدِيثِ يُعْتَبَرُ أَكْثَرُ أَعْضَاءِ الْوُضُوءِ فَإِنْ كَانَ الْأَكْثَرُ صَحِيحًا وَالْأَقْلُ جَرِيحًا  
يُغْسَلُ الْمَصِيبُ وَيَمْسَحُ عَلَى الْجَرِيحِ إِنْ امْكَنَهُ وَإِنْ لَمْ يُمْكِنَهُ الْمَسْحُ يَمْسَحُ عَلَى الْجَائِزِ  
أَوْفَوْقَ الْغُرْفَةِ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالتَّيْمُّمِ - (الهندية ج ۱ ص ۳۸) -

**سوال :-** کیا جنب آدمی سخت سرد علاقوں مثلاً سوات، سیاحین وغیرہ میں سردی کی وجہ سے نماز اور دوسری عبادات

کے لیے تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** تیمم کا مشروعیت پانی نہ ملنے یا قدرت نہ رکھنے کی صورت میں ہے بلا عذر شرعی تیمم سے طہارت حاصل نہیں ہوتی، سخت سردی بھی تیمم کے لیے عذر شرعی ہے لیکن تب جب پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کی صورت میں بیمار بڑھنے یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خطرہ ہو، البتہ صرف وضو ٹھنڈے پانی سے کیا جائے گا اس لیے کہ وضو میں نقصان کا خوف زیادہ نہیں ہوتا۔

لَمَّا قَالَ الْحَكْفِيُّ : أَوْ بَرْدٍ يَهْلِكُ الْجَنْبَ أَوْ يَمْرُضُهُ وَلَوْ فِي الْمَصْرِ إِذَا لَمْ تَكُنْ لَهُ أُجْرَةُ الْحَمَامِ وَلَا مَا يَدْفَعُهُ - قَالَ الْعَلَامَةُ ابْنُ عَابِدِينَ : قِيدَ بِالْجَنْبِ لِأَنَّ الْمُحْدَثَ لَا يَجُوزُ لَهُ التَّيْمُّمُ لِلْبَرْدِ فِي الْمَصِيبِ -  
(رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۳ باب التيمم)

لَمَّا قَالَ الْعَلَامَةُ الْحَكْفِيُّ : أَوِ الْمَرَضُ يَشْتَدُّ أَوْ يَمْتَدُّ بِغَلَبَةِ ظَنِّ أَوْ قَوْلِ حَازِقٍ مُسْلِمٍ وَلَوْ بَتَحَرُّكٍ -  
وَالِدَرُ الْمُخْتَارُ عَلَى صَدْرِهِ الْمُخْتَارُ ج ۱ ص ۲۳۳ باب التيمم

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِيِّ وَادِلَتُهُ ج ۱ ص ۱۸۰ باب التيمم، المرض أو بطل البرد -

**نمک پر تیمم کرنے کا حکم** | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! ایک آدمی نمک کی کان میں کام کرتا ہے، اگر وہاں اس کو تیمم کی ضرورت پڑ جائے اور گرد و نواح میں مٹی بھی موجود نہ ہو تو کیا یہ شخص نمک پر تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** پہاڑی نمک چونکہ زمین ہی کے اجزاء میں سے ہے اس لیے اس پر تیمم کرنا شرعاً جائز ہے، تاہم جو نمک سمندر کے پانی سے بنا ہوا ہو اس پر تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

کما قال العلامة ابراہیم الجبلی رحمہ اللہ: ولو تیمم بالملح نظر ان کان مائیا ای کان ماء فجمد لا يجوز لانه ليس من اجزاء الارض وان کان جبلها ای معدنیا وهو ما استحال ملحاً من اجزاء الارض يجوز به التيمم لانه جنس الارض۔

(کبیری ص ۷۶ باب التیمم) لہ

**ایک ہی ڈھیلے پر بار بار تیمم کرنے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک شخص اتنا بیمار ہے کہ وہ چارپائی سے نیچے نہیں اتر سکتا، اس نے تیمم کرنے کے لیے اپنے پاس مٹی کا ایک ڈھیلہ رکھا ہوا ہے اور وہ اس پر بار بار ہر نماز کے لیے تیمم کرتا ہے، تو کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے؟ یا یہ کہ ہر تیمم کے لیے مٹی کا نیا ڈھیلہ لینا پڑے گا؟

**الجواب :-** جو شخص بیمار ہو اور طبیب کے نزدیک پانی کا استعمال اس کے لیے مضر ہو تو شرعاً اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ اب چاہے تو بیمار مٹی کے ایک ہی ڈھیلے یا جگہ پر بار بار تیمم کرے یا ہر بار تیمم کے لیے نئی جگہ یا ڈھیلہ استعمال کر سکتا ہے، شرعاً اس بارے میں گنجائش ہے۔

لما فی الہندیۃ: اذا تیمم مراراً من موضع واحد جاز کذا فی التاتارخانیۃ۔  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱ باب التیمم)

لہ قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ: اختلفوا فی الجبل والصحیر هو الجواز۔  
(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۱ فصل فیما يجوز به التيمم)  
ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۱۲۱ باب التيمم۔

## نائلون کی جرابوں پر مسح کرنے کا حکم

نائلون کے موٹے جرابوں پر مسح کے بارے میں حضرت مولانا شمس الحق رحمہ اللہ اور مولانا محمد فرید صاحب مفتی دارالعلوم حقانیہ کانیہ عقیقہ فتویٰ دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان صاحب نامہ الحق نے شائع کیا تھا، فتویٰ کے اہمیت کے پیش نظر اب اسے فتاویٰ حقانیہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (مرتبہ)

فی الداء المختار وجوریه ولومن غزل او شعر الثخنین بیث یمشی فرسناً  
ویثبت علی الساق بنفسه ولا یرى ماتحتہ ولا یشف الخ۔ (حلی کیسیر ص ۱۲۱)  
وحد المجورب الثخنین ان یشتمک ای یتیت ولا ینسدل علی الساق من غیر  
ان یشد بشئ ھکذا فسرہ کلمہ ویبغی ان یقید بما اتاح لکن ضیقاً فانما شاہد  
ما یكون فیہ ضیق یشتمک علی الساق من غیر شد ولوکان من الکر باس۔  
عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کرنا مشروط ہے چند شرائط کے ساتھ۔ اول یہ کہ  
گاڑھی اور اتنی موٹی ہوں کہ اگر صرف جرابیں پہن کر کم از کم تین میل ان میں چلا جائے اُسے باز نہ  
بھی نہ ہو اور وہ پنڈلی پر سے نہ اتریں۔ دوسرے یہ کہ ان میں سے فوری طور پر پانی نہ تھپنے۔  
مکما صرح بہ فی القید فی الشرح الکبیر ص ۱۰۱۔ تیسرے یہ کہ ان کے اندر سے کوئی چیز نظر  
نہ آئے یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھیں تو کچھ دکھائی نہ دے۔ چوتھے یہ کہ پنڈلی  
سے نہ گرنے لگی کی وجہ سے نہ ہو۔

پس نائلون کی جرابیں جتنی ہمارے مشاہدہ میں آتی ہیں ان میں یہ شرائط موجود نہیں ہیں،  
کیونکہ نائلون میں ربڑ کی طرح پھیلنے اور سکڑنے کی خاصیت موجود ہے تو پہننے کے بعد ان کا  
نہ گرتا انقباض اور تنگی کی وجہ سے ہے، پھر بسا اوقات تھوڑی سی مسافت طے کرنے کے بعد وہ  
وہ پنڈلی سے گر جاتی ہیں مکما لا یخفی علی من جرب۔ اور جب ان جرابوں میں سے اتنا کھینچ کر

دیکھا جائے جتنا ان کے پہننے کے وقت کھینچا جاتا ہے تو ان سے ہر چیز دکھائی دیتی ہے، پھر فوری طور پر ان میں سے پانی بھی پھنتا ہے بخلاف ٹاٹ کی جرابوں کے۔ تو اس بناء پر ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر نائلون کی ایسی جرابیں موجود ہوں جن میں یہ تمام شرائط موجود ہوں تو پھر مفتی بہ قول کے مطابق ان پر مسح کرنا جائز ہوگا۔ ہذا ما اعتدی و لعل عند غیر احسن من هذا۔ (مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ)

اس مسئلہ کے متعلق مزید وضاحت کیلئے حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ سے بھی استفسار کیا گیا تھا، حضرت افغانیؒ کی تحقیق حسب ذیل ہے:-  
ثینین کے بارہ میں کتب فقہ میں سے رد المختار جلد ۱ ص ۱۸۸ کی عبارت ذیل ثینین کے تحت ملاحظہ ہو:-

بجیث یحشی فرسغاً ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یزنی ما تحتہ ولا یشف (الدر) وفي الدر وفي بعض الكتب یشف وفسر فی الحانیۃ الاول بان لا یشف الجورب الماد الی نفسه کاللدیم والصرم وفسر الثانی بان لا یجوز المدا الی القدم وقال تحت بنفسہ ای من غیر شد ام۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جواز مسح علی الثینین کے لیے ثناتہ کا وجود ضروری ہے جو کہ امور ثلاثہ سے متحقق ہوتا ہے۔ (۱) شرعی تین میل یا اس سے زیادہ بغیر جوتے کے آدمی اس میں چل سکے (۲) باندھنے کے بغیر پٹلی سے پیوست رہے (۳) پانی اگر اس پر ڈالا جائے تو اندر نہ جاسکے۔ ان تین امور کا مجموعہ بالخصوص امر سوئم نائلون کی جراب میں متحقق نہیں لہذا مسح درست نہیں۔ اس میں احتیاط اس لیے بھی ضروری ہے کہ قرآن پاک میں غسل البرجلین مذکور ہے جو قطعی ہے اور احادیث مسح علی الخفین متواتر یا مشہور ہیں اس لیے تخصیص کے لیے کافی ہیں۔ مسح علی الجوربین فقط میں میرے نزدیک ایسی صحیح السند صریح الدلالة احادیث شہرت کے درجہ میں موجود نہیں اور قیاس علی الخفین کے لیے ان سے مشاکلہ اور مشابہت قویہ کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم۔

(اعتر شمس الحق افغانی بہا و بعد)



**سوال :-** فقہی ذخائر میں پڑھا ہے کہ جرابوں پر مسح مجلین و متعلین جرابوں کا کیا حکم ہے | کرنا جائز نہیں مگر مجلین یا متعلین جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے تو مجلین و متعلین کا کیا مطلب ہے ؟

**الجواب :-** مجلہ یا منعل جراب کا مطلب یہ ہے کہ منعل اُس جراب کو کہا جاتا ہے جس کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو اور مجلہ وہ ہے کہ تمام جراب پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔

قال الحنفی: یسکون النون ما جعل علی اسفله جلدۃ۔ وقال ابن عابدین (قوله ما جعل علی اسفله جلدۃ) ای کانعل للقدم وهذا ظاهر الروایة وفي رواية الحسن ما یكون الی الکعب ابن کمال (قوله والمجلدین ما جعل الجلد علی اعلاه واسفله ۱۴)

رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۰ باب المسح علی الخفین ۱۵

**سوال :-** سوتی جراب پر پہنے ہوئے بوٹ پر مسح کا حکم | البتہ اگر سردی کی وجہ سے اس جراب کے اوپر

ایسے بوٹ پہن لیے جائیں جو ٹخنوں کو ڈھانپ کر رکھے کیا ایسے بوٹوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** سوتی موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں اس لیے کہ اُن پر موزے کی تعریف صادق نہیں آتی، چونکہ یہاں صورت مشولہ میں بڑے بوٹ موزے کے حکم میں ہیں اس لیے ایسی صورت میں بوٹوں پر مسح کرنا درست ہے بشرطیکہ بوٹ کے نیچے کا حصہ پاک ہو۔

قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: والخف الساتر لکعبین مأخوڑ من الخفة کان حکم به تخف من الغسل الی المسح..... ص ۱۱ جاز المسح علی الخفین فی الطهارة من الحدث

الاصغر الخ (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۱۰۲ باب المسح علی الخفین) ۱۶

۱۷ قال حسن بن عمار الشرنبلالی: جواب منعل بوضوح الجلد اسفله کانعل للقدم وإذا جعل اعلاه واسفله یقال له مجلد۔ (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۱۰۲ باب المسح علی الخفین)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِي وَادَّلَتْهُ ج ۱ ص ۳۲۳ سابعاً المسح علی الجوارب۔

۱۸ قال الحنفی: والخف شرعاً: الساتر لکعبین فاکثر من جلد ونحو شمسحه ثلاثة امور الاول کونه ساتر محل فرض الغسل للقدم مع الکعب والثانی کونه مشغوب بالرجل بمنع سربة الحد والثالث کونه مما یمکن متابعة المشی..... وهو جائز..... بئس مشهور۔ (رد المحتار علی صدر الطحطاوی ص ۱۰۲ باب المسح علی الخفین)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِي وَادَّلَتْهُ ج ۱ ص ۳۳۲ خلاصة الشروط فی المذهب۔

**سوال :-** کیا متوضی عمامہ یا ٹوپی وغیرہ پر مسح عمامہ یا ٹوپی وغیرہ پر مسح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** مسح کا ثبوت خلاف القیاس ثابت ہے اس لیے صرف موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اس کے علاوہ عمامہ، ٹوپی اور برقع پر مسح کرنا جائز نہیں۔

لما قال الشيخ الدكتور هبه الزهيلي: قال الحنفية لا يصح المسح على عمامة وقلنسوة و برقع وقفازين لان المسح ثبت بخلاف القياس فلا يلحق به غيره -

(الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۱ ص ۳۵۶ باب المسح، سادسا المسح على العمامة) ۱۷

**سوال :-** پٹی پر مسح کب تک باقی رہتا ہے، کن کن حالات میں مسح ختم ہو جاتا ہے ؟

**الجواب :-** پٹی پر مسح دو حالتوں میں ٹوٹ جاتا ہے: (۱) اتارنے یا اتونے کی حالت میں جب زخم منڈل ہو جائے، اس لیے کہ جس علت کی وجہ سے مسح شروع ہوا تھا وہ ختم ہو گیا۔ (۲) حدث کی وجہ سے یعنی وضو ٹوٹنے کی حالت میں جبیرہ کا مسح بھی ختم ہو جاتا ہے۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: يبطل المسح على الجبيرة في حالتين هما (۱) نزعهما وسقوطها قال الحنفية يبطل المسح على الجبيرة ان سقطت عن برد لنزول العذر.... (۲) الحدث: يبطل المسح على الجبيرة بالاتفاق بالحدث -

(الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۱ ص ۳۵۶ نواقض المسح على الجبيرة) ۱۸

**سوال :-** اگر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہو تو کیا کرنا چاہیے ؟

**الجواب :-** اگر ظاہر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہو تو پٹی وغیرہ کے اوپر مسح کرے اور اگر اس سے بھی شدید تکلیف کا احساس ہو تو پھر بوجہ مجبوری اس کا ترک کرنا

لما قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالي: ولا يجوز اى لا يصح المسح على عمامة وقلنسوة و برقع وقفازين لان المسح ثبت بخلاف القياس فلا يلحق به غيره -

(مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی مکتا فصل المسح علی الخفين)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَجَاتِ المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۴۲ باب المسح على الخفين -

لما قال العلامة البو بكر الكاساني: فسقوط الجبائر عن برد ينقض المسح -

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۱۸۱ مطلب نواقض المسح على الجبيرة)

جائز ہے۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي، واذا رمد وامره طيب مسلم حاذق الا يغسل عينه او انكسر ظفره او حصل به داء وجعل عليه دواء، جاز له المسح للضرورة وان ضربه المسح تركه لان الضرورة تقدر بقدرها۔ (الفقه الاسلامي وادلته ج ۱<sup>۲۵۵</sup> توافق المسح على الجبيرة) لہ  
**سوال :-** ہاتھ پاؤں یا دوسرے اعضاء کے ٹوٹ جانے کی صورت میں پلستر پر مسح کرنے کا حکم  
**ڈاکٹر حضرات اس عضو کو جوڑنے کے لیے پلستر لگاتے ہیں، کیا اس پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟**

**الجواب :-** پلستر کا استعمال ٹوٹے ہوئے اعضاء کو جوڑنے کے لیے ہوتا ہے اور ڈاکٹر کے اجازت کے بغیر اس کا کھونا عموماً مفتر ثابت ہوتا ہے اور اگر مفتر نہ بھی ہو لیکن بار بار اس کو کھول کر باندھنا مالی اعتبار سے بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے جبیرہ کی طرح پلستر کے اندر ملفوف اعضاء کا دھونا ضروری نہیں بلکہ مسح کافی ہے۔

لما قال المحقق: ويمسح نحو (مفتصد وجرح على كل عصابة مع فرجتها في الاصح۔ قال ابن عابدین: (قوله على كل عصابة) اي على كل فرد من افرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة وهي بقدرها او زائدة عليها كعصابة المفتصد، او لم يكن تحتها جرحاً أصلاً بل كسر او كى وهذا معنى قول الكنتز، كما تحتها جراحة او لا، لكن اذا كانت زائدة على قدر الجراحة فان ضربة الحل والغسل مسح لكل تبعاً ولا فلا۔ (رد المحتار ج ۱<sup>۲۸</sup> باب التيمم مطلب لفظ كل اذا غلت على مكر او معروف) لہ

لہ قال المحقق: انكسر ظفر فجعل عليه دواء ووضع على شقوق رجله أجري الماء عليه وان قدر ولا مسحه والا تركه۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۱<sup>۲۸۱</sup> باب المسح على الخفين) ومثله مرقا الفلاح على صدر الطحطاوى ص ۱۰۹ فصل في مسح الجبيرة۔

لہ قال ابراهيم الحلي  
 الجبيرة ما تحتها جراحة وما ليس تحتها تبعاً لوضع الجراحة لان الجبيرة والعصابة لا توضع على وجه تأتي على موضع الجراحة فحسب بل تكون على ما حول الجراحة ايضاً فتحقق الضرورة الى جواز المسح على الزائد على الجراحة الخ۔ (كبيري ص ۱۱۰ باب المسح على الخفين)  
 ومثله في مرقا الفلاح على صدر الطحطاوى ص ۱۰۰ فصل في الجبيرة ونحوها۔

**سوال :-** سانپ کنوئیں یا حوض میں گر کر مر جائے تو اس کا حکم | **سوال :-** سانپ کنوئیں یا حوض میں گر کر مر جائے تو اس کا حکم ہے؟

**الجواب :-** سانپ عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ سانپ جو صحرا میں ہوتے ہیں، اگر ان میں خون شامل ہو اور ایسے سانپ کنوئیں یا حوض میں گر کر مر جائیں تو اس سے کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس میں خون نہ ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ دوسری قسم کے سانپ وہ ہیں جو پانی میں ہی رہتے ہیں اگر وہ پانی میں مر جائیں تو پانی مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا۔

لما قال المحقق: وما في مولد ولو كلب الماء وخنزيرة (كسك و سرطان) وضفيع  
الابرياء له دم سائل فيفسد في الاصح كحیة بریة ان نهادم والا لا۔ قال ابن عابدین:  
(قوله كحیة بریة) أما المائية فلا تفسد مطلقاً كما علم مما مر وكالحیة البریة والوزغة  
لو كسيرة له دم سائل منیة (قوله والا لا) أي ان لم يكن للضفيع البریة والحیة البریة  
دم سائل فلا يفسد ۴۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۵) باب المياه مطلب في مسأله الوضوء من الفساق له

**سوال :-** کسی حیوان کا اندام (کوئی عضو) اگر کنوئیں میں گر جائے تو کیا حکم ہے | **سوال :-** ہمارے گھر کے کنوئیں سے چڑیا کا پر

نکل آیا ہے، اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا اس میں ۲۰ سے ۳۰ ڈول پانی نکالنا کافی ہے؟  
**الجواب :-** اگرچہ چڑیا کے مقدار جانور کے گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور وہ ۲۰ سے ۳۰ ڈول تک پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے مگر حیوان کے اندام میں یہ حکم نہیں بلکہ اس میں چھوٹے اور بڑے جانور سب برابر ہیں، اور یہ عضو ایک بڑے حیوان کے مساوی ہے، لہذا اس صورت میں کنوئیں یا حوض کا پورا پانی نکال دینا چاہیے ۲۰۰ سے ۳۰۰ ڈول تک پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله حیوان دموی وانتفخ) لو وقع ذنب فارعة ينزع الماء

لما قال الشيخ اشرف علی التھانوی، اگر خنکی کا سانپ ہو پس اندازہ کر کے دیکھا جاوے کہ اس میں کتنے سو ڈول پانی ہے اتنا نکال دیا جاوے اگرچہ ٹوٹے نہیں پاک ہو جاوے گا، البتہ اگر تجربہ سے یہ تحقیق ہو جاوے کہ ایسے سانپ میں بہنے والا خون نہیں ہوتا تو اس سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔۔۔ اسی طرح اگر وہ سانپ پانی کا ہو تب بھی کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۳۲ فصل فی البیئر)

كله يجوز به ظهرا نه لوجرح الحيوان بلا تفسخ ونحوه ينزح الجميع كما في الفتح وان قطعة منه كتفسخه وللهذا قال في الخانية قطعة من لحم الميتة تفسده -

(مراد المختار ج ۲۱۳ فصل في البيئر) ۱۰

**سوال :-** ہمارے گھر میں پھپکیاں بہت ہیں اور کبھی کبھی چھپکلی کرنے سے پانی کا حکم | وہ پانی میں گر کر مر جاتی ہیں، کیا اس سے پانی ناپاک ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** عام پھپکیوں میں بہنے والا خون نہیں ہوتا اس لیے اگر چھپکلی پانی میں گر کر مر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا اور اس سے وضو و غسل وغیرہ جائز ہے۔

قال العلامة ابوبکر الكاساني: أما الذي ليس له دم سائل فالذي باب والعقرب والزنبر والسرطان ونحوها وأنه ليس بنجس عندنا - (بدائع الفوائد ج ۲۲ فصل اما الطهارة الحقيقية) ۱۱

**سوال :-** ہمارے گھر کے کنوئیں کے پاس پرندوں کی بیٹ گرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا | ایک درخت ہے جس پر کافی تعداد میں پرندے ہوتے ہیں، کبھی کبھی ان پرندوں کی بیٹ اُس کنوئیں میں گر جاتی ہے، شریعت مطہرہ میں اس کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں پرندوں کی بیٹ سے بچنا انتہائی مشکل اور متعذر ہے، اسلئے شریعت مقدسہ میں اس کے گرنے سے پانی پر کچھا اثر نہیں پڑتا اور نہ پانی کا استعمال ممنوع ہے بلکہ یہ پانی پاک اور قابل استعمال ہے۔

۱۰ قال المشيخ المفتي عزيز الرحمن الديوبندي: در صورت مسئلہ کشیدن مقدار جمله آن پناه لازم است و تا وقتیکہ مقدار مذکورہ کشیده نشود و نوشیدن از آن آب و طعام با آن پنجه خوردن ناجائز و حرام است - قال مولانا السيد ابوالسعود في حاشية المسكين معزيا الى الحموى وقطعة الحيوان في الحكم كالحیوان المتفسخ -

رقاوی داد العلوم دیوبند ج ۱۵۲ فصل في البيئر، مرتبه: مولانا ظفر الدین

وَمِنْهُ فِي السَّهْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲ الباب الثالث في المياه -

۱۱ قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالي: ولا ينجس الماء ولا المائعات على الامم بموت ما معني حيوان كادم له سواء البر والبحري فيه اي المملو والمائع - مراق الفلاح على ص ۳ الطحطاوي ۱۲ فصل في الابار



قال العلامة المحصن: ولا نزح في بول فاردة في الاصح ولا بخروج حمام و  
عصفور وكذا سباع طير في الاصح لتعذر صونها عنه -

(الدر المختار على صدر المختار ج ۲۲ فصل في البير) ۱۵

**چشمہ دارکنوئیں کی پاکیزگی میں امام محمد کا قول مفتی بہ ہے** | سوال :- چشمہ دارکنوئیں کی تطہیر

میں علماء احناف کے مختلف اقوال ہیں مثلاً امام ابوحنیفہؒ کے ہاں رائے مبتنی بہ یاد و عادلین اشخاص کی رائے کا اعتبار ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کنوئیں میں جس قدر پانی ہے اتنی ہی مقدار میں نکالنا چاہیے جبکہ امام محمدؒ سے ۲۰۰ سے ۳۰۰ ڈول تک کا قول مروی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ ان اقوال میں کون سا قول مفتی بہ ہے۔

**الجواب :-** علماء احناف کے ہاں اگرچہ اس مسئلہ میں مختلف آراء ہیں مگر متاخرین فقہاء کرام نے آسانی کے لیے امام محمدؒ کے قول (۲۰۰ سے ۳۰۰ تک ڈول پانی نکالنا) کو مفتی بہ قرار دیا ہے، اگرچہ بعض نے امام صاحبؒ کی رائے کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔

قال العلامة المحصن: وقيل يفتى بمائتين الى ثلثمائة وهذا اليسر - قال ابن عاتق  
وجزم به في الكنز والملتقى وهو مروي عن محمد وعليه الفتوى خلاصة وتا نادخانية  
عن النصاب وهو المختار معراج من العتابة وجعله في العناية رواية عن الامام وهو المختار  
والايسر كما في الاختيار - (رد المختار ج ۱۵ فصل في البير) ۱۵



۱۵ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: ولا يفسد اي لا ينجس الماء بخروج حمام.... ولا  
ينجس بخروج عصفور ونحوها مما يوكل من الطيور غير الدجاج والا ونر والحكم بطهارته  
استحسان الخ (مراقي الفلاح على صدر الطحطاوي من فصل في مسائل الابار)  
۱۶ قال العلامة ابن نجيم المصري: ان الفتوى على انه ينزح ثلثمائة وكذا في معراج  
الدراية معنى يا الى فتاوى العتابة ان المختار ما عن محمد.... والا فتا ربما عن محمد اسهل  
على الناس - (البحر الرائي ج ۱ ص ۱۲۳ كتاب الطهارة)

**فرج سے نکلی ہوئی ہو اناقض الوضو نہیں** | سوال :- نماز کے دوران اگر کسی عورت کی

اگلی شرمگاہ سے ہوا خارج ہو جائے تو کیا وہ عورت نماز توڑ کر دوبارہ وضو کرے گی یا وہی وضو کافی ہوگا؟

**الجواب:** جو ہوا دُبر سے نکلے وہ ناقض الوضو ہوتی ہے اور جو ہوا عورت کی فرج یا مرد کے ذکر سے خارج ہو وہ ناقض الوضو نہیں۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں مبتلی بہ عورت کا وضو نہیں ٹوٹا اور وہ اسی وضو سے ہی نماز کو پورا کرے گی۔

لما قال العلامة ابوبکر بن علی بن الحداد: والريح الخارجة من الذکر و فرج المرأة لا تنقض الوضوء علی الصیغ الا ان تكون المرأة مفضاة فانه يستحب لها الوضوء۔ (البحرۃ النيرة ج ۱ ص ۱۰۸ کتاب الطہارة۔ نواقض الوضوء ص ۱۷)

**عادت پہلے دم نفاس بند ہو جانے کی صورت میں جماع کا حکم** | سوال :- اگر کسی عورت کا

پانچ چھ دن قبل بند ہو جائے تو کیا اس کا شوہر اس سے قربان (بیمبستری) کر سکتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** جس عورت کا خون نفاس عادت سے قبل بند ہو جائے تو جب تک اس کی عادت پوری نہ ہو جائے اس وقت تک شوہر کے لیے بیوی سے قربان (بیمبستری) ممنوع ہے، البتہ اگر خون بند ہونے کے بعد ایک نماز کا وقت گزر جائے تو وہ نماز اور روزہ ادا کر سکتی ہے۔

لما قال العلامة الزیلعی: ولو انقطع دمها دون عادتھا یکرہ قربانها حتی یمضی عادتھا وعلیہا ان تصلي وتصوم۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۹ کتاب الحيض) ۲

۱۔ لما قال العلامة الحصکفی: ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاة اما ہی فیندی لها الوضوء وتقبل یجب وقیل لو مننتہ الخ۔ (الدر المختار علی ما مشرد المختار ج ۱ ص ۱۲۶ باب نواقض الوضوء)

ومثله فی الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۹۰ باب نواقض الوضوء۔

۲۔ لما قال العلامة ابن نجیم المصری: اذا انقطع اما دون العشرة دون عادتھا لا یقربھا وان اغتسلت ما لم تمض عادتھا۔

(البحر الرائق ج ۱ ص ۲۰۳ کتاب الحيض)

**پکی اینٹ پر تیمم کرنا** | سوال :- ایک شخص جو کہ بیمار ہے اور پانی سے وضو کرنے پر قادر نہیں، اس لیے وہ پکی اینٹ پر تیمم کر کے نماز پڑھ لیتا ہے، تو اس شخص کے تیمم اور اس سے پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جو چیز زمین کے اجزاء سے ہو اس پر تیمم کرنا جائز ہے، پکی اینٹ کا تعلق بھی چونکہ جس الارض ہی سے ہے، اس لیے پکی اینٹ پر تیمم کرنا جائز ہے چاہے سالم ہو یا مدقوق۔

لما قال العلامة ابراہیم الحلبي: واما التيمم بالأجر فعدد أبي حنيفة يجوز مطلقاً دق أو لا لأنه من اجزاء الارض وان شوى وتصلب بمنزلة النورة۔

رکبیری مک باب التيمم ۱۷

**استنجا کرنے کے بعد ہوا خارج ہو جانے پر استنجا کا حکم** | سوال :- اگر کسی شخص سے استنجا کرنے کے بعد ہوا خارج ہو جائے تو کیا طہارت کے لیے اسے دوبارہ استنجا کرنا پڑے گا یا نہیں؟ جبکہ اس کی مقعد ابھی تک گیلی ہے؟

**الجواب:** ہوا خارج ہونے سے اگرچہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ کرنا پڑتا ہے لیکن استنجا کرنا لازمی نہیں ہوتا چاہے مقعد گیلی ہو یا خشک۔ لہذا صورت مسئلہ میں بھی اس شخص پر دوبارہ استنجا کرنا لازمی نہیں صرف وضو کرنے سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔

لما قال العلامة ابن عابدین: فلا یسن من ریح کان عینھا طاهرة وانما نقضت لانبعاثھا عن مواضع النجاسة ام لان بخروج الريح لا یكون علی السبیل شیء فلا یسن منه بل هو بدعة۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۶ فصل فی الاستنجاء) ۱۷

۱۷ لما قال العلامة ابن نجيم: ويجوز بالاجدى وهو الصحيح لانه طين مستحجر۔

(البحر الرائق ج ۱ ص ۱۴۸ باب التيمم) — ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۱۸ باب التيمم، الفصل الاول۔  
۲ لما قال العلامة ابن نجيم: وقد علم من تعريفه ان الاستنجاء لا یسن الا من محدث خارج من احد السبيلين غير الريح لان بخروج الريح لا یكون علی السبیل شیء فلا یسن منه بل هو بدعة۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۴۶ باب الاستنجاء)

**ہوا خارج ہونے کا شک ہونے پر وضو کا حکم** | سوال :- اگر کسی شخص کو وضو کرنے کے بعد اس بات کا وہم ہو جائے کہ اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے مگر حقیقت میں اس سے کوئی ہوا وغیرہ خارج نہیں ہوئی ہوتی، تو کیا صرف شک کی بناء پر وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** جب تک ہوا خارج ہونے کا کامل یقین نہ ہو تو صرف شک کی بناء پر وضو نہیں ٹوٹتا۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصري: اليقين لا يزول بالشك۔

(الاشباه والنظائر ج ۱ ص ۱۸۲) لہ

**جگالی کے دوران جانور کے منہ سے نکلنے والا مواد ناپاک ہے** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کوئی چیز جانور کے منہ سے نکل کر پانی میں گر جائے تو اس سے پانی ناپاک ہو جائے گا یا نہیں؟ جبکہ یہ مواد معدہ سے واپس منہ میں آتا ہے اور جانور اس پر جگالی کرتے ہیں؟

**الجواب :-** جگالی کے دوران جو چیز جانور کے منہ سے نکل کر منہ میں واپس آتی ہے وہ حکماً پاخانہ کی طرح ہوتی ہے، اس لیے اگر وہ کسی پاکیزہ پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

لما قال مولانا محمد رشيد، مسئلہ ہر جانور کا پتہ اس کے پیشاب کے برابر ناپاک ہے اور جگالی میں جو کچھ نکلتا ہے وہ اس کے پاخانہ کے برابر ناپاک ہے۔ (مہشتی زیور ص ۲۲)

**پنج سورہ وغیرہ کے ساتھ بیت الخلا جانا** | سوال :- اگر کسی شخص کی جیب میں پنج سورہ یا سورۃ یسین وغیرہ ہو اور اُسے بیت الخلا جانے کی حاجت ہو اور یہ چیزیں وہاں رکھنے کی جگہ بھی نہ ہو تو کیا شرعاً دمصر ان کے ساتھ بیت الخلا جاسکتا ہے یا نہیں؟

لہ لما قال العلامة مفتی عبد الرحیم لاچپوری: جب ہوا نکلنے کا یقین نہیں ہے تو صرف وہم ہوتے رہنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱۰ ص ۱۰۱ کتاب الطہارۃ)



**الجواب :-** تبرک اشیاء اور قرآنی آیات کا بیت الخلاء یا کسی ایسی جگہ جہاں گندگی پڑی ہو۔  
لے جانا۔ صحیح نہیں البتہ اگر جیب میں رکھ لی جائیں تو جائز ہے مگر پھر بھی خلاف اولیٰ ہے، گوش  
کر کے ایسی چیزیں بیت الخلاء سے باہر کسی محفوظ اور پاکیزہ جگہ پر رکھ دی جائیں ورنہ بصورت  
مجبوری بلا کراہت منہض ہے۔

لما قال العلامة کاشغریؒ، ویکره دخول المخرج لمن فی اصبعة خاتم فیہ شیء من القرآن  
او من اسماء اللہ تعالیٰ لما فیہ من ترک التعظیم۔

وقال العلامة ابراہیم الحلبيؒ فی شرح المنیة: وقیل لا یکرہ ان یجعل فمہ الخ  
باطن لکف ولو کان ما فیہ شیء من القرآن او من اسماء اللہ تعالیٰ فی جیبہ لا بأس  
به وکذا ولو کان ملفوفاً وشیء والتحرز اوطی۔ (زکیری ص ۵۸) لے

**نفاس والی عورت کے ہاتھوں کھانے پینے کا حکم** | سوال :- بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بچے  
کی ولادت کے بعد عورت جب تک ناپاکی کی  
حالت میں ہو تو اتنے دنوں (چالیس دن) تک اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا جائز نہیں، اس کا  
شرعی حل مطلوب ہے؟

**الجواب :-** اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اس میں افراط و تفریط اور یہود و ہنود  
کے مفروضہ نظریات و خیالات کی کوئی گنجائش نہیں، جہاں تک مذکورہ بالا سوال کا تعلق ہے تو یہ  
یہودیوں کا عمل و نظریہ ہے، یہ لوگ ان مخصوص ایام میں عورتوں کو بالکل الگ تھلک رکھتے ہیں،  
نہ تو ان کے ہاتھوں کا کھانا کھاتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ دیگر سماجی و معاشرتی تعلقات رکھتے ہیں۔  
اسلام نے حیض و نفاس کی حالت میں صرف جماع کرنے سے منع فرمایا ہے اور باقی سب امور  
کو جائز قرار دیا ہے، لہذا نفاس والی عورت کے ہاتھوں کھانا پینا شرعاً جائز ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ، ولا یکرہ طبخها ولا استعمال مامستہ من  
عجین او ماء او نحوہا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۲ باب الحيض)

لے لما قال الشيخ اشرف علی التھانویؒ، ایسی چیز جس پر خدا یا کسی نبی یا کسی فرشتے یا کسی معظّم کا نام یا کوئی آیت  
یا حدیث یاد رکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا  
البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ پڑے  
وغیرہ میں پٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۸۳۹ کتاب الطہارة)



پیشاب اور پاخانہ کے وقت کن امور سے بچنا چاہیے؟ سوال۔ جناب مفتی صاحب !  
دینے پر معذرت خواہ ہوں، مسئلہ یہ ہے کہ قضاے حاجت پیشاب اور پاخانہ کے وقت  
کن امور سے بچنا فروری ہے؟

الجواب :- اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس نے ہر عمل کے لیے کچھ آداب اور  
کچھ امور سے بچنے کو بیان کیا ہے، یہاں تک کہ پیشاب اور پاخانہ کرنے کے وقت بعض امور سے  
بچنے کی تعلیم دی ہے، مثلاً بلا ضرورت باتیں کرنا، کھانا، قرآن کریم کی کوئی آیت، حدیث یا کوئی  
دوسرے تبرک کلمات پڑھنا، کوئی ایسی چیز جس پر خدا، رسول یا فرشتے کا نام ہو، کوئی آیت یا حدیث  
لکھی ہوئی ہو یا کوئی دعا تحریر ہو ساتھ لے جانا، بلا عذر شرعی کھڑے ہو کر یا لیٹ کر پیشاب  
اور پاخانہ کرتا، تمام کپڑے اتار کر بالکل برہنہ ہو کر قضاء حاجت کرنا، قبلہ رخ نہ ہونا، دائیں ہاتھ  
سے استنجاء کرنا، کھانے پینے کی اشیاء سے استنجاء کرتا، جاتوروں کے چارے سے استنجاء  
کرنا وغیرہ، ان امور سے دوران قضاء حاجت بچنا چاہیے۔

لکذا فی کبیری ۳۹ و بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۱

سوال :- ایک شخص بواسیر کا مریض ہے، اٹھتے بیٹھتے  
بواسیر کی رطوبت سے وضو کا حکم بواسیر کی رطوبت اس کے کپڑوں پر لگ جاتی ہے۔ تو  
کیا اس رطوبت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ رطوبت عام پانی کی طرح بہنے والا نہیں  
نیز یہ بھی بتائیں کہ اس رطوبت سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ وضو ہر اس نجس چیز کے نکلنے سے ٹوٹ جاتا  
ہے جو انسان کے بدن سے نکل کر پانی کی طرح بہہ جائے، اگرچہ نہیں تو پھر وہ چیز ناقض وضو  
نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر رطوبت بواسیر کے زخم سے نکل کر بہتی نہ ہو تو اس سے وضو  
ختم نہیں ہوتا اور نہ کپڑے ناپاک ہونگے، کیونکہ فقہاء کرام کا قاعدہ کلیہ ہے: مالیس بمحدث  
لیس بنجس، کہ جو چیز محدث نہ ہو وہ نجس نہیں۔

لما قال العلامة المفتی عزیز الرحمن: (الجواب) جو رطوبت زخم سے باہر نہ بہے اور  
اور سائل نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ کذا فی کتب الفقہ۔ اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوتا  
کیونکہ فقہاء قاعدہ کلیہ لکھتے ہیں، مالیس بمحدث لیس بنجس۔ پس جو صورت آپ نے تحریر

فرمائی ہے اس میں نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ کپڑا ناپاک ہوتا ہے ۔

وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۱۲ ترتیب مفتی ظفر الدین صاحب، کتاب الطہارۃ

**سوال :-** ایک شخص معذور ہے یعنی معذور کا قبل از وقت وضو کر کے اس سے نماز پڑھنا اس کو مسلسل البول کی بیماری ہے، وہ ہر نماز کے لیے الگ وضو کرتا ہے، اگر کسی نماز کا وقت داخل ہونے سے قبل اس نے وضو کیا ہو تو کیا وہ اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** معذور شخص کے لیے ضروری ہے کہ نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد وضو کرے، اگر اس نے وقت داخل ہونے سے قبل وضو کر لیا تو وہ وضو درست نہیں اور وہ اس قبل از وقت کئے گئے وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا۔

لما قال العلامة الحصکفی: حکمہ الوضو لکل فرض اللام للوقت ثم یصلی بہ فیہ فرضاً ونقلاً فاذا خرج الوقت بطل۔ والدر المختار علی ہاشم دلتاریح ۱۲۸۸ احکام المعذور

**سوال :-** ایک عورت کے رحم سے نکلنے والی سفید رطوبت سے وضو کا حکم

رہتی ہے، تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو کیا یہ عورت معذور سمجھی جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کسی عورت کے رحم سے سفید رطوبت ہر وقت بہتی رہتی ہو تو وہ ناقض الوضو ہے یعنی وضو ختم ہو جاتا ہے، البتہ جو رطوبت فرج خارج سے آتی ہو تو وہ پسینہ ہے اس سے وضو ختم نہیں ہوتا، صورت مذکورہ میں چونکہ ہر وقت اس عورت کے رحم سے رطوبت نکلتی ہے اس لیے وہ معذور سمجھی جائے گی۔ (مکذافی امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۶۶)

لہذا قال العلامة المفتی عزیز الرحمن: (الجواب) جبکہ وہ شخص معذور ہے تو اس کو قبل از وقت وضو کرنا درست نہیں ہے، بس وقت کے بعد ہی وضو کرے اگرچہ جماعت فوت ہو جائے۔

[ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۶۶ ترتیب مفتی ظفر الدین صاحب ]  
[ کتاب الطہارۃ، فصل رابع، معذور سے متعلق احکام ]